هٰذا بصائر للناس وهدى ورحمة لقوم يوقنون

کتاب البصائر

(اردو ترجمہ)

الجواہر الزواہر

مؤلف

مولانا مولوی حافظ محمد عبد الحی صاحب

مترجم

محمد عاشق الٰہی میرٹھی

یونیورسل اسلامک پبلیکیشنز

2-72 اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار ○ لاہور

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ



کتاب البصائر

(اردو ترجمہ)

الجواهر الزواهر

مؤلف

مولانا مولوی حافظ محمد عبد الحی صاحب

مترجم

محمد عاشق الٰہی میرٹھی

یونیورسل اسلامک پبلیکیشنز

12- اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب ــــــــــــ کتاب البصائر

مؤلف ــــــــــــ مولانا مولوی حافظ محمد عبد الحی صاحب

ناشر ــــــــــــ یونیورسل اسلامک پبلیکیشنز لاہور

مطبع ــــــــــــ فاہد وقار پرنٹرز لاہور

سن طباعت ــــــــــــ ۱۹۹۷ء

تعداد ــــــــــــ 500 (پانچ سو)

قیمت ــــــــــــ 180/= روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ ۔ امّا بعد چونکہ علماءِ امّتِ محمدیہ ورثہ و نائبین رسول ہیں کہ علوم شریعت کی جو کہ ترکہ انبیاء ہے انکو میراث ملی ہے اسلئے خیر القرون سے لیکر آجتک ہمیشہ ایسے علماء صلحا پیدا ہوتے رہے جنہوں نے تحریر و تقریر دونوں صورت میں اس نیابت کا پورا حق ادا کیا اور وعظ و نصیحت درس و تدریس تصنیف و تالیف غرض ہر طرح پر اصلاح خلق اور خدمتِ مذہب میں مشغول رہے۔ سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ آپکی لائی ہوئی شریعت کی جتنی خدمت آپکے متوسلین و خدام نے کی ہے کسی نبی کی امّت نے بھی اپنے پیغمبر کے لائے ہوئے مذہب کی اتنی خدمت نہیں کی ہے کہ کلام اللہ ہو یا کلام الرسول دونوں کے الفاظ و معانی کے تحفظ میں مختلف صورتوں و متعدد طریقوں سے ہر زمانہ اور ہر صدی میں ہزاروں اور لاکھوں علماء نے کافی حصہ لیا چنانچہ تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول فقہ میں جو کہ اصول مذاہب ہیں ہر زبان کے اندر اتنے تراجم اور حواشی و شروح ملینگے کہ کتبخانے ان سے لبریز ہو جائینگے اور دینیات کے مختلف شعبوں میں ایک شعبہ بھی ایسا نہ ہوگا جسمیں علماءِ امّتِ محمدیہ کی ہزاروں بلکہ پوری تلاش کیجائے تو لاکھوں تصنیف و تالیف نہ ہو چکی ہوں۔ اسلامی تالیفات کے عالیشان کتبخانے لگ گئے پھٹ گئے اور جل گئے مگر اب بھی امّتِ محمدیہ کی موجودہ مذہبی تالیفات کے صرف نام ہی اگر شمار کیجائے تو ایک نہایت ضخیم کتاب مرتب ہو کہ اس فہرست کا پڑھنا بھی مہینوں میں ختم نہ ہو سکے۔ دنیا بھر کے مذاہب سے اگر کہا جائے کہ تم سب اپنی وہ تصانیف جمع کرلو جنکو تم اپنی مذہبی خدمت اور اپنے پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کی تبلیغ و توسیع قرار دیتے ہو تو میرا دعویٰ ہے کہ ایک لاکھ اسّی ہزار انبیاء میں ایک سیّد ولدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کا تنہا کارنامہ مذہب باقی تمامی انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے مجموعی کارناہائے مذہبی سے غالباً وہ نسبت رکھیگا جو دس کو ایک کے ساتھ ہے پس یہ اگر بطحائی پیغمبر کا معجزہ بیضا نہیں تو کیا ہے کہ آپکے پردۂ زمین یثرب میں روپوش ہو جانیکے بعد بھی آپکی محبت و اطاعت کا مقناطیسی اثر آپکے غلاموں کو آپکی محبوب ترین شریعت کا ایسا خدمتگذار بنائے رہا کہ دوسری امتوں میں اسکی نظیر کا ملنا مشکل ہو گیا اور اگر اس بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کیدن اوّلین و آخرین کے بھرے مجمع میں اپنی امّت کے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر فرماویں اور کہیں کہ لاؤ ان جیسی خدمتگذار ان مذہب و جانثاران شریعت؟ تو کون دلیل ہے کہ اس مفاخرہ کو بیجا قرار دیسکے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ انہیں خدمتگذاران اسلام میں مولانا الحاج المولوی محمد عبد الحی صاحب لکھنوی بھی تھے جنکی دینی خدمات کا ایک نمونہ البصائر فی تذکیر العشائر ہے جو کہ آپکی مختلف تالیفات اور متعدد باقیاتِ صالحات میں عمدہ ترین یادگار ہے کتاب مذکور چونکہ مؤلف نے عربی زبان میں مرتب فرمائی تھی اور اسکا نفع طبقۂ علماء پر قاصر تھا اسلئے مولانا الحاج الحکیم محمد ابراہیم صاحب راندیری امام و خطیب جامع مسجد رنگون نے جو کہ امامت

مین مؤلف مرحوم کے سچے جانشین تھے رنگون کے چند باہمت اور اہل خیر تجارت پیشہ حضرات کے شوق پر بندہ سے اسکے اردو سلیس ترجمہ کی خواہش فرمائی کہ عام اہل اسلام اِس گوہر بے بہا سے نفع اٹھا سکین چنانچہ بندہ نے اس خدمت کو اپنی سعادت سمجھکر ۱۳۳۶ھ مین اسکا ترجمہ کیا اور وہ ۱۳۳۷ھ مین طبع ہوکر شائع ہوا۔ ہرچند کہ دو ہزار کی تعداد مین طبع ہوا تھا مگر اسکے طالب و شائق اس کثرت سے تھے کہ تقریبًا ساری تعداد اُسی اطراف مین ختم ہوگئی اور عامہ اہل اسلام کو اسکے مطالعہ کی بھی نوبت نہ آئی۔ کتاب چونکہ نہایت عجیب اور ضرورت عامہ کے لحاظ سے غایت مفید تھی اسلئے بندہ نے دوبارہ اسکو طبع کیا اور نظر ثانی مین اسکی سلاست کو بڑھا کر وہ غلطیان بھی نکال دین جو سابقہ کتابت و طباعت مین واقع ہوگئی تھین۔ چنانچہ نذر ناظرین کرتا ہون کہ منتفع ہون اور حضرت مؤلف اور مترجم اور ساعیان ترجمہ کو دعاء خیر سے یاد فرماوین۔ — مؤلف البصائر مولانا الحاج المولوی عبدالحی مرحوم جناب حافظ احمد بن سلیمان بن یوسف کے صاحبزادہ تھے ۱۲۸۳ھ مین اپنے وطن قصبہ کفلیتہ مین پیدا ہوئے جو کہ گجرات کے مشہور شہر سورت سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ولادت کے بعد انکے والد انکو اپنے مرشد مولانا لیاقت علی صاحب الہ آبادی کی خدمت مین لیگئے۔ حضرت شیخ نے طول عمر و حصول علم کی دعائین دیکر عبدالحی نام رکھدیا۔ سن تمیز کو پہونچ کر مکتب مین بیٹھے اور تین سال مین قرآن مجید حفظ کیا۔ اس درمیان مین گجراتی اور اردو لکھنا پڑھنا اور حساب سیکھا اور پھر اپنے ماموں زاد بھائی مولوی ہاشم بن موسیٰ سے بوستان تک فارسی اور عربی صرف و نحو اور فقہ کی ابتدائی کتابین پڑھین۔ مولانا ہاشم کو تیس سال کی عمر مین جنون ہوگیا اور وطن کے قریب ندی مین گرکر انتقال ہوگیا تو مولوی عبدالحی صاحب سورت آئے اور اپنے دادا استاد مولوی محمد فاضل صاحب سے جو کہ شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے کافیہ کنز الدقائق وغیرہ کتابین پڑھین۔ جب نوے سال کی عمر مین مولانا محمد فاضل صاحب بھی وفات پاگئے تو مولوی عبدالحی صاحب نے بمبئی کے مختلف مدارس مین مختصر معانی تک کتابین پڑھین اور پھر بھوپال مین مفتی عبدالحق صاحب اور مولوی سراج احمد صاحب و مولوی نذیر احمد صاحب و مولوی حافظ محمد احمد صاحب سے صحاح ستہ تک تعلیم پائی اور شیخ حسین یمنی محدث سے صحاح ستہ کے اوائل پڑھے۔ اور حدیث کی اجازت و سندین حاصل کرکے وطن چلے آئے۔ چند روز بعد کانپور گئے اور دار العلوم مین مولوی الٰہی بخش صاحب پنجابی سے جو کہ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری کے شاگرد تھے معقول کی کتابین پڑھین۔ اور پھر رامپور آکر مولانا عبدالحق خیر آبادی اور مولوی نادر الدین صاحب پنجابی سے منطق و فلسفہ پڑھا۔ اسکے بعد علیگڈھ آکر مولانا لطف اللہ صاحب سے شمس بازغہ و تصریح اور حمد اللہ پڑھا اور پھر دوبارہ کانپور جاکر مولانا احمد حسن صاحب سے تفسیر بیضاوی و طحاوی اور مسلم اور خلاصۃ الحساب وغیرہ پڑھا۔ اسکے بعد لکھنؤ جاکر حکیم عبدالعزیز صاحب سے طب کی دو کتابین پڑھین اور پھر دہلی آکر مدرسہ طبیہ مین حاذق الملک حکیم عبدالمجید خان صاحب سے تکمیل کی اور مطب مین بیٹھے۔ فارغ ہوکر وطن آئے اور پھر راندیر مین مدر

محمدیہ کے مدرس ہوگئے۔ اِسی درمیان میں طلبی پر کانپور گئے اور اُس مشہور جلسۂ دستار بندی میں شریک ہوئے جس میں اطراف و اکناف ہند کے مشاہیر علماء جمع ہوئے اور مولانا لطف اللہ صاحب نے فارغ التحصیل علماء کے سروں پر دستارِ فضیلت باندھی تھی۔ جملہ ہم سبق اور ہم مدرسہ علماء کے ساتھ مولانا عبدالحی صاحب کو بھی سند عطا ہوئی جسپر تمام علماء حاضرینِ جلسہ کے دستخط تھے۔

جلسہ سے فارغ و فائز ہو کر راندیر واپس ہوئے اور پھر بعض اہل وطن نے جو کہ ملک برہما کے مشہور شہر مولمین میں تجارت کرتے تھے جامع مسجد مولمین کی امامت و خطابت پر اصرار کیا تو آپ اسکو قبول فرماکر مولمین چلے گئے اور دس سال تک وہاں قیام کیا۔ اِس عرصہ میں مولانا کو علمی خدمات کا کافی وقت مِلا اسلئے متعدد رسائل علمی تالیف فرمائے۔ سنہ ۱۳۲۱ھ میں قبل رمضان المبارک مولمین سے ہی بغرض حج تشریف لیگئے اور آیندہ سال دوسرا حج کر کے ہندوستان واپس آئے۔ سات مہینے بلدۃ الرسول میں قیام کیا اور حرمین شریفین کے علماء مثلاً مفتی سید احمد برزنجی اور مولانا سید محمد سعید مغربی شیخ الدلائل سے مدینہ منورہ میں اور مولانا سید حسین طرابلسی اور علامہ ابوالخیر شیخ احمد صاحب سے مکہ مکرمہ میں اجازت نامے اور سندیں حاصل کیں۔ حجاز سے واپس ہو کر چند مہینے وطن میں قیام کیا اور پھر رنگون کی مشہور سورتی مسجد کے منتظمین کی درخواست پر رنگون چلے گئے اور آٹھ سال وہاں امام و خطیب رہے کہ وقت کا زیادہ حصہ تذکیر و وعظ اور تالیف و تصنیف میں صرف ہوتا تھا۔ اس پاک مشغلہ میں مشغول تھے کہ وعدۂ الٰہیہ آپہونچا اور چند روز نزلہ و کھانسی میں مبتلا رہکر بتاریخ ۱۰ رجب سنہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۶ جون سنہ ۱۹۱۳ء یوم دوشنبہ بعد عصر دارفانی سے راہی دار البقا ہوئے فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٥

مولانا مرحوم راندیر کے دو علماء، مولانا الحاج الحافظ القاری محمد اسمٰعیل صاحب خطیب مسجد جنار وارڈ اور مولانا الحاج الحافظ غلام محمد صاحب رح کے ہمعصر تھے اور گویا یہ تینوں حضرات گلستانِ گجرات کے مہکنے والے پھول تھے جنھوں نے ملکی جہالت و ظلمت کو علمی انوار سے مبدل و معمور کر دیا اور جادۂ سنّت پر استقامت کا وہ علمی نمونہ مخلوق کو دکھایا جسکو اس ملک کی زمین مدّت دراز تک یاد کرتی رہیگی۔ قاری محمد اسمٰعیل صاحب خشیۃ الٰہی اور پرہیزگاری میں بے مثل اور وعظ و تذکیر میں منہمک تھے۔ بعمر پچپن سال سنہ ۱۳۳۰ھ میں ۲۴ ربیع الاول یوم پنجشنبہ کو وفات پائی۔ اور مولانا غلام محمد صاحب مخالفینِ اسلام سے مناظرہ اور اہلِ باطل کی تقریری و تحریری تردید کا ملکۂ تامہ رکھتے اور کتب دینیہ کے گجراتی زبان میں ترجمہ کرنے اور حسب ضرورت وقت مستقل رسائل تصنیف و تالیف کرنیکے والہ و شیدا تھے۔ بیوم جمعہ ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء غالباً ۱۱ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۴ھ کو انتقال فرمایا۔ حق تعالیٰ ان حضرات کے مراتب میں ترقیات بخشے اور اپنی رحمتِ خاصہ کی موسلادھار بارش انکی قبروں پر جنمیں یہ پاک جسام مدفون ہیں تا یوم النشور برساتا رہے۔ آمین

بندۂ مترجم عاشق الٰہی بن یاد الٰہی بن رحم الٰہی بن فضل الٰہی کے مختصر حالات یہ ہیں کہ میں ۵ رجب ۱۲۹۹ھ
مطابق ۳۰ جون ۱۸۸۱ء یوم جمعہ کو پیدا ہوا چار سال کی عمر میں الف با شروع کی اور سال بھر تک مکتب میں پڑھتا رہا اتفاق
سے والد صاحب مرحوم جو کہ ضلع حصار میں ایک ریاست کے منیجر تھے پتھری کے مرض میں مبتلا ہو کر وطن آ گئے تو میری تعلیم کو
انہوں نے اپنی بیکاری کا مشغلہ بنایا اور ۱۳۰۴ھ میں جبکہ میری عمر چھ سال کی تھی مراۃ العروس اور بنات النعش و توبۃ النصوح
میں نے ختم کر لی اور بے پڑھے اخبار کو فرفر پڑھنے لگا۔ اسی مدت میں مجھے ریاضی بھی آ گئی اور میں اربعہ ستہ کے سوال نکالنے لگا۔
چھ مہینے میں کلام اللہ ختم کیا اور ۱۳۰۵ھ میں جبکہ میری عمر سات برس کی تھی مولوی نور اللہ صاحب سے جو کہ نہایت متوکل و متقی
بزرگ تھے عربی شروع کر دی۔ چند مہینہ میں میزان منشعب پڑھنے پر میری استعداد اتنی ہو گئی کہ مولانا تلاوت کرتے ہوئے قرآن مجید
کے صیغے مجھ سے دریافت کرتے اور میں بتاتا رہتا تھا۔ فارسی اسوقت تک میں نے بالکل نہیں پڑھی تھی اسلئے مولانا کے مشورہ پر میں نے
مولوی عباس علی صاحب سے آمدنامہ شروع کیا اور چند مہینہ میں گلستان بوستان تک پڑھ لیا۔ میری ذہانت دیکھکر میرے ماموں منشی
دلدار علی صاحب جو کہ تحصیلی سکول میں مدرس دوم تھے اردو مڈل پاس کرانیکے شوق میں مجھے اپنے ساتھ لیگئے اور چوتھی جماعت میں
میرا نام لکھوا دیا۔ دو سال میں نے انکے پاس پڑھا اور پھر دو سال صدر المدرسین منشی یعقوب علی صاحب مرحوم کے پاس تعلیم پا کر ۱۳۱۰ھ
مطابق دسمبر ۱۸۹۲ء کے امتحان مڈل میں شریک ہو گیا جس طرح اس سے قبل کسی امتحان میں مجھے ناکامی نہیں ہوئی اسی طرح
ورنیکلر مڈل میں بھی ناکام نہ رہا اور ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں مڈل کی سند میرے پاس آ گئی۔ اسکے بعد چھ مہینے تک پھر
فارسی پڑھی اور مضمون نویسی کی حافظ امداد حسین صاحب مرحوم سے مشق کرتا رہا۔ اسوقت مشن اسکول میں اتفاق سے ایک درجہ کھولا گیا
جسمیں مڈل پاس بچوں کو داخل کر کے صرف انگریزی زبان کی تعلیم دیجاتی اور دو سال میں انگریزی مڈل کا امتحان دلانیکا اعلان
تھا۔ چنانچہ میں اسمیں داخل ہو گیا مگر اس جماعت میں اتنے طلبہ نہ آئے جنکی فیس سے مدرس کی تنخواہ نکل سکتی اسلئے چھ مہینے
بعد ہی وہ درجہ توڑ دیا گیا اور میں فیض عام اسکول کی ساتویں جماعت میں داخل ہو گیا۔ داخلہ کو چوتھا دن تھا کہ اوستاد نے
ایک معمولی غلطی پر مجھے سکول کے رواج کے موافق بنچ پر کھڑا کر دیا اور ہتیلی پر دو رول مارے چونکہ عمر بھر میں یہ پہلا اتفاق تھا
اسلئے میری غیرت نے ضرورت سے زیادہ اسکا اثر لیا اور میں نے گھر آ کر والدہ سے رو کر کہا کہ مجھے عربی شروع کرا دو کہ میں سکول
کی تعلیم کے قابل نہیں ہوں چنانچہ وسط جمادی الثانیہ ۱۳۱۱ھ مطابق دسمبر ۱۸۹۳ء میں جبکہ میری عمر ۱۳ سال کی تھی مدرسہ
قومی میرٹھ میں میرا داخلہ ہوا اور مولانا عبد المومن صاحب دیوبندی سے جو کہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے
بہنوئی ہیں میں نے میزان شروع کی۔ وسط شعبان میں مدرسہ کا سالانہ امتحان ہوا تو مولانا صدیق احمد صاحب ممتحن نے میزان
منشعب اور صرف میر و نحو میر از اول تا آخر کا امتحان لیا اور بیحد خوش ہو کر مولانا سے فرمایا کہ یہ طالبعلم بہت ہونہار ہے اسکو
خاص توجہ سے پڑھانا۔ اسکے بعد مدرسہ کی بڑی تعطیل ہو گئی مگر میں نے رمضان میں مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی سے شرح
مائۃ عامل با ترکیب ختم کر لی۔ ۱۰ شوال کو مدرسہ کھلگیا اور میرے شفیق اوستاد نے عربی کا ہشت سالہ نصاب بعض درمیانی غیر ضروری

کتابون کو حذف کرکے خاص طرز پر خاص توجہ کے ساتھ مجکو پڑھانا شروع کیا مین روزانہ چار پانچ کتابون کا سبق زیادہ مقدار مین لینے لگا اور سات مہینہ مین صرف ونحو ختم ہوگئی - اب وقت آیا کہ چار طلبہ کا ہم جماعت بنکر حدیث شروع کرون چنانچہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ مین جبکہ میری عمر چودہ برس سے کم تھی اور عربی شروع کئے ۱۰ مہینہ ہوئے تھے میری مشکوٰۃ شریف شروع ہوگئی - والد صاحب مرحوم کو اسکی اتنی خوشی ہوئی کہ شروع کرتے وقت طلبہ پر پچاس روپیہ کی مٹھائی تقسیم فرمائی مگر افسوس کہ اس کا ختم دیکھنا انکو نصیب نہوا اور وہ حبس البول مین صرف دس بارہ دن بیمار رہکر ۹ شعبان سنہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۵ فروری سنہ ۱۸۹۵ء یوم سہ شنبہ کو دنیا سے رحلت فرما گئے فانا للہ وانا الیہ راجعون تاریخ وفات زیر داماں شافع محشر - قبر پر کندہ ہوئی میری تعلیم کا سلسلہ الحمد للہ جاری رہا اور دو سال مین صحاح ستہ اور دینیات کی تمام کتابین ختم ہوگئین آخری امتحان جسمین بیضاوی شریف بھی تھی حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امروہی نے لیا اور بیضاوی شریف کا پرچہ جوابات پڑھکر چونکہ زیادہ خوش ہوئے اسلئے فرمایا کہ گو معقول کی بعض کتابین باقی ہین مگر دینیات کی تعلیم ختم ہو چکی اس لئے بے اختیار میرا دل چاہتا ہے کہ اتباعاً للاسلاف اسکی دستار بندی کردون چونکہ عمامہ کا کوئی انتظام نہ تھا اسلئے اپنے عمامہ کو اوتارنا چاہا مگر یہ دیکھکر میرے استاد مولانا عبد المومن صاحب نے فوراً اپنے سر سے عمامہ اوتار کر مولانا کے حوالہ کیا اور مولانا نے مجھے بلاکر اتباع شریعت کی تاکید اور علم پر عمل کی نصیحت و دعا فرماتے ہوئے اسکو میرے سر پر باندھ دیا - اسوقت میری عمر پورے سولہ برس کی تھی اس کتاب مین چونکہ میرے نمبر اتنے زیادہ آئے کہ بعض لوگ طعن دیتے اور کہتے تھے کہ گھر کے ممتحن ہین جو چاہتے ہین نمبر دیدیتے ہین اگر سرکاری امتحان ہوتا تو قلعی کھلتی کہ تین سال مین کیا پڑھا اور کیسا پڑھا - یہ سنکر مجھے بہت غیرت آئی اور مین نے عزم کرلیا کہ اسی سال پنجاب یونیورسٹی مین مولوی فاضل کا امتحان دونگا - شوال مین مدرسہ کھلا تو مین نے معقول کی وہ کتابین بھی پڑھین جو باقی رہگئی تھین ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۵ھ مین میرا نکاح ہوگیا اور مین نکاح سے تین ماہ بعد مدرسہ قومی سے سند تکمیل لیکر ۲ رجب سنہ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۹ دسمبر سنہ ۱۸۹۷ء کو لاہور روانہ ہوگیا - بڑے دن کی تعطیلات کے بعد اورینٹل کالج کھلنے پر میرا داخلہ کا امتحان ہوا - اور مین مولوی فاضل کلاس مین داخل ہوا جسکے پروفیسر مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی تھے جو صرف مدرسہ کے چند سبق مین نے مولانا سے پڑھے اور باقی کتابین خود دیکھتا رہا یہانتک کہ ۲۳ اپریل سنہ ۱۸۹۸ء مطابق ۱ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۵ھ یوم دوشنبہ سے امتحان شروع ہوا جسکے پرچے چار دن مین ختم ہوئے مین امتحان سے فارغ ہوکر اپنے خالو منظر حسین صاحب کے پاس سیالکوٹ ہوتا ہوا وطن آگیا - سوا مہینہ بعد ۱۰ ذی الحجہ کو عین عید کے دن میرے پاس لاہور سے خط آیا کہ تم تمامی طلبہ سے اول رہے اور اتنے نمبر دیکے کامیاب ہوئے کہ مفتی عبد اللہ صاحب کے بعد اتنے نمبر کبھی کسی طالب العلم کے نہین آئے یعنی ۶۰۰ نمبرون مین ۴۶۵ چونکہ اول نمبر پاس ہونیوالیکو سال بھر تک مبلغ ۹ ۱۴ ماہوار انعامی وظیفہ ملتا اور صرف ایک گھنٹہ کیلئے کالج ہی مین منشی اور منشی عالم کلاس کو فارسی پڑھانا ہوتا تھا اسلئے دونون وظیفہ لینے کیلئے ۴ محرم سنہ ۱۳۱۶ء مطابق ۲۶ مئی سنہ ۱۸۹۸ء کو لاہور روانہ ہوا - راستہ مین گنگوہ حاضر ہو امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ سے بیعت ہوا اور ایک شب قیام کے بعد وہان سے رخصت ہوکر ۲۸ مئی کو لاہور پہنچا اور مولوی سعید الدین صاحب سے چارج لیا جو کہ

سال گذشتہ مین اوّل نمبر آئے تھے - اِسی سال صاحبزادہ عبید اللہ خان وزیر ٹونک نے مولوی فاضل مین اوّل نمبر آنیوالے کیلئے یکصد روپیہ کا طلائی تمغہ تجویز کیا تھا کہ اسپر معطی اور معطی لہٗ کا نام کندہ ہو اور کانوکیشن جلاس مین لفٹنٹ گورنر بہادر جیب ہر درجہ کے اعلیٰ کامیاب کو ڈپلومہ اپنے ہاتھ سے عطا فرمادین تو یہ تمغہ بھی خود ہی دین لہٰذا ۱۹ر شعبان ۱۳۱۶ھ مطابق ۲ر جنوری ۱۸۹۹ء یوم دوشنبہ یہ جلاس منعقد ہوا تو میرے نام کی کرسی بھی اسمین سجائی گئی اور مین نے اسمین شریک ہوکر تمغہ مع سند کے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے دست خاص سے لیا۔ میرے انعامی سال مین کالجونکی مدرسی کیلئے کئی جگہ سے طلبی آئی اور مجھکو استحقاق کی بنا پر جانیکے لئے کہا گیا مگر مین نے منظور نہ کیا۔ یہان تک کہ شروع ۱۳۱۷ھ مین ندوۃ العلما سے میری طلبی ہوئی اور مین ختم سال سے ۱۲ دن قبل اپنے ایک دوست کو چارج دیکر ۹ محرم مطابق ۱۹ر مئی ۱۸۹۹ء کو پرنسپل سے اپنی نیک چلنی اور حسن کارگذاری کا سارٹیفکیٹ لیکر لاہور سے رخصت ہوگیا بلکو آناً محمد علی صاحب ناظم ندوہ کے تقاضہ کیوجہ سے صرف دو دن مکان پر ٹھہر کر مین لکھنؤ پہونچا اور جلسۂ انتظامیہ کے فیصلہ پر ۲۶ر محرم ۱۳۱۷ھ سے میرا تقرر ؏ ۵۰ مشاہرہ پر دارالعلوم کی دوم مدرسی پر ہوگیا۔ چھ ۶ مہینے گذرے تھے کہ میرے جسمانی اور روحانی بزرگون نے میری جسمانی دوری گوارا نکر کے قیام وطن پر مجبور کیا اور مین آخر رجب مین اسطرح رخصت ہوا کہ طلبہ میری روانگی پر روتے اور مین بھی انکی پریشانی دیکھکر رو رہا تھا۔ وطن آکر مین نے کچھ روپیہ قرض لیا اور ۱۲ر جون ۱۹۰۰ء مطابق ۱۴ر صفر ۱۳۱۸ھ کو خیر المطابع نام مطبع کھولا جسمین اجرت پر دینی کتابین طبع کرانے لگا اور ساتھ ہی مفید کتابون کے تراجم مین مشغول ہوگیا۔

سب سے اوّل مین نے قرآن مجید کا سلیس اردو مین ترجمہ کیا متعدد تفاسیر و کُتب معتبرہ سے مفید حواشی اسپر چڑہائے اور ۱۳۱۹ھ مین بصورت حمائل اسکو طبع کرایا۔ الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے اسکو مقبولیت عامہ بخشی اور وہ ہاتھون ہاتھ ہدیہ ہوگیا۔ ۱۳۲۰ھ مین حمائل دوبارہ پہلے سے اچھی حالت مین طبع ہوئی اور اسکے ساتھ ہی سوانح محمدیہ جدید طرز پر مرتب کرکے اسلام نام رکھکر مین نے طبع کرائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس قلیل عرصہ مین میرا وہ تمام قرض ادا ہوگیا جو مطبع کیلئے مجھے لینا پڑا تھا بلکہ اتنا بچ رہا کہ مجھپر حج فرض ہوگیا اور مین نے فوراً حاضری بیت اللہ کی طیاری کردی۔ والدہ مرحومہ کو میرے ساتھ اتنی محبت تھی جسکو عشق کہنا چاہیے اسلئے انھون نے مجھے مجبور کیا کہ انکو ساتھ لیکر چلون چنانچہ ۱۷ر رجب ۱۳۲۱ھ کو مع والدہ کے بمبئی روانہ ہوا اور ۲۶ر رمضان کو مکہ مکرمہ پہونچگیا۔ شوال مین مدینہ منورہ کا عزم کیا اور کرایہ دیدیا مگر قافلہ مکہ سے باہر شہداہی مین تھا کہ بدوؤن مین باہم جنگ ہوگئی اور وہ اپنے اونٹ لیکر چلدیئے۔ قافلہ جسمین مین بھی تھا کچھ دیر بندوقون کی دو طرفہ گولیون کے سایہ مین پڑا رہا آخر اسمین بھگدڑ پڑگئی اور بعد مغرب مین بھی والدہ کو پاپیادہ لئے ہوئے شہر مین آگیا۔ کچھ دنون امید دلائی گئی کہ قافلہ جائیگا مگر نہ قافلہ گیا اور نہ کرایہ واپس ملا۔ اسلئے حج کے بعد آستانہ محمدیہ کی حسرت لئے ہوئے مجھے واپس ہونا پڑا اور محرم ۱۳۲۲ھ مین وطن آکر پھر اپنے تجارتی مشغلہ مین لگ گیا۔ ۱۳۲۲ھ مین حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے ارشاد پر مین نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اربعین کا ترجمہ کیا اور بنام تبلیغ دین اسکو طبع کرایا۔ اسکے ساتھ ہی بچون کے لئے بلا ترجمہ نہایت صاف اور صحیح قرآن مجید طبع کیا جو اب تک مطبع کی یاد کو تازہ کردیتا ہی۔ سفر حج سے قبل حجاز ریلوے کی طیاری سنکر مین نے بھی کچھ اعانت

کی تھی جسپر میرا نام سلطانی دربار مین خصوصیت سے پیش ہوا اور اب ۱۳۲۲ھ مین میرے نام ایک نقرئی تمغہ اور اسکے ساتھ ایک پروانہ خوشنودی و شکرگذاری پہونچا۔ جو ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ کا مجریہ تھا اور پشت پر طلائی حروف مین سلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم کے دستخاص کے دستخط تھے۔ مجھے اس نقرئی تمغہ پر لاہور کے طلائی تمغہ سے اور پروانہ خلیفۃ المسلمین پر مڈل اور مولوی فاضل کی سند سے زیادہ خوشی ہوئی اور مین نے اسکو بکمال عزت و احترام رکھا۔

۸ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء کو حضرت امام ربانی مولانا گنگوہی رح کا وصال ہو گیا اور مین نے وصل الحبیب رسالہ لکھا جسکے آخر مین اُس قصیدہ مدحیہ کی شرح شامل کی جو حضرت کے خادم مولانا حنیف علی مرحوم نے عرصہ ہوا حضرت کی شان مین بزبان عربی لکھا اور سادہ بندش مین قدیم عربی فصاحت کو تازہ کیا تھا۔ ان ایام مین درس کا بھی کچھ مشغلہ میرا قائم رہا اور مین اپنے محلہ کی مسجد مین فجر و ظہر کے بعد حدیث یا تفسیر کا ایک دو سبق طلبہ کو پڑھاتا رہا۔ بعض دفعہ سبق مین بیس طالب العلم شریک ہوئے اور ڈیڑھ دو گھنٹہ تک درس ہوتا رہا۔ چونکہ مدینہ منورہ کی حاضری کا شوق مجھے چین نہ لینے دیتا تھا اور یہ بھی ارمان تھا کہ والد مرحوم کیطرف سے حج بدل کرکے انکا کچھ حق ادا کرون اسلئے مین نے والدہ سے بہزار منت و سماجت اجازت لیکر پھر سفر عرب کا قصد کر دیا اور اس مرتبہ میرے چچا حافظ عنایت الٰہی صاحب جو کہ باپ سے زیادہ میری محبت رکھکر باپ کا مرنا بھلائے ہوئے تھے میرے ساتھ ہوئے۔ چنانچہ شوال ۱۳۲۳ھ مین گھر سے چلا اور والد مرحوم کے حج بدل سے فارغ ہوکر براہ ینبع مدینہ منورہ آیا۔ ۲۱ دن وہان قیام کیا اور ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مین بعافیت وطن پہونچگیا۔ واپس آکر مین نے رسالہ زیارۃ الحرمین لکھا جسمین حجاج و زائرین کے لئے دینی و دنیوی ضروریات تحریر کئے اور وہ ایکہزار کی تعداد مین مفت تقسیم ہوئے۔ ۱۳۲۵ھ مین حمائل چھوٹی تقطیع پر نہایت صفائی سے طبع کی اور اسکے بعد مطبع کی خطرناک ذمہ داریون کے قانون سے خائف ہوکر مطبع کو بند کر دیا اور تالیف مین مشغول ہوگیا کہ دوسرے مطابع مین باجرت طبع کراتا اور گھر بیٹھے جو خریدار آتا یا باہر سے منگاتا اسکو دیدیتا یا بذریعہ ڈاک بھیجدیتا تھا

۲ محرم ۱۳۲۶ھ سے اپنے دینی بزرگون کے ارشاد اور احباب کے اصرار پر حضرت مولانا گنگوہی کی سوانح مرتب کرنی شروع کی اور شریعت و طریقت کے دو مستقل حصے بنا کر بنام تذکرۃ الرشید ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ کو شائع کر دئے۔ ۱۳۲۷ھ مین حضرت ممدوح کے دستی خطوط جو بعض طالبین سالکین کے نام گئے تھے فراہم کرکے طبع کئے اور مکاتیب رشیدیہ نام رکھا جسمین اس خط کا بجنسہ فوٹو بھی شامل کیا جو شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور خلیفہ اول مولانا خلیل احمد صاحب کے نام دیوبند گیا تھا۔ اسی سال ۵ شعبان مطابق ۲۴ اگست ۱۹۰۹ء کو والدہ مرحومہ جو مجھے سب سے زیادہ عزیز تھین صرف ۸ یوم بیمار رہکر بسوئے آخرت رحلت فرماگئین اور دنیا میری نظرون مین تاریک ہوگئی۔ اس صدمہ سے مصدوم ہوکر مین نے چاہا کہ عرب چلا جاؤن مگر اعزہ سدراہ ہوئے اور مین نے ایک سال وطن مین اسطرح گذارا جیسے کوئی مسافر کسی تنگ و تاریک سرائے مین گذارتا ہے اس سال مین نے حمائل کو تیسری بار لکھنؤ عمدۃ المطابع مین طبع کرایا اور کچھ نسخے فروخت کرکے ۱۳۲۸ھ مین جبکہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری مع اپنے خدام کی بڑی جماعت کے اور چند روز بعد مولانا خلیل احمد صاحب مع چند رفقا کے حج کو جانیلگے تو مین نے بھی دفعتاً حج کا ارادہ کر دیا اور شروع ذیقعدہ مین گھر سے روانہ ہوگیا۔ ۱۱ محرم کو مکہ مکرمہ سے رخصت ہوکر براہ رابغ مدینہ منورہ گیا اور پھر حضرت مولانا سے اجازت لیکر حجاز ریلوے مین شام و فلسطین اور مصر کی سیاحت کو چلا گیا۔ ان مقامات کی سیر سے فارغ ہوکر ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مین وطن آیا

اور رسالہ زیارۃ الشام لکھا جسکو دیکھکر بیسیون حضرات نے نہایت راحت کیساتھ بلاد اسلامیہ کا سفر کیا اور اس کتاب نے انکو ہر مقام پر پہونچے
رہبر کا کام دیا سنہ ۱۳۳۴ھ مین زیارۃ الحرمین دوبارہ طبع ہوئی اور اسکے ساتھ رسالہ زیارۃ الشام بھی اسی جیبی تقطیع پر اسکا حصہ دوم بنکر شائع ہوا
سنہ ۱۳۳۱ھ مین بین السطور ترجمہ وحواشی بڑی تقطیع کلام مجید پر طبع ہوئے اور اسی درمیان مین قصہ یوسف علیہ السلام تالیف کیا جو سورۂ یوسف کی شرح تھی
وضو اور نماز کے ضروری مسائل مین ایک رسالہ الصلوٰۃ لکھا اور پارۂ عم کیساتھ اسکو طبع کیا نیز واقعات سے فضیلت محمدیہ کے ثبوت میں ایک مضمون
لکھا جو نبوت کیفر ورت کے عنوان سے رسالہ النجم لکھنؤ مین ماہوار شائع ہوا اور بعد مین ۳۰ صفحہ کا رسالہ بنکر فروخت ہوا سنہ ۱۳۳۲ھ مین ایک ماہوار مذہبی
رسالہ سہارنپور سے نکالنے کی تجویز ہوئی اور میری ادارت و مضمون نگاری مین ربیع الاول سے بنام الرشاد اسکا اجراء ہوا لیکن اسکی عمر ایک سال سے
زیادہ نہوئی اور صفر سنہ ۱۳۳۳ھ مین مجھے اس سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسی درمیان مین رسالہ ارشاد السلوک کا اردو ترجمہ کردیا تھا جو ارشاد الملوک کے نام سے ۱۳۳۱ھ طبع
ہوا اسکے بعد حضرت پیران پیر کے مواعظ یعنی الفتح الربانی کے ترجمہ مین لگ گیا اور طباعت کی کئی سو غلطیان نکالکر نہایت سلیس ترجمہ کرکے حامل المتن بنام
فیوض یزدانی طبع کرایا سنہ ۱۳۳۴ھ مین حال کے چوتھی مرتبہ طبع کیفر ورت ہوئی اور اس سے فارغ ہوکر اہل رنگون کی فرمائش پر البصائر کا ترجمہ شروع
کردیا جو الجواہر الزواہر کے نام سے دو ہزار طبع ہوا اور وہین تقسیم ہوگیا کہ اکثر شائق اسکی زیارت سے بھی محروم رہے سنہ ۱۳۳۶ھ مین مجھے چچا
صاحب مرحوم کے انتقال کا صدمہ پیش آیا جنہون نے یکم ربیع الاول مطابق ۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء یوم یکشنبہ کو دنیا چھوڑی اور دس مہینہ بعد ۲۲ محرم
۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء یوم شنبہ کو میری تیئیس سال کی غمگسار بیوی نے انفلوئنزا مین صرف چھ دن بیمار رہکر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ گھر والی
کے ۸ مہینہ بعد ۲۳ رمضان سنہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۲ رجب یوم یکشنبہ ۱۹۱۹ء میرے بڑے بھائی حافظ معشوق الٰہی مرحوم بھی دنیا سے چل بسے اور یہ پے در پے تین
صدمے میرے لیے بہت جانکاہ ہوئے مگر مین اپنی کام مین مشغول رہا اور دھن پیدا ہوئی کہ عادات کے متعلق معمولات محمدیہ کتب مختلفہ سے لیکر ایک
جگہ جمع کرون اسمین تو کامیاب نہوا مگر اسی سلسلہ مین سرور المحزون اور عین العلم کا ترجمہ کردیا جسکو سنہ ۱۳۳۸ھ مین بنام
ذکر میمون اور زین العلم طبع کرایا۔ میرے ۳ لڑکے اور ۲ لڑکیان تھین جنمین چھوٹی بچی حنیفہ نام مان کے مرنیکے وقت ۱۰ مہینہ کی
شیرخوار اور پرورش کی زیادہ محتاج تھی اسلیئے ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۷ھ کو میرا خالی گھر پھر آباد ہوا اور دوسری بیوی آگئی
سنہ ۱۳۳۸ھ مین فیوض یزدانی کے ۸ وعظ کی جدید طرز پر شرح لکھی جو بنام انوار سبحانی طبع ہوئی سنہ ۱۳۴۰ھ مین فیوض اور تبلیغ
کو نظر ثانی کے بعد طبع کرایا اور ۲۱ شوال سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۷ جون سنہ ۱۹۲۳ء کو چوتھے حج کے لئے مع اہل روانہ ہوگیا ہمارا
قافلہ مکی راستہ مین منزل خیف پر ۲ دن رکا گیا اور آخر ۱۰ صفر کو آستانۂ محمدیہ پر حاضر ہوا ۱۱ دن قیام کے بعد براہ ینبع واپسی ہوئی اور ۱۷
ربیع الاول سنہ ۱۳۴۲ھ کو وطن پہونچا یہان آکر البصائر کو دوبارہ طبع کیا اور دیباچہ باقی تھا کہ جمعہ کا حج سنکر دفعۃً ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق
۱۱ رجون سنہ ۱۹۲۴ء کو پھر حج کیلئے روانہ ہوگیا مدنی راستہ بند سنکر بعد حج مصر چلا گیا اور وہان سے عربی کا جدید ٹائپ خریدا کہ عربی دینیات
کی کتابین مصری طرز پر صحیح طبع کرنیکا قصد ہو۔ وہان سے قدس خلیل الرحمن بیت اللحم حیفا۔ بیروت۔ دمشق بغداد۔ کربلا نجف کاظمین
بصرہ اور عشار وغیرہ کا گشت لگاتا ہوا ۲۸ محرم سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۳۰ اگست سنہ ۱۹۲۴ء کو بعافیت وطن پہونچا اب ۵ ربیع الاول مین کہ عمر کا بحساب
شمسی چوالیسوان سال شروع اور بحساب قمری پینتالیسوان سال قریب ختم ہے دیباچہ مرتب کرکے حصہ اول شائع اور حصہ دوم کی تیاری کا اہتمام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی بصیرت وعظ و نصیحت کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ اور (اے محمد) نصیحت کرکہ نصیحت کرنا نفع دیتا ہے ایمان والونکو'' اسکی حقیقت یہ ہے کہ ایمان والون سے جب کوئی گناہ ہوجاتا ہے تو انکے قلب مین ایک سیاہ دھبہ ہوجاتا ہے پھر اگر وہ توبہ و استغفار کر لیتے ہین تو گناہونکے میل کچیل سے قلوب صاف ہوجاتے ہین۔ اور اگر توبہ نہین کرتے تو وہ دھبہ گناہونکی زیادتی کے سبب ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے یہان تک کہ پھیلکر سارے قلب کو گھیر لیتا ہے۔ ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے قلب مین ایک سیاہ دھبہ ہوجاتا ہے پھر اگر وہ توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو قلب کی صیقل ہوجاتی ہے اور اگر گناہ میں زیادتی کرتا ہے تو وہ دھبہ بڑھتا رہتا ہے یہان تک کہ قلب پر حاوی ہوجاتا ہے یہی وہ زنگ ہے جسکو حق تعالیٰ نے (سورۂ تطفیف مین) ذکر فرمایا ہے کہ ہرگز نہین بلکہ زنگ ڈالدیا ہے انکے قلوب پر ان گناہون نے جو وہ کیا کرتے تھے''۔ پس اسوقت قلب کا مرض سخت اور قلب کی حالت اعتدال سے باہر ہوجاتی ہے۔ اور ایسے قلوب والے اشخاص نیکیون سے جو کہ سود مند ہیں نفرت اور معصیتونکی طرف جو کہ مضر ہین رغبت کرنے لگتے ہین۔ لہذا روحانی طبیبون اور خیر خواہان امت علماء پر ضروری ہے کہ شروع ہی سے انکا معالجہ کرین اور علاج کا وہ طریق اختیار کرین جو قرآن مجید اور سنت محمدیہ مین مذکور ہے۔ چنانچہ مسلم نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے۔ تم مین جو شخص بھی کسی ناجائز کام کو دیکھے تو چاہیئے کہ اُسے ہاتھ سے روکے۔ اگر اسکی طاقت نہو تو زبان سے نصیحت کرے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو اپنے قلب سے اسکو بُرا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے''۔ پس اگر علماء اسکا معالجہ نہ کرینگے اور گنہگارونکو انکی حالت پر چھوڑ دینگے کہ وہ اپنی معصیت مین ترقی کرتے رہین تو یاد رکھین کہ اللہ کو قدرت ہے کہ ایسا عذاب نازل فرمائے جو بیمار اور طبیب سبکو شامل ہو اور سیر کرنے سے بھی انکو نہ بچا سکیگی''۔ ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ کہ اے ایمان والو تمھارے ذمہ اپنی ہی اصلاح ہے جب تم ہدایت پر رہوگے تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے تمھین نقصان نہ دیگا

سنا کہ رسول اللہ ... [illegible]

پس ممکن ہی کہ اسکا یہ مطلب سمجھو کہ گمراہ کو اسکی گمراہی سے بچانا تمپر ضروری نہین ہے حالانکہ مین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یون فرماتے سُنا ہی کہ لوگ جب کسی معصیت کو دیکھین اور اسکو بدل نہ ڈالین تو عجب نہین کہ حق تعالیٰ سب پر عذاب نازل فرمائے"۔ (اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ کو گمراہی سے نہ روکو گے تو خود بھی عذاب پاؤ گے اور) اسکے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واضح تمثیل بھی بیان فرمائی ہی۔ چنانچہ بخاری نے حضرت نعمان رض بن بشیر سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حدود میں چشم پوشی کرنیوالے (یعنی دوسرونکو معصیت کا مرتکب دیکھکر روک ٹوک نکرنیوالے) اور گناہون مین مبتلا ہونیوالے کی مثال ایسی ہی جیسے چند لوگ جہاز مین اپنے بیٹھنے کی جگہ معین کرنیکے لئے باہم قرعہ ڈالین۔ اور بعض نیچے کے حصہ مین بیٹھین اور بعض اوپر کے حصہ مین پھر پانی لینے کیلئے نیچے والون کو بار بار اوپر والونکے پاس آمد و رفت کرنی پڑے جو کہ اوپر والون کو ناگوار گزرے۔ لہذا نیچے والا شخص تیشہ لیکر جہاز کے فرش مین سُوراخ کرنے لگے۔ یہ معلوم کرکے اوپر والے اسکے پاس آوین اور کہین کہ اے شخص کیا غضب کرتا ہی؟ وہ جواب دے کہ تمکو میرا اوپر آنا ناگوار گزرا اور مجھے پانی کے بغیر چارہ نہین (لہذا یہین پانی حاصل کرنیکا انتظام اسطرح نہ کرون تو کیا کرون) اب ظاہر ہے کہ اگر اوپر والون نے اسکے ہاتھ پکڑ لئے اور اسکو فرش کھودنے سے جبراً روک لیا تب تو اسکو بھی ڈوبنے سے بچایا اور اپنے آپکو بھی بچایا۔ اور اگر اسکو چھوڑ دیا کہ سُوراخ کردے تو اسکو بھی ہلاک کیا اور اپنے آپکو بھی ہلاک کیا"۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ جہاز کی سواریان اگر سوراخ کرنیوالیکے ہاتھ نہ پکڑین اور اسکو سوراخ کرنے کی دست درازی سے نہ روکین تو ڈوبنے مین سب ہی برابر رہینگے یہی حال مومنین کا ہی کہ جب انمین کوئی ناجائز کام شائع ہو اور انکو قدرت ہو کہ اسکو روکین اور بدلدین اور پھر وہ اسکو نہ بدلین اور اعتراض نہ کرین اور ناگواری کے ساتھ ماتھے پر بل نہ لاوین تو قریب ہی کہ حق تعالیٰ اپنا عذاب عام سب پر نازل فرمائے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی۔ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً بچو اس عذاب سے جو صرف انہین پر نازل نہوگا جنھون نے ظلم کیا ہے (بلکہ انپر اور نصیحت نہ کرنیوالون پر سب پر نازل ہوگا) شرح السنہ مین حضرت عدی رض بن عدی الکندی سے روایت ہی وہ کہتے ہین کہ ہمارے آزاد کردہ غلام نے ہمسے بیان کیا کہ اسنے میرے دادا کو یہ کہتے سُنا کہ مین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یون فرماتے سُنا کہ حق تعالیٰ کسی خاص گروہ کی بدعملی پر عام مخلوق کو عذاب نہین دیا کرتا مگر اسوقت جبکہ وہ اپنے سامنے کسی ناجائز کام کو ہوتا ہوا دیکھین اور باوجودیکہ اسکو رد کرنے اور بدلنے پر قادر ہون مگر پھر نہ روکین۔ بس جب ایسا کرتے ہین تو حق تعالیٰ عام و خاص سب پر غصہ ہوتا اور عذاب نازل فرماتا ہے۔ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی اسرائیل جب معصیتون مین پڑے تو انکے علماء نے انکو روکا مگر وہ باز نہ آئے (اب علماء پر فرض تھا کہ ان سے

جُدا ہو جاتے مگر) وہ اُنکی مجلسوں مین اُنکے ساتھ بیٹھتے اور اُنکے ساتھ کھانے پینے مین بدستور شریک رہے - لہٰذا حق تعالیٰ نے ایک کے قلب کو دوسرے سے دے مارا (کہ سب مین نا اتفاقی و بیدردی اور گناہون سے انس پیدا ہو گیا) تب اُنپر لعنت فرمائی بزبان داؤدؑ و عیسیٰ بن مریمؑ - اور یہ سب انکی معصیت اور ظلم و زیادتی کے سبب ہوا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمر لگائے بیٹھے تھے کہ یکایک سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا "یاد رکھو قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ ہرگز نجات نہ پاؤ گے جب تک کہ اہلِ خطا کے روکنے مین پوری ہمّت صرف نہ کرو گے"۔ بیہقی نے شعب الایمان مین حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حق تعالیٰ نے ایکمرتبہ جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ فلان شہر کو مع اُسکے باشندون سمیت اُلٹ دو - جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اے ربّ اُنمین تیرا فلان بندہ بھی تو ہے جسنے ذرا سی دیر بھی تیری معصیت نہین کی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہان اُسپر بھی اور دوسرون پر بھی شہر کو اُلٹ دو کیونکہ (گو اسنے معصیت نہین کی مگر معصیت ہوتے ہوئے دیکھی) لیکن ایک لحظہ کے لئے بھی اسکے چہرے پر بَل نہین آیا"۔ اور یہ بھی پوشیدہ نہین ہے کہ صالح علیہ السلام کے زمانہ مین اونٹنی کو ذبح تو چند ہی آدمیون نے کیا تھا - چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِس شہر مین نو شخص تھے جو زمین مین بربادی پھیلاتے اور صلاح نہ کرتے تھے "مگر انکے سوا جتنے بھی تھے اُنہون نے چونکہ انپر اعتراض نہین کیا اور نہ اُنکو ذبح کرنیکی معصیت سے روکا لہٰذا حق تعالیٰ نے ایسا عذاب نازل فرمایا کہ ذبح کرنیوالون اور غیر ذبح کرنیوالو سب کو شامل ہوا - چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ دیکھو اُنکے مکر کا کیسا انجام ہوا کہ ہمنے اُنکو اور اُنکی قوم کو سب ہی کو ہلاک کر دیا"۔ اِسکا قصہ یہ ہی کہ قوم عاد جب ہلاک ہو گئی اور دنیا سے اُسکا قصہ رفت و گزشت ہو لیا تو اُنکے بعد قوم ثمود آباد ہوئی - او ملک مین قوم عاد کی جانشین بنی - غرض وہ اُس مُلک مین داخل ہوئی اور خوب خزانے پائے اور اُنکو بڑی بڑی عمرین عطا ہوئین - یہان تک کہ ایک شخص اینٹ پتھر کا مکان بنواتا اور صاحب مکان کی زندگی ہی مین مکان کی عمر ختم ہو جاتی اور وہ گر جاتا تھا - تب اُنھون نے پہاڑون کو تراش کر گھر بنائے (کہ مدت دراز تک قائم رہین) چونکہ اُنکو حق تعالیٰ نے ہر قسم کے عیش و تنعم کے سامان بکثرت عطا فرمائے تھے لہٰذا شرارت سوجھنے لگی اور ملک مین تباہی پھیلانے اور غیر اللہ کی پرستش کرنے لگے - تب حق تعالیٰ نے صالح پیغمبر کو اُنکی جانب بھیجا - وہ لوگ خاص عربی النسل تھے اور صالح علیہ السلام چونکہ نسب کے لحاظ سے اُنمین متوسط اور خاندان و حسب کے اعتبار سے سب مین افضل تھے لہٰذا حق تعالیٰ نے اُنکو مبعوث فرمایا اور وہ اُنکو اللہ اور اُسکی عبادت کیطرف بلاتے رہے یہان تک کہ بوڑھے ہو گئے اور سپید بال آ گئے مگر بجز چند ضعیف لوگون کے کسی نے بھی اُنکا اتباع نہ کیا - جب صالح علیہ السلام نے دعوتِ تبلیغ پر زور دیا اور عذابِ خداوندی سے بار بار ڈرایا تو قوم نے اُن سے سوال کیا کہ اپنے قول کی سچائی پر کوئی دلیل لاؤ اور معجزہ دکھاؤ - صالح علیہ السلام نے پُوچھا کہ کیا معجزہ چاہتے ہو؟

دانکے یہاں سال میں کسی معین دن پر عید ہوا کرتی تھی کہ اُس روز وہ اپنے بتوں کو میدان میں نکالا کرتے تھے) پس قوم نے کہا کہ ہمارے ساتھ عید میں چلو اور تم اپنے معبود سے دعا مانگو اور ہم اپنے معبودوں سے دُعا مانگیں پس اگر تمھاری دُعا قبول ہو تو ہم تمھارا اتباع کرینگے۔ اور اگر ہماری دُعا قبول ہوجائے تو تم ہمارا اتباع کیجیو۔ صالح علیہ السلام نے کہا بہتر ہے۔ مجھے منظور ہے۔ آخر عید کا دن آیا تو وہ لوگ اپنے بتوں کو لیکر باہر نکلے اور صالح علیہ السلام بھی اُنکے ساتھ وہاں آ گئے۔ قوم نے اپنے بتوں سے دُعا مانگی کہ صالح جو کچھ بھی دُعا کریں وہ ہرگز قبول نہو۔ اسکے بعد جندع بن عمرو بن خراش نے جو اسوقت قوم ثمود کا سردار تھا کہا کہ اے صالح اِس پتھر سے ہمارے لئے ایک اونٹنی برآمد کر دو۔ اگر تمنے ایسا کر دیا تو ہم تمپر ایمان لے آوینگے اور تمکو سچا سمجھینگے۔ صالح علیہ السلام نے اُن سے عہد و پیمان لئے کہ اگر ایسا ہوگیا تو ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور میری تصدیق کرو گے ؟ سب نے عہد کیا کہ ہاں ضرور۔ اُسوقت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے پروردگار سے دعا مانگی۔ چنانچہ دفعتہً پتھر پر وہ حالت طاری ہوئی جو بچہ جننے والی اونٹنی پر بچہ جننے وقت ہوا کرتی ہے۔ اِسکے بعد پتھر کو حرکت ہوئی اور شق ہوکر اسمین سے اونٹنی نمودار ہوگئی۔ جیسی کہ انکی درخواست تھی اور جس قسم کی وہ چاہتے تھے۔ بجز اسکے کہ اسکی دونوں کوکھوں کا درمیان اتنا جسیم اور بڑا تھا کہ اسکی مقدار بجز خدا کے کسیکو معلوم نہیں۔ قوم ثمود نے اس واقعہ کو آنکھوں سے دیکھا اور پھر اس اونٹنی سے اتنا ہی بڑا بچہ پیدا ہوا۔ بس جندع اور اسکی جماعت کے چند لوگ صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور باقی اشراف ثمود نے ارادہ کیا کہ ایمان لاوین منجملہ انکے ذوآب بن عمرو بن لبید اور حباب صاحب الاوثان اور رباب بن ضمیر کاہن بھی تھا۔ اور یہ لوگ ثمود میں شریف ترین شمار کئے جاتے تھے۔ الغرض جب اونٹنی پتھر سے نمودار ہوئی تو صالح نے قوم سے کہا کہ پانی پینے کی باری ایکدن اس اونٹنی کی ہوگی اور ایکدن تمھارے جانوروں کی۔ چنانچہ وہ اونٹنی مع اپنے بچہ کے رہی سہی کہ زمین پر چلتی پھرتی۔ درخت کے پتے چرتی۔ اور پانی پیتی تھی۔ مقررہ باری کیموافق تیسرے دن کنوئیں پر آیا کرتی تھی مگر جب آتی تو کنوئیں میں پتھر پر سر رکھدیتی اور جتنا بھی اسمین پانی ہوتا جبتک سب پی لیتی اسوقت تک اپنا سر نہ اُٹھاتی اور اسمین ایک قطرہ بھی نہ چھوڑتی تھی۔ اسکے بعد اسکی کوکھیں اور تھن چھوڑ دیجاتے اور سب لوگ جتنا بھی دودھ چاہتے وہ دوہتے اور پیتے اور جمع کر کے رکھ چھوڑتے۔ یہانتک کہ جتنے برتن ہوتے سب ہی بھر لیا کرتے تھے۔ اسکے بعد اونٹنی واپس آتی مگر جس راستے جاتی اُس راستے واپس نہوتی بلکہ دوسرے راستہ آیا کرتی تھی۔ اب دوسرا دن قوم کے مویشیوں کی باری کا آتا تھا تو انکے مویشی معمولاً جتنا پانی اُن سے پیا جاتا وہ پیتے اور باقی کا اونٹنی کی باری کیلئے ذخیرہ چھوڑ آتے تھے۔ غرض اسی خوشحالی اور راحت میں گذارتے رہتے۔ اونٹنی کا یہ بھی معمول تھا کہ جب گرمی اور بہار کا موسم آتا تو وہ کھلے جنگل میں رہا کرتی اور قوم ثمود کے مویشی اس سے بھاگ کر آبادی کے اندر گذر کرتے اور گرمی و خزاں کی تکلیف سہتے

تھے۔ اور جب سردی وخزان کا موسم آتا تو اونٹنی بستی کے اندر آجاتی اور قوم کے مواشی باہر کھلے میدان میں نکلنے پر مجبور ہوتے اور سردی وخزان کی مصیبت برداشت کرتے تھے۔ حق تعالیٰ کو چونکہ ابتلا وامتحان منظور تھا لہٰذا اُنکے مواشی کو اِس حکمت کا منظر دکھایا۔ قوم کو یہ بات شاق گزری اور اس غصہ میں حق سے سرکشی کرنے لگی کہ اونٹنی کے قتل اور ذبح کر ڈالنے پر آمادہ ہوئے اور آخر اُسکے ذبح کر دینے پر سب کی رائے پختہ ہو گئی۔ قوم ثمود کی دو عورتیں تھیں ایک کا نام عنیزہ بنت غانم تھا جو ذواب بن عمرو کی بیوی تھی۔ یہ اگرچہ بوڑھی ہو گئی تھی مگر مالدار تھی اور اُسکی کئی لڑکیاں تھیں جو نہایت حسین تھیں اور دوسری عورت کا نام صدقہ بنت المختار تھا جو کہ نہایت حسین تھی اور بکثرت مویشی رکھتی تھی۔ ان دونوں عورتوں کو صالح علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت تھی۔ اور انہیں دونوں کی زیادہ خواہش تھی کہ اونٹنی کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اِنکے مویشیوں کو تکلیف پہونچتی تھی۔ چنانچہ یہ دونوں عورتیں حیلے تلاش کرنے لگیں۔ آخر صدقہ نے تو ثمود کے ایک شخص کو جس کا نام حباب تھا اونٹنی کے قتل کے لئے بلایا اور اُسپر اپنا نفس پیش کیا کہ اگر اس کام کو انجام دے تو میں تیری بیوی ہو چکی مگر اسنے انکار کر دیا۔ تب اسنے اپنے چچا زاد بھائی کو بلایا جسکا نام مصدع تھا اور اس معاوضہ میں کہ اونٹنی کو قتل کر دے اپنا نفس دے سکے لئے قرار دیا۔ چونکہ یہ نہایت خوبصورت اور مالدار تھی اسلئے مصدع فریفتہ وشیدا ہو گیا اور شرط کو منظور کر لیا اور عنیزہ نے قدار بن سالف کو بلایا جو سرخ رنگ نیلی آنکھ والا پست قد آدمی تھا۔ اور لوگوں کا گمان تھا کہ وہ سالف کے نطفہ سے نہیں بلکہ زنا سے پیدا ہوا ہی مگر چونکہ سالف کی زوجیت میں اِسکی بیوی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اسلئے سالف کا بیٹا کہلانے لگا تھا۔ بہرحال عنیزہ نے قدار سے کہا کہ اگر تو نے اونٹنی کو قتل کر دیا تو میری جس بیٹی کو بھی تو چاہیگا وہ تجھکو دیدونگی۔ چنانچہ یہ بھی طمع میں آگیا اور آمادہ ہو گیا۔ قدار اپنی قوم میں ذیشان اور سربر آوردہ شخص تھا۔ پس وہ اور مصدع چلے اور ثمود کے اوباشوں کو بھڑکایا اور اُنپر آمادہ کیا کہ اس اونٹنی کو ذبح کر دینا چاہیے جسکی وجہ سے سبکے چوپائے مصیبت اُٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ سات آدمی اُنکے تابع بنگئے اور کل نو ہو گئے۔ پس یہ سب چلے اور اونٹنی کی تاک میں لگے یہانتک کہ قدار راستہ میں ایک بڑے پتھر کی جڑ میں گھات لگا کر چھپ بیٹھا۔ اور مصدع دوسرے پتھر کے پیچھے چھپ گیا۔ اونٹنی پانی پیکر کنوئیں سے واپس ہوتی ہوئے جسوقت مصدع کے پاس سے ہو کر گزری تو مصدع نے اُسکے تیر مارا جو اُسکی پنڈلی کے عضلہ میں پیوست ہو گیا۔ اسوقت عنیزہ نکلی اور اپنی بیٹی سے کہا کہ اپنا منہ کھولدے کہ قدار اسکو دیکھے اور شیدا ہو کر اپنا کام پورا کرے کیونکہ وہ نہایت حسین تھی چنانچہ اسنے منہ کھولدیا اور قدار کو اونٹنی کے قتل پر اُبھارا۔ پس قدار نے تلوار کا وار کیا کہ اونٹنی کی نلی کٹ گئی اور اونٹنی گر گئی اور اونٹنی نے ایک چیخ ماری کہ ماں کی آواز سنکر اسکا بچہ پہاڑ سے اُتر کر آیا۔ تب قدار نے اونٹنی کے سینے پر برچھا مارا اور اسکو ذبح کر دیا۔ باشندگانِ شہر باہر نکلے اور سبنے اسکا گوشت تقسیم کر لیا جب

اونٹنی کے بچے نے یہ منظر دیکھا تو بھاگا اور ایک محفوظ پہاڑ پر جا چڑھا جسکا نام صور تھا۔ صالح علیہ السلام کے پاس بھی آدمی پہونچے کہ اونٹنی کی جلد خبر لیجئے کہ اسکو زخمی کر دیا گیا۔ حضرت صالح اسطرف چلے اور ادہر سے اہل شہر باہر نکلے اور آپ سے معذرت کرنے لگے کہ یا نبی اللہ فلاں شخص نے اونٹنی کو قتل کیا ہے اور ہماری اسمین کچھ خطا نہیں ہے صالح نے فرمایا ذرا دیکھو تو سہی کہ اسکا بچہ بھی ہاتھ آتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ تمکو ملجاوے تب تو عجب نہیں کہ تمسے عذاب اوٹھا لیا جاوے ورنہ مجھے خیریت نظر نہیں آتی۔ آخر وہ لوگ اسکی تلاش میں نکلے اور اسکو پہاڑ پر چڑھا ہوا دیکھا۔ یہ لوگ چلے کہ اسکو پکڑیں مگر حق تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا کہ اونچا ہو جا۔ چنانچہ وہ اتنا اونچا ہو گیا کہ پرند بھی وہاں نہ پہونچ سکتا تھا۔ صالح علیہ السلام بھی وہاں آگئے۔ بچہ نے جب انکو دیکھا تو رویا اور آنسو بہائے۔ اسکے بعد اسنے تین بار آواز کی اور پتھر شق ہوا اور بچہ اسمین سما گیا۔ صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ بس جو بچہ کی ہر آواز تمھارے لئے ایک دن کی مہلت کی اطلاع تھی۔ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ تین دن اپنے گھروں میں رس بس لو۔ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔" جب صالح علیہ السلام نے یہ فرمایا تو جن نو آدمیوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا انھوں نے کہا کہ آؤ صالح کو بھی قتل کر ڈالیں کیونکہ اگر ہمارے ہلاک ہونیکی جو اطلاع اسنے دی ہے اگر وہ سچی ہے تو اپنے سے پہلے اسکو رخصت کر دینا چاہئے اور اگر جھوٹی اطلاع ہے تو بہتر ہے کہ اونٹنی کے ساتھ ایسے جھوٹے مدعی نبوت کو بھی دنیا سے چلتا کر دیں۔ چنانچہ وہ لوگ رات میں آئے تا کہ صالح علیہ السلام کو مع انکے بال بچوں سمیت قتل کر دیں مگر فرشتوں نے پتھروں کے ذریعہ انکی حفاظت فرمائی۔ جب قتل کے ارادہ سے جانیوالے لوگوں کی واپسی میں دیر لگی تو انکے ساتھیوں کو فکر ہوا اور وہ صالح کے مکان پر آئے۔ دیکھا تو انکا پتھروں سے کچلا ہوا تھا۔ یہ دیکھکر صالح علیہ السلام سے کہا کہ تمنے انکو قتل کیا ہے۔ اور پھر ادہر حملہ کا قصد کیا مگر صالح علیہ السلام کا کنبہ آڑے آیا اور کہا کہ بھائیو۔ صالح کو قتل کرنا تمھارے لئے کسیطرح مناسب نہیں ذرا غور کرو کہ انہوں نے عذاب کا جو وعدہ تم سے کیا ہے کہ تین دن بعد نازل ہوگا پس اگر وہ وعدہ سچا ہے تب تو انکے قتل کا ارادہ کرکے تم اپنے اوپر اپنے رب کا غصہ ہی بڑھاؤ گے (جسکا نتیجہ یہ ہے کہ عذاب میں اور سختی وعجلت ہو) اور اگر وہ وعدہ جھوٹا ہے تو جو کچھ تمھارا مقصود ہے وہ پھر بھی پورا ہو سکتا ہے لہذا ابھی ٹھیرو اور تین دن تک انتظار کرلو۔ چنانچہ اس رات وہ لوگ واپس ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو پنجشنبہ کا دن تھا اور سب کے چہرے زرد تھے گویا کہ انپر خلوق کا لیپ کر دیا گیا ہے تب انکو عذاب کا یقین ہو گیا اور سمجھ گئے کہ صالح نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ کہا تھا پس صالح علیہ السلام کی ٹوہ میں لگے تاکہ انکو شہید کر دیں مگر صالح علیہ السلام وہاں سے چلدیئے اور ثمود کے قبائل میں قبیلۂ بنی غنم کے پاس پہونچکر انکے سردار کے مکان پر اوترے جسکا نام نفیل تھا۔ نفیل نے صالح علیہ السلام کی حفاظت کی اور ان تک پہونچنے کی کسیکو قدرت نہوئی۔ اول یہ لوگ صالح علیہ السلام کے رفقاء ومتبعین کے پاس گئے اور انکو مجبور کیا کہ پتہ بتاؤ صالح کہاں ہیں۔ آخر ان صحابہ میں سے ایک صحابی

نے جنکا نام مبدع ابن ہرم تھا حضرت صالح علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا نبی اللہ یہ لوگ ہمکو ایذائین پہنچا کر مجبور کرتے ہین کہ آپکا پتہ بتا دین تو کیا آپکی اجازت ہے کہ پتہ بتا دین؟ آپنے فرمایا کہ ہان بتا دو۔ چنانچہ انھون نے آپکا پتہ انکو بتا دیا۔ تب وہ لوگ نفیل کے پاس آئے اور صالح علیہ السلام کے معاملے کے متعلق گفتگو کی نفیل نے کہا کہ ہان وہ میرے پاس ہین مگر تمکو انپر دسترس نہوگی۔ اسپر وہ وہان سے چلے گئے اور صالح علیہ السلام کو وہین چھوڑ گئے۔ اور اب اس عذاب کی فکر مین لگ گئے جو انپر نازل ہوا تھا۔ کہ جو زردی ایک دوسرے کے چہرہ پر دیکھتا تھا اُسکی ایکدوسرے کو خبر دیتا تھا۔ آخر جب شام ہوئی تو سبکی ایکدم چیخ نکلی۔ او کہا کہ مہلت کا ایکدن گذر لیا اور عذاب سامنے آموجود ہوا۔ جب صبح ہوئی تو دفعۃً اُنکے چہرے سُرخ نظر آئے گویا خون مین رنگ دئیے گئے ہین۔ اسوقت سبکی چیخین نکلنے لگین اور گریہ و بُکا کا شور ہوا کیونکہ یقین ہو گیا کہ واقعی عذاب آیا۔ جب شام ہوئی تو پہر سب نے باآواز بلند کہا کہ لو صاحبو مہلت کے دو دن گزر لئے اور عذاب سامنے آموجود ہوا۔ جب تیسرے دن کی صبح ہوئی تو سبکے چہرے سیاہ نظر آئے گویا کہ رال کا لیپ کر دیا گیا ہے۔ تب سبکی چیخ نکلی کہ لو بھائیو۔ عذاب آموجود ہوا۔ جب یکشنبہ کی شب ہوئی تو صالح علیہ السلام مع اپنے ساتھیون کے اُنکے درمیان سے باہر نکل گئے اور مُلکِ شام کیطرف چلکر فلسطین مین رملہ پر قیام فرمایا۔ جب چوتھے دن کی صبح ہوئی تو سب نے خود ہی کفن پہنکر اور کفن کو خوشبو لگا کر اپنے آپکو (مُردہ قرار دیکر) زمین پر ڈالدیا کبھی آنکھین پھاڑ پھاڑ کر آسمان کو دیکھتے اور کبھی زمین کو کہ دیکھئے عذاب کدھر سے آتا ہے۔ آخر جب یکشنبہ کو چاشت کا وقت ہوا تو آسمان سے ایک سخت چنگھاڑ آئی جو ہر کڑک عامہ دنیا مین جسکے بھی آواز ہے سبکی آوازون کا مجموعہ تھی۔ اس چنگھاڑ نے اُنکے سینون مین اُنکے دلونکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور سب ہی ہلاک ہو گئے بجز ایک اپاہج لڑکی کے کہ اُسکا نام ذریعہ بنت سالف تھا۔ یہ لڑکی بھی کافرہ تھی اور صالح علیہ السلام سے بہت عداوت رکھتی تھی مگر جب اسکو عذاب نظر آیا تو حق تعالی نے اُسکے پاؤن کھولدئیے اور وہ بھاگتی ہوئی شہر سے باہر نکلکر وادی القریٰ مین پہونچی اور اپنی قوم پر جو عذاب نازل ہوا دیکھا تھا اُسکی اطلاع لوگونکو دی پھر پانی مانگا اور پانی پیتے ہی فوراً مر گئی۔ صاحبو جس جگہ ثمود ہلاک ہوئے اسپر حق تعالی کا ہمیشہ عذاب نازل ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب سفر مین اُس مقام پر گزر ہوا تو آپنے صحابہ کو حکم دیا کہ اس ویران جگہ مین روتے ہوئے داخل ہون۔ چنانچہ صحیحین مین حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب مقام حجر پر گذر ہوا تو آپنے فرمایا کہ جن لوگون نے شرک کر کے اپنی جانون پر ظلم کیا تھا اُنکی بستی مین نہ داخل ہو مگر روتے ہوئے اور خوف کرتے ہوئے کہ کہین تمپر بھی وہ نازل نہو جو انپر نازل ہوا۔ اسکے بعد آپنے سر جھکا لیا اور رفتار کو تیز کر دیا۔ حتیٰ کہ وادی سے آگے نکل گئے۔ الغرض جو شخص شریعت سے واقف اور دانا ہوگا وہ لوگون کو معصیتون سے روکنے اور نیکیون کی طرف بلانے مین کوتاہی اور اُسکا بہترین طریقہ اختیار کرنے مین فروگذاشت ہرگز نہ کریگا۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے (ای محمدؐ) بلاؤ اپنے پروردگار کے راستہ کیطرف دانائی اور اچھی نصیحت سے اور اُن سے مجادلہ کرو اُس طریق پر جو بہترین ہے

عہ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط

اور پھر جو کچھ بھی مضرت یا تکلیف لوگوں کی طرف سے اسکو پہونچیگی اُسکی پروا نہ کریگا۔ کیونکہ وہ لوگ تو دیوانوں کے مثل ہیں کہ انکی عقلوں میں گناہوں کی تہ بتہ سیاہی جمجانیکے سبب خلل آگیا ہی اور اسوجہ سے اُنکو نفع اور نقصان کی تمیز نہیں رہی لہذا وعظ و نصیحت اُنکو ناگوار گذرتا ہی اور جو شخص نصیحت کرکے انکی خیر خواہی کرتا ہے وہ اُسکے منکر ہو کر اسکی ایذا رسانی کے درپے ہوتے ہیں اور جس عذاب میں وہ خود مبتلا ہونیوالے ہیں اُسکی پروا نہیں کرتے۔ یاد رکھو کہ عالم کیلئے عوام الناس کی ایذا رسانی بھی حق تعالیٰ کیطرف سے آزمائش ہی چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ الخ کہ ضرور تمہاری آزمائش کیجائیگی تمہارے مالوں اور جانوں میں اور تم ضرور سنو گے اُنکی طرف سے جنکو تم سے پہلے کتاب دیگئی ہی اور مشرکوں کیطرف سے بہت کچھ ایذائیں۔ اور صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو کہ یہ بڑی ہمت کا کام ہی۔ نیز حق تعالیٰ نے حضرت لقمان کا قول نقل فرمایا (جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا) کہ اے بیٹے نماز قائم رکھیو اور نیکی کی تاکید کیجیو اور معصیت سے روکیو اور جو تکلیف پہونچے اُسپر صبر کیجیو کہ یہ بڑی ہمت کا کام ہی۔ صحیحین میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی کہ اے محمدؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کے مختلف خاندانوں کو نام لیکر آواز دی کہ "اے بنی فہر" "اے بنی عدی" چنانچہ آپکی آواز سے سب جمع ہوگئے اور آپنے فرمایا کہ صاحبو۔ بتاؤ اگر تمہیں میں خبر دوں کہ ایک لشکر پہاڑ کے نیچے آگیا کہ تمپر چھاپہ مارنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کروگے؟ سبنے جوابدیا کہ ہاں یقین کرینگے کیونکہ ہمکو تمہاری سچائی کا بارہا تجربہ ہو چکا ہی۔ آپنے فرمایا تو میں تمکو ڈرا رہا ہوں (قیامت کے) ایک سخت عذاب سے۔ ابو لہب نے یہ سنکر جوابدیا۔ "تمہارے لئے سدا ہلاکت ہو۔ کیا اسی لئے ہمکو تمنے آواز دی تھی"؟ اِسپر سورۂ لہب نازل ہوئی کہ ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہی ہلاک ہو الخ سیرۃ حلبیہ میں مذکور ہی کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو ابو لہب نے (غصہ میں جھلا کر) اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ مجھے تیرے ساتھ واسطہ رکھنا حرام ہی اگر تو نے محمدؐ کی بیٹی کو علیحدہ نہ کیا یعنی حضرت رقیہؓ کو کہ وہ عتبہ کے نکاح میں تھیں اور ابھی رخصت نہوئی تھی چنانچہ عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو علیحدہ کردیا عتبہ کے بھائی عتیبہ کا نکاح آپکی دوسری بیٹی ام کلثومؓ سے ہوا تھا اور انکی بھی رخصت نہوئی تھی۔ عتیبہ نے جب ملک شام جانیکا ارادہ کیا تو کہا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاکر انکو انکے رب کی بابت ایذا پہنچاؤنگا۔ چنانچہ آپکے پاس آکر آپکو پکارا کہ اے محمدؐ۔ اور اسکے بعد آپکے چہرۂ مبارک پر تھوکا اور آپکی صاحبزادی کو واپس دیکر طلاق دی۔ اسوقت حضرتؐ نے فرمایا کہ یا اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اسپر مسلط فرما۔ اسکے بعد عتیبہ اپنے باپ ابو لہب کے پاس آیا اور قصہ سنایا۔ پھر وہ اور اسکا باپ ایک جماعت کیساتھ ملک شام کو روانہ ہوئے اور ایک پڑاؤ پر قیام کیا۔ گرجا سے راہب نے اُن لوگوں کو جھانکا اور اُنسے کہا کہ لوگو۔ اس زمین میں درندے بکثرت ہیں انسے بچاؤ کا فکر کرو۔ ابو لہب نے اپنے رفیقوں سے کہا کہ صاحبو۔ تم میرے نسب اور حق سے خوب واقف ہو۔ اور سب نے اقرار کیا کہ بیشک اے ابو لہب ہم تمہارے ہر طرح فرمانبردار ہیں۔ تو ابو لہب نے کہا۔ اے جماعت قریش آجکی رات ہماری مدد

کرو۔ کیونکہ مجھے اپنے بیٹے پر محمدؐ کی بددعا کے پورا ہونے کا اندیشہ ہے۔ پس تم سب اپنے اسباب کو اس مقام پر جمع کردو اور اسکے اوپر میرے بیٹے کا بستر بچھاؤ اور اسکے چار طرف اپنے بستر لگاؤ (کہ وہ بیچ میں اور بچاؤ پر درندوں سے محفوظ رہے) چنانچہ رفقاء نے ایسا ہی کیا اور اونٹوں کو جمع کر کے اپنے چاروں طرف بٹھایا اور عتیبہ کو گھیری میں لے لیا۔ مگر مشیت خدا کو کسی کی تدبیر کیا روکتی۔ رات کو شیر آیا اور سب کے منہ سونگھتا ہوا اقلاج مار کر عتیبہ تک پہونچا۔ اور پنجہ مار کر اسکو قتل کر دیا۔" حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک بستی والے معصیتوں کے مرتکب ہوتے تھے اور انہیں چار شخص تھے جو انکی بداعمالی پر معترض رہتے تھے۔ پس انہیں سے ایک کھڑا ہوا اور یہ کہکر کہ صاحبو تم فلاں فلاں معصیت کرتے ہو انکو منع کرنے اور انکے اعمال کی برائی جتلانے لگا۔ بستی والے الٹ کر اسکو جواب دینے لگے اور اپنے اعمال سے باز نہ آئے۔ تب اُسنے سخت کلامی سے کام لیا مگر بستی والوں نے بھی اسکو سخت جواب دیئے تب وہ ان سے لڑنے لگا اور ہاتھ پاؤں سے کام لیا مگر بستی والے اسپر غالب آئے اور آخر وہ سب سے علیحدہ ہو کر بیٹھ رہا اور اپنے اللہ سے کہنے لگا کہ بارالٰہا میں نے انکو منع بھی کیا مگر انہوں نے میرا کہنا نہ مانا۔ تب میں نے ان سے سخت کلامی کی تو انھوں نے بھی مجھسے سخت کلامی کی پھر میں ان سے لڑا تو یہ مجھپر غالب آگئے۔ اب تو جانے اور تیرا کام۔ اسکے بعد وہ بستی سے چلا گیا۔ پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اسنے بھی انکو منع کیا مگر انھوں نے نہ مانا تب اسنے سخت کلامی کی تو انہوں نے بھی سخت کلامی کی پس وہ بھی علیحدہ ہوا اور کہنے لگا کہ بارالٰہا میں نے انکو منع کیا مگر انہوں نے میرا کہنا نہ مانا پھر میں نے ان سے سخت کلامی کی تو انہوں نے بھی مجھسے سخت کلامی کی۔ اب اگر میں ان سے لڑتا تو یہ مجھپر غالب آجاتے (لہذا میں سخت کلامی پر ہی اکتفا کر کے رہگیا) آخر یہ بھی چلا گیا اور تیسرا کھڑا ہوا اسنے انکو منع کیا مگر کسینے اسکا کہنا نہ مانا تو اُسنے علیحدگی اختیار کی اور کہا کہ بارالٰہا میں نے انکو منع کیا مگر انھوں نے میرا کہنا نہ مانا اور اگر میں سخت کلامی کرتا تو یہ بھی مجھے سخت جواب دیتے اور اگر لڑتا تو مجھپر غالب آجاتے (لہذا صرف ممانعت پر بس کی) آخر یہ بھی چلا گیا اور چوتھا کھڑا ہوا۔ اسنے کہا کہ بارالٰہا (بار بار امتحان سے انکی حالت معلوم ہو چکی کہ) اگر انکو منع کروں تو یہ میرا کہنا نہ مانینگے اور سخت کلامی کروں تو مجھے سخت جواب دینگے اور اگر لڑوں تو مجھپر غالب آجائینگے (لہذا ان سے واسطہ رکھنا ہی عبث ہے) اسکے بعد چلا گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ یہ چوتھا ان چاروں میں ادنی مرتبہ کا تھا اور تم میں تو اسکی یعنی چوتھے شخص کی مثل بھی بہت کم ہیں۔" صاحبو وعظ کہنا درحقیقت گویا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے کہ جو بات جہاد سے مقصود ہے وہی وعظ سے بھی مقصود ہے۔ یعنی اللہ کا بول بالا کرنا اور بندگان خدا کو ہلاکت سے بچانا اور دائمی حیات کا انکو راستہ دکھانا۔ اور اسی لئے حق تعالیٰ نے واعظین کی قرآن مجید میں مدح فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ الخ کہ تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو نیکی کیطرف بلائیں اور اچھے کاموں کی ترغیب دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی لوگ فلاح

بانیوالے ہین"۔ بیہقی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اُس ذات کی کہ جسکے قبضہ مین محمدؐ کی جان ہی کہ نیکی اور بدی دو مخلوق ہین جنکو لوگونکے لئے قیامت کے دن (ذی روح بناکر) کھڑا کیا جاویگا پس نیکی تو نیکو کارونکو خوشخبری سُنائیگی اور وعدہ کریگی اچھے سلوک کا اور بدی کہیگی کہ دور ہو دُور ہو۔ مگر بدکار اسکو چپٹے بغیر نہ رہینگے۔ بلکہ وعظ و نصیحت ایک ظالم بادشاہ کے سامنے تو جہاد سے بھی افضل ہی کیونکہ اسمین جان کے جانیکا اندیشہ جہاد سے بھی زیادہ ہی۔ ترمذی نے حضرت ابو سعیدؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین جہاد اُس شخص کا ہی جو ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہے" اور چونکہ وعظ و نصیحت عموماً لوگون کے عقائد اور اعمال کے خلاف ہوا کرتی ہی لہذا انکو تلخ معلوم ہوتی اور ایسی ناگوار گذرتی ہی جیسے بدمزہ دوا مگر چونکہ باوجود بدمزگی کے جسطرح دوا مین حق تعالی نے شفا رکھی ہی اسیطرح نصیحت مین سننے اور ماننے والونکے لئے نجات رکھی ہی۔ اِسلئے رحمت آلٰہیہ نے گوارا نکیا کہ مخلوق تباہ ہو اور باوجود انکے انکار اور سرکشی کے وعظ و نصیحت پیش نہ فرمائے جو انکے لئے سبب نجات ہو۔ دیکھو مومن جب سُنتا ہے کہ فلان مسلمان کسی دشمن کے ملک مین قید ہی تو وہ اسکے چھڑانے مین کوشش کیا کرتا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے نفس اور شیطان کے ہاتھ مین قید ہو جو اسکے سخت دشمن ہین تو ہم اسکے چھڑانے کی کوشش نہ کرے۔ ہان جس وقت صلحا کمزور ہوجا وین اور بدکار اشرار کا غلبہ ہو اور نصیحت کرنیسے بجز نقصان و ایذا رسانی کے کوئی نتیجہ نظر نہ آئے تو اوسوقت نصیحت ترک کردینی کی اجازت ہی۔ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیون میان کیا کروگے جب تم ایسے ردی لوگون مین رہجاؤ کہ نہ انکو عہد و پیمان کا لحاظ ہو نہ امانتداری سے واسطہ ہو اور اختلاف کرکے ایسے ہوجاوین (اور آپنے ایک ہاتھ کی انگلیون مین دوسرے ہاتھ کی انگلیان ڈالدین)" حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ جو کچھ حضرت حکم دین وہ کرون۔ آپنے فرمایا بس اچھے کام کرتے اور بُرے کام چھوڑے رہو اور صرف اپنے نفس کی حفاظت ضروری سمجھو اور عوام سے واسطہ نہ رکھو"۔ جب معلوم ہوگیا کہ وعظ و نصیحت درحقیقت قلوب کا معالجہ ہے تو ضرور ہی کہ اسمین چند امور کا لحاظ رکھا جائے۔ اوّل واعظ کو لازم ہے کہ قرآن مجید مین جو الفاظ غریبہ آئے ہین کہ عام طور پر نہین بولے جاتے انکی شرح سے اور تحقیق مطلب لفظون کی توجیہ اور اس تفسیر سے واقف و آگاہ ہو جو حضرات سلف سے منقول ہی اور نیز کتب حدیث کا اتنا ماہر ضرور ہو کہ عبارت صحیح پڑھ سکے اور معنی سمجھ سکے اور صحت و سقم کو پہچان سکے۔ اگرچہ کسی حافظ حدیث کی اطلاع اور کسی فقیہ کے تتبع طاہی سے کیون نہو۔ نیز سلف کے ضروری احوال و خصائل سے آگاہ ہو۔ پس قرآن کے ظاہری مطالب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جو محدثین کے نزدیک ثابت و معتبر ہو اور صحابہ و تابعین و دیگر صلحاء مومنین کے اقوال اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیر و احوال سے وعظ کہے۔ آجکل بہتیرے واعظ ہین جنکو نہ واقفیت ہے قرآن سے اور نہ آگاہی ہے سنت نبویہ سے اور نہ صحابہ و تابعین کی

روایات ومنقولات سے مگر انھوں نے وعظ گوئی کو حطام دنیا کمانے کا آلہ بنا رکھا ہے۔ وہ ایسی کتابین لئے پھرتے ہین جو موضوع حدیثون اور جھوٹے قصّون سے بھری ہوئی ہین کہ بے حیا بنکر منبرون پر جا چڑھتے اور یہ موضوع روایات لوگون کو سناتے ہین اور سننے والے اِس گمان پر کہ یہ باتین شریعت سے ثابت ہین انکو دل مین جگہ دے لیتے ہین یا واعظ خود بھی گمراہ ہوتے ہین اور دوسرون کو بھی گمراہ کرتے ہین۔ مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے مین بہتیرے جھوٹے دجّال آئینگے کہ ایسی حدیثین تمھارے پاس لائینگے جو نہ کبھی تمنے سنین نہ تمھارے باپ دادانے۔ پس ان سے اپنے آپکو دور رکھیو کہ کہین تمکو گمراہ نہ کردین اور فتنہ مین نہ ڈالدین۔ حجۃ الاسلام نے فرمایا ہی کہ کہانیان یعنی جھوٹے قصّے بیان کرنا بدعت ہی۔ ایسے قصّہ گو واعظ کے پاس بیٹھنے کو متقدمین نے منع لکھا ہی اور سلف نے فرمایا ہے کہ قصّہ گوئی نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھی نہ ابوبکر رضؓ کے زمانہ مین نہ عمر رضؓ کے زمانہ مین۔ یہان تک کہ فتنہ ظاہر ہوا اور قصّہ گو واعظ بھی ظاہر ہوئے۔ حضرت علی رضؓ نے ایک قصّہ گو واعظ کو بصرہ کی جامع مسجد سے نکلوادیا تھا اور جب حسن رضؓ کا وعظ سنا تو اُنکو نہ نکلوایا کیونکہ ان کے وعظ مین علوم آخرت اور فکر موت اور نفس کے عیوب اور اعمال کی آفات اور شیطانی خطرات پر تنبیہ اور ان سے بچنے کا طریقہ۔ حقتعالیٰ کے احسانات وانعامات اور بندہ کی شکر گزاری مین کوتاہی کا ذکر ہوتا تھا اور وہ دنیا کا حقیر وباعیب اور ناپائدار وبیوفا ہونا جتاتے اور آخرت کے خطرات وہولناک واقعات سے مخلوق کو آگاہ کرتے تھے منقول ہی کہ حضرت اعمش رضؓ بصرہ کی جامع مسجد مین آئے اور ایک قصّہ گو واعظ کو دیکھا کہ قصّے بیان کر رہا ہے اور کہہ رہا ہی کہ ہمسے اعمش نے یون حدیث بیان کی اور یون بیان کی۔ حضرت اعمش بیچ حلقہ مین آبیٹھے اور اپنی بغل کے بال نوچنے لگے۔ قصّہ گو نے کہا کہ بڑے میان تمہین شرم نہین آتی کہ بھرے مجمع مین ایسی حرکت کر رہے ہو حضرت اعمش نے فرمایا اور شرم کیون آوے مین تو پھر بھی سنّت کا کام کر رہا ہون اور تو تو بھرے مجمع مین جھوٹ بول رہا ہے (اور پھر نہین شرماتا) مین ہی تو اعمش ہون اور مینے تجھسے کوئی حدیث بھی بیان نہین کی۔" دوم واعظ پر لازم ہے کہ جن گناہون سے لوگون کو ڈرائے اُن سے خود محفوظ ہو اور جن طاعتون کیطرف دوسرونکو بلائے انکا خود بھی پابند ہو کیونکہ جس کام سے منع کرتا ہے اگر خود اس سے باز نہ رہا اور جو کہتا ہی اسپر خود عامل نہ ہوا تو خدا کا مبغوض قرار پائیگا کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ بڑے غصّہ کی بات اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ کہو وہ بات جو خود نہ کرو۔ نیز اسکی نصیحت بے سود ہوگی اور لوگونکی دلون کی تہ مین ہرگز اثر نہ کریگی بلکہ ایسے واعظ سے انکو گناہون کے ارتکاب اور طاعات کے ترک کی جرأت ہوگی کیونکہ عجب نہین شیطان انکے دلون مین یہ وسوسہ ڈالے کہ اس شخص کا بیان اگر صحیح ہوتا تو جس کام سے منع کرتا ہی خود بھی تو اس سے باز آتا اور جسکی ترغیب دے رہا ہی خود بھی تو اسکو کرتا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اسنے اِن باتون کی نصیحت کو دنیا کمانیکا جال بنا رکھا ہی لہذا اسکی ہدایت ورہنمائی

ضلال و گمراہی سے بدلجائیگی اور اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے واعظوں پر جہاد کرنیکا حکم دیا۔ چنانچہ مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نبی بھی اپنی اُمت میں آیا اسکی اُمت میں سے اسکے ایسے اعوان و انصار رہے ہوئے جو اسکے طریقۂ عمل کو لیتے اور اسکی سُنت کا اقتدا کرتے ہیں۔ انکے بعد ایسے ناخلف آتے ہیں جو کہتے ہیں مگر کرتے نہیں اور وہ کام کرتے ہیں جنکے کرنیکا اُنکو حکم نہیں دیا گیا۔ پس جو شخص انسے جہاد کریگا اپنے ہاتھ سے وہ مومن ہے اور جو ان سے جہاد کریگا اپنی زبان سے وہ مومن ہے اور جو ان سے جہاد کریگا اپنے قلب سے (کہ اُنکی حرکتوں کو دل سے ناگوار سمجھے) وہ مومن ہے۔ اور اسکے بعد تو رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں"۔ اور صحیحین میں حضرت اسامہؓ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن ایک شخص لایا جاویگا اور جہنم میں ڈال دیا جاویگا کہ اُسکی آنتیں آگ میں نکل پڑینگی اور وہ شخص اپنی آنتوں کے گرد اس طرح گھومیگا جیسے چکی کے گرد آٹا پیستا ہوا گدھا گھومتا ہے۔ اہلِ جہنم اُسکے پاس جمع ہوکر کہینگے کہ ای شخص یہ تیری کیا حالت ہے؟ کیا تو ہمکو نیک کام کی ترغیب دیتا اور بُرے کاموں سے منع نہیں کیا کرتا تھا؟ وہ جواب دیگا کہ ہاں تمکو نیکی کا حکم دیتا تھا مگر خود نہ کرتا تھا اور معصیت سے تمکو منع کرتا تھا مگر خود کرتا تھا"۔ شعب الایمان میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں بعض لوگوں کو میں نے دیکھا کہ اُنکے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے تراشے جارہے ہیں میں نے پوچھا کہ ای جبریلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریلؑ نے کہا کہ یہ آپکی اُمت کے وہ واعظ ہیں جو دوسروں کو نیکی کا حکم دینگے اور اپنے نفسوں کو بھلا دینگے"۔ سوم یہ کہ واعظ کو نرم گفتار ہونا چاہیے کہ تقریر میں درشتی و سختی نکرے۔ حق تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ الخ اللہ کی رحمت سے تم لوگوں کے لئے نرم بنے ہو اور اگر کہیں سخت گو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ کبھی کے بھاگ جاتے تمہارے پاس سے"۔ مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حق تعالیٰ نرم ہے اور نرمی کو محبوب رکھتا ہے اور نرمی پر اتنا دیتا ہے کہ سختی پر اتنا نہیں دیتا"۔ منقول ہے کہ ایک واعظ نے خلیفہ مامون رشید کو نصیحت کی اور ترش کلامی سے کام لیا۔ مامون رشید نے کہا کہ مولوی صاحب نرم طریقہ سے کام لو دیکھو حق تعالیٰ نے تم سے بہتر کو مجھ سے بدتر کیطرف بھیجا اور نرمی کا حکم فرمایا کہ قرآن میں ہے۔ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا الخ ای موسیٰ و ہارون دونوں فرعون کیساتھ نرم بات کہیو۔ کیا عجب ہے کہ وہ نصیحت مانے یا ڈر جائے"۔ الغرض نرمی کرنے میں واعظوں کو حضرات انبیاء علیہم السلام کا اقتداء کرنا چاہیے۔ حضرت حماد ابن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت صلہ بن اشیم کے پاس سے گذرا جو اپنے تہبند کو ٹخنے سے نیچے لٹکائے ہوئے تھا حضرت صلہ کے رفقاء نے اسکو سختی کیساتھ برا بھلا کہنا چاہا مگر آپ نے فرمایا کہ تم رہنے دو اس کام کو۔ تمہاری طرف سے میں پورا کرونگا۔ اسکے بعد اس شخص سے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے! میری تمسے ایک حاجت ہے۔ اُسنے کہا کہ چچا فرمائیے کیا حاجت ہے؟ آپنے فرمایا میری خواہش یہ ہے کہ اپنے تہبند

کو کچھ اونچا کرلو۔ اسنے کہا بہت اچھا اور تہبند کو ٹخنوں سے اوپر کرلیا۔ تب آپ نے رفقا سے فرمایا کہ دیکھو اگر تم سختی سے گرفت کرتے تو وہ جواب دیتا کہ ہرگز نہیں کرونگا اور سخت کلامی کرتا۔" البتہ جبکہ نرمی سے کام نہ چلے تو بضرورت سختی اور درشتی کرنا بھی جائز ہے مگر اسطرح کہ زبان سے بیجا ہی نکلے اور اسمین بڑھتا نہ چلا جائے بلکہ قدر ضرورت پر اکتفا کرے یعنی اگر معلوم ہوجائے کہ ان سخت لفظوں سے نصیحت کرنا اسکو مفید نہیں ہوتا تو بس غصہ و رنج کے اظہار اور معصیت کیوجہ سے اس شخص کو حقیر سمجھنے پر اکتفا کرے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ نصیحت کرنے سے پٹونگا اور اگر چہرہ سے انقباض و کراہیت ظاہر کروں تو نہیں پٹونگا تو اسوقت صرف دل سے اعتراض کرنا اور قلب میں وقعت کا کم ہوجانا کافی نہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ چہرہ پر بل لاوے اور ترشروی سے اعتراض اور ناگواری ظاہر کرے۔ چہارم یہ کہ واعظ کو تعلقات کم کردینے چاہئیں تاکہ (نصیحت کرنے پر انکی ناراضی و بے تعلقی کا) اندیشہ زیادہ نہو اور نیز مخلوق سے طمع اور فضول جاہ و مال کی حرص کو قطع کردینا چاہئے تاکہ مداہنت اور چشم پوشی جاتی رہے۔ دیکھو انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں سے طمع کی رسیاں قطع کرکے یوں فرمایا کرتے تھے وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ الخ میں تم سے تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا بس میرا معاوضہ تو اسکے ذمہ ہے جو پالنے والا ہے دنیا جہان کا۔" منقول ہے کہ ایک بزرگ کے یہاں بلی پلی ہوئی تھی اور وہ اپنے پڑوسی قصاب سے اپنی بلی کے لئے روزانہ کچھ چھیچڑے لیا کرتے تھے۔ ایکمرتبہ انہوں نے قصاب کا کوئی ناجائز فعل دیکھا تو گھر میں آئے اور بلی کو نکالدیا۔ اسکے بعد قصاب کے پاس آکر اسکو نصیحت کی۔ قصاب نے کہا کہ میاں اب تمہاری بلی کے لئے تمہیں کچھ بھی نہ دونگا آپنے فرمایا کہ میں نے تمکو نصیحت ہی بلی کے نکالدینے اور تم سے طمع منقطع کردینے کے بعد کی ہے۔" مثل مشہور ہے کہ جسنے مخلوق سے طمع کو قطع نکیا وہ نصیحت پر قادر نہوا اور جسنے یہ طمع کی کہ مخلوق کے دل اسپر متوجہ اور اس سے راضی اور انکی زبانیں اسکی تعریف میں گویا رہیں اسکو نصیحت کرنا سہل نہوا۔ پنجم یہ کہ وعظ کو صرف ترغیب یا صرف تخویف کیساتھ مخصوص نکرے بلکہ دونوں سے مرکب ہو کہ ترغیب بھی ہو اور ترہیب بھی جیسا کہ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ وعدہ کیساتھ وعید بھی ہوتی ہے اور بشارت کیساتھ انذار بھی۔ اسیلئے کہا گیا ہے کہ جن آیتوں اور حدیثوں میں رحمت خداوندی کی وسعت و بے پایانی مذکور ہے انکا ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرنا جو معصیتوں میں مبتلا ہوں سم قاتل ہے کیونکہ وہ رحمت کی توقع پر معصیتوں میں کھل کھیلینگے لہذا ان آیتوں کا وعظ سنانا انکو مفید ہوگا۔ حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ واعظین زمانہ طرح طرح سے مخلوق کو بہکانے اور برباد کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اے کاش اگر اصلاح نکرسکے تھے تو افساد بھی نکرتے یعنی چپ ہی رہتے اور بولتے ہی نہیں کیونکہ لوگوں کے قلوب اپنی طرف متوجہ کرنیکے سوا انکو وعظ سے اور کچھ مقصود ہی نہیں اور چونکہ یہ مقصود صرف تذکرۂ رحمت و رجا سے حاصل ہوسکتا ہے کہ کانوں کو اس سے لذت خوب آتی ہے اور طبیعت پر گرانی نہیں آتی بلکہ ہلکی رہتی ہے۔ اسلئے مخلوق جب انکا وعظ سنکر اپنے گھروں کو جاتی ہے تو معصیتوں پر دلیری و بیباکی اور زیادہ لیکر جاتی ہے اور جب مریضوں کا طبیب ہی ایسا ہوگا تو ظاہر ہے کہ مریض اسکی دوا سے مریگا کیونکہ دوا ہمیشہ [illegible]

حاجت اور ضرورت کیموافق اُنکو وقتاً فوقتاً نصیحت کرتا رہے اور اُنکو آزاد و مہمل نہ چھوڑے کہ حدود شریعت سے غافل ہو جاویں مگر وعظ اتنا زیادہ بھی نہ کرے کہ انکے گھبرا جانیکا اندیشہ ہو۔ صحیحین میں حضرت شقیقؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر پانچوین دن لوگونکو وعظ سنایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمن میری خواہش تو یہی ہے کہ آپ روز ہمکو وعظ سنایا کرین۔ آپنے فرمایا کہ روزانہ وعظ کہنے سے یون طبیعت رکتی ہے کہ تم سنتے سنتے اُکتا نہ جاؤ اور یہ مجکو پسند نہین کیونکہ مین وعظ مین تمھاری بشاشت و دلبستگی ملحوظ رکھتا ہون جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اُکتا جانے کے اندیشہ سے ہماری بشاشت کو ملحوظ رکھا کرتے تھے"۔ الغرض وعظ و نصیحت کرنا فرض کفایہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ الخ تم مین ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف بلاتی الخ پس اگر کوئی اس خدمت وعظ کیلئے نہ اٹھا تو سب مسلمان گنہگار ہونگے اور اسی لئے علماء اہل حق بکثرت ایسے ہوئے ہین کہ جب لوگونمین معصیتونکی کثرت ہوئی اور حکامِ وقت نے بھی اُنکی مزاحمت نہین کی تو انھون نے بے خوف ہو کر لوگونکو نصیحت کی اور اسکی بابت کسیکی بھی ملامت کا اندیشہ نہین کیا۔ منقول ہے کہ مامون رشید کو اطلاع پہونچی کہ ایک شخص لوگونمین گشت لگاتا اور اُنکو وعظ کرتا ہے۔ چونکہ وہ شخص خلیفۂ وقت مامون رشید کی طرف سے اس منصب پر مامور نہ تھا لہٰذا مامون رشید نے حکم دیا کہ اسکو ہمارے پاس لایا جاوے چنانچہ وہ لایا گیا اور خلیفہ کے سامنے کھڑا ہوا۔ خلیفہ نے کہا ہمین اطلاع ملی ہے کہ تم اپنے آپکو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منصب کا اہل سمجھتے ہو۔ مامون رشید یہ کہتے وقت اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا کتاب دیکھ رہا تھا کہ کتاب کا ایک ورق گر کر پاؤن کے نیچے جا پڑا اور مامون رشید کو اسکی خبر بھی نہوئی۔ واعظ نے خلیفہ سے خطاب کیا کہ اوّل نام ہائے خداوندی سے اپنا پاؤن اٹھا لیجئے اسکے بعد جو دلمین آئے وہ فرمایئے۔ مامون رشید اسکا مطلب نسمجھا اور کہا کہ جو مین نے تمسے سوال کیا ہے اسکا جواب دو۔ واعظ نے پھر وہی کہا کہ اوّل اسمائے الٰہیہ سے اپنا پاؤن اٹھا لیجئے اسکے بعد جو دل چاہے وہ فرمایئے۔ غرض تین بار یہی قصہ ہوا اور مامون رشید اسکو نہ سمجھا۔ آخر واعظ نے کہا کہ آپ پاؤن اٹھاتے ہین یا مجھے اجازت دیتے ہین کہ مین اٹھاؤن؟ مامون نے کہا کہ اچھا اجازت ہے۔ اسپر واعظ اس ورق کو اٹھانے کیلئے جھکا تب مامون رشید کی نظر کتاب کے ورق پر پڑی کہ پاؤن کے نیچے گرا ہوا ہے اسوقت فوراً اسکو اٹھایا اور چوما۔ اسکے بعد واعظ کیطرف مخاطب ہو کر پھر کہا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیون کرتے ہو۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے یہ خدمت ہمارے سپرد فرمائی ہے اور ہم ہی اُن لوگون مین ہین جنکی بابت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ الخ وہ ایسے لوگ ہین کہ اگر ہم اُنکو زمین کی حکومت عطا کرین تو وہ نماز قائم کرین اور زکوٰۃ دین اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرین الخ واعظ نے کہا کہ آپنے سچ فرمایا اے امیرالمومنین آپ ایسے ہی ہین جیسا آپنے فرمایا کہ غلبہ و سلطنت آپکو حاصل اور امر بالمعروف کی قدرت آپ مین موجود ہے مگر ہم بھی

تو آپ کے قوت بازو اور اس خدمت احتساب مین آپکے مددگار رہین اور اسکا انکار صرف وہ کر سکتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ناواقف ہو کیونکہ کتاب اللہ تو یہ کہتی ہے ”وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍۘ يَاْمُرُوْنَ الخ“ مومن مرد اور مومن عورتین باہم ایکدوسرے کیا عوان اور قوت بازو ہین کہ امر کرتے ہین معروف کا اور منع کرتے ہیں منکر اور معصیت سے“ اب رہی سنت سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہی کہ مومن مومن کیلئے ایسا ہے جیسی دیوار ہوتی ہی کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کی کمر کو مضبوط کرتی ہی“ اب مین آپ پر کتاب الٰہی اور سنت رسول دونون پیش کر چکا۔ پس اگر آپ ان دونون کے مطیع ہونگے تو جو بھی آپکی مدد کریگا آپ اسکے شکر گزار بنینگے اور اگر آپ انکے مطیع نہین تو کوئی کچھ ہی کہا کرے آپ پر الزام نہین کیونکہ جس ذات کے اختیار مین آپکا معاملہ اور جسکے قبضہ مین آپکی شان وشوکت ہی اسی نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو شخص بھی کسی قسم کا نیک کام کریگا مین اسکے اجر کو ضائع نہ کرونگا“ اب جو آپکا دل چاہے وہ فرمائیے مین سننے کو آمادہ ہون“ مامون رشید اسکی گفتگو سنکر متعجب اور مسرور رہا اور کہا کہ تم جیسا شخص واقعی اس قابل ہی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے لہذا جاؤ اور اپنی خدمت پر بحال رہو۔ چنانچہ وہ شخص برابر یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ اب رہے سامعین کے آداب سو انکو چاہیے کہ واعظ کیطرف منہ کرکے بیٹھیں اور لہو ولعب مین مشغول نہون۔ شور نہ مچاوین۔ باہم باتین نکرین اور ہر مسئلہ مین واعظ سے زیادہ سوال نہ کرین بلکہ جب کوئی خطرہ یا شبہ پیش آوے تو غور کرین کہ زاید بات ہی یا اس تقریر سے اسکو تعلق ہے۔ پس اگر زاید ہو یا یہ کہ کوئی دقیق بات ہو کہ عوام کی سمجھ اسکی متحمل نہوسکے تو جلسۂ عام مین اسکو دریافت نکرے۔ ہان بعد مین اگر دل چاہے تو تنہائی کے اندر پوچھ لے اور اگر اسکو واعظ کی تقریر سے تعلق ہو مثلاً اسکے کسی اجمال کی تفصیل یا غریب مضمون کی شرح پوچھنی ہے تو اسوقت صبر کرے اور جب وعظ ختم ہو جاوے تب اسکو دریافت کرے۔ فخر الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسیطرح فرمایا ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم +

دوسری بصیرت توحید کا بیان

اسکی اصل ارشاد خداوندی ”وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ“ ہے جسکا معنٰی یہ ہے کہ تمہارا معبود یکتا ہے کوئی معبود نہین بجز اسکے وہ نہایت مہربان بڑا رحم والا ہی“ تفسیر خازن مین اس آیت کے نازل ہونیکا سبب یہ مذکور ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا اے محمد ہمسے اپنے رب کی کیفیت اور نسب تو بیان کرو۔ پس حق تعالیٰ نے یہ آیت اور سورۂ اخلاص نازل فرمائی۔ یعنی حق تعالیٰ نے انکے سوال کا جواب اپنے پیغمبر کی زبان سے اس طرح بیان کرایا کہ اللہ جل جلالہ کا کسی کیطرف نسبت کرنا تو اسکے بغیر نہین ہوسکتا کہ معبود متعدد اور کئی ہون اور ایسا ہونا محال ہی جسکی دلیل اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ہے کہ رحمٰن اور رحیم کی صفت اسی کیلئے ثابت ہوسکتی ہے جو جملہ نعمتون کا مالک ہو یعنی نعمت کے اصول کا بھی ہو اور فروع کا بھی اور موجودہ کا بھی اور آیندہ کا بھی اور بڑی نعمتون کا بھی اور معمولی نعمتون کا بھی۔ اور ایسا بجز ذات خدا

اسکے کوئی نہین ہے لہذا اُسکی یکتائی ثابت ہوئی اور کسی (ماں باپ یا بیٹے یا خاندان) کیطرف اسکا نسبت کرنا باطل و غلط ہوا۔
جاننا چاہئیے کہ توحید ساری طاعتون کی اصل اور جڑ ہے کہ قلوب کے بیچ مین توحید کے مضبوط و مستحکم ہوئے بدون کوئی
عبادت بھی حق تعالیٰ کے یہان قبول نہین چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ (جنھون
نے اپنے رب کا کفر کیا انکے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ریت جسپر گرمی کے دن تیز ہوا چلے اور اسکو اُڑا کر معدوم
کردے۔ اسیطرح توحید سے محروم رہنے والون نے) جو کچھ کمایا تھا اسمین کوئی چیز بھی انکے ہاتھ نہ آئیگی یہی ہے
پرلے درجہ کی گمراہی۔ پس توحید کا درجہ تمام طاعتون مین ایسا ہے جیسے قلب کا درجہ تمام اعضاء بدن مین کہ
قلب سنور جائے تو سارا بدن سنور جائے اور وہ بگڑے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے اور چونکہ توحید شریعت کے بزرگترین
اصول مین ہے لہذا جسوقت بھی ضرورت پیش آئی حق تعالےٰ نے لوگونکو بار بار یکے بعد دیگرے اسکی تبلیغ فرمائی اور
اسکی تعلیم دینے اور اسکا راستہ دکھانیکی انبیاء و علماء کو تاکید فرمائی تاکہ جو تباہ ہو وہ بھی حجت کے بعد تباہ
ہو اور جو نجات پائے وہ بھی دلیل کیساتھ نجات پائے۔ جاننا چاہئیے کہ حق تعالیٰ نے (روزِ الست مین) تمام بنی آدم
کی پشتون سے روحون کو نکالا اور انکو صورتین عطا کین اور انکے بدنونکو اپنے حضور مین کھڑا کیا اور انکو انکے
نفسون پر گواہ بنایا کہ کیا مین تمھارا رب نہین ہون؟ سب نے جواب دیا کہ بیشک ہے" پس پیدا ہوکر سطح زمین پر
آنیکے وقت اس اقرار وحدانیت پر قائم رہنے اور اسکا یقین رکھنے کا سب سے عہد و پیمان لیا اور سب نے اپنے نفسون پر
اسکی شہادت دیکر اقرار کیا چنانچہ ارشادِ خداوندی وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ
کی تفسیر کے متعلق احمد نے حضرت اُبَی بن کعب سے روایت کی ہے کہ اول حق تعالیٰ نے تمام بنی آدم کو جمع کرکے ہر نوع کو
علیحدہ کیا اور اسکے بعد انکو صورتین دیکر گویائی بخشی کہ وہ کلام کرینگے۔ اسکے بعد ان سے عہد و پیمان لیا اور انکو
گواہ بنایا انکے نفسون پر کہ کیا مین تمھارا رب نہین ہون؟ سب نے کہا کہ بیشک ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اچھا مین
تمپر گواہ کرتا ہون ساتون آسمان اور ساتون زمینون کو اور تمپر گواہ بناتا ہون تمھارے باپ آدمؑ کو مبادا قیامت
کے دن تم کہنے لگو کہ ہمین تو عہد و پیمان کی خبر بھی نہین لہذا جان لو کہ کوئی معبود نہین بجز میرے اور کوئی رب
نہین بجز میرے تم میرے ساتھ کسیکو شریک قرار نہ دینا اور مین تمھاری جانب اپنے پیغمبر بھی بھیجتا رہونگا کہ
وہ تمکو میرا عہد و پیمان یاد دلاتے رہینگے اور تمپر کتابین بھی نازل کرتا ہونگا" سب نے عرض کیا کہ ہم گواہ ہین
بیشک۔ آپ ہی ہمارے رب اور ہمارے معبود ہین۔ نہ آپکے سوا ہمارا کوئی رب ہے اور نہ بجز آپکے ہمارا کوئی معبود ہے
غرض سب نے اسکا اقرار کیا۔ پھر چونکہ حق تعالیٰ نے اپنے علمِ قدیم سے یہ بات معلوم فرمائی کہ سب سے پہلے بشر یعنی حضرت
آدم کو نسیان اور بھول ہوگی کہ جس درخت کے کھانے سے انکو منع کیا جاویگا وہ اسکو کھا بیٹھینگے لہذا انکی ذریت
بھی نسیان مین اپنے باپ کی وارث ہوگی کہ سبکی طبیعتون مین بھول و غفلت کا مادہ ہوگا چنانچہ انکی تاکید

اِس روایت سے ہوتی ہے ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو انکی پُشت پر ہاتھ پھیرا بس انکی ذریت مین قیامت تک جتنے نفوس بھی پیدا ہونیوالے ہین وہ سب باہر نکل آئے اور انمین ہر بشر کی آنکھون کے درمیان نُور کی ایک چمک پیدا فرمائی انکو حضرت آدم کے سامنے پیش کیا تو آدمؑ نے عرض کیا کہ اے رب یہ کون ہین؟ ارشاد ہوا کہ تمھاری ذریت ہی۔ انمین سے ایک شخص کے آنکھون کی درمیانی چمک حضرت آدم علیہ السلام کو بہت پیاری معلوم ہوئی اور عرض کیا کہ اے رب یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہہ تمھارے بیٹے داوٗد ہین۔ عرض کیا کہ اے رب انکی عمر آپ نے کتنی قرار دی ہے؟ ارشاد ہوا کہ ساٹھ برس عرض کیا کہ اے رب میری عمر مین سے چالیس برس انکو اور دیدیجئے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دُنیا مین آنیکے بعد جب آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہوئی اور صرف چالیس برس باقی رہے تو ملک الموت انکے پاس آئے۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ میری عمر مین کیا ابھی چالیس سال باقی نہین رہے؟ ملک الموت نے کہا کیا وہ چالیس برس آپ نے اپنے بیٹے داوٗد کو نہین دیئے تھے؟ پس آدم علیہ السلام نے (بھول جانیکی وجہ سے اسکا) انکار کردیا۔ لہٰذا انکی ذریت مین بھی انکار کا مضمون آیا۔ اور آدم علیہ السلام کو بھول ہوئی کہ درخت سے کھایا لہٰذا انکی ذریت کو بھی نسیان ہوا۔ اور خطا ہوئی آدم علیہ السلام سے۔ لہٰذا خطائین ہوئین انکی ذریت سے" غرض چونکہ حق تعالیٰ نے معلوم کیا کہ بنی آدم کو نسیان وغفلت ضرور ہوگا اور مدت دراز گذر جانے پر جب وہ زمین پر پیدا ہونگے تو اللہ سے کیا ہوا یہ عہد وپیمان انکو یاد نہ رہیگا پس شرک کے گڑھے مین گرینگے۔ اور جب اسپر انکو عذاب دیا جائیگا تو یہ عذر انکو ہوگا کہ ہم تو بھول گئے تھے۔ اگر روزِ الست کا عہد ہمکو یاد دلادیا جاتا تو کبھی شرک نکرتے۔ لہٰذا عنایتِ خداوندی اسپر متوجہ ہوئی اور جب وہ پیدا ہوکر دنیا مین آئے تو انکو شعور کے قابل حواس عطا کئے اور ادراک کرنیوالی عقل انمین رکھی تاکہ آسمان وزمین اور انکے درمیان کی علامات قدرت اور اللہ کی نشانیون مین غور کرین اور اُنسے اللہ کی وحدانیت والوہیت اور صفات وجودیہ وعدمیہ کا استنباط کرین اور اُنپر ایمان لاوین اور نسیان کے غلبہ سے جو نقصان ہوچکا ہو اسکی تلافی کرین۔ اور اسیطرف حق تعالیٰ کا یہ ارشاد اشارہ کر رہا ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ کہ اتباع کرو اللہ کی فطرت کا جسپر اسنے لوگون کو پیدا فرمایا۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز مین تبدیلی نہین ہوا کرتی"۔ اور اسکی شرح وہ ہی جسکو بخاری ومسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے۔ کوئی بچہ ایسا نہین جو فطرت پر پیدا ہوتا ہو اسکے بعد اسکے ماں باپ اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہین۔ جیسا کہ چوپایہ کے بچہ پیدا ہوتا ہے تو سارے اعضا مین درست پیدا ہوتا ہے کہ کان بھی کٹا ہوا نہین ہوتا۔ اِسکے بعد آپنے یہ آیت پڑھی فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ الخ۔ مجالس مین اس حدیث کا مطلب اصطلاح مذکور ہے کہ انسان کا ہر بچہ سلیم الطبع اور السی

حالت پر پیدا ہوتا ہے کہ اسمین اللہ کی معرفت اور حق و باطل مین امتیاز کرنیکی پوری قابلیت اور استعداد ہوتی ہے پس اگر اسکی تربیت مین کوئی نقصان نہ آوے یا شہواتِ نفسانیہ مین منہمک ہونیکے متعلق ماں باپ کی تقلید اور ابتاع کی پیروی آفتین اسکو پیش نہ آوین تو اسکی اصل فطرت یعنی وہ عقل سلیم جسپر اسکو ترکیب دیا گیا ہے انہین دلائل کیطرف متوجہ ہوگی جو معرفتِ الٰہی پر قائم ہین اور وہ ان سے وجود و بقا اور وحدانیت و قدرت و ارادہ و علم و حیات وغیرہ ایسی صفتون سے اللہ کے متصف ہونیکا استدلال کریگا جو اسکے شایانِ شان ہین۔ مگر یہ مذکورہ بیرونی آفتین اسکو استدلال حق سے روک لیتی ہین جیسا کہ چوپایہ کے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکے سارے اعضا درست ہوتے ہین کہ نہ کان کٹا ہوا ہوتا ہے نہ ناک نہ ہونٹ۔ پس اگر داغنے یا کسی عضو کے کاٹنے کی کوئی صورت اسکے پالنے والے کی طرف سے پیش نہ آوے تو جیسا وہ پیدا ہوا ہے ایسا ہی بے عیب رہیگا۔ الحاصل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے بچہ کے فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہونیکو چوپایہ کے بے عیب بچہ کے پیدا ہونیسے تشبیہ دی البتہ چوپایہ کے بے عیب ہونیسے مراد ظاہری نقصان و عیب سے محفوظ ہونا ہے اور آدم زاد بچہ مین ان معنوی عیبون سے سالم ہونا مراد ہے جو اللہ کی معرفت اور اسکے امر و نہی کے قبول کرنیسے مانع ہوا کرتے ہین پس آیت کے معنی یہ ہین کہ اللہ کی فطرت یعنی اس استعداد کو مضبوط تھامے رہو جسمین اللہ کی معرفت اور حق و باطل کے امتیاز کی صلاحیت ہے۔" اور چونکہ حواس صحیحہ اور عقولِ سلیمہ حق تعالیٰ کی توحید اور دیگر صفات کاملہ کے ثبوت کیلئے کافی ہین کہ خود اپنے نفوس اور دیگر مصنوعات عالم مین غور کرین تو پھر خدا کو واحد ذوالجلال اعتقاد کرنے مین کسی دلیل عقلی و نقلی کی حاجت نہو لہذا حق تعالیٰ نے آیت اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ مین چند مصنوعاتِ عالم کا ذکر فرمایا جو اسکی وحدانیت کی نشانیان ہین۔ کیونکہ مشرکین کا قول تھا کہ محمد کہتے ہین تمھارا معبود معبودِ یکتا ہے پس اگر وہ سچے ہین تو اسکی کوئی علامت و نشانی بیان کرین۔ اسکا جواب یہ ہوا کہ آسمان اور زمین اور رات اور دن اور کشتی اور جہاز اور سمندر وغیرہ جملہ مصنوعاتِ عالم باوجودیکہ مختلف شکلین رکھتی ہین مگر ایسی مناسب صورتون سے ترکیب پائے ہوئے ہین کہ عالم کا انتظام ان سے کامل ہے اور سارے منافع انکے ذریعہ سے پوری طرح حاصل ہو رہے ہین پس اگر انکے خالق دو ہوتے تو ظاہر ہے کہ ان دونون مین اختلاف پیش آتا کہ ایک چاہتا آسمان کی بلندی کو اور دوسرا چاہتا اسکی پستی کو۔ لہذا کوئی صورت ٹھیک نہ بیٹھتی اور عالم دنیا کا ہر انتظام برباد ہوتا چنانچہ فرمایا ہے۔ لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کہ اگر آسمان و زمین مین اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو آسمان و زمین دونون تباہ ہو جاتے۔" امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اپنے خالق سے جاہل و ناواقف رہنے کے متعلق کوئی عذر بھی کسی کا قابلِ سماعت نہین یعنی بشرطیکہ غور و فکر کا وقت انسان کو نصیب ہو کیونکہ غور و فکر قلب کو تنبیہ کرنے مین پیغمبرون کی تبلیغ کے قائم مقام ہے۔ اور غور و فکر کی مدت ہر ایک کے لئے مختلف ہوا کرتی ہے کیونکہ عقلین باہم کم و بیش ہوتی

ہیں۔ ابو نواس شاعر کہتا ہے "زمین کی نباتات میں غور کر اور شاہنشاہ کی صنعت کے آثار دیکھ کہ کہیں چاندی کی بڑی بڑی آنکھیں ہیں اور کہیں ایسے سنہری پھول ہیں جیسے ڈھلا ہوا سونا۔ زبرجد کی لاٹھی یعنی سبز شاخ پر چڑھے ہوئے اسکی شہادت دے رہی ہیں کہ اللہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں" مطلب یہ ہے کہ نباتات میں ایک درخت کے اندر تین رنگ موجود ہیں۔ ٹہنی ایسی سبز جیسے زبرجد اور پھول ایسا سنہرا جیسے سانچہ میں ڈھلا ہوا سونا اور پتیاں یا پتے ایسے سفید جیسے چاندی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا صانع وخالق ایک ہے کہ مختلف رنگوں کو جیسا چاہا ترکیب دیدیا پھر اگر اسکا کوئی شریک ہوتا تو باہمی مخالفت کی وجہ سے دو مختلف رنگ ایک جگہ جمع نہو سکتے۔ امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک حکایت بیان کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فرقہ دہریہ کے لئے شمشیر برہنہ تھے اور دہریہ اس فکر میں رہتے تھے کہ موقع پائیں تو امام کو قتل کردیں۔ ایکبار آپ مسجد میں بیٹھے تھے کہ دہریوں کا گروہ ننگی تلوارین لئے ہوئے آیا اور آپکے قتل کا قصد کیا آپ نے فرمایا کہ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیدو اسکے بعد جو دل چاہے کرنا۔ انہوں نے کہا پوچھو۔ آپنے فرمایا کہ ایک شخص یوں کہتا ہے کہ میں نے ایک کشتی دیکھی جسمیں ہر قسم کا مال لدا ہوا تھا اور طرح طرح کے اسباب سے وہ لبریز تھی اور اسکو طوفان کی متلاطم موجوں اور مختلف ہواؤں نے بیچ سمندر میں آگھیرا اور وہ اِن آفتوں میں گھری ہوئی برابر سیدھی چلتی رہی کہ نہ کوئی ملّاح تھا جو اسکو چلائے اور نہ کوئی نگران تھا کہ اسکی حفاظت کرے۔ بتاؤ اسکے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا عقل کے نزدیک ایسا ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یہ تو ایسی بات ہے کہ عقل اسکو قبول نہیں کرسکتی۔ امام صاحب نے فرمایا پھر عجیب بات ہے کہ جب کشتی کا تو ملاح اور محافظ کے بغیر سمندر میں سیدھا چلنا اور طوفانی مضرتوں سے بچا رہنا عقل کے نزدیک جائز نہو مگر اس دنیا کا قیام و بقا باوجودیکہ اتنی وسیع ہے اور گرمی سردی اور نور و ظلمت وغیرہ کی مختلف حالتیں رکھتی ہے اور متضاد و متباین شکلوں سے ترکیب پائی ہوئی ہے بھلا صانع اور محافظ کے بغیر کسطرح صحیح ہو سکتا ہے یہ سنکر وہ سب رو پڑے اور کہا کہ واقعی آپنے سچ فرمایا۔ اسکے بعد اپنی تلواروں کو نیام میں کرلیا اور سب نے اپنے عقیدۂ فاسدہ سے توبہ کی۔ بایںہمہ بہتیرے لوگ ہیں جنپر شیطان غالب آگیا اور انکے اعمال وخیالات کو انکی نظروں میں خوشنما بنادیا کہ انکے حواس میں فتور آگیا اور عقلوں پر پردے پڑ گئے پس وہ اللہ کا شریک قرار دینے لگے اور شیطان کے بہکانے سے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا بیٹھے اور اللہ کے اس عہد و پیمان کو بھول گئے جو اسنے اہتمام واستحکام کے ساتھ ان سے لیا تھا۔ لہذا حق تعالیٰ کو گوارا نہوا کہ انکو اس بربادی وہلاکت کی حالت پر چھوڑ دے بلکہ چاہا کہ جو معاہدہ وہ بھول گئے ہیں اسے انکو یاد دلائے لہذا انکی جانب رسول بھیجے اور انکے ساتھ اپنی طرف سے کتابیں نازل فرمائیں تاکہ انکے بھولے ہوئے معاہدہ کو پیغمبر یاد دلائیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ اُذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ [illegible] کہ لوگو یاد کرو اللہ کا انعام اپنے اوپر اور وہ معاہدہ جو تمنے وثوق کیساتھ کیا تھا جبکہ تمنے کہا تھا کہ ہمنے سُن لیا اور مان لیا اور ڈرو اللہ سے بیشک

اللہ دلون کے حالات سے واقف ہی" اور پیغمبرون کے ذریعہ معاہدہ کی بار بار یاد دہانی اسلئے فرمائی تاکہ حجت انپر پوری ہوجائے اور حساب کتاب کے دن انکا کوئی عذر بھی باقی نہ رہے چنانچہ فرماتا ہے "رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ الخ کہ ہمنے پیغمبر بھیجے خوش خبری سنانیوالے اور ڈرانیوالے تاکہ پیغمبرون کے بعد اللہ کے سامنے مخلوق کی کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اور اللہ عزت والا اور حکمت والا ہے" پس اگر باوجود ان یاد دہانیون کے پھر بھی کوئی کفر کرے اور نجاستِ شرک مین ملوث ہوا ور اسی حالت پر مر جائے تو اسکو اللہ کی مغفرت نصیب نہوگی اور وہ کبھی جنت کی ہوا بھی نہ پائیگا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب جہنم مین رہیگا۔ اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جسکو احمد نے حضرت معاذؓ سے روایت کیا ہی کہ کسی چیز کو بھی شریک خدا قرار ندی اگرچہ تجکو قتل کردیا اور جلا دیا جائے" چنانچہ بہتیرے اہلِ توحید ہین کہ جب توحید انکے قلوب مین قائم ہوجاتی اور انکو اسکا مزہ آجاتا ہی اور مشرکون کو یہ ناگوار گذرتا ہے تو طرح طرح کی انکو تکلیفین پہونچاتے ہین مگر وہ سب کچھ برداشت کرتے ہین اور توحید انکے ہاتھ سے نہین چھوٹتی۔ مسلم نے حضرت صہیبؓ سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا اور اُسکے پاس ایک جادوگر تھا جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اسنے بادشاہ سے کہا کہ مین بوڑھا ہوگیا ہون لہذا کوئی لڑکا میرے پاس بھیجئے جسکو جادو سکھا جاؤن چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکا بھیجدیا کہ اسکو جادو سکھائے جس راستے سے یہ لڑکا ساحر کے پاس جایا کرتا تھا اسمین ایک اللہ والا رہتا تھا۔ ایکدن یہ لڑکا اسکے پاس بیٹھ گیا اور اسکی باتین سُنین۔ یہ سچی باتین اسکو پسند آئین اور اسکا معمول ہوگیا کہ جب ساحر کے پاس آتا اور درویش پر گذر ہوتا تو اسکے پاس بیٹھا کرتا اور جب ساحر کے پاس دیر مین پہونچتا تو وہ اسکو مارا کرتا تھا مگر یہ اسکی پرواہ کرتا۔ اسیطرح جب یہ ساحر کے پاس سے واپس آتا تب بھی درویش کے پاس بیٹھتا اور اسکی باتین سنتا اور جب اپنے گھر دیر سے پہونچتا تو گھر والے اسکو مارتے تھے۔ آخر اسنے درویش سے اپنے پٹنے کا شکوہ کیا اور اُسنے اسکو تدبیر بتائی کہ جب ساحر کے مارنے کا خوف ہو تو کہدیا کر کہ گھر والون نے روک لیا تھا۔ اور جب گھر والون کی مار کا اندیشہ ہو اکرے تو ان سے کہدیا کر کہ مجھے ساحر نے روک لیا تھا چنانچہ اسنے ایسا ہی کیا اور یہ تدبیر چل گئی۔ کچھ دلون بعد اتفاق سے ایک بڑا جانور راستہ پر آلگا جسنے لوگون کو راستہ چلنے سے روکدیا لڑکے نے یہ حال دیکھکر کہا کہ اچھا آج امتحان کرونگا کہ درویش بہتر ہے یا ساحر؟ پس ایک پتھر لیا اور دعا کی کہ یا اللہ اگر تیرے نزدیک درویش کا حال زیادہ پیارا ہے ساحر کے حال سے تو اس جانور کو میری پتھر سے ہلاک کردی کہ لوگون کا راستہ کھل جائے۔ یہ کہکر وہ پتھر اس جانور کے دے مارا۔ چنانچہ پتھر اسکے لگا اور وہ جانور مر گیا اور راستہ صاف ہوگیا۔ اسکے بعد وہ لڑکا درویش کے پاس آیا اور سارا ماجرا سُنایا۔ درویش نے کہا کہ صاحبزادہ تیری حالت مجھسے بہتر ہے کہ قبولیتِ دعا اور کرامت مین اس درجہ کو پہونچگیا مگر عنقریب تجکو ابتلا پیش آئیگا۔ جب وہ

پیش آئے تو میں تجکو وصیت کرتا ہون کہ کسیکو میرا پتہ نہ بتائیو۔ غرض لڑکا ترقی کرکے اس کمال کو پہونچا کہ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیون اور ہر قسم کے بیمارون کو تندرست کرنے لگا۔ یہ خبر بادشاہِ وقت کے ایک مُصاحب نے سُنی جو کہ اندھا ہوگیا تھا اور وہ بہت کچھ ہدایا لیکر لڑکے کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تو نے مجھے شفا بخشی تو یہ سب کچھ تیرا ہے لڑکے نے کہا کہ مین تو کسیکو بھی شفا نہین دے سکتا شفا تو حق تعالیٰ ہی بخشتا ہے۔ ہان اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو مین اپنے اللہ سے دعا کرون کہ تمکو شفا بخشے۔ چنانچہ وہ ایمان لے آیا۔ حق تعالیٰ نے اسکو بینائی عطا فرمادی۔ اسکے بعد وہ مصاحب بادشاہ کے پاس آیا اور جسطرح پہلے بیٹھا کرتا تھا اسیطرح بیٹھا۔ بادشاہ نے کہا کہ تیری بینائی تجکو کسنے واپس دی؟ اسنے کہا کہ میرے ربنے۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے سوا تیرا اور کوئی رب ہے؟ اسنے کہا رب تو میرا اور تمھارا اللہ ہے۔ یہ سنکر بادشاہ نے اسکو پکڑا اور طرح طرح کی تکلیفین دیتا رہا یہان تک کہ اُسنے لڑکے کا پتہ بتادیا کہ اس کی کرامت سے مجکو بینائی ملی ہے۔ تب وہ لڑکا پکڑا گیا اور بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ صاحبزادہ تم اپنے سحر مین اس مرتبہ پر پہونچگئے کہ اندھون اور کوڑھیون کو تندرست کردیتے ہو اور ایسے ایسے عجیب و ناممکن کام انجام دیتے ہو۔ لڑکے نے کہا کہ مین تو کسیکو بھی تندرست نہین کرسکتا۔ تندرست تو اللہ ہی کرتا ہے۔ یہ سنکر بادشاہ نے اسکو بھی گرفتار کیا اور طرح طرح کی تکلیفین دیتا رہا یہان تک کہ تنگ آکر اُسنے درویش کا پتہ بتادیا تب وہ درویش بھی گرفتار ہوئے اور بادشاہ کے سامنے لائے گئے اور ان سے کہا گیا کہ اپنے مذہب سے رجوع کرو۔ درویش نے انکار کیا اور کہدیا کہ جو کرنا ہے کرلو تب بادشاہ نے آرہ منگایا اور بیچ سر پر رکھکر درویش کو چیر دیا کہ دو ٹکڑے ہوگئے۔ اسکے بعد وہ لڑکا لایا گیا اور اُس سے کہا گیا کہ اپنے مذہب سے رجوع کر۔ اسنے بھی انکار کیا۔ تب بادشاہ نے اسکو اپنے چند لوگون کے حوالہ کیا اور کہا کہ اسکو فلان پہاڑ پر لیجاؤ اور اسکے اوپر اسکو چڑھاؤ اور جب چوٹی پر پہونچو تو اس سے کہو کہ اپنے مذہب سے رجوع کرے اگر یہ مان لے تو بہتر ورنہ اسکو نیچے پھینکدو۔ چنانچہ وہ اسکو پہاڑ پر لیگئے اور اوپر چڑھایا تب لڑکے نے دُعا مانگی کہ یا اللہ مجھے جس طریقہ سے بھی تو چاہے ان دشمنون کے شر سے بچا چنانچہ دفعتہً پہاڑ کو زلزلہ آیا اور وہ سب لوگ گر پڑے۔ لڑکا صحیح و سالم وہان سے اوترا اور بادشاہ کے پاس آیا بادشاہ نے کہا کہ تیرے ساتھی کہان گئے؟ اسنے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچالیا اور اسکے بعد بادشاہ سے کہا کہ آپ مجھے قتل نہین کرسکتے تاوقتیکہ وہ صورت اختیار نہ کرین جو مین بتاؤن۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا؟ لڑکے نے کہا کہ لوگون کو کھلے میدان مین جمع کرو اور مجھے کھجور کے تنہ مین باندھکر لٹکادو اور پھر میرے ہی ترکش سے ایک تیر نکال کر کمان کے چلہ مین رکھو اور یہ کہکر میرے مارو کہ بنام خدا جو کہ رب ہے اس لڑکے کا۔ اگر ایسا کروگے تو مجھے قتل کرسکوگے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک میدان مین لوگون کو جمع کیا اور لڑکے کو کھجور کے تنہ مین باندھکر لٹکا دیا اور تیر چلادیا وہ تیر لڑکے کی کنپٹی پر جاکر پڑا اور لڑکے نے کنپٹی پر ہاتھ رکھکر وفات پائی۔ یہ دیکھکر لوگ پکار اُٹھے کہ ہم ایمان

لائے لڑکے کے رب پر۔ اور اس کلمہ کو تین بار کہا۔ بادشاہ کے پاس قاصد آیا اور اطلاع دی کہ جو اندیشہ تھا وہ ہو کر رہا کہ سب لوگ موحد و مسلمان بنگئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا ہر گلی کوچہ کے دہانہ پر گہری خندق کھود دی جائے اور ان میں آگ بھڑکائی جائے اور جو بھی اپنے مذہب سے رجوع نکرے اسکو خندق میں جھونک دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آخر ایک عورت لائی گئی جسکی گود میں بچہ تھا اور وہ آگ میں گرنے سے جھجکی تو بچہ نے اُس سے کہا کہ اماں گھبراؤ اور جھجکو مت کہ واقعی تم برسرِ حق ہو اور جسنے اپنے آپ کو شرک سے بچایا اور دل سے توحید کو اختیار کیا وہ آخرت میں لازوال نعمت سے کامگار رہوگا۔ ہاں البتہ جو شخص توحید پر قائم رہکر گناہوں کا مرتکب ہوا ہوگا وہ اپنے گناہوں کے موافق جبتک سزا نہ پالیگا نعمت سے کامگار نہوگا۔ احمد نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کی کنجی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ مگر ہر کنجی کے لئے دندانے ہوا کرتے ہیں اور توحید کے دندانے اعمال ہیں“ یعنی احکامات کی تعمیل اور ممنوعات سے پرہیز کہ جبتک تعمیل اور پرہیز کو مضبوط نکریگا اسکے لئے جنت کے دروازے نہ کھلینگے۔ اسپر بخاری کی روایت دلالت کرر ہی ہے جو ترجمۃ الباب میں حضرت وہب بن مُنبّہ سے مروی ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کیا لاالہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں ہے؟ (لہٰذا اعمال بے سود ہوئے) آپنے فرمایا بیشک ہے مگر کوئی کنجی ایسی نہیں جسکے دندانے نہوں پس اگر ایسی کنجی لاؤ گے جسمیں دندانے ہوں تو دروازہ کھلیگا ورنہ نہ کھلیگا“ ہاں اگر حق تعالیٰ اپنی رحمت عامہ سے گناہ معاف فرمادے اور چشم پوشی کرے تو یہ معافی بمنزلہ دندانوں کے ہوجائیگی۔ اسکی تائید وہ حدیث کررہی ہے جسکو احمد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل میں دو شخص تھے جنمیں دوستی تھی۔ اُنمیں سے ایک تو بڑا عبادت گذار تھا اور دوسرا کہا کرتا تھا کہ میں تو بڑا گنہگار ہوں۔ عابد اس سے کہا کرتا کہ گناہوں سے باز آ۔ وہ جواب دیتا کہ مجھے میرے رب کے بھروسہ پر چھوڑ دو (رہ جانے اور میں) حتیٰ کہ ایکدن کسی گناہ کو بڑا سمجھکر عابد کو غصہ آیا اور کہا کہ باز آجا۔ اسنے پھر وہی کہا کہ مجھے میرے رب پر چھوڑ دو کیا تم میرے نگران بناکر بھیجے گئے ہو؟ عابد نے کہا قسم ہے خدا کی تجکو خدا کبھی نہ بخشیگا اور نہ جنت میں داخل فرمائیگا پس اللہ نے دونوں کے پاس ملک الموت کو بھیجا اور دونوں کی روح قبض کرلی۔ اور دونوں اکھٹے خدا کے پاس لائے گئے۔ حق تعالیٰ نے گناہگار سے فرمایا کہ جا میری رحمت کے طفیل جنت میں داخل ہو اور عابد سے فرمایا کیا تجھے طاقت ہے کہ میرے بندہ پر میری رحمت نہونے دے؟ اسنے عرض کیا کہ ہرگز نہیں اے میرے پروردگار۔ حکم ہوا کہ اسکو دوزخ میں لیجاؤ“ عجب نہیں کہ جو کچھ میں نے بیان کیا اس سے تم سمجھگئے ہوگے کہ توحید کے منافع اور شرک کی مضرتیں درحقیقت صرف بندہ کیطرف رجوع کرتی ہیں نہ کہ حق تعالیٰ شانہ کیطرف کیونکہ وہ تو بذاتِ خود صاحب کمال ہے کہ نہ توحید اسکی ذات میں کسی کمال کا اضافہ کرے اور نہ شرک اسکے کمال ذاتی میں کوئی کمی پیدا کرے۔ مسلم کی روایت اسپر دلالت کررہی ہے جو کہ حضرت ابوذرؓ

سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ای میرے بندو ظلم کو مین نے اپنی نفس پر بھی حرام کیا ہے اور تمھارے درمیان بھی اسکو حرام قرار دیا ہے پس ای میرے بندو باہم ایکدوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ تم سب گمراہ ہو بجز اسکے جسے مین راستہ دکھاؤن لہذا مجھسے ہدایت طلب کرو کہ مین تمکو ہدایت دونگا۔ ای میرے بندو تم سب بھوکے ہو بجز اسکے جسے مین کھانیکو دون۔ لہذا مجھسے کھانا مانگو مین تمکو کھانا دونگا۔ ای میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اسکے جسے مین پہننے کو دون لہذا مجھسے لباس مانگو کہ مین تمکو لباس دونگا۔ ای میرے بندو تم رات اور دن خطائین کرتے ہو اور مین سارے گناہ بخش سکتا ہون۔ لہذا مجھسے بخشش چاہو کہ مین تمکو بخش دونگا۔ ای میرے بندو تم مجھے نقصان نہین پہونچا سکتے اور نہ نفع پہونچا سکتے ہو۔ ای میرے بندو اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور تمامی انسان و جنات بڑے سے بڑے متقی شخص کے قلب پر ہو جاوین تو اس سے میرے ملک مین ذرا بھی بیشی نہوگی۔ اور ای میرے بندو اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور تمامی انسان و جنات بدکار سے بدکار شخص کے قلب پر ہو جاوین تو اس سے میری حکومت مین ذرہ برابر نقصان نہ آئیگا۔ ای میرے بندو اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور تمامی انسان و جنات ایک کھلے میدان مین کھڑے ہو جاوین اور اپنی اپنی حاجتین طلب کرین اور ہر شخص کو مین اسکے سوال کے موافق عطا کرون تو میرے خزانون مین کمی نہ آئیگی مگر اتنی جیسے سوئی کو سمندر مین ڈالکر نکالا جائے اور اس سے سمندر کے پانی مین کمی آئے۔ ای میرے بندو تمھارے اعمال کو تمھارے نام محفوظ رکھتا ہون اور پھر ان کا پورا بدلہ تمکو دونگا لہذا جسکو کوئی خوبی ہاتھ لگے تو اسے اللہ کا شکر کرنا چاہئے اور جو اسکے سوا (کوئی رنج یا تکلیف) پائے تو اسکو چاہئے کہ اپنی ہی نفس کو ملامت کرے کیونکہ جو کچھ پیش آیا وہ اسکی شرارت سے پیش آیا" پھر معلوم کرنا چاہئے کہ امام غزالی کی تحقیق کے موافق توحید کے چار درجے ہین۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان صرف زبان سے لا الہ الا اللہ کہے اور اسکا قلب توحید سے غافل یا منکر ہو جیسا کہ منافقون کی توحید ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ قلب بھی اس لفظ کے معنے کی تصدیق کرے جیسا کہ عام مسلمانون کی توحید ہے اور جو کہ عوام کا عقیدہ ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نور حق کے واسطہ سے کشف کے طور پر وحدانیت کا مشاہدہ بھی کرے۔ اور یہ مقربین کا مرتبہ ہے کہ نظر تو اشیاء کثیرہ پر پڑتی ہے مگر ان سبکو ایک واحد ذات سے صادر ہوا سمجھتا ہے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ وجود مین بھی بجز ایک کے کچھ نظر نہ آئے اور یہ مشاہدہ صدیقین کا ہے کہ صوفیہ نے اسکا نام فنا فی التوحید رکھا ہے۔ کیونکہ بجز ایک کے دوسرا نظر ہی نہ آئیگا تو اپنے نفس پر بھی نظر نہوگی۔ اور جب توحید مین مستغرق ہونیکی وجہ سے اپنا نفس بھی نظر نہ آیا تو اپنے نفس سے فانی ہوا اور توحید خدا مین اپنے نفس اور مخلوق پر نظر پڑنے سے فنا ہو گیا۔ پس پہلا شخص تو محض زبان کا موحد ہے اور یہ توحید اس کو دنیا مین نیزہ و تلوار سے بچا لیگی۔ اور دوسرا شخص موحد ہے اس معنے کر کہ اپنے دل سے اس لفظ کے مفہوم کا اعتقاد رکھتا اور اسکا قلب اسکی تکذیب سے خالی ہے لہذا یہ قلب پر ایک گرہ ہوئی کہ اسمین انشراح و انبساط نہین مگر

یہ توحید اپنے معتقد کو عذاب آخرت سے بچا لیگی بشرطیکہ اسپر موت آجائے اور معصیتوں کی وجہ سے یہ گرد کمزور نہو جائے
تیسرا شخص اس معنے کر موحد ہے کہ بجز ایک ذات کے دوسرا فاعل اسنے مشاہدہ نہین کیا جیساکہ حق منکشف ہوئے
پر ظاہر ہوگا کہ واقع مین فاعل ایک ہی ذات ہی اور وہ درحقیقت بجز ایک کے کسیکو فاعل نہین سمجھتا۔ اسکے لیے
حقیقت اپنی واقعی حالت پر منکشف ہو چکی ہے مگر اُسنے اپنے قلب کو حقیقت کے لفظی مفہوم کا بہ تکلف معتقد بنایا
ہے چوتھا شخص اس معنے کر موحد ہے کہ اسکے مشاہدہ مین ایکذات کے سوا کچھ آیا ہی نہین پس اسکی نظر کثیر پر
اس حیثیت سی پڑتی ہے کہ وہ ایک ہے نہ اس حیثیت سی کہ وہ کثیر ہین۔ اور یہی مرتبہ توحید مین منتہائے اعظم ہے پہلا
درجہ تو ایسا ہے جیسے اخروٹ کا اوپر کا چھلکا کہ اسمین کسی قسم کا بھی نفع نہین۔ اگر کھاؤ تو کڑوا اور اسکا اندرونی
دیکھو تو مکروہ و ناگوار۔ اور ایندھن بناؤ تو سلگی ہوئی آگ کو بھی بجھا دے اور دھوان زیادہ دے اور اگر مکان
مین رکھ چھوڑو تو فضول جگہ گھیرے۔ ہان صرف اس قابل ہی کہ اخروٹ کی حفاظت کے لئے کچھ دنون اسپر قائم رکھا
جائے اور پھر اُتار کر پھینک دیا جائے۔ یہی حالت اُس توحید کی ہے جو محض زبان سے ہوا اور قلب مین تصدیق نہو
کہ بے نفع اور کثیر المضرت اور اسکا ظاہر و باطن دونون بُرا ہے۔ البتہ اندرونی چھلکے کی تازیست چند روزہ حفاظت
کے کام آتا ہے کہ اندرونی چھلکا قلب و بدن ہی اور منافق کی توحید اسکے بدن کو مجاہدین کی تلوارون سے
محفوظ رکھتی ہے کیونکہ مجاہدین کسیکا دل چیر کر دیکھنے کے مکلف نہین ہین اور تلوار کا اثر بدن کی کھال ہی
تک پہونچا کرتا ہے جو پوست ہی اور موت کے وقت یہ پوست جدا ہو جاتا ہے لہذا اسکے بعد اسکی توحید کا کوئی
فائدہ باقی نہین رہتا۔ جسطرح اندر کا پوست بہ نسبت بیرونی پوست کے فی الجملہ مفید ہے کہ اس سے مغز کی
بوقت فراہمی سے تربیت حفاظت ہوتی ہے اور جب اسکو جدا کر لیا جائے تو ایندھن کا نفع اُٹھانا بھی اس سے
ممکن ہے۔ اگرچہ مغز کے لحاظ سے اسکا مرتبہ گرا ہوا ہی اسیطرح محض اعتقاد جو بلا کشف کے ہو اسکا نفع محض زبانی توحید
کے مقابلہ مین زیادہ ہے۔ البتہ اہل کشف و مشاہدہ کے مقابلہ مین کم ہے جو کہ شرح صدر اور فراخی سینہ اور سینہ
مین حق کا نور چمکنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اسلئے کہ یہی ہے وہ شرح صدر جو مُراد ہے فرمان الٰہی فَمَنْ يُرِدِ اللهُ أَنْ
يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ سے کہ جسکو اللہ راہ یاب کرنا چاہتا ہے اسکا سینہ اسلام کیلئے فراخ کر دیتا
ہے۔ اور جیساکہ مغز بمقابلہ پوست کے بذاتہ نفیس اور کل کا کل مقصود ہے مگر اس روغن کے مقابلہ مین جو مغز
سے نکالا جاتا ہی پھر بھی فضلہ اور کھوکس کی آمیزش سے خالی نہین ہوتا۔ اسیطرح فاعل واحد کے فعل پر نظر جانا
اگرچہ سالک کا مقصد اعلیٰ ہے مگر پھر بھی اسکے مقابلہ مین کہ بجز واحد حق کے کسیکا مشاہدہ ہی نہو ایک قسم کی
ذات شے کے ملاحظہ اور کثرت کیطرف التفات و توجہ کی آمیزش سے خالی نہین ہے۔

(تذنیبل) جاننا چاہئے کہ مخلوق کو گمراہ کرنیکے لئے شیطان کے پاس طرح طرح کے جال ہین جنکے ذریعہ سے

شرک و کفر کے پھندون مین انکو پھانستا ہے چنانچہ بت پرستون کو گمراہ کیا جسکا قصہ حضرت کعب قرظی نے ارشاد خداوندی وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا کے تحت مین یون بیان کیا ہے کہ ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر پانچون نیک بندون کے نام تھے جو آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیانی زمانہ مین گذرے ہین جب انکی وفات ہوگئی تو انکے متبعین انکی تقلید کرتے اور عبادت کا جو طریقہ ان پانچون نے اختیار کیا تھا وہی طریق وہ بھی اختیار کرتے تھے۔ آخر ابلیس انکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم انکی تصویرین رکھ لیا کرو تو اس سے نشاط بھی زیادہ ہو اور عبادت بھی خوب ہوا کرے چنانچہ انھون نے ایسا کر لیا۔ پھر انکے بعد جو لوگ ہوئے اُنسے ابلیس نے کہا کہ جو تمسے پہلے گذرے ہین وہ تو ان بزرگونکی عبادت کیا کرتے تھے کیونکہ حق تعالیٰ نے انکو الوہیت عطا فرمائی تھی اور وہ ساری مخلوق مین عبادت کے مستحق قرار پانیکے لیے منتخب ہوئے تھے چنانچہ شاہنشاہ کی جب کوئی غلام اچھی طرح خدمت کرتا ہے تو شاہنشاہ اُسکو پادشاہی کا خلعت عطا فرماکر اپنے ملک مین کسی شہر کا انتظام اسکے سپرد کر دیتا ہے اور وہ مستحق ہو جاتا ہے کہ وہان کی رعایا اسکو پادشاہ سمجھے اور کہنا مانے۔ نیز اللہ کی عبادت بھی تو ان بزرگونکی عبادت ملائے بغیر نہین ہوسکتی کیونکہ حق تعالیٰ تو نہایت بلند ہے اور تمھاری پستی کے سبب تمھارا خدا کی عبادت کرنا تمھین اُسکا مقرب بنانیکو مفید نہین ہوسکتا لہذا لازم ہے کہ ان بزرگونکی عبادت کو اسکے ساتھ ملاؤ کہ وہ تمکو اللہ کا مقرب بنا دینگے۔ اور شیطان نے یہ بھی کہا کہ وہ بزرگ اپنے عبادت کرنیوالون کی سُنتے اور انکو دیکھتے اور خدا سے انکی سفارش اور انکے معاملات و ضروریات کا انتظام اور انکی مدد کیا کرتے ہین۔ غرض انکے بعد ایسے ناخلف آئے کہ ان بتون مین اور جنکی صورت پر انکو بنایا گیا انمین بھی کوئی فرق نہ سمجھے اور (بزرگون کو بھی چھوڑ کر) انِ مورتون ہی کو معبود قرار دے لیا۔ اسلئے حق تعالیٰ نے انپر مختلف طریقون سے اعتراض فرمایا کہ کبھی اسپر متنبہ کیا کہ حکومت اور پادشاہت صرف اللہ کی ہے" اور کبھی اسکا اظہار فرمایا کہ یہ مورتین جماد محض ہین۔ کیا انکے پاؤن ہین کہ ان سے چلتے ہون یا انکے ہاتھ ہین کہ انسے پکڑتے ہون یا انکی آنکھین ہین کہ ان سے دیکھتے ہون یا انکے کان ہین کہ انسے سُنتے ہون؟" اور ستارہ پرستون کو شیطان نے اسطرح گمراہ کیا کہ دیکھو عالم دنیا کے جملہ تغیرات ان ستارون کی رفتار و حالات کے تغیرات سے وابستہ ہین مثلاً آفتاب کے سمت الراس سے قریب اور بعید ہونے پر مختلف فصلین پیدا ہوتی ہین اور طرح طرح کے مختلف و متضاد حالات صادر ہوتے ہین اسیطرح انھون نے دوسرے ستارون کے حالات معلوم کئے اور اسکے معتقد ہوگئے کہ ہان دنیا مین سعادت اور نحوست بھی لوگونکے طالع مین ستارون کی تاثیرات اور کیفیت وقوع سے وابستہ ہے پس انکی عظمت انکے قلوب مین راسخ ہوگئی اور وہ انکی تعظیم مین یہان تک بڑھے کہ بعض نے تو انکو واجب الوجود سمجھ لیا کہ یہی ہین جنھون نے مختلف عالم پیدا کئے ہین۔ اور بعض نے یہ عقیدہ رکھا کہ یہ خود تو معبود اعظم کے پیدا

کئے ہوئے ہین مگر اس عالم دنیا کے پیدا کرنیوالے یہی ہین۔ پس پہلے فرقہ کا تو یہ عقیدہ ہوا کہ حقیقت مین معبود یہی ہین۔ اور دوسرے فرقہ کا یہ عقیدہ ہوا کہ یہہ اللہ اور بشر کے درمیان واسطہ ہین۔ یہانتک کہ پھر شیطان نے انکی پرستش کرنے اور انکے سامنے جھکنے اور عاجزی کرنے پر انکو مجبور کردیا اور پھر انکو مشورہ دیا کہ ستارے جبسا اوقات نگاہ سے اوجھل ہوجاتے ہین لہذا انکے نام کے بُت بنا لینے چاہئین کہ ان مورتونکی صورت کی عبادت کیجائے مگر انکی عبادت سے مقصود یہی اجرام رفیعہ ہون۔ اسکے بعد جب کچھ زمانہ گذرا تو ستارون کا ذکر مذکور بھی بھول گئے اور محض ان مورتون کی پرستش رہگئی اور انکی سمجھ مین یہ آیا کہ ان ستارون کیطرف سے جو کچھ وقوع مین آرہا ہے اسمین یہ ستارے مستقل بالذات نہین ہین بلکہ وہ اپنے وجود مین اور جو کچھ انسے صادر ہو رہا ہے سب مین اللہ تعالیٰ کے محتاج اور حقتعالیٰ کے حکم کی تعمیل مین ایسے مقیّد ہین کہ جب تک اللہ نہ چاہے کسی شے مین انکی کوئی تاثیر ہوتی ہی نہین۔ اور نصاریٰ کو شیطان نے اسطرح گمراہ کیا کہ دیکھو عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ان سے ایسی باتین صادر ہوئین جو بشر سے صادر نہین ہوا کرتین مثلاً مُردون کا زندہ کرنا اور پرندون مین جان ڈالنا وغیرہ امور جو بشر کی قدرت سے باہر ہین لہذا انکو اللہ کا بیٹا اور تین معبودون مین تیسرا معبود کہنا مناسب ہے۔ حق تعالیٰ نے اسکی بھی تردید فرمائی کبھی تو اسطرح کہ یہ کام حضرت عیسیٰ سے بحکم خداوندی صادر ہوئے اور کبھی اسطرح کہ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم کہ انکو مٹی سے بنایا اور پھر فرمایا کہ ہوجا پس وہ ہوگئے۔" تو اگر بغیر باپ کے پیدا ہونیکی وجہ سے حضرت عیسیٰ معبود ہوسکین تو حضرت آدم معبود ہونیکے زیادہ مستحق ہوئے کہ وہ مان اور باپ دونون کے بغیر پیدا ہوئے۔ اور کبھی اسطرح تردید فرمائی کہ مسیح ابن مریم تو پیغمبر ہین کہ بہتیرے پیغمبر انسے پہلے ہوچکے ہین اور انکی مان ایک سچی بندی تھین۔ دونون کھانا کھایا کرتے تھے۔" پس اگر وہ معبود ہوتے تو کھانیکے محتاج کیون ہوتے؟ کہ یہ احتیاج تو اسکو ہوتی ہے جو حادث و محتاج ہو۔ امام رازیؒ کہتے ہین کہ مین خوارزم مین تھا مجھے اطلاع ملی کہ ایک نصرانی آیا ہوا ہے جسکو اپنے مذہب مین تحقیق اور تعمق کا دعویٰ ہے لہذا مین اسکے پاس گیا اور کہا کہ آپ کہتے ہین کہ عیسیٰ خدا تھے حالانکہ اسکا بھی اقرار کرتے ہین کہ یہودیون نے انکو گرفتار کیا اور سولی پر چڑھایا اور لکڑی پر زندہ ہی کو ٹانگے رکھا اور انکی پسلی توڑدی اور وہ اُن سے فرار ہونے اور چھپ جانیکی تدبیر اور حیلے کرتے رہے اور جب یہودیون نے انکے ساتھ یہ برتاؤ کیا تو وہ نہایت پریشان ہوئے۔ پس اگر وہ خدا تھے یا خدا کا کوئی جزء انمین حلول کئے ہوئے تھا تو انہون نے اپنے آپکو بچایا کیون نہین؟ اور ان سبکو ہلاک کیون نکردیا اور پریشانی کا اظہار اور دشمنون سے فرار کی تدبیرین کرنے مین کیا فائدہ تھا؟ واللہ مجھے نہایت تعجب ہوتا ہے کہ کسی عقل والے کو ایسی بات کہنی ہی کیسے مناسب ہے۔ چہ جائیکہ اسکے صحیح و صواب ہونیکا عقیدہ بھی رکھے۔ اسکے بعد مین نے اس سے پوچھا کہ آخر انکے خدا ہونیکی تمہارے پاس دلیل کیا ہے؟ اسنے کہا کہ مُردونکا زندہ کرنا اور اندھون کوڑھیون کا تندرست

کرنا وغیرہ عجیب باتون کا ان سے ظاہر ہونا اسکی دلیل ہے کہ خدائی طاقت کے بغیر یہ قدرت حاصل نہین ہوسکتی۔ مین نے کہا کہ مُردہ کے زندہ ہو جانیسے زیادہ مستبعد تو لاٹھی کا سانپ بنجانا ہے کہ مُردہ کے اور زندہ کے بدن مین تو ہمشکل ہونیکی مناسبت بھی ہے مگر لاٹھی مین اور زندہ بدن مین تو کچھ بھی مناسبت نہین پس جب لاٹھی کا سانپ بنجانا موسیٰ کو خدا اور ابن خدا نہ بنا سکا تو مُردون کا زندہ کرنا خدا ہونیکی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔ اسوقت وہ نصرانی ایسا لاجواب ہوگیا کہ مُنہ سے بات نہ نکل سکی نقل ہے کہ تین شخصون نے نصرانیت اختیار کی اور پادری نے انکو تثلیث کا عقیدہ تعلیم کیا۔ وہ اُسکے پاس رہتے تھے کہ پادری کا دوست آیا اور پادری نے اس سے کہا کہ یہ (میرے شاگرد) تثلیث کے عقیدہ مین بڑے ماہر ہین۔ اسکے بعد جملاکر کہا کہ تثلیث کا عقیدہ جو تمنے سیکھا ہے میرے دوست کے سامنے بیان کرو۔ انمین سے ایک آگے بڑھا اور کہا کہ آپنے مجھے یہ سکھایا ہے کہ خدا تین ہین۔ ایک وہ جو آسمان مین ہے اور دوسرا وہ جو کواری مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا اور تیسرا وہ جو اس دوسرے خدا پر اُسکے تیس سال کی عمر ہونیکے وقت موت کی صورت مین نازل ہوا۔ پادری اسپر خفا ہوا اور اسکو جھڑکا اور کہا کہ یہ بڑا بیوقوف ہے۔ پھر دوسرے کو بُلایا اور وہی کہا جو پہلے سے کہا تھا۔ اسنے جوابدیا کہ آپنے مجھے یہ سکھایا ہے کہ خدا واقع مین تین ہین مگر انمین سے ایک کو سُولی لگی اور اب دو باقی رہ گئے۔ اسکو بھی پادری نے ڈانٹا اور اپنے پاس سے نکالدیا۔ پھر تیسرے کو بُلایا جو تینون مین زیادہ ذہین اور تحقیق کا شیدا تھا۔ اُسنے کہا کہ مجھے تو بس اتنا یاد ہے کہ آپنے فرمایا تھا ایک تین ہین اور تین ایک۔ اور چونکہ انمین سے ایک مرچکا لہذا بحکم قضیہ اتحاد تینون مرگئے۔ اور اب دنیا کا کوئی خدا نہین۔ یا اللہ تو پاک ہے کسقدر رحیم و حلیم و بردبار ہے کہ مخلوق تجکو گالیان دیتی ہے اور تو انکو روزی و تندرستی بخشتا ہے۔ بخاری اور مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایذا رسان کلمہ سنکر صبر کرنیوالا اللہ سے زیادہ کوئی نہین کہ لوگ اسکے لئے بیٹا پکارتے ہین اور وہ پھر انکو رزق و عافیت دیئے جاتا ہے“ الغرض شیطان نے بہتیرے لوگون کو شرک کی گھاٹیون مین ڈالدیا کہ حق تعالیٰ نے (تا قیامت زندگی بخشکر) اسکو مہلت دی اور اسکی قسم کو پورا فرمایا جو قرآن مجید مین مذکور ہے کہ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ کہ تیری عزت و جلال کی قسم بجز تیرے منتخب بندون کے مین ان سب ہی کو گمراہ کردونگا“ لہذا انسان کو لازم ہے کہ شیطان کے دقیق حیلون اور مکر و فریب سے اپنے نفس کو بچائے رکھے کہ وہ جب تک جہنم کے عذاب مین نہ ڈالدیگا ہر وقت چال و فریب و مکر مین لگا ہر لحظہ ہمارے جدامجد آدم علیہ السلام سے انتقام لینے کی فکر مین رہتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے انھین کے سبب اسکو ملعون و مردود بنایا ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسری بصیرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بیان

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا

جَآءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَآءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ "ای اہل کتاب تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو پیغمبروں کے ختم ہوجانے پر تمسے (احکام خداوندی) بیان کرتا ہی تاکہ تم یہ نکہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری اور خوف سنانیوالا آیا نہین۔ سو خوشخبری اور خوف سنانیوالا تمھارے پاس آگیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" تفسیر خازن مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی طرف بلایا اور ترغیب دی تو انھون نے (ایمان لانے سی) انکار کیا۔ حضرت معاذ بن جبل اور سعد بن عبادہ اور عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہم نے یہود سے کہا کہ ای یہودیو اللہ سے ڈرو۔ واللہ تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے پیغمبر ہین انکی بعثت سی قبل تم ہمسے ان کا ذکر کرتے اور انکے یہی حالات بیان کرتے تھے۔ رافع بن حرملہ اور وہب بن یہودا نے جواب دیا کہ ہمنے تمسے یہ نہین کہا اور اللہ نے تو موسیٰؑ کے بعد نہ کوئی کتاب اتاری اور نہ کوئی خوف و خوشخبری سنانیوالا رسول بھیجا۔ تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جسکا حاصل یہ ہی کہ ای اہل کتاب وحی کے منقطع اور رسولون کی بعثت رکجانیکے وقت مین تمھارے پاس ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہین تاکہ دین مبین کے احکام تمسے بیان کردین پس تمکو یہ کہنے کی گنجایش باقی نرہے کہ ہمارے پاس تو موسیٰ یا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی ثواب کی خوشخبری سنانیوالا آیا اور نہ عذاب جہنم سے ڈرانیوالا آیا۔ لہذا جو لوگ کہتے ہین کہ ہمارے پاس نہ بشیر آیا نہ نذیر انکو آگاہ ہوجانا چاہیے کہ تمھارے پاس بشیر و نذیر آگیا ہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہی۔"

جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے بنی آدم پر انکی پیدائش سے قبل پیش کیا تھا کہ کیا مین تمھارا رب نہین ہون؟ اور سبنے رب ہونیکا اقرار کیا اور شہادت دی تھی کہ جب دنیا مین پیدا کئے جاینگے تو ہمیشہ اسکی طاعت اور شکرگذاری مین رہینگے۔ چنانچہ اسکا بیان گذر لیا ہے۔ پھر انکو تاریکی عدم سے باہر نکالا اور اپنی رحمت سے جیسا بھی وجود کا لباس چاہا وہ انکو پہنایا پس ساری مخلوق درحقیقت حقتعالیٰ کے غلام اور اسکی ملک ہین جنکو دنیا مین اسلئے پیدا کیا گیا ہے کہ اسکی اطاعت و عبادت کرین چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ "مین نے جن و انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہی کہ وہ میری عبادت کرین۔" پس سعادتمندی اسکی اطاعت مین منحصر ہے اور بدنصیبی اسکی معصیت پر دائر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسکی طاعت کرنا اور معصیت سے بچنا اسکے بغیر ناممکن ہی کہ طاعت کی صورتین اور معصیت کی حدود معلوم ہون۔ اور انکا علم اللہ ہی کے پاس محفوظ ہے کہ اسکی ہیبت و رفعت و جلال و عظمت کیوجہ سے انسان کو قدرت نہین کہ ایسی ذات کے واسطہ بغیر جو کہ ہر دو طرف تعلق رکھتی ہو اس علم کو حاصل کر سکے۔ لہذا حق تعالیٰ شانہٗ اس مخلوق مین سے کسی ایک شخص کو انتخاب فرماکر اسکو ایسی قوتِ قدسیہ اور فطرۃ سلیمہ دیا کرتا ہے۔ کہ طبیعت کے لحاظ سے وہ ملائکہ کے مشابہ اور علوم الٰہی حاصل کرنیکے قابل ہو اور اپنی صورتِ نوعیہ مین انسان کا ہمجنس ہو کر

ہر بشر پر غایت درجہ شفیق و مہربان اور انکی دُنیا و آخرت کی بہبودی و درستی کا نہایت حریص پس ملاء الاعلیٰ سے اسپر علوم خداوندی و حکمتہائے ربانی مترشح ہوتے اور برستے ہین اور انکو وہ حفاظت سے کام کیساتھ حاصل کرتا اور عام لوگونکو پہونچادیتا ہے تاکہ وہ اسکو مضبوط پکڑ لین پس جسنے انکو مانا وہ رحمت الٰہی اور خوشنودی خداوندی سے مالامال ہوا اور جسنے انسے منھ پھیرا وہ غضب الٰہی اور کھلا خسارہ لیکر گیا۔ ایسے شخص کو شریعت کی اصطلاح مین رسول اور نبی کہا جاتا ہی۔ نبیون اور رسولونکی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہونچی ہے کہ جنمین تین سو پندرہ ۳۱۵ رسل تھے اور باقی نبی۔ احمد نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا مین نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ نبیون کی پوری تعداد کتنی ہی؟ آپ نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ۱۲۴۰۰۰ ہزار جنمین تین سو پندرہ ۳۱۵ رسول ہین"۔ سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری پیغمبر سیدنا محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ سردار ہین جملہ بنی آدم کے کہ سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہوگیا۔ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اور دیگر انبیا کی مثال ایسی ہی جیسے ایک محل کہ اُسکی تعمیر نہایت عمدہ ہو اور اسمین کسی جگہ ایک اینٹ چھوڑ دیجائے کہ دیکھنے والے چارطرف سے اسکی سیر کرین اور بجز ایک اینٹ کی جگہ کے باقی ساری تعمیر کے حسن و خوبی پر متعجب ہون سو اُس اینٹ کی جگہ کو مین نے بند کیا کہ مجھسے (قصرِ نبوت و رسالت کی) تعمیر تمام ہوگئی اور مجھپر پیغمبرونکا سلسلہ ختم ہوگیا"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سبب یہ ہی کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالئے گئے اور ایک مدت دراز گذر گئی تو احکام خداوندی مین تحریف واقع ہوئی کہ حق اور باطل مخلوط ہوگیا اور اطراف دنیا مین شرک کی چنگاریان اُڑنے لگین اور قریب تھا کہ نورِ خداوندی سطح زمین سے بجھجائے پس اگر حقتعالےٰ لوگونکو انکی حالت پر چھوڑ دیتا تو ممکن تھا وہ کہتے کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشیر آیا نہ نذیر لہذا حق تعالیٰ نے حجت پوری کرنے اور عذر رفع کرنیکے لئے تمامی مخلوق کیطرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بناکر بھیجا۔ حق تعالیٰ کی عادت ہی کہ جو رسول بھیجا اس سے پہلے آنیوالے نبیون نے اپنے اوپر نازل شدہ آسمانی کتابون مین اسکا مژدہ ضرور سنایا اور مخلوق کو بشارت دی ہی چنانچہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا توریت و انجیل مین کئی جگہ ذکر کیا ہی اور مژدہ مخلوق کو پہونچایا ہے جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے پر علماء یہود و نصاریٰ نے اپنی ہاتھ سے ریاست و سرداری جاتے رہنے کے خوف سے تحریف و تبدیل کردی چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی "وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ الخ" کہ (اے علماء یہود و نصاریٰ) جان بوجھکر حق کو باطل سے مخلوط نکرو اور حق کو نہ چھپاؤ۔ باوجود اسکے بعض بشارتون سے حق تعالیٰ نے انکو اندھا کردیا کہ آپکی رسالت کا مژدہ سُنانیکے لئے وہ ابتک باقی ہین چنانچہ وہ یہ ہین۔ توریت کے اٹھارہوین باب سفر استثناء مین جو عبارت ہی اُسکا ترجمہ یہ ہے (۱۸) (اے موسےٰ) عنقریب مین ان کے لئے ایک نبی کھڑا کرونگا تجھ جیسا انھین کے بھائیون مین سے اور دونگا اپنا کلام

اسکے دہن مین یا اور وہ اُن سے ہر ایسی بات کہیگا جسکا مین اُسے حکم دونگا (۱۹) اور جو اطاعت نکریگا اس کلام کی جسکا وہ تکلم کریگا میرے نام سے تو اسکا انتقام مین خود لونگا (۲۰) مگر ہان وہ نبی جو کبریا پر جرأت کریگا اور وہ بات مُنھ سے نکالیگا جسکے کہنے کا مین نے حکم نہین دیا یا میرے سوا دوسرے معبودونکے نام سے تکلم کریگا تو وہ قتل کیا جائیگا (۲۱) پس اگر تو چاہے اور یون کہے کہ مجھسے کیسے ہوسکتا ہے کہ اِس کلام کی تمیز کرلون جو ربنے نہین کیا (۲۲) تو تیرے لئے یہ نشانی ہوگی کہ جو بات ربکے نام سے کہی ہو اور وہ وقوع مین نہ آئے تو (سمجھ لے کہ) ربنے وہ کلام نہین کیا تھا بلکہ اُس نبی نے اپنے نفس کی بڑائی جتانے مین اسکو تراشا ہے اور اسلئے تجھے اس سے بچنا چاہئے۔۱۲

اگر کسیکی طبیعت مین انصاف ہوگا تو ضرور کہدیگا کہ یہ بشارت بجز ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی پر چسپان نہین ہوتی۔ کیونکہ آپ ہی تھے موسیٰ جیسے بندگی مین اور نکاح کرنے اور اولاد ہونے مین اور جہاد کے جائز قرار دینے اور ہجرت وغیرہ مین اور اسلیئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا الخ کہ ہمنے بھیجا ہے تمھاری جانب ایک پیغمبر جو تمپر گواہ ہے جیسا کہ بھیجا تھا فرعون کیجانب ایک پیغمبر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہین جو بنی اسرائیل کے بھائیون یعنی بنی اسمٰعیل مین سے مبعوث ہوئے۔ اور آپ ہی سے حق تعالیٰ نے ہم امر کی بابت کلام کیا اور آپنے حکم الٰہی کے موافق بنامِ خدا لوگون سے اسکا اظہار فرمایا۔ اور اللہ نے انتقام لیا اس قوم سے جسنے آپکے کلام کی اطاعت نہ کی اور اگر تمکو شک ہو تو بدر و حنین وغیرہ معرکون سے پوچھ دیکھو کہ اُنھون نے کیا کیا واقعات دیکھے ہین۔ اور بہتسے اسکے موافق وقوع مین آئی جیسی کہ آپ نے لوگونکو خبر دی اور اگر اسمین شک ہو تو حق تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھلو۔ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ الخ روم قریب کے ملک مین مغلوب ہوگئے مگر اپنے مغلوب ہوئے پیچھے عنقریب غالب آوینگے" نیز حق تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھو وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ الخ کہ جو تم مین ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انکو زمین کا خلیفہ بنائیگا جیسا کہ ان سے پہلون کو خلیفہ بنا چکا ہے الخ

اور جن لوگون نے اِس بشارت کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا وہ حق سے بہت دور جا پڑے کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام جیسے نہ تھے اسلئے کہ وہ انکے گمان مین خدا ہین اور موسیٰ علیہ السلام بندہ تھے اور بہت فرق ہے خدا مین اور بندہ مین نیز اسلئے کہ وہ بنی اسمٰعیل مین نہ تھے (جو بھائی ہین بنی اسرائیل کے) بلکہ اسکو اگر عیسیٰ علیہ السلام پر محمول کیا جائے تو آپکا دروغگو اور کبریا پر جرأت کرنیوالا ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اس بشارت مین مقتول ہونیکو کبریا پر جرأت کرنیکی علامت بتایا گیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہوئے ہین جبکہ اُنھون نے اپنے معبود ہونیکا دعویٰ کیا جیسا کہ یوحنا کے باب دہم مین مذکور ہے۔ اور اسکی دی ہوئی خبر کے نہ واقع ہونیکو اسکے دروغگو ہونیکی علامت بتایا گیا ہے حالانکہ انجیل مرقس کے نوین اور تیرہوین باب مین مذکور ہے کہ وہ مرنیکے بعد دوبارہ آوینگے اور چاند سورج کو تاریک اور بڑے بڑے ہولناک قصے کرینگے حالانکہ وہ مرچکے اور اسی حال ہے

دو ہزار برس کے قریب زمانہ گذر لیا (اور ابتک عیسٰی علیہ السلام آئے بھی نہیں۔ چہ جائیکہ ہولناک فتنوں کا کرنا) پس عیسٰی علیہ السلام نے انکے زعم کے موافق جو کہا تھا وہ وقوع مین نہین آیا۔ اب رہی انجیل کی بشارت سو انجیل یوحنا کے سولہوین باب مین مذکور ہی (۱۷) ناکہ مین تم سے حق بات کہون بیشک وہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر مین چلا جاؤن اسلئے کہ اگر مین نہ گیا تو فارقلیط تمھارے پاس نہ آئیگا لہذا اگر مین چلا گیا تو اسکو تمھاری طرف روانہ کر دونگا۔" فارقلیط معرب ہے پیرکلوطوس کا جو یونانی لفظ ہے اور اسکے معنی علمار نصاری کی تصریح کے موافق احمد اور محمد ہین پس عیسٰی علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنے جانیکے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے اور تشریف لانیکی بشارت الیسی لفظ سے دی جو سورج سے زیادہ روشن ہے اور جنہے کہا ہی کہ اس سے مُراد روح القدس ہین وہ محض بے دلیل ہے کیونکہ یہ عبارت دلالت کر رہی ہو کہ فارقلیط نہ آئیگا مگر عیسٰے علیہ السلام کے روانہ ہونیکے بعد اور روح القدس تو اُنکے زمانہ مین موجود تھے پس اسکا صحیح محمل صرف ذات محمدی ہے اور اسکی تصریح ہی اس آیت مین۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ الاٰیہ جب کہا عیسٰی بن مریم نے کہ اے بنی اسرائیل مین تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہون کہ سچا بتاتا ہون توریت کو جو مجھسے پہلے نازل ہوئی اور بشارت دیتا ہون ایک رسول کی جو میرے بعد آئینگے جنکا نام احمد ہے۔ پس جب وہ انکے پاس آئے معجزات لیکر تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہی" اور اسی قسم کی بشارتونکی جانب جو کہ توریت و انجیل مین مذکور ہین حق تعالی کا یہ ارشاد جو کہ آپ پر نازل شدہ قرآن مین مذکور ہو اشارہ کر رہا ہی۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ الخ جو لوگ اتباع کرتے ہین اس بے پڑھے رسول و نبی کا جسکو اپنے پاس توریت و انجیل مین لکھا ہوا پاتے ہین کہ انکو حکم دیتا ہے نیک کامون کا اور منع کرتا ہے برے کامون سے اور انکے لئے حلال بتاتا ہی پاک چیزونکو اور انپر حرام کہتا ہے گندی چیزون کو اور ان سے اتارتا ہو انکے بوجھ اور وہ طوق جو کہ انپر تھے۔" اور آپکی بعثت کے متعلق آپ سے پہلے کی بشارتین صرف توریت و انجیل ہی مین منحصر نہین بلکہ بہتیرے ان ماہرفن کاہنون نے بھی اسکی تصریح کی ہے جو شہرۂ آفاق تھے۔ چنانچہ سیرۃ بن ہشام مین حضرت ابن اسحاق سے مروی ہی کہ مالک بن نصر لخمی نے ایک وحشتناک خواب دیکھا اور اسنے اپنی رعایا کے تمام کاہنون اور جادوگرون اور نجومیون کو جمع کرکے ان سے کہا کہ مین نے ایک خواب دیکھا ہے جسنے مجھے پریشان کر دیا ہی۔ انھون نے عرض کیا کہ وہ ہم سے بیان کیجئے کہ ہم اسکی تعبیر بتائینگے۔ بادشاہ نے کہا اگر پہلے خواب تمسے بیان کردون تو ایسی تعبیر پر مجھے اطمینان نہوگا۔ ہان تعبیر اسکی سچی سمجھونگا جو میرے خواب سنانیسے پہلے اسکو معلوم کرلے۔ تب ایکنے دوسرے سے کہا کہ بادشاہ کی مراد صرف شق اور سطیح سے پوری ہو سکتی جب انھون نے بادشاہ سے بالاتفاق یہ کہا تو بادشاہ نے آدمی بھیجا کہ شق اور سطیح کو لے آئے چنانچہ (وہ لائے گئے) اور اول سطیح سے پوچھا گیا تو اسنے جواب دیا۔ اے بادشاہ تونے خواب مین ایک کھوپری دیکھی ہو کہ اندھیرے

سے نکلی اور اُسنے ہر کھوپری والی کو کھالیا"۔ بادشاہ نے کہا کہ بالکل سچ ہے اور کوئی بات نہین چھوڑی۔ پھر اسکی تعبیر کیا ہی؟ سطیح نے کہا قسم ہے دونون پہاڑیون کے درمیان کے چرند و پرند کی کہ تیرے ملک مین حبشی قوم اُتریگی جو ابین سے لیکر جرش کے درمیان کی مالک ہو جائیگی۔ بادشاہ نے کہا کہ ای سطیح قسم تیرے باپ کی کہ یہ تو ہمارے لئے بڑی رنج اور غصہ دلانیوالی صورت ہی۔ اچھا یہ کب ہوگا؟ میرے زمانہ مین یا بعد مین؟ سطیح نے کہا کہ ایک مدت بعد جبکہ ساٹھ یا ستر برس گذر جائینگے۔ اور پھر وہ قتل کئے جائینگے۔ اور وہان سے بھاگ کر باہر نکل جائینگے بادشاہ نے کہا اور وہ کون شخص ہوگا جو انکے قتل و اخراج کا معاملہ انجام دیگا؟ سطیح نے کہا کہ ذی یزن کا بیٹا جو کہ عدن سے انپر خروج کریگا اور انہین سے کسی ایک کو بھی یمن مین نہ چھوڑیگا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ سدا اسکی سلطنت رہیگی یا قطع ہو جائیگی؟ سطیح نے کہا کہ نہین کچھ عرصہ بعد قطع ہو جائیگی۔ بادشاہ نے پوچھا اور اسکو قطع کون کریگا؟ سطیح نے کہا کہ ایک مقدس نبی جسکے پاس اُسکے بزرگ خدا کیطرف سے وحی آئی ہوگی بادشاہ نے کہا اور یہ نبی کس خاندان سے ہوگا؟ سطیح نے کہا کہ غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد سے کہ پھر آخر زمانہ تک جسکی قوم مین حکومت رہیگی۔ بادشاہ نے کہا کہ ای سطیح کیا زمانہ کیلئے بھی خاتمہ ہے؟ اسنے کہا کہ ہان وہ دن جسمین اگلے اور پچھلے سب جمع کئے جائینگے اور سعادت پائینگے اُس دن نیکوکار اور بے نصیب ہونگے اُس روز بدکار۔ بادشاہ نے کہا کیا جو کچھ تو کہہ رہا ہے یہ سچ ہی؟ سطیح نے کہا ہان قسم ہے شفق کی اور تاریکی شب کی اور ماہتاب کامل کی کہ جو کچھ مین نے اطلاع دی ہی یہ بالکل سچ اور واقعی ہے۔ اسکے بعد بادشاہ نے شق کو بلایا اور اس سے بھی وہی سوالات کئے جو سطیح سے کئے تھے! اور اسنے بھی بالکل وہی جواب دیا جو سطیح نے دیا تھا۔ شق اور سطیح دونو کے جواب کی موافقت دیکھکر بادشاہ کے دلمین یہ بات جم گئی اور اسنے اپنے گھر والونکو شاہ حبش کے خوف سے حیرہ کیطرف بھیجدیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو زمین و آسمان کا درمیان نور سے چمک اُٹھا اور بہتیرے امور خرق عادت ظاہر ہوئے چنانچہ ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب وہ شب آئی جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے تو کسرے کے محل کو زلزلہ آیا اور اسکے چودہ کنگرے گر گئے۔ پس کسریٰ یعنی نوشیروان گھبرا گیا اور اسکو فالِ بد سمجھکر اسکی رائے ہوئی کہ خیر خواہان سلطنت سے اسکو چھپانا نہ چاہئے چنانچہ اسنے انکو بلوایا اور محل کے زلزلہ کا اور کنگرونکے گرنے کا حال ذکر کیا۔ پس ایک سردار نے کہا کہ مینے آج خواب مین یہ دیکھا کہ اونٹ گھوڑونکو لئے جاتے ہین اور نہر دجلہ توڑ کر ملکِ فارس مین پھیلگئی۔ اس سے کسریٰ اور حاضرین مجلس کو اور پریشانی ہوئی اور سانحۂ عظیمہ کا علم ہوا مگر وجہ سمجھ مین نہ آئی۔ لہذا بادشاہ کے پاس سے پریشان حال رخصت ہوکر سلطان و پہلوان اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ نیز کسریٰ کے پاس تمام اطرافِ ممالک سے پے درپے قاصد آئے اور اطلاع دی کہ اُس شب مین وہ آگ کہ جسکی پرستش کیا کرتے اور

ہر وقت اسکو روشن رکھتے تھے) بجھگئی۔ نیز خبر آئی کہ خلیج ساوہ کا پانی خشک ہو کر تہ مین جا لگا۔ پس کسریٰ نے اپنے خیرخواہان سلطنت اور سرداران ملک کو جمع کیا اور جو کچھ اطلاعین پہونچی تھیں انکو آگاہ کر کے اسکے متعلق جو کچھ اُن کو علم ہوا اُنسے دریافت کیا۔ موبدان نے کہا کہ میری خواب سے تو یہ پتہ چلتا ہی کہ عرب کی طرف سے کوئی بڑا حادثہ پیش آئیگا پس کسریٰ نے نعمان بن منذر کو پروانہ لکھا کہ اسکے صوبہ مین جو عربی شخص سب سے زیادہ ماہر و عالم ہو اسکو ہمارے پاس بھیجے۔ چنانچہ نعمان نے عبد المسیح بن عمرو غسانی کو روانہ کیا جو کہ بوڑھا شخص تھا۔ جب عبد المسیح کسرےٰ کے سامنے آیا تو کسریٰ نے اس سے کہا کہ مین تمسے جو بات پوچھنا چاہتا ہون کیا تمکو وہ معلوم ہے؟ عبد المسیح نے کہا کہ بادشاہ جس بات کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہے وہ مجھسے بیان کرے اگر مجھے کچھ معلوم ہوگا تو مین عرض کرونگا۔ کسرےٰ نے کہا کہ مین تو ایسا شخص چاہتا ہون کہ میری ذکر کرنے سے قبل میری بات معلوم کرے۔ عبد المسیح نے کہا کہ ایسی قابلیت تو صرف میرے ماموں کو ہے جو کہ مشارق شام مین رہتا اور سطیح کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کسرےٰ نے کہا کہ بہتر ہے اسے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ عبد المسیح روانہ ہو کر سطیح کے پاس پہونچا مگر ایسے وقت کہ وہ قریب لگر تھا۔ پس عبد المسیح نے اسکو سلام کیا لیکن اُسنے جواب ندیا۔ عبد المسیح نے باواز بلند یہ شعر پڑھا ؎

	اصم ام یسمع غطریف الیمن		یا صاحب الخطۃ اعییت من و من	

کہ یمن کا علامہ کیا بہرا ہو گیا یا سُن رہا ہے۔ اے صاحب ملک تو نے تو بہتیر و نکو درماندہ بنادیا۔ پس سطیح نے آنکھیں کھولدین اور کہا کہ عبد المسیح ایک چالاک اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس ایسے وقت پہونچا کہ وہ لب گور ہے۔ تجکو شاہ بنی ساسان نے محل کے زلزلہ اور آگ کے بجھ جانے اور سپہ سالار کے اُس خواب کیوجہ سے بھیجا ہے جو اُسکے دیکھی ہے کہ زبردست اونٹ عربی گھوڑوں کو ہنکائے لئے جاتے ہین۔ اور نہر دجلہ کو ٹکر ملک فارس مین پھیلگئی اے عبد المسیح جب تلاوت ظاہر ہو اور صاحب علم مبعوث ہو اور خلیج ساوہ کا پانی تہ مین بیٹھ جائے تو بابل باشندگان فارس کا جائے قیام نہ رہیگا اور سطیح کیلئے شام بھی شام نہ رہیگا۔ ہان اہل فارس مین کنگرون کی تعداد کیموافق (چوده) بادشاہ و بیگمات ملک گیری کرینگے اور جو کچھ آنیوالا ہے وہ تو آنے ہی والا ہے۔ اسکے بعد سطیح مرگیا اور عبد المسیح اپنی سانڈنی پر سوار ہو کر کسریٰ کے پاس آیا اور سطیح کا کہا ہوا اسکو سنایا۔ کسریٰ نے کہا کہ چودہ بادشاہون کی حکومت تک تو بہت گنجایش ہے" لیکن دس بادشاہ تو چار برس کے اندر تمام ہو گئے اور باقی چار بادشاہ کا زمانہ خلافت عثمانی کے آخر تک رہا اور اسکے بعد وہ ملک مسلمانونکے قبضہ مین آگیا)۔

فائدۂ عامّہ دمیری نے حیاۃ الحیوان مین لکھا ہی کہ شق نصف انسان تھا کہ اسکے ایک ہاتھ تھا اور ایک پاؤن اور ایک آنکھ۔ اور سطیح کے ہڈی اور پور روا نتھا۔ اسکو بوریئے کیطرح لپیٹ لیا جاتا تھا۔ شق اور سطیح دونون اُس روز پیدا ہوئے تھے جسدن کہ عمرو بن عامر کی کاہنہ بیوی طریفہ مری ہی۔ اُسنے مرنیسے قبل سطیح کو بلایا اور

اُسکے مُنہ مین تھوکا اور کہا کہ میرے علم اور کہانت کا جانشین یہی ہوگا۔ اُسکا چہرہ اُسکے سینہ مین تھا اور نہ اسکے سر تھا نہ گردن! اور طریقہ نے شق کو بھی مرنیکے دن بُلایا اور اُسکے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد مرگئی اور اسکی قبر جحفہ مین ہے۔ الغرض جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن مادر سے پیدا ہوئے تو ایک نور چمکا کہ شام کے محل نظر آگئے۔ شرح السنہ مین حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مین اللہ کے یہان خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور حضرت آدم ابھی پتلۂ خاک ہی تھے۔ اور مین تمکو اپنے ابتدائے حال کی خبر دیتا ہون کہ مین ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہون اور اپنی والدہ کے اُس خواب کا مصداق ہون جو میری ولادت کیوقت انھون نے دیکھا تھا اور انکے لیے ایک نور ظاہر ہوا کہ انکو محلاتِ شام نظر آئے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بڑے ہوئے اور گھٹنیون چلنے لگے تو آپکے قلب سے وہ حصہ دور کیا گیا جسکے ذریعہ سے شیطان بچون کے قلوب پر قبضہ کرتا اور بچون کو شرمناک اور بُرے کامون پر اُبھارا کرتا ہے جسکو فطرۃ سلیمہ پسند نہین کرتی۔ مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ جبرئیل امین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے درآنحالیکہ آپ بچون کے ساتھ کھیل رہے تھے پس آپکو لٹایا اور سینہ چاک کیا اور قلب سے بوٹی نکالکر پھینکدی کہ یہ حصہ شیطان کا ہے پھر آپکے قلب کو سونیکے طشت مین آب زمزم سے دھویا اور درست کرکے اسکی جگہ رکھکر سی دیا۔ بچے دوڑے ہوئے اپنی ماں یعنی آپکی دایہ (حضرت حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کردئے گئے۔ وہ گھبرائی ہوئی آئین اور دیکھا کہ آپ کا رنگ متغیر ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہین کہ مین سیون کی دھاری آپکے سینہ مین دیکھا کرتا تھا۔ اِسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن مین بھی کھیل کود سے نفرت تھی۔ صرف دو مرتبہ آپنے (بچپن مین) لغو کا قصد کیا مگر حق تعالیٰ نے آپکو محفوظ رکھا (کہ وہ بھی وقوع مین نہ آیا) سیرت حلبیہ مین حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے۔ اہل جاہلیت جن قبیح باتون کا قصد کیا کرتے تھے انمین سے کبھی کسی بات کا مین نے قصد نہین کیا بجز دو مرتبہ کے کہ ان سے بھی حق تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا اور وہ یہ تھین۔ ایک قریشی نوجوان میرے ساتھ مکّہ کی اونچی سمت بکریان چرایا کرتا تھا۔ مین نے اس سے کہا کہ ذرا میری بکریون کو دیکھتے رہنا کہ آج کی رات مین مکّہ جاکر نوجوانون کی عادت کموافق قصہ گوئی مین گذارون اسنے کہا بہتر ہے۔ پس مین چلا اور جب مکّہ کے مکانات مین ورلے کنارے پر پہونچا تو مجھے گانے اور دہڑی ومزامیر کی آواز آئی۔ مین نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگون نے کہا کہ فلان مرد کا فلان عورت سے بیاہ ہوا ہے۔ مین اس آواز مین مشغول ہوگیا کہ دفعتہً مجھپر نیند کا غلبہ ہوا اور مین سوگیا۔ پس مجھے دھوپ کی تپش سے آنکھ کھلی (اور قصہ گوئی سُننے کا وقت ہی نہ ملا) پس مین اپنے رفیق کے پاس لوٹ آیا اور واقعہ کی

اسکو اطلاع دی۔ دوسری رات پھر میں نے ایسا ہی کیا اور یہی صورت پیش آئی"۔ الغرض اسکے بعد روز بروز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت زیادہ ہوتی رہی یہانتک کہ جس درخت یا پتھر پر آپکا گذر ہوتا وہ آپکو سلام کرتا اور آپکو رسالت کی بشارت سُناتا تھا۔ ترمذی نے حضرت علیؓ بن ابیطالب سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھا۔ جب ہم مکہ کیجانب چلے تو کوئی پہاڑ یا پتھر ایسا سامنے نہ آیا جو یہ نہ کہتا ہو کہ " اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔ نیز حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ ابو طالب مُلکِ شام کیطرف روانہ ہوئے اور انکے ساتھ منجملہ سرداران قریش کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چلے۔ جب راہب کے قریب پہونچے تو سب وہاں اُترے اور اپنے کجاوے کھولدئے۔ راہب نے وہاں آکر سبکو بغور دیکھا۔ یہانتک کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھاما اور کہا کہ یہ سردار ہے دنیا کا کہ اللہ تعالیٰ اسکو دُنیا جہان کیلئے رحمت بناکر مبعوث فرمائیگا۔ بزرگانِ قریش نے کہا کہ یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا؟ راہب نے کہا کہ جب تم گھاٹی سے نکلکر بلندی پر چڑھے ہو تو کوئی درخت یا پتھر ایسا نہیں رہا جو سجدہ میں نہ گر گیا ہو اور یہ دونوں چیزیں بجز نبی کے دوسرے کو سجدہ نہیں کیا کرتیں اور میں انکو مُہرِ نبوت سے پہچان گیا جو انکے شانہ کی ہڈی کے نیچے سیب کی مثل ہے۔ اسکے بعد وہ گیا اور دعوت کا کھانا طیار کیا اور جب کھانا لیکر آیا تو آنحضرت اُسوقت اونٹ چرانے میں مشغول تھے۔ اُسنے کہا کہ آدمی بھیجکر اُنکو بُلاؤ چنانچہ آپ تشریف لائے اور ابر آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا جب لوگوں کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ آپ سے پہلے سب درخت کے سایہ میں بیٹھ چکے ہیں پس جب آپ بیٹھے تو درخت کا سایہ اُدھر سے ہٹکر آپ پر جُھک گیا۔ راہب نے کہا دیکھلو درخت کا سایہ اُنکی طرف جُھک گیا۔ اسکے بعد کہا کہ تمکو قسم ہے خدا کی بتاؤ کہ تم میں سے انکا سرپرست کون ہے؟ جواب ملا کہ ابو طالب ہیں پس وہ ابو طالب کو بار بار قسمیں دیتا رہا (کہ انکو مُلکِ شام میں مت لیجاؤ) حتّٰی کہ ابو طالب نے آپکو واپس کر دیا اور بلال کو آپکے ساتھ بھیجدیا۔ پس راہب نے کعک وزیت مزادِ راہ توشۂ سفر بناکر آپکے حوالہ کیا"۔ پھر جب وہ وقت قریب آیا کہ خلعتِ رسالت آپکو پہنایا جائے تو آپ سچّی خوابیں دیکھنے کے خوگر ہوئے تاکہ بیداری میں وحی سے دہشت نہو اور چونکہ وحی کا لینا مخلوق سے انقطاع تام اور حقتعالیٰ کیطرف بالکلیہ متوجہ ہوئے بغیر سہل نہیں ہے لہٰذا خلوت آپکو محبوب ہوئی۔ آپ سب سے الگ رہکر غارِ حرا میں عبادت کرنے لگے۔ حتّٰی کہ جب آپکی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپکے پاس جبرئیلؑ آئے اور وحی لائے اور اطلاع دی کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا ہوئی وہ سچّی خواب ہے کہ جو بھی آپ خواب میں دیکھتے وہ صبح کی پَو پھٹنے کے مثل (صاف اور صحیح) واقع ہوتی تھی۔ اسکے بعد آپکو خلوت محبوب ہوئی اور آپ غارِ حرا میں خلوت گزین ہوکر کئی کئی شب عبادت کیا کرتے اور گھر نہ آیا کرتے اور کھانا اپنے ساتھ

لیجایا کرتے۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس آتے اور دوبارہ توشہ لیکر غار حرا میں تشریف لیجاتے۔ یہانتک کہ حق آیا اور آپ غار حرا ہی میں تھے کہ فرشتہ پہونچا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اُسنے مجھسے کہا پڑھو میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں فرشتہ نے مجھے پکڑا اور ایسا بھینچا کہ مجھے سہار دشوار ہوگئی۔ پھر مجھے چھوڑا اور کہا کہ پڑھو۔ میں نے پھر وہی کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تب اسنے دوبارہ پکڑ کر مجھے بھینچا کہ سہار مشکل ہوگئی۔ پھر مجھے چھوڑا اور کہا کہ پڑھو۔ میں نے پھر یہی کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے مجھے پھر پکڑا اور تیسری بار پھر بھینچا کہ مجھ سہار دشوار ہوگئی۔ اسکے بعد مجھے چھوڑ دیا اور کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ تا مَا لَمْ يَعْلَمْ کہ پڑھو اپنے رب کا نام سے جسنے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو منجمد خون سے پڑھو اور تمھارا رب بڑا کریم ہے جسنے تعلیم دی بذریعہ قلم کے سکھلایا انسان کو جو اسے معلوم نہ تھا۔ پس آپ یہ کلمات لیکر وہاں سے چلے کہ دل آپکا کانپ رہا تھا۔ خدیجہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کمل میں لپیٹ دو۔ مجھے کمل میں لپیٹ دو (چنانچہ آپ کو کمل اڑھا دیا گیا) حتٰی کہ خوف جاتا رہا۔ اُسوقت آپنے خدیجہؓ سے سارا قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ خدیجہؓ نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں۔ بخدا آپکو اللہ کبھی ناکام نکریگا۔ تم تو صلہ رحمی کرتے۔ سچ بات بولتے۔ معذور کا بوجھ بٹاتے مہمان نوازی کرتے اور ہر برحق فریق کی تکلیفوں کے حامی و مددگار بنتے ہو (اور ایسے خوشحال آدمی ضائع نہیں ہوا کرتے)۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپکو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور کہا کہ بھائی ذرا اپنے بھانجہ کی تو سن لو۔ ورقہ نے آپ سے پوچھا کہ برادر زادہ کیا نظر آتا ہے؟ آپنے جو کچھ دیکھا تھا سب کہہ دیا اسکو سنکر ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی جبرئیل ہیں جنکو اللہ نے موسٰیؑ کے پاس بھیجا تھا۔ اے کاش میں اسوقت جوان اور قوی ہوں۔ اے کاش میں زندہ ہوں جبکہ تمھاری قوم تمکو (وطن سے) باہر نکالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا وہ مجکو نکالینگے بھی؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں جو منصب لیکر تم آئے ہو جو کوئی بھی اس جیسا منصب لیکر آیا ہے اس سے دشمنی کی گئی ہے۔ اور اگر مجکو وہ دن دیکھنا نصیب ہوا تو تمھاری پوری مدد کرونگا۔ مگر ورقہ زندہ نرہے اور چند روز بعد وفات پائی۔ اسکے بعد وحی (کچھ دنوں کے لئے) منقطع ہوگئی۔ اور بخاری نے یہ بات زیادہ بیان کی ہے کہ (انقطاع وحی پر) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محزون ہوئے اور یہانتک نوبت پہونچی کہ کئی مرتبہ آپنے غلبۂ حزن میں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپکو گرانیکا قصد کیا مگر جس وقت آپ چوٹی پر اس نیت سے پہونچتے کہ اپنے آپکو گرا دیں تو جبرئیل ظاہر ہوتے اور کہتے کہ اے محمد تم سچے رسول اللہ ہو۔ پس یہ سنکر آپکا جوش ٹھہر جاتا اور نفس کو قرار آجاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رسول ہونیکا علم دوسری طرح بھی ہوا۔ چنانچہ دارمی نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپکو معلوم کیونکر ہوا کہ آپ نبی ہیں حتٰی کہ آپکو یقین ہوگیا۔ آپنے فرمایا کہ اے ابوذر میں بطحاء مکہ کے ایک حصہ میں تھا کہ میرے پاس دو فرشتے

آئے۔ ایک تو زمین پر اُتر آیا اور دوسرا آسمان و زمین کے درمیان رہا۔ انمین سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا یہی
ہین وہ؟ اُسنے جواب دیا ہان۔ پہلے نے کہا اچھا انکو ایک شخص کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ مجھے وزن کیا گیا تو
مین وزنی رہا۔ پھر اسنے کہا اچھا دس کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ دس کے ساتھ مجھے وزن کیا گیا تب بھی
مین ہی وزنی رہا۔ اور مین انکو دیکھتا تھا کہ وہ ہلکے ہونیکے سبب گویا مجھپر گرے پڑتے ہین۔ تب ایک فرشتے
نے دوسرے سے کہا کہ اگر انکو انکی ساری اُمت کیساتھ بھی وزن کروگے تب بھی یہی وزنی رہینگے۔" اور جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگیا کہ آپ واقعی رسول ہین اور دو سال بند رہنے کے بعد پھر وحی پے
درپے آپ پر آنے لگی تب تبلیغ وحی الٰہی کیلیئے آپ کھڑے ہوئے کیونکہ حق تعالیٰ نے انبیا سے عہد لیا ہے
کہ جو کچھ انپر نازل کیا جائے وہ مخلوق کو پہونچاوین چنانچہ فرمایا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ
(یاد کرو) جب ہمنے نبیون سے عہد لیا اور تمسے اور نوح و ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہمنے اُن سے
پکا عہد لیا۔" لہذا حکم خداوندی یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ نازل ہونے پر کہ ای کمبل پوش اُٹھو اور ڈراؤ۔"
تین سال تک آپ مخفی طور پر لوگو نکو (ایمان کیطرف) بلاتے رہے اور عوام الناس مین سے چند ضعفاء آپکے تابع
ہوگئے۔ چنانچہ آپنے فرمایا ہے کہ دین شروع مین بھی ضعیف تھا اور آخر مین بھی ایسا ہی ضعیف ہوجائیگا جیسا
کہ شروع مین تھا۔ پس مبارک ہو ضعفاء کو۔" اور اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کی تعلیم کیموافق
وضو کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ مواہب مین مروی ہی کہ حضرت جبرئیل پیاری صورت اور عمدہ خوشبو مین ظاہر
ہوئے اور کہا کہ ای محمد اللہ تعالیٰ اتمکو سلام فرماتا اور کہتا ہی کہ تم جن و انس کیجانب ہماری پیغمبر ہو لہذا اُن کو
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کیجانب بلاؤ۔ اسکے بعد جبرئیل نے زمین پر پاؤن مارا کہ پانی کا چشمہ اُبل پڑا اور جبرئیل نے
اس سے وضو کیا۔ پھر آپکو وضو کرنیکے لئے کہا اور پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور آپ سے بھی کہا کہ نماز پڑھین۔
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے تابعین صبح اور شام دو دو رکعتین پڑھا کرتے تھے مگر مشرکین سے چھپکر۔
چنانچہ ایکبار حضرت سعد بن ابی وقاص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کی جماعت مین مکہ
کی ایک گھاٹی کے اندر نماز پڑھ رہے تھے کہ چند مشرکین بحالت نماز وہان پہونچے اور اعتراض کے طور پر انکے فعل
پر عیب چینی کی یہانتک کہ جنگ ہونے لگی اور سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ہڈی اُٹھا کر ایک مشرک کے
ماری کہ خون بہہ پڑا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام مین بہایا گیا۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
آپکے صحابہ ارقم کے مکان مین روپوش ہوگئے کہ وہین عبادت کیا کرتے یہانتک کہ چوتھے سال آپکو دین کے
ظاہر کرنیکا حکم ہوا کہ "ای محمد ظاہر کرو جو تمکو حکم دیا جاتا ہی اور پروا نکرو مشرکین کی۔" نیز یہ کہ "ڈراؤ اپنے
قریبی رشتہ دارونکو اور اپنا بازو جھکاؤ اہل ایمان کے سامنے جنھون نے تمھارا اتباع کیا۔" بخاری و مسلم نے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب آیۂ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی کہ قریب والے کنبہ کو ڈراؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے باہر آئے اور کوہ صفا پر چڑھکر قبائل قریش کو آواز دینے لگے کہ اے بنی فہر اے بنی عدی۔ یہان تک کہ سب جمع ہو گئے اور یہ نوبت پہونچی کہ جو خود نہ جاسکا اسنے اپنا نائب بھیجدیا تاکہ دیکھے محمدؐ نے کیون بلایا ہے۔ چنانچہ ابولہب بھی آیا اور دیگر قریش بھی آئے۔ تب آپنے فرمایا کہ صاحبو اگر مین تمکو اطلاع دون کہ غنیم کا لشکر اس پہاڑ کے پہلو سے نکلکر تمھارے اوپر ٹوٹ پڑنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچا سمجھو گے؟ سب نے کہا کہ ہان ضرور۔ کیونکہ تمپر بجز سچائی کے دروغ کا تجربہ ہی نہین ہوا تب آپنے فرمایا تو مین ایک سخت عذاب کے ورے تمکو کھڑا ڈرا رہا ہون (کہ ایمان نہ لاؤ گے تو اسمین عنقریب مبتلا ہو جاؤ گے) ابولہب یہ سنکر بولا کہ تمکو ہلاکت ہو کیا اسلیئے ہمکو بلایا تھا"۔ اسپر تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ الخ کا نزول ہوا کہ ابولہب ہی کے ہاتھ ٹوٹین اور وہی ہلاک ہو"۔ الغرض جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو ایمان کیطرف دعوت دی اور انھون نے کچھ نہ سُنا تب آپنے انکے معبودون کی برائی اور عقلون کی حماقت اور باپ دادا کی گمراہی ظاہر فرمائی۔ اسپر وہ لوگ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ دیکھو تمھارا برادرزادہ ہمارے معبودون کو برا کہتا اور ہمارے دین کو عیب لگاتا اور ہماری عقلون کو کمزور و احمق بناتا اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ قرار دیتا ہے لہذا یا تو انکو روکدو ورنہ انکو ہمارے حوالہ کردو۔ ابوطالب نے انکو نرم گفتگو سے ٹھنڈا کیا اور وہ چلے گئے۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا فرض پورا کیا اور وہ لوگ ابوطالب کے پاس دوبارہ آکر کہنے لگے کہ اے ابوطالب ہمکو تمھاری عمر و شرافت کا لحاظ ہے۔ دیکھو ہمنے تمسے درخواست کی تھی کہ اپنے بھتیجے کو منع کردو مگر تمنے منع نہ کیا اور واللہ ہم اسپر صبر نہین کرسکتے لہذا یا تو اسکو روکدو ورنہ ہم اُس سے اور اُسکے ساتھ تمسے آمادۂ پیکار ہین کہ یا ہم نہین یا تم نہین۔ اسوقت ابوطالب کو پریشانی ہوئی کہ نہ اپنی قوم سے علیحدگی اور انکی عداوت کا تحمل آسان تھا اور نہ انکا نفس اسپر راضی تھا کہ بھتیجے کو بے یار و یاور چھوڑ دین۔ لہذا انھون نے حضرت سے کہا کہ اے بھتیجے تمھاری قوم میرے پاس آئی اور یہ پیام لائی تھی پس میری اور اپنی جان پر ترس کھاؤ اور ناقابل برداشت بوجھ مجھپر نہ اٹھواؤ۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ اب چچا بھی ساتھ چھوڑتے ہین لہذا آپنے فرمایا کہ چچا جان قسم ہے اللہ کی اگر وہ چاند اور سورج بھی میرے ہاتھ پر رکھدین تب بھی مین اس کام کو نچھوڑونگا یہان تک کہ حق تعالیٰ اسکو غلبہ بخشے یا یہ کہ مین (اسی کوشش مین) دُنیا سے رخصت ہو جاؤن"۔ اسکے بعد آپ آنسو بھر لائے اور کھڑے ہو گئے۔ جب آپ چلنے لگے تو ابوطالب نے آپکو آواز دی اور جب آپنے اُدھر منہ کیا تو ابوطالب نے کہا جاؤ اور کہو جو تمھارا جی چاہے واللہ مین تمکو انکے حوالہ ہرگز نکرونگا۔ الغرض جب قریش سمجھ گئے کہ ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے حوالہ کرنا گوارا نہین تو معاملہ

شدت پکڑ گیا اور قریش کیطرف سے آنحضرتؐ اور آپکے اصحاب کو پے در پے ایذائیں پہونچنے لگیں چنانچہ بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک نے کہا کوئی ہے جو فلاں قوم کے ذبیحہ پر جا کر اسکی لید اور خون اور اوجھ کو اٹھا کر لاوے اور جب محمدؐ سجدہ میں جاویں تو انکی کمر پر لا رکھے؟ چنانچہ ایک بدنصیب اٹھا اور جب آپ سجدہ میں گئے تو آلائش کو آپکے شانوں کے درمیان لا رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے رہے کہ (اٹھنے سے نجاست پھیلیگی) اور انھوں نے یہ دیکھکر ہنسنا شروع کیا کہ ایک دوسرے پر گرنے لگا کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ کو خبر دی اور وہ دوڑی ہوئی آئیں۔ حضرت سجدہ میں پڑے تھے کہ حضرت فاطمہؓ نے آلائش کو آپ سے دور کیا اور کافروں کی طرف رخ کر کے انکو برا بھلا کہنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کرنیکے بعد بددعا کی کہ "بارالہا قریش تیرے حوالے" نیز حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایکدن مسجد الحرام میں تھا کہ ابوجہل آیا اور کہا کہ میں نے اللہ واسطے منت مانی ہے کہ اگر محمدؐ کو سجدہ کرتا ہوا دیکھونگا تو انکی گردن کو پاؤں سے روندونگا پس میں وہاں سے نکلا اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کے قول کی اطلاع دی تب آپ غصہ میں بھرے ہوئے نکلے اور عجلت کے سبب دروازۂ مسجد سے داخل نہوئے بلکہ دیوار پھاند کر مسجد میں آئے اور اقرأ پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ جب آخر سورۃ پر پہونچے تو سجدہ کیا۔ کسی نے ابوجہل سے کہا کہ اے ابوالحکم یہ ہیں محمدؐ بحالت سجدہ چنانچہ وہ آپکی طرف چلا مگر پھر الٹے پاؤں لوٹا۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو بولا کہ مجکو اپنے اور محمدؐ کے درمیان آگ کی ایک خندق دکھائی دی" الغرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ مشرکین کیطرف سے طرح طرح کی ایذائیں اٹھاتے تھے مگر برابر انکو دین اسلام کیطرف بلاتے اور اللہ کے راستہ میں جو تکلیف پہونچتی اس سے بالکل مضمحل اور ضعیف نہوتے تھے یہاں تک کہ ہر سال موسم حج میں منیٰ اور موقف کے اندر آپ حاجیوں کے ساتھ لگے رہتے اور قبیلوں کو اور انکے پڑاؤ اور مکانات کو دریافت کر کے انکے پاس پہونچتے اور موسم حج کی منڈیوں یعنی عکاظ و مجنہ اور ذوالمجاز میں انکے پاس آتے (اور ہر ایک کو اسلام قبول کرنیکی جدا جدا ترغیب دیتے تھے)

(عرب جب حج کو آتے تو شوال کے مہینہ میں عکاظ پر قیام کرتے اور وہاں خرید و فروخت کیلئے بازار لگتا تھا پھر مجنہ کے بازار میں آتے اور وہاں بیس[2] دن قیام کرتے اور پھر بازار ذوالمجاز میں ٹھیرتے تھے تا ایام حج)

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذوالمجاز میں دیکھا کہ عرب کے قبیلوں پر اپنے نفس کو پیش کرتے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو لا الہ الا اللہ کہو۔ فلاح پاؤگے۔ اور آپکے پیچھے دو زلفوں والا ایک شخص آپکے پتھر مارتا تھا کہ آپکا ٹخنہ زخمی ہو گیا اور کہتا جاتا تھا کہ اے لوگو اسکی بات مت سنو کہ یہ جھوٹا ہے"

مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت لوگون سے پوچھا کہ یہ کون ہین؟ جواب ملا کہ عبد المطلب کا لڑکا ہے۔ پھر مین نے سوال کیا کہ یہ کون ہے جو انکے پتھر مار رہا ہے؟ جواب ملا کہ یہ انکا چچا ابو لہب ہے"۔ غرض جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انکے اور انکی نسل و اولاد کے ایمان پر سدا حریص رہے حتّٰی کہ اسکے مقابلہ مین جو کبھی اذیت انکی طرف سے آپکو پہونچتی اسکی پروانہ کرتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب آپکو متواتر ایذائین پہونچین اور حد سے بڑھگئین تو باوجودیکہ آپ سے دریافت کیا گیا مگر آپ نے انکے ہلاک ہوجانیکے عذاب کو پسند نہ فرمایا۔ چنانچہ بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی ہے کہ مین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اُحد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آپکو پیش آیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمھاری قوم کیطرف سے بہت کچھ ایذائین پہونچین اور سب سے زیادہ سخت وہ تھی جو عقبہ کیدن پیش آئی کہ ابن عبد یالیل بن کلال پر مین نے اپنے نفس کو پیش کیا اور اسنے میری خواہش کیموافق جواب نہ دیا تو مین مغموم ہو کر وہان سے ایک سمت کو چلا۔ جب غم سے ذرا افاقہ ہوا تو مین نے اپنے کو قرن الثعالب مین پایا۔ اوپر کو جو سر اٹھایا تو دیکھتا کیا ہون کہ ایک بادل مجھپر سایہ کر رہا ہے۔ مین نے غور کیا تو اسمین جبریلؑ نظر آئے اور مجھے آواز دی کہ ای محمد اللہ نے تمھاری قوم کی گفتگو اور جو انھون نے تمکو جوابدیا وہ سُنا اور پہاڑونکے فرشتہ کو تمھاری جانب بھیجا ہے تاکہ اپنی قوم کے متعلق جو آپ چاہین اسے حکم دین۔ آپ فرماتے ہین کہ اسکے بعد ملک الجبال نے مجھو آواز دی اور کہا کہ ای محمد اللہ نے آپکی قوم کی باتین سُنین اور مین ان پہاڑون کا بادشاہ ہون اور مجکو آپکے رب نے آپکے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ مجھکو حکم فرمادین۔ اگر آپ چاہین تو مکہ کی دونون پہاڑیان (چکّی کے پاٹونکی طرح) ان پر ٹکرادون۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابدیا مجھے تو یہ توقع ہے کہ انکی پشت سے حق تعالی ایسے لوگ پیدا فرمائیگا جو خدائے واحد کی پرستش کرینگے اور اسکا کسی چیز کو بھی شریک نہ سمجھینگے۔ نیز مشرکون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص معجزات اور خوارق عادات باتون کا بھی مطالبہ کیا۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ الخ اور ای محمد ہم تمپر ہرگز ایمان نلائینگے یہان تک کہ ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ بہادو۔ یا یہ کہ تمھارے لئے کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو کہ اسکے وسط مین جگہ جگہ نہرین جاری کرو۔ یا یہ کہ آسمان کو جیسا کہ کہا کرتے ہو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمارے اوپر لا گراؤ یا یہ کہ اللہ اور فرشتون کی صف لیکر آؤ یا یہ کہ تمھارے لئے ایک طلائی مکان ہو یا یہ کہ آسمان مین چڑھو۔ اور تمھارے چڑھنے کا بھی کبھی یقین نکرینگے یہان تک کہ ہمپر ایک کتاب لیکر اترو جسے ہم پڑھین۔ اور چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سمجھ چکے تھے کہ اگر مشرکین ان معجزات کے وقوع پر ایمان نہ لائے تو پھر ہلاکت عام کا عذاب ضروری ہوجائیگا اور آپ ایسا عذاب اپنی قوم کے لئے گوارا نکرتے تھے۔ لہذا جب انھون نے آپ سے مطالبہ کیا تو یہ خاص معجزات آپ نہ لائے۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَن كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ان معجزات کے بھیجنے سے ہمکو بجز اسکے اور کوئی بات مانع نہوئی کہ پہلے لوگ ان کو

جھٹلا چکے ہیں اور اسکی سزا میں نابود کر دئے گئے پس اگر اب یہ معجزات بھیجتے اور کفار عرب ایمان نہ لاتے تو یہ بھی نابود کیے جاتے اور یہ خواہش محمدی کے خلاف ہی)۔ حضرت محمدؓ بن کعب سے منقول ہی کہ قریش کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کھا کر کہا کہ وہ ضرور ایمان لے آوینگے بشرطیکہ کوہ صفا سونا بنجائے۔ پس آپ اللہ سے دعا مانگنے کیلئے کھڑے ہوئے کہ انکی درخواست پوری ہو جاوے۔ پس جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ اگر آپ چاہینگے تو ایسا ہو جائیگا لیکن (اسکو سمجھ لیجئے کہ) جس قوم پر بھی انکے مطالبہ کیموافق معجزہ لیکر میں آیا اور وہ ایمان نہیں لائی تو انپر عذاب نازل کرنیکا مجھے حکم ہوا ہی"۔ پس آپ دعا سے رک گئے۔ ہاں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور گذشتہ نبیوں سے معجزات ہی ظاہر نہیں ہوئے اور یہ کہ انکا صدور محال ہی جیسا کہ نیچریوں کا اور فرقہ بابیہ کا اعتقاد ہی اور دلیل میں آیت وَمَا مَنَعَنَا الخ اور اس جیسی دوسری آیات پیش کرتے ہیں اور انکار معجزہ سے ان کا مقصود یہ ہی کہ معاملہ رسالت آسان اور اس کا دائرہ وسیع ہو جائے کہ اگر کوئی رسول ہونیکا دعوی کرے تو جھوٹا ہی نہو سکے چنانچہ باب نے (جو کہ بابی فرقہ کا موجد ہے) رسالت کا دعوی کیا اور جب لوگوں نے اس سے معجزہ کا مطالبہ کیا کہ اسکی رسالت پر دلیل ہو تو کہنے لگا کہ رسول سے معجزہ کا صدور لازمی نہیں ہی"۔ حالانکہ تمکو معلوم ہو چکا ہی کہ انکی آنکھیں اندھی ہو گئیں اور جو معجزات اس قرآن میں مذکور ہیں جبکہ انکو ایمان کا دعوی ہی اور اسمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام سے صادر ہونیوالے معجزات بکثرت مذکور ہیں وہ انکو دکھائی نہیں دیتے۔ مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور شب معراج میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصی تک جانا ذرا سے حصہ رات میں اور آگ کا ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈا ہو جانا اور موسیٰ علیہ السلام کیلئے لاٹھی کا سانپ بنجانا اور عیسیٰ علیہ السلام کا اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرنا اور مردوں کو جلانا وغیرہ۔ اور تعجب تو یہ ہی کہ آیت وَمَا مَنَعَنَا سے کسطرح استدلال کرتے ہیں جبکہ اسکے آگے مذکور ہی وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً کہ ہمنے ثمود کو اونٹنی دی آنکھیں کھولنے والی"۔ اور اسمیں اشارہ فرما دیا کہ صالح علیہ السلام کیلئے پتھر سے اونٹنی نکالی تاکہ ثمود کیلئے آنکھیں کھولنے والی بنے مگر جب انہوں نے اسکو جھٹلایا تو حق تعالیٰ نے انکو ہلاک کر دیا۔ پس اس آیت سے استدلال کرنا کہ نبیوں سے کوئی معجزہ ہی ظاہر نہیں ہوا انکے جہل اور عقل کے مختل ہو جانے پر دلالت کر رہا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ نبی چونکہ صورت نوعیہ کے لحاظ سے بشر ہے لہذا اسکی نبوت بجز معجزہ کے کسیطرح معلوم ہی نہیں ہو سکتی پس اگر اس سے معجزہ صادر نہوا تو نہ اسکے قول کا قبول کرنا واجب ہوگا اور نہ دعوی رسالت میں جھوٹا نبی سچے نبی سے متمیز ہوگا کہ معجزہ ہی وہ سچا معیار ہی جس سے انحراف کرنا حق سے بھٹکانیوالا ہے سوا کوئی منکر نہ ہوگا۔ دیکھو جب مشرکین مکہ نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام سے باز نہیں آتے اور جو کچھ اذیت انپر پڑتی ہی وہ اسکی پروا نہیں کرتے تو سب کا اسپر اتفاق ہوا کہ یہود مدینہ کے پاس

آدمی بھیجیں جو انکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی حالت اور دعوی کی اطلاع دے اور دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں اور انکے پاس وہ علم ہے جو دوسرونکے پاس نہیں۔ چنانچہ نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط علماء یہود کے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض افعال و اقوال بیان کرکے اُنکے متعلق دریافت کیا کہ انکو جھوٹا سمجھا جائے یا سچا؟ یہود نے کہا کہ محمدؐ سے تین سوال کرو۔ اگر وہ تینون کا جواب دیدیں تو وہ بیشک نبی مرسل ہیں اور اگر نہ دیسکیں تو مفتری کذاب ہیں۔ اوّل اُن جوانون (اصحاب کہف) کا حال پوچھو جو زمانہ گذشتہ میں (وطن چھوڑکر غار میں) چلے گئے کہ ان کا کیا قصہ تھا؟ کیونکہ انکا ایک عجیب قصہ ہوا ہے دوم اس سیاح شخص (اسکندر ذوالقرنین) کے متعلق سوال کرو جو زمین کے مشرق و مغرب تک پہونچا تھا کہ اسکا قصہ کیا ہے۔ سوم روح کی بابت دریافت کرو کہ کیا چیز ہے؟ چنانچہ دونون قاصدون نے قریش کے پاس واپس آکر کہا کہ ہم تمھارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فیصلے آئے۔ پھر وہ سب آپکے پاس جمع ہوئے اور (تینوں باتوں کا) آپ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارے سوالات کا جواب کل کو دونگا اور اس وعدہ میں انشاء اللہ نہ کہا۔ بس وہ لوگ چلے گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پندرہ دن گذر گئے کہ نہ اسکے متعلق حق تعالیٰ نے کچھ بیان فرمایا اور نہ جبرئیل آئے۔ اسپر اہل مکہ کو زبان درازی کا موقع ملا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشانیان لاحق ہوئیں کہ وحی رک گئی اور اہل مکہ بڑھ بڑھکر باتیں بنانے لگے۔ آخر حضرت جبرئیل سورہ کہف لیکر آئے جسمیں وعدہ کیوقت انشاء اللہ کہنے کی تنبیہ بھی ہے اور جوانان کہف اور سیاح زمین کی بابت کافرون نے جو سوالات کئے تھے اُنکے قصے بھی مذکور ہیں۔ نیز یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (لیکر آئے جسمیں تیسرے سوال کا جواب ہے)۔ غرض نبی کے لئے اگر غیب کی اطلاع دینا یا اسکے مثل دوسرے معجزات کا صدور ہر ملت و مذہب میں ضروری ہوتا۔ تو یہود مدینہ ان خوارق عادت امور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان نہ لیتے۔ مگر چونکہ کفار مکہ نے اپنے باپ دادا کو کفر پر پایا اور کفر ہی پر انکی تربیت ہوئی اور شیطان نے انپر اپنا پورا قبضہ جمایا کہ جو حق بات بھی انکو پہونچی اسے قبول کرنیکا دروازہ بند کردیا تھا لہذا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے معجزات دیکھتے اور پھر بھی انمیں ہنسیرے یہ کہکر ایمان نہ لاتے تھے کہ یہ تو جادو ہے جو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے۔ یہی عادت ہوتی ہے عاجز متحیر کی (کہ جواب بن نہیں پڑتا تو عقل سے بالا بات کو جادو کہدیا کرتا ہے) اور اللہ ہی جسکو چاہتا ہے راہ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ۔

چوتھی بصیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسکی تفسیر یہ کی ہے کہ کہہ اے محمدؐ داخل فرما مجھکو سچا داخل کرنا یعنی مدینہ میں اور نکال مجھکو سچا نکالنا مکہ سے۔ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تھا

حاصل یہ ہے کہ اے میرے پروردگار چونکہ میری قوم نے مجھپر بغاوت کی اور گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی لہٰذا مجکو مدینہ طیبہ مین خوبی کیساتھ داخل کر اور مکہ سے خوبی کیساتھ نکال اور مجھے اپنے پاس سے ایک قوی حجت عطا فرما جو کہ تیرے دین کے بالا اور عرب وعجم کے درمیان تیرا بول شائع کرنے مین میری مددگار رہتے جب یہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) کیطرف ہجرت فرمائی۔ خوب سمجھ لو کہ صاحب فضل وکمال شخص جبتک اپنی قوم مین پڑا رہتا اور گھر کے ٹاٹ کیطرح اپنے شہر مین مقیم رہتا ہے تو لوگونکی نظرون مین اسکی توقیر نہین ہوتی اور نہ اطراف ملک سے لوگونکے قلوب اُسکیطرف مائل ہوتے ہین اور نہ انکو اسکی ذات سے نفع پہونچتا ہے کیونکہ اسکی قوم اور اُسکے اہلِ شہر اس سے حسد رکھتے ہین اور اسوجہ سے اُسکے کمال کو مخفی رکھنے مین پوری کوشش کرتے ہین بلکہ نفع اوٹھانا تو درکنار سختی کے ساتھ اسکا انکار کرتے ہین تاکہ وہ لوگونکے نزدیک فضیلت اور رفعت مین اُن سے بڑھ نجائے۔ جیسا کہ ابلیس کی خصلت تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنیکا اُسے حکم دیا تو اس اندیشہ سے اُسنے انکار کیا کہ اگر سجدہ کر لیا تو آدمؑ مجھسے درجہ مین اونچے ہو جائینگے حالانکہ مین پیدا ہوا ہون آگ سے اور آدمؑ پیدا ہوئے مٹی سے اور دونون عنصر مین جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اور یہ نہ سمجھا کہ حق تعالیٰ جب اپنے کسی بندہ کو عزت بخشتا اور اُسکا درجہ بلند اور مرتبہ اونچا کرنا چاہتا ہے تو نہ اسکے ارادہ سے اسکو کوئی روک سکتا ہے اور نہ اسکی قضا وقدر کو کوئی رد کر سکتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو رحمت بھی اللہ لوگونکے لئے مفتوح کرنی چاہے اُسکو کوئی روکنے والا نہین اور جو روکنی چاہے اسکو کوئی اسکے بعد لانیوالا نہین اور وہ عزت وحکمت والا ہے۔" غرض اِسی قاعدہ کے موافق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دینِ حق کی دعوت دی تو قریش نے انکار کیا اور آپکی ایذا رسانی کے درپے ہوگئے تاکہ آپ اپنے کام سے رُک جاوین اور وہ مذہب جو کہ انکے آباواجداد سے چلا آتا تھا متروک نہوجائے۔ تب آپکو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اہل مکہ سے رُخ پھیرین اور مدینہ کیطرف ہجرت کر جاوین اور وہان قیام فرماوین کہ مدینہ کے باشندے ذی عقل ہین اور وہ تمکو عزت کیساتھ لیکر تمھارے دشمنون سے تمھاری حفاظت کرینگے اور تمھارے دین کی اشاعت مین تمھاری ساتھ کھڑے ہونگے کہ چار دانگ عالم مین تمھارا آوازہ بلند ہو جائیگا اور پھر لوگونکے قلوب تمھاری طرف مائل ہونگے اور تمھارے دین کو قبولیت کیساتھ لینگے اور اُس وقت قریش کو بھی اسکے بغیر چارہ نہوگا کہ خواستہ وناخواستہ گروہ گروہ اللہ کے دین مین داخل ہون۔ میری سمجھ مین تو ہجرت کی مصلحت یہی آئی ہے باقی تاریخ کی کتابون مین مذکور ہے کہ مدینہ کی جانب آپکے ہجرت فرمانے مین یہ حکمت تھی کہ متعدد مقامات اور مختلف اشخاص کو آپکی ذات سے شرف حاصل ہو یعنی یہ کہ آپکو شرف حاصل ہوا ان سے پس اگر آپ مکہ ہی مین رہتے تو اسکا وہم ہو سکتا تھا کہ مکہ سے ذاتِ محمدی کو شرف حاصل ہوا کیونکہ مکہ کا شرف (ذاتِ محمدی کے مسکن ومولد ہونیکے سبب نہین ہوا بلکہ) پہلے سے حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کے ذریعہ حاصل ہو چکا ہے لہٰذا آپکو مدینہ کیطرف ہجرت کا حکم ہوا تاکہ آپ کے وہان ہجرت فرمانے سے

مدینہ کو شرف حاصل ہوا کہ آپنے اسمین نزول فرمایا۔ اِسپر اجماع ہو چکا ہی کہ سطح زمین کا بہترین ٹکڑا وہ جگہ ہے جو آپکے مقدس اعضا سی متصل ہی (یعنی قبرِ مطہر) یہانتک کہ وہ کعبہ سے بھی افضل ہی اسلئے کہ آپ کا اسمین نزول ہے۔ بلکہ تاج سبکیؒ نے ابن عقیل حنبلیؒ سے نقل کیا ہی کہ قبر مطہر عرش سی بھی افضل ہی کیونکہ برکات غیر متناہی کا سرچشمہ ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ عادت اللہ اسطرح جاری ہی کہ جب کسی بندہ کو کسی جگہ بھیجنا چاہتا ہے تو اسطرف جانیکا کوئی محرک اور سبب پیدا فرما دیتا ہی۔ پس اللہ تعالی نے جب آپکو مدینہ کیطرف ہجرت کرنیکا حکم دیا تو درحقیقت اسکا بھی سبب خاص تھا جو کہ ابن اسحاق سے مروی ہی کہ ایکمرتبہ ماہ رجب مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے باہر آکر اپنے نفس کو عرب کے قبائل پر پیش کیا جیسا کہ آپ ہر موسم حج مین کیا کرتے تھے۔ آپ جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے تھے کہ قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سی ملاقات ہوئی اور آپنے استفسار فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ انھون نے جوابدیا کہ خزرج کے ہم خاص ہین۔ آپنے فرمایا کیا یہ نہین ہوسکتا کہ ذرا بیٹھ جاؤ مین تمسی کچھ بات کرلون؟ انھون نے کہا کیون نہین ہوسکتا مگر یہ تو بتائین کہ آپ کون ہین؟ آپنے اپنا نسب بتایا اور اپنا قصہ سنایا۔ اسپر وہ بیٹھ گئے اور آپنے انکو اللہ جل جلالہ کیطرف بلایا اور اسلام کو انپر پیش کیا اور قرآن پڑھکر انکو سنایا جسکا اثر انکے دلون پر ہوا۔ اللہ کی شان تھی کہ اوس وخزرج کیساتھ مدینہ مین یہود رہتے تھے جو اہل کتاب تھے اور اوس وخزرج مشرک و بت پرست تھے اور جب انمین اور یہود مین کوئی قصہ ہوتا تو یہود انسے کہا کرتے (کہ اچھا صبر کرو) عنقریب ایک نبی مبعوث ہوا چاہتا ہی اور اسکا زمانہ قریب ہی آلگا ہی۔ ہم انکے تابع ہوکر ارم و عاد کیطرح تمکو قتل کرینگے نیز یہود ان سے نبی آخر الزمان کے اوصاف بھی بیان کیا کرتے تھے۔ پس اب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن لوگون سے باتین کین اور انھون نے وہ اوصاف جو کہ یہود سی سنا کرتے تھے آپکے اندر متحقق پائے تو ایکدوسرے سے کہنے لگا کہ صاحبو تمکو معلوم ہوگیا کہ واللہ یہی وہ نبی آخر الزمان ہین جنکی معیت مین تمھارے قتل کی یہود مدینہ تمکو دھمکیان دیا کرتے تھے پس ایسا نہو کہ وہ تمسے سبقت لیجاوین چنانچہ انھون نے دعوت اسلام کو بے تامل قبول کیا اور اسلام لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ میرے پشت پناہ بھی بنو گے تاکہ مین اپنے رب کا پیام دوسرونکو پہنچا سکون؟ انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے وطن مین اپنے برادرانِ قوم قبیلہ اوس وخزرج کو چھوڑکر آئے ہین کہ ایکسو بیس برس سے نہین باہم عداوت ہی پس اگر حق تعالی آپکے بارہ مین انکو متفق الرائے بنادے تو آپ سے زیادہ غلبہ والا کوئی شخص بھی نہوگا۔ لہذا ہمین اتنی مہلت دیجئے کہ ہم اپنے کنبہ مین واپس جاوین کیا عجب ہی کہ حق تعالی ہمارے درمیان صلح کرادے جس مذہب کی آپنے ہمکو دعوت دی ہی ہم اسکی انکو دعوت دینگے کیا عجب ہی کہ حق تعالی کے فضل سے وہ سب آپکے متعلق متفق اور مجتمع ہو جاوین۔ لہذا سال آئندہ اسی موسم حج مین آپ سے ملنے کا ہم وعدہ کرتے ہین۔ اسکے بعد وہ لوگ مدینہ واپس ہوئے اور اپنی قوم کو سارے قصہ کی خبر دی

اور اسطرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اتنا پھیلگیا کہ انصار کے گھرون مین ایک گھر بھی ایسا نہ رہا کہ جسمین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر مذکور نہو۔ جب دوسرا سال آیا تو آپ سے بارہ ۱۲ اشخاص ملے اور اسلام لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمسے بیعت لیتا ہون کہ میری اتنی حفاظت کروگے جتنی اپنے بچون اور بیبیون کی کرتے ہو۔ چنانچہ انھون نے آپ سے اسپر بیعت کی اور درخواست کی کہ آنحضرتؐ اور آپکے صحابہؓ مدینہ مین ضرور تشریف لاوین۔ جب یہ لوگ اپنے شہر کو واپس ہونیلگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتومؓ اور مصعبؓ بن عمیر کو انکے ساتھ کیا تاکہ یہ دونون ان نومسلمونکو قرآن پڑھائین اور اسلام کی دعوت دین۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ امام بنتے اور جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل یہ اسلام مین پہلا جمعہ تھا جو حضرت مصعبؓ نے پڑھا۔ کیونکہ آنحضرت کو مکہ مین جمعہ قائم کرنیکی قدرت نہوئی تھی لہذا مدینہ مین جمع قائم کرنیکا حکم انکو دیا تھا نیز انکے ہاتھ پر ایک کثیر جماعت اسلام بھی لائی۔ پھر حضرت مصعبؓ مع چند نومسلم اصحاب کے مکہ آئے اور اسلام لانیوالونکی آنحضرتؐ کو اطلاع دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور تہائی شب گذرنیکے بعد عقبہ کے قریب نومسلمونکو ملاقات کیلئے بلایا۔ چنانچہ اہل مدینہ کے تہتر ۷۳ مرد اور دو ۲ عورتین وقت موعودہ پر وہان پہونچے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچا عباسؓ کیساتھ وعدہ کیموافق وہان تشریف لائے۔ حضرت عباس اسوقت اپنے قومی مذہب پر تھے اور اسلام نہ لائے تھے مگر جب اہل مدینہ بیٹھ گئے تو ان سے کہا کہ (اصاحبو سنو) محمدؐ ہمارے کنبہ کے ہین اور ہمنے اپنی قوم کیطرف سے انکی حفاظت کی ہے چنانچہ وہ اسوقت اپنے شہر مین ہر طرح محفوظ اور مامون ہین مگر اب وہ تمھارے پاس جائے بغیر نہین مانتے۔ اسلئے اگر تم یہ سمجھو کہ انکی دعوت اور رغبت مین انکی موافقت اور انکے مخالفین سے انکی حفاظت کرسکوگے تب تو تم جانو اور تمھارا بوجھ لیکن اگر یہ سمجھو کہ اپنے یہان لیجانیکے بعد انکو چھوڑنا اور دشمن کے حوالہ کرنا پڑیگا تو بہتر ہے کہ ابھی چھوڑ دو"۔ حضرت براء بن معرور نے جوابدیا کہ ای عباس اگر ہماری دلونمین اسکے خلاف ہوتا جو ہم زبان سے کہہ رہے ہین تو ہم اسکو ضرور ظاہر کردیتے لیکن ہمارا ارادہ تو وفا اور سچائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورے اپنی جانین خرچ کردینے کا ہے"۔ تب عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا کہ ای محمدؐ اپنی نفس کے لئے جو چاہو ان سے وعدہ لیلو۔ آنحضرتؐ نے اہل مدینہ سے فرمایا کہ میرا حکم تمکو اپنے رب کے متعلق تو یہ ہے کہ اسکی عبادت کیجو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک نکرنا۔ اور اپنے متعلق یہ ہے کہ میری اتنی حفاظت کیجیو جتنی اپنے اہل وعیال کی کرتے ہو حضرت ابن رواحہؓ نے عرض کیا کہ اگر ہمنے ایسا کیا تو ہمارا اسکا صلہ کیا ہوگا؟ آپنے فرمایا کہ جنت"۔ انہون نے کہا کہ بڑی نافع تجارت ہے۔ ہم نہ اسکو واپس کرین اور نہ واپس کرنا پسند کرین۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی جماعت کے دوسرے لوگون پر کفیل ہو جیسے حوارین حضرت عیسیٰؑ کیلئے تھے اور مین اپنی قوم کا کفیل ہون۔ اسکے بعد یہ نومسلم صحابہ مدینہ مین آئے اور اپنے اسلام کا پورا اظہار کرکے ارکان

اسلام کو علی الاعلان ادا کرینگے۔ قریش کو جب معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگجو اور نبرد آزما قوم کا سہارا مل گیا تو انکی عداوت بھڑک اٹھی اور وہ آپکے صحابہ کو ستانے لگے۔ آخر صحابہ نے اپنی جانون سے تنگ آکر کسیطرف چلے جانیکی حضرتؐ سے اجازت چاہی۔ چند روز تو آپ نے کچھ جواب نہ دیا مگر پھر فرمایا کہ مجھے بتا دیا گیا ہے کہ مکہ چھوڑکر تمکو ہجرت کہان کرنی ہے اور وہ یثرب ہے۔ چنانچہ وہ لوگ یکے بعد دیگرے مخفی طور پر مکہ سے نکلنے اور مدینہ پہونچنے لگے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہین مجھے خوب معلوم ہے کہ مہاجرین مین جو بھی مکہ سے گیا وہ خفیہ گیا بجز عمر بن الخطابؓ کے کہ انھون نے جب ہجرت کا قصد کیا تو پرتلہ مین تلوار کو لٹکا کر کمان کو مونڈھے پر ڈالا اور ہاتھون مین تیر لیا اور نیزہ کوکھ پر رکھا اور کعبہ کیطرف آئے۔ قریش کی ایک جماعت صحن مین بیٹھی تھی۔ پس آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیمؑ پر دو رکعتین پڑھین اور پھر قریش کے ایک ایک حلقہ پر کھڑے ہوکر فرمایا پھٹے منہ۔ اللہ ان چھینکنے والی ناکون کو مٹی مین ملیگا۔ جو اپنی مان کو رلانا اور اپنی بیوی کو بیوہ بنانا چاہے وہ مجھسے مکہ کے باہر آکر ملے (اور دل کا حوصلہ نکالے) حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ اسکو سب نے سنا مگر کسیکی بھی ہمت نہوئی کہ عمرؓ کا تعاقب کرے۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ سیدھے مدینہ روانہ ہوگئے۔ جب قریش نے صحابہ کی ہجرت دیکھی اور سمجھے کہ انکو دوسرے دوست مل گئے تو وہ لوگ جنکی عمر چالیس سال پہونچ لی تھی دار الندوہ مین جمع ہوئے بجز ابوجہل کے کہ اسکی داڑھی بھی نہ نکلی تھی (مگر شریک مشورہ ہوا) غرض کوئی اہل الرائے یا صاحب عقل ایسا نہ رہا جو مجلس مین نہ آیا ہو ابلیس بھی نجد کا باشندہ بنکر بوڑھی صورت مین آیا۔ اہل مجلس نے پوچھا کہ بڑے میان آپ کون ہین؟ اسنے جواب دیا کہ نجد کا رہنے والا ہون اور جس مشورہ کیلئے تم بیٹھے ہو اسکی خبر پاکر مین بھی چلا آیا کہ شاید کوئی رائے اور خیر خواہی کی بات کہہ سکون۔ سب نے اسکو عزت کیساتھ لیا اور کہا کہ آیئے اندر تشریف لایئے اور جب وہ اندر داخل ہولیا تو ایک نے کہا کہ اس شخص یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کچھ بھی معاملہ ہے وہ آپ صاحبونکی نظر کے سامنے ہے اور واللہ ہمین اندیشہ ہے کہ یہ اپنے نئے متبعین کو لیکر دفعتہً ہمپر حملہ نکرے لہذا ایک رائے قائم کرلو کہ اسکا علاج کیا ہونا چاہئے۔ ابوالبختری نے کہا کہ میری رائے مین انکو آہنی زنجیرونمین قید کرکے مکان کا دروازہ بند کردینا چاہئے اور ان جیسے گذشتہ شاعرون کا جو انجام ہوا انکے لئے بھی اسکے منتظر رہو کہ (انتقال کرجاوین)۔ نجدی شیطان بولا کہ واللہ اگر تم نے انکو قید کیا تو (یہ اگرچہ نہ نکل سکین) مگر انکا حال دروازہ سے باہر انکے ساتھیون تک پہونچیگا اور وہ تمپر حملہ کرکے انکو تمھاری ہاتھون سے نکال لیجاوینگے۔ ابوالاسود نے کہا کہ اچھا انکو اپنے یہان سے نکال دینا چاہئے اور پھر جہان کہین جائین ہمین پروا نہین۔ نجدی نے کہا کہ انکی گفتگو کی فصاحت وحلاوت اور لوگون کے دلون پر اسکا اثر وغلبہ کیا تمنے نہین دیکھا؟ واللہ اگر ایسا کیا تو یہ اپنی فصاحت کی بدولت قبائل عرب پر غالب آجائینگے اور وہ اسکے تابع ہوجائینگے اور پھر یہ انکو لیکر تمھاری طرف رخ کریگا اور تمھارا اگچلا کر دیگا۔ ابوجہل نے کہا کہ میری

رائے تو یہ ہے کہ ہر قبیلہ سے ایک مضبوط نوجوان بہادر کا انتخاب کرو اور انکو عریان شمشیر پکڑاؤ کہ محمد کا رُخ کریں اور سب ملکر ایک وار کرکے اسکو قتل کر دیں کہ اس سے راحت ملجائیگی اور انکے خون کا بار چونکہ سارے قبیلوں پر پڑیگا اس لئے بنو عبد مناف اپنی ساری قوم سے لڑنیکی اپنے اندر طاقت نہ دیکھکر دیت لینے پر مجبور ہونگے اور ہم سب (چندہ کرکے) انکی دیت ادا کر دینگے۔ نجدی نے کہا کہ ہاں یہہ رائے صائب ہے اور میری بھی بس یہی رائے ہے چنانچہ اسطرح آپکے قتل پر سب کا اتفاق ہوگیا اور جلسہ برخاست ہوا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ جس بستر پر آپ سوتے ہیں آج اسپر رات نہ گذاریں۔ جب رات ہوئی تو دشمن جنکی تعداد ایک سَو تھی آپکے دروازہ پر اس تاک میں جمع ہوگئے کہ آپ سو جاویں تو اچانک آپڑیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنی جگہ سُلایا اور انھوں نے حضرتؐ کی چادر اوڑھ لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرما دیا تھا کہ کوئی اندیشہ کی بات تمکو لاحق نہوگی۔ پس حضرت علیؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی رضا جوئی میں اپنی جان کو بیچا۔ پھر جناب رسول اللہ علیہ وسلم دروازہ سے باہر آئے اور ابو جہل کو یہ کہتے سُنا کہ دیکھو جی محمد کا زعم یہ ہے کہ اگر تم انکے تابع و غلام ہوجاؤ تو عرب و عجم کے بادشاہ بنجاؤ گے اور مرنیکے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور شاہی باغات کیطرح تمکو باغ دیئے جائینگے اور اگر تمنے ایسا نہ کیا تو ذبح کئے جاؤ گے اور پھر مرنیکے بعد دوبارہ زندہ ہوؤ گے اور تمھارے لئے آگ ہوگی جسمیں تم جلو گے۔ حالانکہ آنحضرتؐ دشمنوں کے سامنے کو نکلے مگر اللہ نے انکی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا کہ کسی نے بھی آپکو نہ دیکھا۔ پس آپنے انکے سروں پر خاک ڈالی جو آپکے ہاتھ میں تھی اور آپ یٰسٓ تا لَا یُبْصِرُوْنَ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اور وہ لوگ علیؓ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کئے ہوئے دروازہ پر کھڑے پہرہ دیتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس بستر سے علی بن ابیطالبؑ اُٹھے تب دریافت کیا کہ اے علی تمھارے رفیق کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے پتہ نہیں۔ بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایکدن ہم دو پہر کیوقت ابو بکرؓ کے گھر میں بیٹھے تھے کہ ابو بکرؓ سے کسینے کہا یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقاب پوش ایسے وقت (تشریف لا رہے ہیں) کہ کبھی تشریف نہیں لائے۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ ان پر میری ماں باپ قربان واللہ ایسے وقت آپکو لانیوالی کوئی خاص بات ہی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپہونچے اور گھر کے اندر آنیکا اذن چاہا۔ اذن کے بعد آپ اندر تشریف لائے اور ابو بکرؓ سے فرمایا کہ پاس والوں کو باہر کردو (کہ تنہائی میں کچھ کہنا ہی) ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ (کوئی غیر نہیں ہی) یا رسول اللہ آپ پر میرا باپ صدقے یہ سب تو آپکے گھر ہی کے ہیں۔ تب آپنے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی۔ ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان کیا بندہ بھی ساتھ ہوگا؟ آپنے فرمایا ہاں ہاں۔ ابو بکرؓ نے کہا تو میرا باپ آپ پر صدقہ میری دو سانڈنیوں میں سے ایک آپ لیجئے حضرتؐ نے فرمایا بہتر ہے مگر بقیمت۔ عائشہؓ کہتی ہیں پس دونوں کیلئے ہمنے جلدی جلدی

سامان سفر اور چرمی تھیلی میں زاد راہ طیار کیا حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنی اوڑھنی میں سے ایک دھجی پھاڑی
جس سے تھیلی کا منہ باندھا گیا اور اسوجہ سے انکا نام ذات النطاق ہوا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور ابو بکرؓ نے مکہ سے چلکر جبل ثور کے غار میں تین شب قیام کیا کہ ابو بکرؓ کا غلام جو نوجوان زیرک اور سمجھدار
تھا رات ان حضرات کے پاس گذارتا اور اندھیرے ہی سحر کو وقت چلکر صبح مکہ میں قریش کے ساتھ کرتا تاکہ گویا یہیں
رات گذاری ہے پھر جو بات بھی ان دونوں حضرات کے متعلق اندیشہ کی سنتا اسکو محفوظ رکھتا اور شام پر واپس
آکر اسکی اطلاع دونوں حضرات کو آکر تا۔ ابوبکر کا دوسرا غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتا اور جب ایک گھڑی رات
گذرتی تو بکریاں غار پر لاتا۔ آپ بکری کے دودھ پر جسکو گرم پتھر سے جوش دیا جاتا شب گذارتے اور پھر اندھیرے
سے وہ بکریاں ہانک کر لیجاتا تینوں شب وہ یہی کرتا رہا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر نے بنی الدئل
یعنی قبیلہ بنی عدی کے ایک شخص کو باجرت راستہ بتانیکو ساتھ لے لیا تھا جو آل عاص بن وائل سہمی کا حلیف
اور قریش کا ہم مذہب تھا مگر چونکہ اسپر اطمینان تھا لہذا دونوں سانڈنیاں اسکے حوالہ کر دیں اور تیسری شب
کی صبح کو سانڈنیوں سمیت غار ثور پر آجانیکی اس سے قرارداد ہو گئی تھی۔ عامر بن فہیرہ بھی دونوں کے ساتھ چلا اور راہبر
نے ان صاحبوں کو لیکر ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا۔ سراقہ کہتا ہے کہ میں ایک قومی جلسہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص
نے آکر کہا کہ اے سراقہ سمندر کے کنارہ چند آدمیوں کی شبیہ مجھے نظر آئی ہے میرا گمان یہ ہے کہ وہ محمدؐ اور انکے ہمراہی تھے۔
سراقہ نے کہا مجھے تو یقین ہو گیا کہ واقعی وہی ہیں مگر (بات بنانیکو) میں نے اس سے کہا کہ نہیں وہ ہونگے بلکہ
فلان فلان نظر آئے ہونگے جو کہ ہمارے سامنے ہی گئے ہیں۔ پھر ذرا دیر جلسہ میں ٹھیر کر میں اٹھا اور گھر آکر اپنی کنیز
کو حکم دیا کہ میرا گھوڑا باہر نکالکر ٹیلے کے پیچھے ٹھیرائے اور میرے آنے تک اسے تھامے رہے اور میں اپنا نیزہ لیکر مکان
کے پشت کیطرف سے باہر نکلا کہ نیزہ کو جھکائے ہوئے اسکی بھال سے زمین پر خط کھینچتا ہوا چلا (تاکہ کوئی دیکھ نہ
لے اور میرے ارادہ سے مطلع ہو کر ان صاحبونکی گرفتاری والعام میں شریک ہو جائے) غرض میں نے گھوڑے پر
سوار ہو کر اسکو اڑا دیا کہ وہ پوئی لیکر مجھکو اتنا دوڑا کہ میں ان صاحبونکے قریب جا پہونچا دفعۃً میری گھوڑی
نے ٹھوکر کھائی اور میں گرا۔ پھر میں اٹھا اور اپنے ترکش سے فال دیکھنے کیلئے تیر نکالے۔ جب فال دیکھی کہ ان صاحبونکو
ماروں گا یا نہیں؟ تو فال میں میری خواہش کے خلاف نکلا مگر میں نے اسکو بھی نہ مانا اور گھوڑے پر سوار ہو کر
اسکو پوئی دوڑایا جب اتنے قریب پہونچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تلاوت سننے لگا اور دیکھا کہ
آپ میری طرف توجہ بھی نہیں فرماتے ہاں ابو بکرؓ بار بار دیکھتے ہیں تو دفعۃً میرے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین
میں دھنس گئے اور میں اس سے گر گیا پھر میں نے گھوڑے کو ڈانٹا اور وہ اٹھا مگر اپنے ہاتھ زمین سے نکال نہ سکتا تھا
آخر بدشواری جب وہ سیدھا ہوا تو اسکے نشانہائے قدم پر دھوئیں کیطرح غبار آسمان کیطرف چڑھتا

ہوا نظر آیا تب میں نے تیروں کے ذریعہ پھر فال نکالی اور اب بھی میری خلاف خواہش نکلا لہذا میں نے امان چاہنے کیلئے ان صاحبوں کو پکارا اور جب وہ ٹھہر گئے تو میں اپنے گھوڑے پر سوار انکے پاس آیا۔ چونکہ اپنے اوپر گذرنیوالی حالت سے میرے دل میں پڑ چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ضرور ترقی کریگا لہٰذا میں نے عرض کیا کہ آپکی قوم نے آپکی بابت دیت مقرر کی ہے (کہ جو گرفتار کرکے لاوے وہ سو اونٹ پاوے) اور جو کچھ آپکے متعلق لوگوں کے ارادے تھے انکی میں نے آپکو خبر دی اور کچھ زاد راہ آپکی نذر کی پس نہ آپنے مجکو تکلیف دی اور نہ کچھ مانگا بجز اسکے کہ یوں فرمایا ہماری خبر کو پوشیدہ رکھنا" میں نے درخواست کی کہ امن کی تحریر مجھے لکھدیں تو آپنے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انھوں نے چرم کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھدیا۔ اسکے بعد آپ روانہ ہوگئے۔ مسلمانان مدینہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے روانہ ہوجانیکی خبر سُنی تو روزانہ صبح کو حرہ تک آکر انتظار کرتے اور دوپہر کی تپش پر واپس جاتے۔ ایک دن طول انتظار کے بعد واپس آکر گھروں میں بیٹھ چکے تھے کہ ایک یہودی نے جو کسی چیز کے دیکھنے کو ٹیلے پر چڑھا تھا آنحضرت کو مع رفقا کے دیکھ پایا کہ چمکتے ہوئے سفید سراب[لہ] میں سے نکل رہے ہیں تو اس سے رہا نہ گیا اور باواز بلند پکارا کہ ای جماعت عرب یہ آئی تمھاری مراد جسکے تم منتظر تھے"۔ پس مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے اور (استقبال کیلئے دوڑے) حرہ پر آپ سے قدمبوس ہوئے۔ داہنے رخ پہلے کو لیا اور آپکا پڑاؤ بنی عمر بن عوف میں اُتارا۔ ربیع الاول کا مہینہ تھا اور دوشنبہ کا دن۔ ابوبکرؓ لوگوں سے ملنے ملانیکو کھڑے ہوئے (کہ حضرت کو تکلیف نہو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھ گئے۔ پس انصار میں سے جو کوئی آتا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہ تھا وہ صرف ابوبکر ہی سے سلام وکلام کرتا تھا یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آگئی اور ابوبکرؓ نے آپ پر اپنی چادر کا سایہ کرلیا۔ اُسوقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا کہ آپ ہیں۔ بنی عمر بن عوف میں آپنے دس دن سے کچھ زائد قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی جسکے متعلق قرآن میں مذکور ہے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کہ اسکی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے" اور اسمیں آنحضرتؐ نے نماز پڑھی۔ اسکے بعد آپ اپنی سانڈنی پر سوار ہوئے اور لوگ آپکے ہمرکاب چلے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوکر جسجگہ مسجد نبوی ہے آپکی سانڈنی بیٹھ گئی۔ یہ مقام دو لڑکوں سہل و سہیل کا جو کہ اسعد بن زرارہ کی زیر تربیت تھے خرمن تمر تھا اور یہاں قرب وجوار کے مسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپکی سواری جب یہاں بیٹھ گئی تو آپنے فرمایا کہ انشاء اللہ یہی منزل ہے۔ پھر آپنے دونوں لڑکوں کو بلایا اور اس قطعہ کی خرید کا معاملہ کیا کہ اسکو مسجد بنادیں۔ دونوں نے اسکو حضرت کی نذر میں بلا قیمت بطور ہبہ پیش کیا مگر حضرت نے اسکو گوارا نہ فرمایا اور خرید کر اسکو مسجد بنادیا۔ اسکی تعمیر میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کیساتھ اینٹیں ڈھوتے اور یہ رجز پڑھتے تھے "یہ بوجھ خیبر کی (کھجور وغیرہ) کا بوجھ نہیں ہے یہ تو خالص خدمت ہے اپنے پاک رب کی" نیز یہ رجز پڑھتے تھے۔ "اے اللہ اجر تو آخرت ہی کا اجر ہے پس مغفرت فرما انصار اور مہاجرین کی"۔ ایک روایت میں

لہ سراب اُس ریت کو کہتے ہیں جو شدت گرمی میں دور سے پانی کی طرح چمکتا ہوا معلوم ہو

مذکور ہی کہ ابوبکر فرماتے ہین جب ہم غارِ ثور کے اندر تھے اور مین نے سر اُٹھایا تو دشمنون کے قدم مجھے نظر پڑے مین نے حضرت سے عرض کیا کہ اگر انمین سے کسینے اپنے قدمونکی طرف نظر ڈالی تو ضرور ہمکو دیکھ پائیگا۔ حضرت نے فرمایا کیا گمان ہی تمہارا دو کے متعلق کہ اللہ انکا تیسرا ہی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے نازل فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا غمگین ہو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہی۔ نیز اہل سیرنے ذکر کیا ہی کہ جب دونون حضرات غار پر پہونچے تو ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ آپکو قسم ہے اُس ذات پاک کی جسنے آپکو سچا نبی بنایا جبتک آپ سے پہلے اندر نہ چلا جاؤن آپ تشریف نہ لیجاوین پھر غار کے اندر جاکر ہاتھ سے ڈھونڈھکر جو کوئی سوراخ بھی پایا اپنے کپڑے مین سے ٹکڑا اپھاڑ کر اُسکے مُنہ مین ٹھونس دیا جب سارا کپڑا ختم ہوگیا اور ایک سوراخ پھر بھی رہگیا تو اسپر اپنی ایڑی رکھ لی اور حضرت سے عرض کیا کہ اندر تشریف لے آیئے چنانچہ آنحضرتؐ غار مین تشریف لیگئے اور ابوبکرؓ کی گود مین سر رکھکر سو گئے۔ ابوبکرؓ کے پیر مین سانپ نے کاٹا اور تکلیف سے انکے آنسو نکلکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ٹپکنے لگے تو آپکی آنکھ کھلگئی اور پوچھا کہ ابوبکر کیا بات ہی؟ عرض کیا کہ میری مان باپ آپ پر قربان کسی جانور نے کاٹ لیا۔ تب آنحضرتؐ نے اُسپر تھوکا اور جو تکلیف تھی وہ جاتی رہی۔ حضرت انسؓ سے مروی ہی کہ آنحضرتؐ کے مدینہ مین داخل ہونیکے دن مین وہان موجود تھا اور کوئی دن بھی اُس دن سی بہتر اور روشن مین نے دیکھا نہین جسدن مدینہ مین حضرتؐ داخل ہوے بنی نجار کی لڑکیان (خوشی مین آکر) دف بجاتی اور یہ پڑھتی ہوئی (گلی کوچون مین) نکل پڑین نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ ہم بنی نجار کی لڑکیان ہین آہا ہا محمدؐ سا پڑوسی نصیب ہوا۔ اور بچے اور نوکر چاکر راستون مین یہ آواز دیتے پھرتے تھے کہ محمدؐ تشریف لے آئے رسول اللہ تشریف لے آئے اللہ اکبر محمدؐ رسول اللہ تشریف لے آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین قیام گزین ہوگئے اور آپ نے زبان اور شمشیر وسنان سے اپنے دین کی اشاعت فرمائی اور لوگ گروہا گروہ اسمین داخل ہونیلگے تو اہل کتاب دو گروہ ہوگئے۔ بعض انمین معجزات اور آپکی نبوت کی نشانیان دیکھکر ایمان لے آئے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ اور بعض تے باوجودیکہ آپ کو پہچانتے تھے جیساکہ اپنے بیٹون کو پہچانتے تھو مگر حسد اور حکومت و ریاست کی محبت کے سبب آپکی نبوت کا انکار کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سی پہلے قوم یہود آپکی ذات کا واسطہ دیکر مدینہ کے قبیلۂ اوس و خزرج پر نصرت و فتح کی اللہ سے دعا مانگتے اور کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک نبی آیا چاہتے ہین جنکی صفت یہ اور یہہ ہی۔ ہم انکے ساتھ ہوکر تمکو قتل کرینگے جیساکہ عاد اور ارم قتل کیے گئے۔ مگر مدینہ مین اسلام ظاہر ہونے پر جب یہودیون نے حضرت معاذ بن جبل و بشر بن البراء نے کہا کہ اے قوم یہود اللہ سے ڈرو اور اسلام لاؤ کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہمپر فتح و نصرت مانگتے تھے جبکہ ہم اہل کفر و شرک تھو۔ اور تم ہمسے کہا کرتے تھے کہ وہ نبی عنقریب آئینگے اور انکی یہی صفات و حالات بھی ہمسی بیان کرتے تھے تو سلام بن مشکم نے جو یہود بنی نضیر

کے سربرآوردہ لوگون مین تھا جواب دیا کہ یہ کوئی بات بھی ایسی لیکر نہین آئے جسے ہم پہچانتے ہون اور یہ وہ نبی نہین ہین جنکا ہم تمسے ذکر کیا کرتے تھے" تب حق تعالیٰ نے نازل فرمایا وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ الخ کہ جب انکے پاس اللہ کے پاس سے کتاب آئی جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو انکے پاس ہے اور پہلے یہ حال تھا کہ فتح مانگا کرتے تھے کافرون پر۔ تو جب انکے پاس آگیا جسکو انھون نے پہچانا تو اسکا کفر کرنے لگے۔ پس لعنت اللہ کی کافرون پر"۔ بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانیکی خبر پہنچی تو آپکے پاس آئے کہ تین سوال کرین اور عرض کیا کہ مین آپسے تین باتین پوچھتا ہون جنکا علم بجز نبی کے کسیکو نہین ہوتا۔ بتائیے۔ قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ اور سب سے پہلا کھانا کیا ہوگا جسکو اہلِ جنت کھائینگے؟ اور کیا سبب ہے کہ بچہ کبھی (صورت و سیرت مین) باپ کیطرف کھنچتا ہے (اور کبھی مان کیطرف)؟ آپنے فرمایا کہ قیامت کی پہلی شرط وہ آگ ہے جو مخلوق کو مشرق سے لیجاکر مغرب مین جمع کردیگی۔ اور پہلا کھانا جسکو اہلِ جنت کھائینگے مچھلی کی زائد کلیجی ہوگی۔ اب رہا بچہ سو جسوقت مرد کا نطفہ سبقت کرتا ہے نطفہ عورت پر تو وہ بچہ کو کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا نطفہ سبقت کرتا ہے مرد کے نطفہ پر تو وہ بچہ کو کھینچ لیتا ہے"۔ عبداللہ بن سلام نے یہ سُنکر کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہود ایک افترا پرداز قوم ہے لہذا اس سے قبل کہ انکو میرا مسلمان ہونا معلوم ہو میری بابت ان سے دریافت کرلیجیے۔ پس حضرت نے (یہود سے) دریافت کیا کہ عبداللہ بن سلام تم مین کیسا شخص ہے؟ انھون نے کہا کہ ہم مین سب سے بہتر ہے اور سب سے بہتر کا بیٹا ہے اور ہم مین سب سے افضل ہے اور سب سے افضل کا بیٹا ہے۔ حضرت نے فرمایا اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہوجائے؟ یہود نے کہا خدا اسکو اس سے محفوظ رکھے۔ حضرت نے پھر وہی سوال کیا اور یہود نے پھر وہی جواب دیا تب عبداللہ بن سلام باہر نکلے اور کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یہودی یہ سنکر کہنے لگے کہ ہم سب سے بدتر ہے اور سب سے بدتر کا بیٹا ہے اور انکی تنقیص کرنے لگے۔ عبداللہ بن سلام نے عرض کیا کہ مجھے یارسول اللہ اسیکا مجھے اندیشہ تھا۔ بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا (وہ بیمار ہوا) تو حضرت اسکی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ آپنے دیکھا کہ اسکا باپ اسکے سرہانے بیٹھا توریت پڑھ رہا ہے۔ حضرت نے اس سے کہا کہ اے یہودی مین تجھے قسم دیتا ہون اسکی جسنے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اُتاری کہ توریت مین میری نعت و صفت اور ہجرت بھی لکھی پاتا ہے یا نہین؟ اُسنے کہا کہ نہین۔ لڑکا بولا کہ ہان ہان قسم ہے اللہ کی یارسول اللہ ہم توریت مین آپکی نعت و صفت اور ہجرت سب پاتے ہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود نہین بجز اللہ کے اور بیشک آپ اللہ کے رسول ہین"۔ تب حضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اٹھا دو اسکے سرہانے سے اسکے یہودی باپ کو اور سنبھالو اپنے بھائی کو"۔ ان قصون کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے سلاطین کیجانب خطوط روانہ کئے اور انکو اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ جو علامتیں نبی آخرالزمان کی انکے پاس
تھیں وہ انہون نے آپ پر منطبق کین تو ساری علامتوں کو آپ مین موجود پایا لہذا اُنکے قلوب آپکی طرف ہمیشہ
مائل ہوتے رہے مگر بعض پر ریاست و حکومت کی محبت غالب آئی اور انکی زبان سے کلمہ نہ نکلا۔ صحیحین مین حضرت
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھسے ابوسفیان بن حرب نے خود بیان کیا کہ جس زمانہ مین ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے درمیان مصالحت تھی تو مین سفر کو گیا۔ ملکِ شام مین تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے ہرقل کے نام
خط پہونچا کہ جسکو دحیہ کلبی نے لاکر بصرے کے صوبہ دار کو دیا اور اسنے ہرقل کو پہونچایا۔ ہرقل نے حکم جاری کیا کہ اس
مدعی نبوت کی قوم میں سے کوئی شخص یہان موجود ہو تو اُسکو لاؤ۔ چنانچہ چند قریش جنمین مین بھی شامل تھا بلائے
گئے اور ہم سب ہرقل کے سامنے پیش ہوئے۔ اسنے ہمکو اپنے سامنے بٹھایا اور میری ساتھیونکو میرے پیچھے اور پھر ترجمان کو
بلاکر اس سے کہا کہ ان پیچھے والون سے کہدو کہ مین اس شخص سے مدعی نبوت کے متعلق چند سوال کرتا ہون پس اگر یہ مجھسے
جھوٹ بولے تو تم اسکا جھوٹ ظاہر کردینا۔ ابوسفیان کہتے تھے کہ واللہ اگر اسکا اندیشہ نہوتا کہ میری دروغگوئی
مشہور ہوجائیگی تو مین ہرقل سے ضرور جھوٹ بولتا۔ اسکے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس شخص سے پوچھو مدعی
نبوت کا حسب و نسب تم مین کیسا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ ہم مین شریف النسب ہین۔ سوال۔ انکے باپ دادا مین
کوئی بادشاہ تھا؟ جواب۔ نہین۔ سوال۔ اس دعوی سے قبل جسکے وہ اب مدعی ہوئے ہین کیا تم جھوٹ کیساتھ انکو
متہم کرتے تھے؟ جواب۔ نہین۔ سوال۔ اُنکے تابع کون لوگ ہوئے۔ سردارانِ قوم یا ضعفاء؟ جواب۔ ضعفاء۔
سوال۔ وہ زیادہ ہوتے جاتے ہین یا کم؟ جواب۔ بلکہ بڑھتے جاتے ہین۔ سوال۔ کیا اُنکے دین مین داخل ہونیکے
بعد اس دین سے ناراض ہوکر کوئی مرتد بھی ہوتا ہے؟ جواب۔ نہین۔ سوال۔ کیا تمھاری ان سے جنگ ہوئی؟ جواب۔ ہان
ہوئی۔ سوال۔ جنگ کا کیا حال رہا؟ جواب۔ ڈول کی سی حالت رہی کہ کبھی وہ ہمین زک دیتے اور کبھی ہم انکا نقصان
کرتے۔ سوال۔ کیا وہ بدعہدی کرتے ہین؟ جواب۔ نہین اور اس مہلت مین (جبکہ ہم کہین ہین اور وہ کہین) ہمین
خبر نہین کہ اسمین کیا کررہے ہین۔ ابوسفیان کہتے ہین کہ واللہ ہرقل نے کسی جواب مین مجھے قدرت نہ دی کہ کوئی بات
اسمین داخل کرون بجز اس سوال کے (کہ اسکے جواب مین زمانہ غیبوبت کے اندر بدعہدی کا احتمال شامل کرسکا)۔
سوال۔ کیا ان سے پہلے یہ دعوی کسی اور نے بھی کیا تھا؟ جواب۔ نہین۔ اسکے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان
کہو کہ مین نے جو انکے حسب کا سوال کیا اور تمنے جواب دیا کہ شریف النسب ہین سو واقعی پیغمبر اپنی قوم کے شریف
حسب مین بھیجے جاتے ہین اور یہ سوال جو کیا کہ انکے بڑون مین کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ اور تمنے جواب دیا کہ نہین
تو مین نے سمجھا کہ اگر انکے باپ دادا مین کوئی بادشاہ ہوتا تو مین کہتا کہ اپنے باپ دادا کے ملک کا خواہان ہے اور
یہ سوال جو کیا کہ انکے تابعین ضعفاء ہین یا اشراف؟ اور تمنے جواب دیا کہ ضعفاء ہین تو درحقیقت پیغمبرونکے تابع

ضعفا ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ سوال جو کیا کہ دعوئ نبوت کرنیسے قبل یا تم انکو جھوٹا سمجھتے تھے اور تمنے جوابدیا کہ نہیں تو مجھے یقین آگیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ لوگونکے متعلق جھوٹ بولنا چھوڑ کر خدا پر جھوٹ بولنے لگے۔ اور یہ سوال جو کیا کہ اسکے دین میں داخل ہونیکے بعد دین سے ناراضی کے سبب کوئی انکے مذہب کو چھوڑتا تو نہیں؟ اور تمنے جوابدیا کہ نہیں تو درحقیقت ایمان کی یہی خاصیت ہے۔ جبکہ اسکی بشاشت دل ہی گھل ملجائے۔ اور یہ جو سوال کیا کہ انکے تابعین بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں؟ اور تمنے کہا کہ بڑھتے ہیں۔ تو ایمان کا یہی رنگ رہتا ہے حتّے کہ کامل ہوجائے۔ اور یہ سوال جو کیا کہ تمھاری ان سے جنگ ہوئی یا نہیں؟ اور تمنے کہا کہ ہاں ہوئی اور انجام ایسا رہا جیسے ڈول کبھی تم انپر زبر ہوتے اور کبھی وہ تمپر۔ سو اسیطرح رسولونکو ابتلا پیش آیا کرتا ہے مگر انجام کار پلہ انہیں کا اونچا رہتا ہے۔ اور یہ جو سوال کیا کہ وہ بدعہدی کرتے ہیں یا نہیں؟ اور تمنے جوابدیا کہ نہیں۔ تو رسولوں کا یہی کام ہے کہ بدعہدی ہرگز نہیں کرتے اور یہ جو سوال کیا کہ اس دعوی کا مدعی ان سے پہلے کوئی ہوا ہے؟ اور تمنے کہا کہ نہیں۔ تو میں سمجھگیا کہ اگر اس قول کا ان سے پہلے کوئی قائل ہوا ہوتا تو میں کہتا کہ ایسے قول کی تقلید کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہا جا چکا ہے۔ اسکے بعد ہرقل نے پوچھا کہ وہ تمکو کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا کہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا۔ رشتہ دارونکے حقوق سمجھنے کا اور پاکدامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ ہرقل نے کہا اگر یہ سچ ہے جو تمنے کہا تو بیشک وہ نبی ہیں اور میں واقف تھا کہ انکا ظہور ہونیوالا ہے مگر یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہونگے۔ اور اگر میں سمجھتا کہ ان تک پہونچ سکونگا تو ضرور تمنائے زیارت کرتا اور اگر میں انکے پاس ہوتا تو انکے پاؤں دھوتا اور انکی حکومت یہاں تک ضرور پہونچکر رہیگی۔ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والانامہ منگایا اور اسکو پڑھا مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از محمد بن عبداللہ و رسول اللہ۔ بنام ہرقل شاہ روم۔ سلام ہو متبعین ہدایت پر۔ امابعد میں تمکو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے۔ اور اسلام لے آؤ اللہ تمکو دوہرا اجر دیگا۔ اور اگر اعراض کیا تو قوم اریس کا گناہ بھی تمپر ہوگا وَیَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا الخ۔ اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کیطرف جو برابر ہے ہماری اور تمھارے درمیان کہ نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شریک کریں اسکے ساتھ کسی شے کو اور ایکدوسرے کو رب نہ قرار دیں اللہ کو چھوڑ کر پس اگر وہ روگردانی کریں تو کہدو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔ سیر میں مذکور ہے کہ ہرقل نے والانامہ کا جواب لکھکر دحیہ کلبی کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جسمیں لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں مگر مغلوب۔ نیز ہدیہ بھی بھیجا پس جب آنحضرت نے خط پڑھا تو فرمایا کہ جھوٹا ہے دشمن خدا مسلمان نہیں اور اسکا ہدیہ مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔ بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسرےٰ کے نام بدست عبداللہ بن خذافہ سہمی کے ہاتھ خط بھیجا اور انکو حکم دیا کہ والی بحرین کے حوالہ کریں۔ چنانچہ والی بحرین نے اسکو کسرےٰ کے پاس پہونچایا مگر جب کسریٰ نے اسکو پڑھا تو چاک کردیا۔ ابن المسیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل فارس کو بددعا

دی کہ وہ بھی پارہ پارہ اور چاک کئے جاوین۔ کسرےٰ نے اپنے ماتحت باذان علاقہ دار یمن کو لکھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے
ایک قریشی مکہ مین ظاہر ہوا اور اپنے آپکو نبی سمجھتا ہے اسکے پاس جا کر اس سے توبہ کرائو اگر توبہ کر لے تو بہتر ورنہ
اسکا سر کاٹکر میرے پاس بھیجدو۔ وہ میرے پاس خط بھیجتا ہے جسمین اپنا نام اول لکھتا ہے حالانکہ وہ میرا غلام ہے
باذان نے کسریٰ کا خط اپنے دو سپاہیوں کے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجدیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو پیام بھیجا کہ انکے ساتھ آپ کسریٰ کے پاس روانہ ہوجاوین۔ دونون سپاہی شہر سے چلکر طائف پہونچے اور وہان
ایک قریشی سے آنحضرتؐ کی بابت پوچھا۔ اسنے کہا کہ وہ مدینہ مین ہین آخر جب یہ دونون مدینہ مین آپکے سامنے پہونچے
تو عرض کیا کہ شاہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو حکم بھیجا تھا کہ وہ آپکے پاس آدمی بھیجے جو آپکو لے آوے چنانچہ ہم
اسی غرض سے بھیجے گئے ہین پس اگر آپ نے انکار کیا تو شاہنشاہ آپکو ہلاک اور آپکے اہل وعیال کو تباہ اور آپکے شہرون
کو ویران کردیگا۔ چونکہ دونون سپاہیون کی وضع فارسی تھی کہ ڈاڑھیان منڈی ہوئی اور موچھین بڑھی ہوئی
اسلئے حضرتؐ کو انکی طرف نظر کو ناگوار گذرا اور آپنے فرمایا کہ وائے تمپر ایسی صورت بنانیکا تمھین کسنے حکم دیا؟ انھون
کہا کہ ہمارے رب کسریٰ نے۔ آپنے فرمایا مگر میرے ربنے تو مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھ کے کم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسکے
بعد آپنے فرمایا کہ اسوقت جاؤ اور کل کو میرے پاس آنا۔ اور وحی کے ذریعہ آپکو اطلاع ہوئی کہ حق تعالیٰ کسریٰ پر
اسکے بیٹے کو مسلط فرمائیگا اور وہ فلان مہینہ مین اور فلان شب یعنی دس جمادی الاولیٰ ۷ھ کو شب سہ شنبہ مین
اسے قتل کردیگا۔ اگلے دن آپنے دونون کو بلایا اور یہ خبر سنائی اور باذان کو لکھا کہ اللہ نے مجھسے وعدہ فرمایا ہے کہ
فلان دن اور فلان ماہ مین کسرےٰ قتل کردیا جائیگا۔ جب باذان کے پاس خط پہونچا تو اسنے توقف کیا اور کہا کہ اگر
یہ نبی ہین تو جو کچھ کہہ رہے ہین وہ ضرور وقوع مین آئیگا۔ چنانچہ جس دن کی اطلاع حضرتؐ نے دی تھی حق تعالیٰ نے
اُسیدن کسرےٰ کو اسکے بیٹے شیرویہ کے ہاتھون قتل کرایا اور خبر آگئی کہ فلان شب کسریٰ مقتول ہوا جیسا کہ حضرتؐ
نے خبر دی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسریٰ کے ہلاک ہونیکی خبر پہونچی تو آپنے فرمایا لعنت فرمائے
اللہ کسرےٰ پر کہ اہلِ فارس ہلاکت مین سب پر مقدم ہوئے۔ اور شیرویہ کا خط باذان کے نام پہونچا کہ مینے اہلِ فارس
کی ناراضی کے سبب کسریٰ کو قتل کردیا اور جس شخص کے بارہ مین کسریٰ نے تمکو لکھا تھا اسکے متعلق تا حکم ثانی کوئی
کارروائی نکرو۔ اسپر باذان اور اسکے ساتھی اسلام لے آئے اور ساتھ ہی انکے مسلمان ہوجانیپر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اسکی اطلاع بھیجدی۔ آخر کار حق تعالیٰ نے کسرےٰ کے ملک وسلطنت اور خزائن واموال کا خلافت فاروقی
مین مسلمانون کو مالک بنادیا اور فارس کو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا پارہ پارہ کردیا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو خط دیکر ۶ھ مین نجاشی کیطرف روانہ فرمایا جسکا
مضمون یہ تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از محمد رسول اللہ بسوئے نجاشی شاہ حبشہ۔ تم مسلمان ہوجاؤ۔ مین تم سے

حمد بیان کرتا ہون اللہ کی جسکے سوا کوئی معبود نہین وہ پادشاہ پاک سلامتی والا۔ امن بخشنے والا اور نگہبان ہے۔ اور مین شہادت دیتا ہون کہ عیسٰے بن مریم روح اللہ اور اسکا ایک حکم ہین جنکو پاکدامن مریمؑ کی جانب ڈالا تھا مین تمکو بلاتا ہون ایک اللہ کیطرف جسکا کوئی شریک نہین۔ اور مین اللہ کا رسول ہون۔ اور سلام ہو اسپر جو ہدایت کا تابع ہوا۔" نجاشی کو جب والا نامہ ملا تو اسنے اپنی آنکھون پر رکھا اور (ادبًا) تخت سے نیچے اُتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اسلام لایا اور ہاتھی دانت کا ڈبہ منگا کر نامۂ محمدی کو اسمین رکھکر کہا کہ اہل حبشہ راحت مین رہینگے جب تک کہ یہ والا نامہ انکے پاس رہیگا پھر جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بحضرت محمدؐ پیغمبر خدا۔ از نجاشی۔ آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکات جسکے سوا کوئی معبود نہین کہ اسینے مجھے اسلام کی ہدایت بخشی۔ امابعد آپکا کرامت نامہ یارسول اللہ مجھے وصول ہوا جسمین آپنے عیسیٰؑ کا حال ذکر فرمایا ہے۔ سو قسم ہے پروردگار آسمان و زمین کی کہ جتنا آپنے ذکر فرمایا عیسیٰؑ اس سے کچھ بھی زیادہ نہین۔ اور ہمین معلوم ہے جو دیگر انہین بھیجا گیا تھا۔ پس مین شہادت دیتا ہون کہ آپ اللہ کے صادق و مصدوق پیغمبر ہین اور مین نے آپ سے بیعت کی اور اسلام لایا اللہ رب العالمین پر۔" الحاصل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشراف و اراذل کو پیام رب پہونچانے مین پوری سعی فرمائی اور مطلق کوتاہی نہین کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو جملہ بشر کیطرف رسول بنایا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمکو عام لوگونکے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے انبیاء گذشتہ اور انکی اُمتون سے حلف لیا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم پاؤ تو ایمان لانا اور انکی مدد کرنا چنانچہ ارشاد ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الخ اور جب اللہ نے عہد لیا نبیون سے کہ جو کچھ بھیجی مین تمکو کتاب اور حکمت دون اسکے بعد تمھارے پاس یہ رسول آئے جو تصدیق کرے اسکی کہ جو تمھارے پاس ہے تو اسپر ضرور ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے"۔ حلبیہ مین سبکیؒ سے منقول ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ اگر آپ کا وجود انبیاء کے زمانہ مین ہوتا تو آپ جملہ انبیاء اور انکی اُمتونکے رسول ہوتے کیونکہ حق تعالیٰ نے انبیاء اور انکی اُمتون سے آپ پر ایمان لانے اور آپکی مدد کرنیکا عہد لیا تھا۔ احمد نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے۔ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو میرے اتباع کے سوا انکو گنجایش نہ تھی" پس اُمتون مین سے جنھون نے آپکا زمانہ پایا بعض نے اسکا ایفا کیا اور بعض نے ریاست کی محبت اور دنیا و آرایشِ دُنیا کی رغبت مین عہد کے مضبوط کئے پیچھے بدعہدی کی اور کُھلا خسارہ اٹھایا اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الناس اور تمامی مخلوق سے افضل ہین۔ دارمی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حقتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء اور جملہ اہلِ سماء پر فضیلت بخشی ہے کسی نے پوچھا کہ اہل سماء پر آپکی فضیلت کیسے ثابت ہے؟ آپنے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اہل سماء کی بابت یون

ارشاد فرمایا ہے وَمَن یَقُل مِنہُم اِنِّی اِلٰہٌ مِّن دُونِہٖ یعنی انہیں سے جو کوئی کہیگا کہ اللہ کے علاوہ مین معبود ہون تو ہم اسکو سزا دینگے جہنم کی۔ اسیطرح ہم سزا دیا کرتے ہین ظالمونکو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یون فرمایا ہے کہ اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا یعنی ہمنے تمکو کھلی فتح عطا کی تاکہ اللہ بخشدے تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ۔" پھر کسینے سوال کیا کہ نبیون پر آپکی فضیلت کیونکر ثابت ہے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حقتعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اَرسَلنَا مِن رَّسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَومِہٖ ہم جو رسول بھی ہمنے بھیجا وہ اسکی قومی زبان مین بھیجا۔ (جس سے معلوم ہوا کہ ہر رسول کی رسالت اسکی قوم اور ہمزبان لوگونکے ساتھ مخصوص تھی") اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمایا وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ اور ہمنے تمکو جملہ آدمیونکے لئے رسول بنایا ہے۔" پس آپ تمامی انس و جن کے پیغمبر ہوئے۔ اور ترمذی نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "مین سردار جملہ بنی آدم ہون اور فخر نہیں۔" دارمی نے حضرت عمرانؓ بن قیس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پچھلے ہین (دنیا مین پیدائش کے لحاظ سے) اور اگلے ہین قیامت کیدن (فضیلت کے اعتبار سے) اور مین بلافخر کہتا ہون کہ ابراہیم اللہ کے خلیل ہین اور موسیٰ اللہ کے صفی اور مین اللہ کا حبیب ہون۔" حبیب افضل ہے خلیل سے کہ خلیل مشتق ہے خلت سے جسکے معنے ہین حاجت جو کہ ابراہیم علیہ السلام نے جملہ امور مین اپنے آپکو صرف اللہ کا حاجتمند بنایا اور جملہ ماسوا سے بے نیاز ہوئے حتیٰ کہ جب آگ مین ڈالیگئے تو آپکے پاس جبریلؑ آئے اور پوچھا کہ کوئی حاجت ہے؟ فرمایا حاجت تو ہے مگر تمسے نہیں لہٰذا حقتعالیٰ نے آپکو خلیل بنایا۔ اور حبیب تو بمعنی فاعل ہے اور یا بمعنی مفعول یعنی اسکے معنی یا محب ہین یا محبوب مطلق پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبوب مطلق ہین اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ خلیل کا فعل لرضاء اللہ ہوتا ہے اور حبیب کی شان یہ ہے کہ اللہ کا فعل اسکی رضا کیلئے ہوتا ہے۔ اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیۃ مین فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبلَۃً تَرضٰھَا پس (اے محمد) ہم تمہارا رخ اسی قبلہ کیطرف پھیر دینگے جسکی تم خواہش رکھتے ہو" اور اس حدیث مین بھی اسکی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو اللہ نے تمپر حج فرض کیا تو کسینے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال کیلئے؟ آپنے سکوت کیا حتیٰ کہ تین بار یہی سوال ہوا اور پھر آپنے فرمایا اگر مین کہدیتا کہ ہان تو (ہر سال کیلئے) فرض ہوجاتا۔" پس جب حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام پر آپکی فضیلت ثابت ہوگئی حالانکہ وہ افضل پیغمبران مین تو دوسرے انبیاء پر آپکی فضیلت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوئی۔ باقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے موسیٰؑ پر فضیلت نہ دو" اور یہ فرمانا کہ کسی بندہ کو یہ کہنا زیبا نہیں کہ مین یونسؑ بن متی سے بہتر ہون۔" پس مراد یہ ہے کہ فخر کے طور پر ایسا ہوتا ہے۔ اور بہتری چیزونکا حکم نیت کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے چنانچہ نعمت کا اظہار اگر فخر کی نیت سے ہو تو ممنوع ہے اور اگر اظہار شکر کی نیت سے ہو تو جائز ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّث "اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو" جلال الدین سیوطی سے منقول ہے کہ ایک نصرانی نے فرغ

سے مصر مین آکر دعوی کیا کہ مجھے ایک شبہ ہی اگر اسکو علمائ رفع کردین تو مین مسلمان ہوجاؤنگا۔ چنانچہ کا مسئلہ الحمد مین اسکے لئے جلسہ منعقد ہوا اور اسوقت سردار علماء شیخ عزیز الدین بن عبد السلام تھے۔ نصرانی نے عام آدمیونکو سناکر کہا کہ ایک شخص کی بزرگی بالاتفاق مسلم ہو اور ایک کی بزرگی مین اختلاف ہو تو بتاؤ کہ ان دونون مین افضل کون ہوگا؟ شیخ نے جواب دیا کہ وہی افضل ہوگا جسکی بزرگی پر سب کا اتفاق ہی۔ اسنے کہا پس حضرت عیسے حضرت محمدؐ سے افضل ہوئے۔ یہ سنکر شیخ عزیز الدین کا سر جھک گیا اور صبح سے ظہر تک سکوت مین رہی کہ مجلس گونج اٹھی اور بھینی بھبکی۔ آخر شیخ نے سر اٹھاکر کہا کہ ای شخص تجھے معلوم ہی کہ حضرت عیسےؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا تھا۔ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ تمہین مژدہ سناتا ہون ایک رسول کا جو میرے بعد آئینگے انکا نام احمدؐ ہے (پس جب تم صرف عیسیٰؑ کو نبی سمجھتے ہو تو) لازم ہی کہ انکے اس قول مین بھی انکا اتباع کرو۔ حضرت عیسےؑ کی متفق علیہ اور مسلم نبوت اسیوقت متحقق ہوگی کہ) ہم سب ایمان لادین احمدؐ پر جنکی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ پس نصرانی کو جواب نہ آیا اور وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ افضلیۃ محمدؐ یہ کی تین دلیلین اور بھی ہین۔ اوّل یہ کہ تمام خلق کے نزدیک فضیلت مطلقہ علم کو حاصل ہے۔ اور ہر عالم کی فضیلت اسکے علم کی مقدار پر ہوا کرتی ہے اور ظاہر ہی کہ حقتعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کتاب نازل فرمائی جو تمامی گذشتہ کتابون پر مشتمل ہے۔ نیز ان سے زاید اسمین موجود ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دیگر انبیاء کے علوم سے زاید ہوا۔ آنحضرتؐ نے حدیث خصائص مین اسکی تصریح بھی فرمائی ہے کہ "مجھکو اولین و آخرین کے علوم کا مجموعہ دیا گیا ہے"۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء سے افضل ہوئے۔ دوّم یہ کہ آپکے لئے (شب معراج مین) آسمانونکے دروازے کھولیگئے اور آپ اوپر وہان پہونچ کر (کاتبانِ تقدیر کے) قلم کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمان کی مقدار رہگئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب اور آپ سے حق تعالیٰ نے بلا واسطہ و بالمواجہہ کلام فرمایا اور ایسے فضل و شرف سے کوئی نبی بہرہ مند نہین ہوا۔ سوم یہ کہ پیغمبرونکے بھیجنے سے مقصود یہی ہی کہ مخلوق کو گمراہی کی تاریکیون سے نکالکر نور ہدایت کیطرف لایا جائے تو جس نبی کے ذریعہ زیادہ آدمی ہدایت پائینگے وہی زیادہ افضل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت پانیوالونکی تعداد دوسرے نبیون سے ہدایت پانیوالونکی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھپر امتین پیش ہوئین اور مینے دیکھا کہ کوئی نبی گذرتا تھا جسکے ساتھ ایک ہی آدمی تھا۔ اور کوئی نبی تھا کہ اسکے ساتھ دو آدمی تھے۔ اور کسیکے ساتھ چند آدمی اور کسی کیساتھ ایک بھی نہ تھا۔ پھر مجھے ایک کثیر جماعت نظر آئی جسنے ایک سمت کو گھیر لیا تھا مجھے تمنا ہوئی کہ ای کاش یہ میری امت ہو مگر اطلاع ملی کہ یہ موسیٰؑ ہین مع اپنی قوم کے۔ پھر مجھسے کہا گیا کہ لو دیکھو پس مجھے بہت ہی کثرت کیساتھ گروہ گروہ دکھائی دئے جنھون نے ہر سمت کو گھیر لیا تھا۔ پھر مجھسے کہا گیا کہ ادھر

لہ کرنا حضرت عیسےؑ کی نبوت پر عیسائیون کا اور مسلمانون کا سبکا اتفاق ہے اور نبوت محمدؐ پر صرف مسلمان متفق ہین [illegible] بشارت محمدؐ بھی متفق علیہ [illegible]

بھی دیکھو اور اُدھر بھی۔ چنانچہ کثیر با کثیر انبوہ مجھے نظر آئے کہ ہر انبوہ نے ایک سمت کو گھیر لیا تھا۔ اور پھر کہا گیا کہ یہ سب تمھاری اُمت ہے اور انکے ساتھ ستر ہزار اور ہین جو سبکے آگے ہین کہ وہ بلا حساب جنت مین جائینگے واللہ اعلم

پانچوین بصیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا بیان

معراج کی اصل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (کذب سے) منزہ ہے اللہ جو لیگیا اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ذراسی رات مین مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کہ مُبارک بنایا ہے ہمنے اسکے اطراف کو (انبیا پیدا اور فرشتے نازل فرماکر اور وہین مخلوق کو محشور کرنیسے) تاکہ محمدؐ کو دکھائین اپنی قدرت کے کرشمون مین سے (وہ کرشمہ جس سے انکا سینہ فراخ اور ہمت بلند ہوجائے اور دُنیا انکی نگاہ مین حقیر اور آخرت وقعت ہر و مدِّ نظر ہکر با عظمت بنجائے تاکہ جو مصائب انکو تبلیغ اور ہدایتِ اُمت کے متعلق پیش آئین انکی پروا نکرین) خوب سمجھ لو کہ بندہ بتنا اللہ کے سامنے پستی اختیار کرتا ہے اسیقدر حقتعالیٰ اسکو بلندی بخشتا اور لوگونکی نظرونمین اسکو باعظمت بناتا ہے بیہقی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے سامنے جھکا اسکو اللہ نے رفعت دی کہ وہ اپنی نگاہ مین چھوٹا ہوتا ہے مگر لوگونکی نظرونمین بڑا۔" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ "اور اپنا بازو جھکاؤ ان مومنین کے سامنے جنھون نے تمھارا اتباع کیا۔" تو آپنے مومنین کے سامنے اپنا بازو جھکا دیا اور تواضع اختیار کی اللہ کے لئے جیسا کہ غلام کو اپنے آقا کیساتھ زیبا ہے۔ اور بندگی و غلامی کے سارے مرحلے ختم کردیے یہانتک کہ جب حق تعالیٰ نے آپکو اختیار بخشا کہ چاہو تو نبیِ عبد بنو اور چاہو نبیِ بادشاہ۔ تو آپ نے صفت بشریہ مین جامع و کامل اور انکسار نفس و تواضع کے سبب نبیِ عبد بننے کو ترجیح دی۔ چنانچہ شرح السنہ مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ای عائشہ اگر مین چاہتا تو سونیکے پہاڑ میرے ساتھ چلا کرتے میری پاس فرشتہ آیا جسکی کمر کعبہ کے مساوی تھی اور اسنے کہا کہ آپکا رب آپکو سلام فرماتا ہے اور یہ کہ چاہو تو ہم تمکو نبی عبد بناوین اور چاہو تو نبی سلطان پس مینے جبرئیل کیطرف دیکھا اور انھون نے اشارہ کیا کہ نفس کو پست کرو لہذا مینے جواب دیا کہ نبیِ عبد بننا چاہتا ہون۔" عائشہؓ کہتی ہین کہ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ کمر لگا کر کھانا نکھاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ کھاؤنگا جیسے غلام کھاتا ہے اور بیٹھونگا جیسے غلام بیٹھا کرتا ہے۔"

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تواضع و بندگی مین انتہا کو پہونچگئے کہ آپکا نفس مطہر پردہ ہائے بشریت سے مجرد ہوگیا اور ملکیت آپکی قوی اور نورانیت اتنی مشتعل ہوگئی کہ قریب تھا کہ اسکا تیل آگ کے پاس آئے بغیر سُلگ اُٹھے تو آپکا سینہ شق کیا گیا اور اسکو حکمت و ایمان سے بھر دیا گیا۔ اسکے بعد آپکو براق پر سوار کرکے رات کے تھوڑے سے

حصہ مین مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا گیا۔ پس آپ نے نبیون سے ملاقات کی جو وہان موجود تھے اور انکو جماعت کی نماز پڑہائی۔ اسکے بعد آپکو حق تعالیٰ نے آسمانون کے اوپر اُس مقام تک پہونچایا کہ بڑے بڑے فرشتونکے قدم ورے ہی جلتے تھے اور وہان آپ سے پہلے کوئی نبی نہین پہونچا (چنانچہ ارشاد ہی) ثُمَّ دَنَىٰ فَتَدَلَّىٰ الخ پس قریب ہوا اور نیچے اتر آیا کہ فاصلہ دو کمان کا رہگیا بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ پس وحی کی اپنے بندہ (محمدؐ) کیطرف جو کچھ بھی وحی کی اور محمدؐ نے اپنے رب کی قدرت کے بڑے کرشمے دیکھے۔" چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بندگی و تواضع کے سبب جیساکہ قول باری تعالیٰ بِعَبْدِہٖ اشارہ کررہا ہی اس عزت افزائی سے فائز ہوئے اور کامل بندگی و تواضع نمازمین پائی جاتی تھی لہذا حق تعالیٰ نے وہین آپ پر اور آپکی اُمت پر پانچ نمازین فرض کین جسمین اشارہ تھا کہ یہ تحفہ ہے اللہ کیطرف سے آپکے اور آپکی اُمت کیلئے کہ جو شخص پابندی کیساتھ اسکے آداب ملحوظ رکھکر اسے پورا کریگا تو جیسا قُرب آنحضرتؐ کو معراج مین نصیب ہوا ویسا ہی اسکو نصیب ہوگا اگرچہ اسکا مُنہ زمین پر پڑا ہوگا۔ چنانچہ فرماتا ہی وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الخ کہ اللہ ہی کا ہی پورب ورپچھم پس جدھر بھی تم مُنہ کروگے وہین اللہ کی ذات ہی۔ بیشک اللہ وسعت والا باخبر ہے۔" علّامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان مین لکھاہی کہ امام الحرمینؒ سے سوال کیاگیا حق تعالیٰ کیلئے کیا کوئی جہت ہی؟ آپ نے جوابدیا کہ وہ جہت سے بالا اور منزہ ہی۔ کہاگیا کہ اسکی دلیل کیا ہی؟ آپ نے جوابدیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی "مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔" لوگون نے کہا بھلا اس سے اللہ کا جہت سے منزہ ہونا کیسے ثابت ہوگیا؟ فرمایا کہ یہہ نہ بتاؤنگا جبتک میرے اس مہمان کو اداء قرض کیلئے دو ہزار دینار نہ ملجاوین جب دو تاجرون نے رقم اپنے ذمہ لیلی تو امام نے فرمایا کہ یونس بن متی نے اپنے آپکو سمندر مین پھینکا اور مچھلی نے انکو نگل لیا اور سمندر کی تہ کے تین تین اندھیرو نمین جاکر پکارے کہ کوئی معبود نہین بجز تیرے۔ تو پاک ہی واقعی مین ظالمونمین سے ہون۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رفرف سبز پر بیٹھے اور وہان پہونچے جہان قلم کی سرسراہٹ سُنی اور آپ سے سرگوشی فرمائی آپکے رب نے جوکچھ بھی فرمائی۔ باین تفاوت وفرق سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقتعالیٰ کے اس سے زیادہ قریب نہ تھے جتنے حضرت یونسؑ بن متی تاریکی سمندر مین مچھلی کے پیٹ کے اندر خدا کے قریب تھے۔[۵] اس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کا قُرب بندہ کو جیسا آسمانون کے اوپر حاصل ہوتا ہی ایسا ہی سات زمین کے نیچے حاصل ہوتا ہی۔" یہ دوسری بات ہے کہ جو تقرب بالائے آسمان جاکر نصیب ہو کہ وہان سے احکام اُترتے اور وہان عالم ملکوت اور اسکے عجائبات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہی اسکو وہ فضیلت وشرف حاصل ہی جو نیچے کے تقرب مین حاصل نہین۔ چنانچہ اہل عقل پر ظاہر ہی کہ جو تقرب بادشاہ سے کسی جنگل مین حاصل ہو وہ اس تقرب کے برابر کیسے ہوسکتا ہی جو اسکے محل مین بحالت تخت نشینی حاصل ہو جبکہ سرداران ملک و ارکین سلطنت طرح طرح کے لباسہائے فاخرہ اور جواہرات و دُر کے مرصع تاج پہنے ہوئے حاضر ہون۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے جسطرح بارگاہِ خداوندی کا تقرب حاصل ہوا اسیطرح دو بڑے فائدے اور بھی

[۵] جیسا کہ اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ یونسؑ بن متی پر مجھے فضیلت ندو ۱۲

حاصل ہوئے اسلیے کہ نعمت ہائے جنت کی بھی شان بڑی ہے اور عذابہائے دوزخ بھی سخت اور ہیبت ناک ہین پس اگر قیامت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونونکو نہ دیکھ لیتے اور قیامت ہی کیدن دیکھتے تو بعید نہ تھا کہ نعمہائے جنت آپکے قلب کو اپنی طرف مائل یا دوزخکی ہیبتناک صورتین آپکو پریشان کردیتین اور اسوجہ سے اُمت کی شفاعت کے متعلق آپکی پوری توجہ نہو سکتی۔ حالانکہ شفاعت ہی وہ بڑی شے ہے جسکی توقع آپ سے وابستہ ہے لیکن اب چونکہ ایکمرتبہ آپ دونونکا مشاہدہ کرچکے تو قیامت کیدن انکی وقعت آپکے قلب مین زیادہ نہو گی اور آپکی سعی یکسو شفاعت مین مصروف رہیگی۔ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ جب آپ آسمان پر جائینگے اور آسمانون اور کرسی و عرش وغیرہ اعظم ترین مخلوقات کا مشاہدہ فرمائینگے تو ظاہر ہے کہ دُنیا اور معاملاتِ دُنیا آپکی نگاہ مین حقیر بنجائینگے اور تبلیغ کے متعلق جو بھی مصیبتین آپ پر پڑینگی اُن عالی مقامات کے شوق مین جو کہ آپکے لیے تجویز ہوئے اور جنکو اپنی آنکھون سے دیکھ آئے ہین انکی طرف التفات نہو گا۔ الغرض جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَیرِ افلاک سے واپس ہوکر حرم محترم مین پہونچے تو سارا ماجرا لوگون سے ذکر کیا۔ بخاری و مسلم مین حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن صعصعہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کا ماجرا لوگون سے ذکر کیا کہ مین حطیم مین بیٹھا تھا اور کبھی یون فرمایا کہ مین حجر مین تھا۔

یکایک ایک آنیوالا میرے پاس آیا اور اُسنے یہان سے یہان تک یعنی میرے چنبر گردن سے لیکر ناف کے اوپر تک شگاف دیکر قلب کو نکال لیا۔ پھر ایک طلائی طشت جو کہ ایمان سے لبریز تھا لایا گیا اور اُس سے میرا قلب دھویا۔ پھر سینہ مین رکھکر اسکو جیسا تھا ویسا کر دیا گیا۔ اور ایک روایت مین ہے کہ سینے شکم کو آبِ زمزم سے دھوکر ایمان اور معرفت سے بھر دیا۔ پھر میرے پاس ایک سفید جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا تھا اور دراز گوش سے بڑا کہ اسکو براق کہتے ہین اور اسکا قدم اتنا لمبا پڑتا تھا جہان تک نظر جا سکتی ہے پس مجھکو اسپر بٹھا دیا گیا اور ایک روایت مین ہے کہ مین اسپر سوار ہوا یہان تک کہ بیت المقدس آیا اور براق کو اس حلقے سے باندھا جس سے حضرات انبیا باندھا کرتے تھے۔ پھر مسجد مین داخل ہوا اور دو رکعتین پڑھین پھر باہر آیا تو جبریلؑ ایک برتن مین شراب اور دوسرے مین دودھ لائے پس مینے دودھ کو اختیار کیا۔ جبریلؑ نے کہا کہ آپنے ہدایت اختیار کی پھر جبریلؑ مجھکو لیکر چلے یہانتک کہ دُنیا کے آسمان پر آئے اور اُسکا دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کہ کون ہے؟ انھون نے کہا جبریلؑ۔ آواز آئی اور آپکے ساتھ کون ہین؟ جوابدیا کہ محمدؐ۔ سوال ہوا کہ کیا انکے لانیکے لیے بھیجے گئے تھے؟ جوابدیا کہ ہان۔ آواز آئی تشریف لائیے مبارک ہے آنا جوانکو نصیب ہوا۔ پس دروازہ کھلگیا اور جب مین اوپر پہونچا تو کیا دیکھتا ہون کہ آدمؑ موجود ہین۔ جبریلؑ نے یہہ کہکر کہ آپکے باپ حضرت آدمؑ ہین انکو سلام کیا۔ مین نے بھی سلام کیا اور حضرت آدمؑ نے سلام کا جواب دیکر فرمایا آؤ نیک صاحبزادہ نیک کار نبی۔ اور ایک روایت مین ہے کہ جب دروازہ کھلا تو ہم آسمان دُنیا کے اوپر پہونچے اور ایک صاحب مجھکو نظر آئے کہ ایک انبوہ انکی داہنی طرف تھا اور ایک انبوہ انکی بائین طرف۔ جب داہنی طرف

دیکھتے تو ہنستے تھے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رو پڑتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ آئیے نیک صاحبزادہ نیک نبی۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا حضرت آدمؑ ہیں اور یہ انبوہ جو انکے دائیں اور بائیں طرف ہے انکی اولاد کی روحیں ہیں کہ انمیں داہنی طرف والی جنتی ہیں اور بائیں طرف والی دوزخی۔ لہذا جب داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف نظر کرتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔ پھر مجھے اس سے اوپر لیکر چڑھے اور دوسرے آسمان پر آکر دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کہ کون ہے؟ کہا کہ جبرئیل۔ سوال ہوا۔ اور تمھارے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا کہ محمدؐ۔ آواز آئی کیا بھیجے گئے تھے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ آواز آئی کہ تشریف لائیں۔ کیا خوب آنا ہے جو نصیب ہوا۔ پس دروازہ کھولدیا گیا اور جب میں اوپر پہونچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ خلیرے بھائی موجود ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ یحییٰؑ ہیں اور یہ عیسیٰؑ اور پھر دونوں کو سلام کیا۔ میں نے بھی سلام کیا اور دونوں نے جواب دیکر فرمایا۔ آئے نیک بھائی اور نیک نبی۔ اسکے بعد مجکو تیسرے آسمان پر لیکر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کون ہے؟ جواب دیا کہ جبرئیل۔ سوال ہوا اور تمھارے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا کہ محمدؐ۔ سوال ہوا کیا بھیجے گئے تھے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ آواز آئی کہ تشریف لائیے۔ کیا خوب آنا ہے جو انکو نصیب ہوا۔ پس دروازہ کھلگیا اور میں اوپر پہونچا تو حضرت یوسفؑ نظر آئے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ یوسفؑ ہیں اور پھر انکو سلام کیا۔ میں نے بھی سلام کیا اور انھوں نے جواب دیکر فرمایا تشریف لائیے نیک بھائی نیک نبی۔ پھر مجھے لیکر اوپر چڑھے اور چوتھے آسمان تک آئے۔ پھر دروازہ کھلوایا اور سوال ہوا کہ کون ہے؟ جواب دیا کہ جبرئیل۔ سوال ہوا اور تمہارے ساتھ کون ہیں۔ جواب دیا کہ محمدؐ۔ سوال ہوا کیا بھیجے گئے تھے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ آواز آئی کہ تشریف لائیں۔ کیا خوب آنا ہے جو انکو حاصل ہوا۔ پس دروازہ کھل گیا اور جب میں اوپر پہونچا تو حضرت ادریس نظر آئے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ادریسؑ ہیں اور پھر انکو سلام کیا۔ میں نے بھی سلام کیا اور انھوں نے جواب دیکر فرمایا تشریف لائیے نیک بھائی نیک نبی۔ پھر مجکو اور اوپر چڑھایا اور آسمان پنجم تک آئے پھر دروازہ کھلوایا۔ اور دریافت کیا گیا کہ کون ہے؟ جواب دیا کہ جبرئیل۔ دریافت ہوا۔ تمھارے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا کہ محمدؐ۔ سوال ہوا کیا بھیجے گئے تھے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ آواز آئی تشریف لائیں۔ کیا خوب آنا ہے جو انکو نصیب ہوا۔ پس دروازہ کھلگیا اور جب میں اوپر پہنچا تو حضرت ہارونؑ نظر آئے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ہارونؑ ہیں اور انکو سلام کیا۔ میں نے بھی سلام کیا۔ حضرت ہارونؑ نے جواب دیکر کہا کہ تشریف لائیے صالح بھائی اور صالح نبی۔ پھر مجکو اور اوپر چڑھایا کہ چھٹے آسمان تک آئے اور دروازہ کھلوایا۔ سوال ہوا کہ کون ہے؟ کہا کہ جبرئیل۔ سوال ہوا اور تمھارے ساتھ کون ہیں؟ کہا کہ محمدؐ۔ سوال ہوا کیا بھیجے گئے؟ کہا کہ ہاں۔ آواز آئی کہ تشریف لائیں۔ کیا خوب آنا ہے جو انکو نصیب ہوا۔ پس دروازہ کھلگیا اور جب میں اوپر پہنچا تو حضرت موسیٰؑ نظر آئے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ موسیٰؑ ہیں اور پھر انکو سلام کیا۔ میں نے بھی سلام کیا۔ اور حضرت موسیٰؑ نے جواب دیکر فرمایا تشریف لائیے صالح بھائی اور صالح نبی۔

جب مین آگے بڑھگیا تو وہ رونے لگے۔ کسینے پوچھا کہ کس خیال پر روئے؟ فرمایا کہ ایک لڑکا میرے بعد بھیجا گیا اور جنت مین جتنے میری اُمت کے جاینگے اس سے زیادہ اسکی اُمت کے جائینگے۔ پھر مجکو آسمان ہفتم تک چڑھایا اور جبرئیل نے دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کہ کون ہی؟ کہا کہ جبرئیل۔ سوال ہوا اور تمھارے ساتھ کون ہین؟ کہا کہ محمدؐ۔ آواز آئی کہ کیا بھیجے گئے؟ کہا کہ ہان۔ آواز آئی تشریف لاوین۔ کیا خوب آنا ہی جو انکو حاصل ہوا۔ پس دروازہ کھلگیا۔ جب مین اوپر پہونچا تو حضرت ابراہیمؑ نظر آئے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ آپکے باپ ابراہیمؑ ہین۔ اور پھر انکو سلام کیا۔ مین نے بھی سلام کیا اور حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیکر فرمایا تشریف لائیے صالح صاحبزادے اور صالح نبی۔ اور مسلم کی روایت مین ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نظر آئے کہ بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے تھے اور دیکھتا کیا ہون کہ اسمین روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین جو دوبارہ نہین آتے۔ پھر جبرئیل مجکو سدرۃ المنتہیٰ تک لیگئے کہ اُسکے پتّے ایسے معلوم ہوئے جیسے ہاتھی کے کان اور اسکے پھل ایسے جیسے مٹکے۔ اور جب کوئی امر الٰہی اسکو ڈھانپتا ہی تو اسکا رنگ متغیر ہو جاتا ہی۔ نیز چار نہرین نظر آئین دو اندرونی اور دو بیرونی۔ مین نے پوچھا کہ یہ کیسی؟ جبرئیل نے کہا کہ اندرونی نہرین تو جنت مین جاتی ہین اور بیرونی نیل اور فرات ہین۔ پھر مجکو بیت المعمور کیطرف لایا گیا اور ایک برتن شراب کا آیا اور ایک برتن دودھ کا اور ایک برتن شہد خالص کا۔ مین نے دودھ لیلیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ہدایت ہی جسپر آپ اور آپکی اُمت رہیگی۔ اور ایک روایت مین ہی کہ پھر مجکو اوپر چڑھایا اور ایک میدان مین آیا جہان قلم کی تحریر کی آواز سُنتا تھا پھر مجپر روزانہ پچاس نمازین فرض کی گئین۔ واپسی مین جب میرا گذر موسیٰؑ پر ہوا تو انھون نے پوچھا کہ کیا فرض ہوا؟ مین نے کہا کہ پچاس نمازین روزانہ۔ فرمایا کہ تمھاری اُمت سے روزانہ پچاس نمازین ہرگز ادا نہ ہو سکینگی کہ مجھے تمسے پہلے تجربہ ہو چکا اور بنی اسرائیل سے بہت کچھ سابقہ پڑ چکا ہی۔ لہٰذا پھر اپنے رب کے پاس جاؤ اور اپنی اُمت کے لئے تخفیف کی درخواست کرو۔ چنانچہ مین واپس ہوا اور مجھے دس نمازین معاف ہوئین۔ پھر موسیٰؑ کیطرف آیا تو انھون نے پھر وہی کہا لہٰذا مین پھر واپس ہوا اور پھر دس نمازین معاف ہوئین۔ پھر مین موسیٰؑ کیطرف آیا تو انھون نے پھر وہی کہا لہٰذا مین پھر واپس آیا تو دس نمازین اَور معاف ہوئین کہ روزانہ دس نمازون کا حکم رہا۔ تب مین موسیٰؑ کیطرف پھر آیا اور انھون نے پھر وہی کہا۔ تب مین پھر واپس ہوا اور اب مجکو پانچ نمازین روزانہ کا حکم رہا۔ تب مین موسیٰؑ کیطرف پھر آیا تو انھون نے پوچھا کیا فرض رہا؟ مین نے کہا کہ روزانہ پانچ نمازین۔ موسیٰؑ نے کہا کہ تمھاری اُمت پانچ نمازونکا بھی نباہ نکر سکیگی کہ مین تمسے قبل لوگونکا تجربہ کر چکا اور بنی اسرائیل کی حالت خوب دیکھ چکا ہون۔ لہٰذا پھر اپنے رب کے پاس جاؤ اور اپنی اُمت کیلئے تخفیف کی درخواست کرو۔ مین نے کہا کہ اپنے رب سے اتنی درخواستین کر چکا ہون کہ شرم آئیگی لہٰذا اب یہی منظور ہے۔ پھر جب مین آگے بڑھگیا تو ایک آواز آئی کہ مین نے نافذ کیا مین نے اپنا فریضہ اور تخفیف کردی اپنے بندون سے (کہ پڑھینگے پانچ اور ہو جائینگی پچاس)۔ الغرض جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا تاکہ قدرتِ الٰہی کی عظمت کا اظہار اور اللہ کے نزدیک اپنی غایت قربت کی اطلاع اور مومنین کی آزمایش کیلئے اپنی قوم کو اس قصّہ کی خبر دیں تو ام ہانی نے آپکی چادر پکڑ لی اور کہا کہ بھائی تمکو قسم ہے خدا کی کہ قریش سے اسکا تذکرہ نکرو ورنہ جو تمکو سچا سمجھ چکے ہیں وہ بھی تمکو جھوٹا کہنے لگینگے۔ آپنے چادر کو ہاتھ مار کر ام ہانی سے چھڑا لیا۔ ام ہانی کہتی ہیں کہ اسوقت آپکے قلب کے پاس سے ایک نور چمکا جس سے میری بینائی خیرہ ہوگئی اور میں سجدہ میں گر گئی جب سر اٹھایا تو آپ باہر پہونچ لئے تھے۔ تب میں نے اپنی حبشیہ کنیز سے کہا کہ آپکے پیچھے جا اور دیکھ کہ کیا فرماتے ہیں۔ اسنے واپس آکر مجھے خبر دی کہ جب آپ (مسجد الحرام میں) داخل ہوئے تو سمجھا کہ لوگ جھٹلائینگے اسلئے غمگین ہوکر بیٹھ گئے۔ دشمن خدا ابوجہل کا آپ پر گذر ہوا اور اسنے مذاق کے طور پر پوچھا کہو کچھ اور بھی حاصل ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں آج رات مجھے سیر کرائی گئی۔ اسنے کہا کہ کہاں تک گئے؟ آپنے فرمایا کہ بیت المقدس تک۔ ابوجہل بولا اور پھر صبح ہوئی تو ہم ہی میں موجود تھے؟ آپنے فرمایا کہ ہاں۔ ابوجہل کی اسوقت اس خیال سے کہ کہیں آپ مجمع کا انکار نہ کر جائیں آپ پر اعتراض کی رائے نہ ہوئی اور کہا کہ اپنی قوم سے بھی یہ قصّہ اسیطرح نقل کر دوگے جسطرح مجھسے نقل کیا ہے؟ آپنے فرمایا کہ ہاں ضرور۔ تب ابوجہل نے آواز دی کہ اے گروہ بنی کعب بن لوی چلو لیکو۔ پس لوگ اپنی مجلسوں سے اٹھکر ادھر آئے اور آپکے پاس بیٹھ گئے۔ تب ابوجہل نے کہا کہ اے محمدؐ اپنی قوم سے بیان کرو جو مجھسے بیان کیا تھا۔ آپنے فرمایا کہ ہاں مجھے آج رات سیر کرائی گئی۔ انھوں نے پوچھا کہ کہاں تک کی؟ آپنے فرمایا کہ بیت المقدس تک کی اور وہاں گروہ انبیا میرے لئے جمع ہوا جنمیں حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ بھی تھے اور میں نے انکو نماز پڑھائی اور ان سے باتیں کیں۔ ابوجہل نے مذاق سے کہا کہ ان نبیوں کا حلیہ تو ہمسے بیان کرو۔ آپنے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ میانہ قد سے کچھ زیادہ اور لمبے قد سے کچھ کم تھے کہ سرخی انپر دمکتی تھی گویا انکی داڑھی سے موتی جھڑتے ہیں اور حضرت موسیٰؑ گٹھے ہوئے بدن کے گندم گون لمبے قد ہیں جیسے قبیلہ شنوہ کا شخص اور حضرت ابراہیمؑ واللہ صورت اور سیرت میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ تھے۔ جب لوگوں نے یہ سنکر شور مچایا اور معراج کو بڑی (ناممکن) بات سمجھا کوئی تالیاں بجانے لگا اور کوئی تعجب سے اپنے سر پر ہاتھ رکھنے لگا۔ مطعم بن عدی نے کہا کہ آج سے پہلے تو تمھارا معاملہ آسان بھی تھا مگر آجکی بات تو خود گواہی دے رہی ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ ہم تو اونٹوں کے جگر پھاڑ کر بیت المقدس پہنچیں کہ ایک مہینہ میں پہنچنا اور ایک مہینہ میں واپس آنا اور تم کہتے ہو کہ میں وہاں تک ایک رات میں ہو آیا۔ قسم ہے لات و عزےٰ کی کہ میں تمھیں سچا نہیں سمجھ سکتا اور ایسا ہرگز نہیں ہوا جو تم کہتے ہو۔" نیز بعض وہ لوگ بھی جو اسلام لا چکے تھے مرتد ہوگئے اور چند کفار نے ابوبکرؓ کے پاس آکر کہا کہ میاں اپنے رفیق کی بھی سنی کہ آج رات انکو بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ ابوبکرؓ نے کہا کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپنے کہا اگر انھوں نے یہ کہا ہے تو ضرور سچ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا کیا اسمیں بھی تم انکو سچا سمجھتے ہو کہ بیت المقدس تک گئے اور صبح ہونے سے پہلے یہاں

چلے بھی آئے؟ آپنے فرمایا کہ ہاں سچ ہے تو انہوں نے کہا میں تو اس بات میں بھی سچا سمجھتا ہوں جو اس سے زیادہ مستبعد ہے یعنی ایک ادنیٰ وقت صبح اور ادنیٰ وقت شام میں آسمان کی خبر کا وہ اظہار کرتے ہیں اور میں انکو سچا کہتا ہوں"۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا گیا۔ لوگوں میں ایسے بھی تھے جو مسجد اقصیٰ ہو آئے تھے انھوں نے کہا کیا آپ اس مسجد کی کیفیت نقل کرسکتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ پس آپ نے مسجد کی کیفیت بیان کرنی شروع کی اور پھر اشتباہ ہوا (کہ آگے کچھ نہ بیان کرسکے) پس مسجد اٹھا کر آپکے سامنے لائی گئی یہانتک کہ عقیل کے مکان سے ورے رکھدی گئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اسکی طرف دیکھتا اور اسکا نقشہ بیان کرتا جاتا تھا۔ اسکی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے جو ابوہریرہ رضی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے اپنے آپکو حجر میں دیکھا کہ قریش معراج کے متعلق مجھسے سوال کررہے تھے اور چند باتیں ایسی پوچھیں جو مجھے محفوظ نہ تھیں۔ اسوقت مجھے ایسی پریشانی ہوئی کہ کبھی نہوئی تھی۔ پس حق تعالیٰ نے میری خاطر مسجد اقصیٰ کو اٹھاکر میرے سامنے کردیا کہ اسکو دیکھکر جو وہ پوچھتے میں انکو بتاتا جاتا تھا۔ تب اہل مکہ نے کہا کہ واللہ مسجد کی کیفیت ٹھیک بیان کی۔ اور پھر کہا کہ اے محمدؐ ہمارے قافلہ کی ہمیں اطلاع دو کہ زیادہ فکر ہمیں اسیکا ہے۔ آیا انمیں بھی کسی شے سے تم ملے تھے؟ آپنے فرمایا کہ ہاں فلاں قافلہ پر ہو کر گذرا تھا اور وہ مقام روحا میں تھا۔ انکا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اسکی تلاش میں تھے۔ نیز انکے کجاوہ میں پانی کا ایک پیالہ تھا کہ مجھے پیاس لگی اور میں نے اسکو پیکر رکھدیا جیسا کہ رکھا تھا۔ جب وہ واپس آویں تو ان سے پوچھنا کہ پیالہ میں انکو پانی ملا تھا یا نہیں؟ وہ بولے کہ بہتر ہے یہ کہ ایک علامت ہوئی۔ پھر آپنے فرمایا اور فلاں فلاں دو شخصوں پر بھی میرا گذر ہوا جو مقام ذی مر میں اپنے اونٹ پر سوار تھے اور انکا اونٹ مجھسے بدکا اور فلاں شخص کو گرادیا کہ اسکا ہاتھ ٹوٹ گیا اسنے بھی پوچھنا کہ یہ واقعہ سچا ہے یا غلط؟ اہل مکہ نے کہا کہ بہتر ہے یہ دوسری علامت ہوئی۔ پھر کہنے لگے کہ ہمکو تو ہمارے ہی قافلہ کی خبر سناؤ۔ آپنے فرمایا کہ اسکی طرف میں نے توجہ نہیں کی۔ آخر وہ قافلہ مع سازوسامان اور آدمیوں کے متشکل ہوکر آپکے سامنے لا کھڑا کیا گیا جو کہ اسوقت حزورہ میں تھا۔ اسکو دیکھکر آپنے بیان فرمایا کہ انکی ہیئت یہ ہے اور اسمیں فلاں فلاں شخص ہیں۔ قافلہ کے آگے خاکی رنگ کا اونٹ ہے جسپر سلے ہوئے دو بورے ہیں۔ طلوع آفتاب کے وقت وہ تمکو نظر آجائیگا۔ انہوں نے کہا کہ بہتر ہے یہ تیسری علامت ہوئی اور اسکے بعد دوڑتے ہوئے ثنیہ کیطرف چلے اور کہتے جاتے تھے کہ واللہ محمدؐ نے یہ بات تو مفصل بیان کی۔ آخر کداء تک آئے اور اسپر بیٹھکر دیکھنے لگے کہ کب آفتاب طلوع ہو اور کب آنحضرتؐ کو جھٹلائیں۔ دفعۃً ایک آواز آئی کہ یہ سورج نمودار ہوا مگر اسکے ساتھ ہی دوسری آواز آئی اور یہ قافلہ نمودار ہوا کہ آگے خاکی اونٹ ہے اور فلاں فلاں اسمیں موجود ہیں جیسا کہ آپنے فرمایا تھا۔ باینہمہ قریش ایمان نہ لائے اور کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے"۔ اسکے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ اور یہ نظارہ جو ہمنے تمکو دکھایا

اسکو امتحان بنایا ہی لوگون کے لئے۔ اور اس درخت کو بھی جسے قرآن مین ملعون کہا گیا ہے۔ اور کافرون سے تعجب تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان باتون کا سوال کرتے وقت اتنا نہ سمجھا کہ آپکو اندھیری رات مین معراج ہوئی تھی اور اندھیری رات کا مسافر کیسے معلوم کر سکتا ہی کہ راستہ مین کیا کیا چیز ہے خصوصًا جبکہ ایسے (تیز رفتار) جانور پر سوار ہو جسکا قدم انتہائی نظر پر پڑے۔ میری خیال مین کچھ بھی شک نہین کہ ایسی تیز سواری کا سوار راستہ کی چیزونکو دیکھ بھی نہین سکتا۔ پس ایسے سوالات کا سبب لعنت و ضد کے سوا کیا ہو سکتا ہی۔ نیز انھون نے یہ بھی نہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مسجد اقصیٰ مین صرف اتنا ہوا کہ دو رکعت نماز پڑھی اور پھر آسمان پر چڑھا لئے گئے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی جگہ اندھیری رات مین ذرا سی دیر ٹھیرنے والا شخص کیسے جان سکتا ہی کہ اسکے اندر کیا کیا چیزین ہین اور اسکے ارد گرد کیا واقع ہوا ہی؟ لہٰذا انکا سوال اس قابل نہ تھا کہ اسکا جواب دیا جائے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی جواب دیا تاکہ الزام کی گنجایش نہ رہی۔ ترمذی نے حضرت بریدہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ہم بیت المقدس پہونچے تو جبرئیل نے انگلی سے اشارہ کیا کہ پتھر شق ہو گیا اور براق کو اس سے باندھ دیا گیا۔ ایک بطریق نے جب اس سوراخ کو دیکھا تو اسی سے معلوم کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانون کی معراج ہوئی۔ تواریخ مین مذکور ہی کہ ابو سفیان نے جب ہرقل کے سامنے پیش ہوتے وقت کہا کہ اے بادشاہ آپ کو محمد کی دی ہوئی ایسی خبر نہ سناؤن جس سے تمکو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹ بولتے ہین؟ ہرقل نے کہا وہ کیا؟ ابو سفیان نے کہا کہ انکا زعم یہ ہے کہ وہ ایک ہی رات کے اندر ہمارے شہر یعنی زمین حرم سے چلکر تمھاری اس مسجد مین آئے اور پھر ہماری طرف واپس بھی پہونچ گئے۔ تب ایک بطریق نے کہا کہ مین اس رات سے واقف ہون قیصر نے اس سے پوچھا کہ تو اس رات سے کیسے واقف ہوا تو اسنے جواب دیا کہ مین مسجد کے دروازے جبتک بند نہ کر لیتا اسوقت تک نہ سوتا تھا چنانچہ اس رات کو بھی مین نے دروازے بند کر لئے تھے۔ بجز ایک دروازہ کے کہ مین نے اپنے ملازمون سے مدد بھی لی مگر اسکے بند کرنیکی ہم مین طاقت نہوئی۔ ملازم کہنے لگے کہ اسمین کچھ خرابی آگئی ہے اسکو رہنے دو کل کو کسی بڑھئی سے اسکو درست کرائینگے۔ چنانچہ مینے اسکو کھلا چھوڑ دیا۔ اور جب صبح ہوئی تو مینے وہان آکر دیکھا کہ دروازہ کے گوشہ کے پتھر مین سوراخ کیا ہوا ہی اور اسمین چوپایہ کے بندھنے کی جگہ بھی نظر آئی اور دروازہ مین کوئی نقص نہ پایا جو اسکے بند ہونیسے روکتا۔ پس مین سمجھ گیا کہ اسیوجہ سے دروازہ بند نہو سکا۔ اور مجھے علم قدیم مین پتہ چلا تھا کہ ایک نبی بیت المقدس سے آسمان کیطرف عروج پائیگا۔ اسوقت مینے اپنے رفقا سے کہا کہ اسی معاملہ نے آجکی رات اس دروازہ کو مقید کر رکھا تھا۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ بشر کے نفس کو جب تک بدن سے علاقہ نہین ہوتا اور وہ اپنی روکنے والی قیدون مین نہین پڑتا تو تیز رفتاری اور قوت مین وہ اڑنیوالے جنات اور فرشتون کے مشابہ ہوتا ہے کیونکہ اسمین لطافت ہوتی اور وہ اس ثقل و کثافت سے صاف ہوتا ہی جو کہ اسکو حرکت سریعہ سے روکنے والی ہی بلکہ اسکی سرعت اگر ثابت

سے بھی زیادہ ہو تو مناسب ہے کیونکہ جنات کی پیدائش آگ سے ہی اور اسکی نور سے۔ اور آگ اگرچہ صاف ہوتی ہے مگر پھر بھی کدورت سے خالی نہین ہوتی کیونکہ اسمین جلے ہوئے اجزا شامل ہوتے ہین بخلاف نور کے (کہ وہ ہر طرح صاف ہوتا ہی) مگر جب نفس کا تعلق بدن سے ہو جاتا اور مادہ جسدیہ کی ظلمتین اسکو ہر سمت سے ڈھانپ لیتی ہین تو ایسا ہو جاتا ہی جیسے زنجیرون مین جکڑا ہوا قیدی۔ لہذا اسمین حرکت سریعہ کی وہ قدرت نہین رہتی جو اس تعلق سے قبل حاصل تھی۔ البتہ یہ ضرور ہوتا ہی کہ انسان جب اپنی خواہشات نفسانیہ کی مخالفت کرتا اور انکو رضاء الٰہی کا تابع بنا لیتا اور ساری مخلوق سے بے رُخی کرکے بتمامہ خدا کیطرف یکسوئی حاصل کرلیتا ہی تو اسوقت اسکا نفس تعلقات سے پاک صاف بنجاتا ہی اور اسکی قوت دوگنی چوگنی ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس سے ایسی حرکتین صادر ہونے لگتی ہین جنسے شریر جنات بھی عاجز ہوتے ہین۔ دیکھئے سلیمان علیہ السلام نے جب چاہا کہ بلقیس کا تخت اقصائے یمن سے اقصائے شام مین پلک جھپکنے سے پہلے انکے پاس آجائے تو عفریت جنی جسکا نام صخر تھا اسپر قادر نہوا (وہ جن وہ عظمت مین پہاڑ کی مثل تھا کہ جہان تک نظر پہونچتی تھی وہان اسکا قدم پڑتا تھا) مگر حضرت آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے اسکو حضرت سلیمانؑ کے پاس لاکر حاضر کردیا اور یہ صرف اسیوجہ سے کہ حضرت آصف کے پاس کتابی علم تھا۔ پس چونکہ وہ دُنیا چھوڑ کر بتمامہ اپنے اللہ کیطرف متوجہ ہو گئے تھے۔ لہذا اللہ نے انکو وہ زبردست قوت بخشی جسکے ذریعہ ایسا کام کیا کہ تمامی انس وجن حیران ہو گئے۔ اور تمکو معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صورۃً وسیرۃً بہترین خلق ہین لہذا بشریت کے تعلقات سے آپکا تجرّد اور مادّی کدورتون سے آپکی صفائی حد درجہ کو پہونچی ہوئی تھی کہ آپ بتمام اجزائہ محض نور بنگئے تھے۔ اور اسیلئے فرش زمین پر آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا اور آپکو جنت کے چالیس مردونکی قوت عطا ہوئی تھی حالانکہ جنت کے ایک مرد کو دُنیا کے سَو مردونکی برابر قوت دیجائیگی۔ اور چالیس کو سَو مین ضرب دینے سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا کے چار ہزار مردون کی برابر قوت دیگئی تھی۔ اسکی تائید اس روایت سے ہوتی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کیدن خندق کھودنیکا حکم دیا اور کھدائی ہونےلگی۔ یکایک خندق کے اندر ایک پتھر نکلا جسپر صحابہ نے کتنی ہی چوٹ ماری مگر وہ نہ ٹوٹا۔ جب کھدالون کے لوہے ٹوٹ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور آپ نے حضرت سلمانؓ سے کدال لیکر پتھر پر ایک چوٹ ماری تو پتھر پھٹگیا اور اسمین سے ایسی چمک نمودار ہوئی کہ مدینہ کے دونون کنارے روشن ہو گئے۔ پس جب آپ نور محض تھے اور آپکو اتنی قوت عطا ہوئی تھی کہ کسی فرد بشر مین نہین پائی گئی تو اگر شب کے حصہ مین آپ مسجد اقصیٰ سے لیکر بالائے آسمان تک گشت کرآئین تو عقل سلیم اسکا انکار نہین کرسکتی نیز جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہی تو اللہ اسکا ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کرتے تھے وہ خود نہ کرتے تھے۔ بلکہ حقیقت مین اللہ کرتا تھا اور آپ فعل الٰہی کے محل صدور تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ؕ اے محمد جب ایک مٹھی خاک دشمنونکی طرف تمنے پھینکی سو تمنے نہین پھینکی ولیکن اللہ نے پھینکی ؛؛ اور اسکی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسکو بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رض سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نفلونکے ذریعہ میرا مقرب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ مین اسکو محبوب بنا لیتا ہون۔ اور جب اسکو محبوب بنا لیتا ہون تو اسکے کان بنجاتا ہون جس سے وہ سُنتا ہے اور اسکی نگاہ بنجاتا ہون جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ بنجاتا ہون جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤن بنجاتا ہون جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھسے مانگتا ہے تو اسکو عطا کرتا ہون اور اگر پناہ چاہتا ہے تو پناہ دیتا ہون ؛؛ الحاصل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونیوالی حرکات و سکنات حقیقت مین اللہ کیطرف سے صادر ہونیوالی تھین تو جو رفتار آپسے معراج مین صادر ہوئی کہ مسجد اقصیٰ سے لیکر اس میدان تک پہونچے جہان قلم کی آواز سُنائی دیتی تھی تو درحقیقت وہ اللہ سے صادر ہوئی اور یہ رفتار اگر اللہ کیطرف سے حضرت کے بدن مطہر کو آلہ و واسطہ بناکر وقوع مین آئی تو عقل کے نزدیک محال نہین ہے مگر اس دلیل کے مقدمات چونکہ شرعی مسلمات سے ماخوذ ہین لہذا اُسیکو تسلی ہوسکتی ہے جسے شریعت پر ایمان ہو اور شرع کو قابلِ اقتدا سمجھے لیکن جنکے دلونمین کجی ہے مثلاً اہلِ فلسفہ تو وہ بجز ان باتونکے جنکو خیالات کاذبہ کی ماؤف عقلون نے تراشا ہو کسیکو بھی سچا نہ سمجھینگے لہذا انکے ساکت کرنیکو ایسی دلیل کی حاجت ہے جس کے مقدمات عقلی ہون اور انکو تسلیم ہون۔ وہ دلیل امام رازیؒ نے اپنی تفسیر مین بیان کی ہے کہ چونکہ فلکِ اعظم پوری رات مین زمین تقریباً نصف دائرہ کا چکر لگاتا ہے اور علمِ ہندسہ کی رو سے ثابت ہے کہ قطر کو اپنے دائرہ سے وہ نسبت ہے جو ایک کو ۳ ۱/۷ سے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب مین مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر فلک اعظم کے اوپر جانیسے اتنا ہی تو لازم آتا ہے کہ آپنے تقریباً نصف قطر کو طے کیا (کیونکہ زمین سے نیچے فلک اعظم کے دوسرے رُخ تک نصف قطر طے نہین کیا) پس جب ہمنے (فلکِ اعظم کا) شروع رات سے آخر رات تک نصف دائرہ کے قریب طے کرنا تسلیم کر لیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تہائی رات کی مقدار مین نصف قطر کے قریب طے کرنا عقلاً محال نہین ہوسکتا۔ اور اگر کہا جائے کہ جسمِ محمدی کا اگرچہ ایسی حرکت کرنا عقلاً ممکن ہے لیکن جسم کا ثقل بالطبع بجانب زیرین جھکنا چاہتا ہے اسلئے ایسی حرکتِ سریعہ آپکے جسم سے محال ہوئی تو جواب یہ ہے کہ ہم نہین مانتے کہ آپکا جسم باقتضاء طبعی جانب زیرین مائل ہوتا تھا۔ لہذا اگر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسی حرکت آپکے اندر پیدا کر دی اور آپ ذرا سی رات مین فلک اعظم کے اوپر تک پہونچگئے تو کیا محال لازم آیا۔ علامہ قاری نے مرقات مین لکھا ہے کہ ارواح چونکہ کمال و جلال کے انوار سے ماخوذ ہین اور انکو بدنون سے وہ نسبت ہے جو سورج کی ٹکیا کو عالمِ دُنیا سے نسبت ہے لہذا جس بدن تک سورج کی روشنی

پہونچتی ہے تو جیسے اسکی تاریکیاں روشنی سے بدلی رہتی ہین اسیطرح جس عضو بدن مین روح کی روشنی پہونچی ہے اسکی حالت موت سے بسوئے زندگی منقلب ہوتی رہتی ہے اور ارواح کی چار قسمین ہین۔ ایک وہ روحین جو صفات بشریہ سے مکدر رہین مثلاً عوام کی ارواح کہ جنپر حیوانی قوتین غالب ہین اور اسلیئے انمین اوپر چڑھنے کی قابلیت نہین رہی۔ دوم جنکو اکتساب علوم کیوجہ سے قوت فکریہ کا کمال حاصل ہو گیا جیسے علماء کی روحین۔ سوم جنکو اخلاق حمیدہ کے اکتساب کیوجہ سے وہ کمال قوت حاصل ہوئی جو کہ بدن کی مدبرہ ہے جیسے اہل ریاضت کی روحین جنکے بدن مجاہدہ و ریاضت سے قوی ہو گئے ہین۔ چہارم جنکو دونون قوتون کا کمال حاصل ہو جو کہ بشر کی روحون کا منتہا ہے اور ایسی روحین انبیاء و صدیقین کی ہین پس جون جون انکی روحونکی قوت بڑھتی ہے دون دون زمین سے انکے بدنونکی بلندی بڑھتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی روحین چونکہ نہایت قوی ہوتی ہین لہذا انکو آسمان کیجانب عروج حاصل ہوتا ہے اور انمین بھی کامل تر روح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے لہذا آپکو قاب قوسین تک عروج ہوا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ پس ان روحون کی مثال ایسی سمجھو۔ جیسے نو ایجاد غبارہ مین دھوان محبوس ہوتا ہے کہ جبتک وہ دھوان ضعیف ہوتا ہے تو کسی شے کو بھی نہین اٹھا سکتا مگر جب وہ قوی ہو جاتا اور اسکی قوت متواتر بڑہتی رہتی ہے تو وہ غبارہ کو بھی اٹھا لیتا ہے اور جو انسان اسکو پکڑ کر لٹک جاتا ہے اسکو بھی مع ضروری سامان و اسباب کے اٹھا لیتا ہے۔ یہی حال ان روحون کا ہے کہ جبتک ضعیف ہوتی ہین تو کسی شے کو بھی اوپر کیجانب نہین اٹھا سکتین۔ اور جب انکی قوت پوری اور صفائی زیادہ ہوتی جاتی ہے تو قوت کی مقدار کیموافق بدن کو اوپر کیجانب اٹھاتی ہے۔ اور ثابت ہو چکا ہے کہ سب سے زیادہ قوی روح ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے لہذا اگر آپکا لطیف اور مصفیٰ بدن اتنا اوپر چڑھجائے کہ فلک نہم سے بھی آگے بڑھجائے تو اسمین کچھ استبعاد نہین۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور اگر کوئی یہ دھوکہ دے کہ محدد الجہات (فلک نہم) سے آگے بڑھنا تو آسمانون مین شگاف ہوئے بغیر ممکن نہین اور اسپر فلسفی دلیلین قائم ہو چکی ہین کہ آسمانون کا پھٹنا اور جڑنا محال ہے کیونکہ توڑ جوڑ سے حرکت کرنا لازم آتا ہے اور حرکت محدد الجہات مین ناممکن ہے ورنہ اسکے ذریعہ جہتونکی تحدید ممتنع ہو جائیگی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ دل تو اہل فلسفہ خود اسی مین اختلاف کر رہے ہین کہ آسمانون کا وجود بھی ہے یا نہین۔ پھر بھلا انکے اس قول کا کیا اعتبار کہ اجرام علویہ مین توڑ جوڑ ممکن ہے یا محال؟ کیونکہ اسمین بھی وہ باہم اختلاف کر رہے ہین چنانچہ بطلیموس کے تابعین بہتیرے حکماء تو آسمانون ہین اور جتنے بھی ستارے آسمانون مین گڑے ہوئے ہین سب مین جوڑ توڑ کو محال کہتے ہین اور فیثاغورس کے تابعین بہتیرے حکماء کی قطعی رائے یہ ہے کہ آسمان کوئی چیز نہین ہان ستارون کا وجود ثابت کہتے ہین اور انمین توڑ جوڑ کو جائز بتا رہے ہین۔ ظاہر ہے کہ جن اقوال مین اختلاف موجود

خود ساقط الاعتبار ہین۔ اب سکے بغیر چارہ نہین کہ خالق اشیاء علیم وقدیر کے قول کیطرف رجوع کرین اور ان کی یا رد مین اسکے ارشادات کی تلاش کیجاتی ہی تو حضرت آدمؑ سے لیکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنی کتابین اسنے نازل فرمائی ہین سب کا اسپر اتفاق ہی کہ آسمانون کا وجود ہی اور انمین توڑ جوڑ ممکن و صحیح ہی۔ دوم فلاسفہ نے توڑ جوڑ کے محال ہونے پر جو دلیل بیان کی ہے اگر وہ محقق بھی ہوجائے تو اسکا اثر صرف محدد الجہات پر ہوگا کہ اسمین توڑ جوڑ ہونیسے جہت کا تعین نہو سکیگا۔ اسکے علاوہ دوسرے آسمانون اور ستارون مین اسکے محال ہونیکی انکے پاس کوئی بھی دلیل نہین ہے۔ لہذا انمین توڑ جوڑ کا ممکن ہونا جملہ اجسامِ ارضیہ کیطرح ممکن و صحیح رہا بلکہ ماہیت مین محدد بھی چونکہ دیگر افلاک کا شریک ہے لہذا الحکم اشتراک خود محدد مین توڑ جوڑ کا امکان ضروری ہو جائیگا۔ اب اگر یہ اعتراض ہو کہ محدد کے اندر توڑ جوڑ کا امکان و جواز اگر ثابت ہوا تو جہات کی تحدید کا قاعدہ ٹوٹ جائیگا۔ اسکا جواب یہ ہی کہ جہات کی تحدید کا فلک ہفتم سے ہونا ہی ہمکو تسلیم نہین بلکہ یہ تحدید کسی دوسری صورت سے ہی چنانچہ جنکو آسمانون کے وجود ہی کا انکار رہی آخر وہ تحدید جہات کسی دوسری ہی طرح بتائینگے؛ اور تعجب تو اہل فلاسفہ سی یہ ہے کہ آسمانون مین توڑ جوڑ کا تو انکار کرتے ہین اور انہین مین ستارون اور ٹوٹنے ٹکڑون کا گڑنا تسلیم کرتے جاتے ہین۔ کیا یہ صریح خرافات نہین کہ کسی چیز کا گڑنا بغیر شگاف اور پھٹن کے قطعاً ناممکن ہے۔ الحاصل انکی دلیلون سے بجز حیرانی و خسارہ کے کچھ حاصل نہین۔

(تتمہ) تفسیر خازن مین لکھا ہے اگر کوئی شبہ کرے یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کو انکی قبر مین نماز پڑھتے بھی دیکھین اور پھر بیت المقدس مین ساری نبیون کو نماز بھی پڑھائین (کہ جنمین حضرت موسیٰؑ بھی شامل تھی) اور پھر آسمانون مین بھی انکو انکے مقامات پر دیکھین اور انکو سلام کرین اور جواب مرحبا سُنین۔ نیز نبیون سے وصال کے بعد نماز پڑھنا کیسے صحیح ہوسکتا ہی حالانکہ وہ دار آخرت مین ہین جو کہ دار العمل نہین بلکہ دار الجزا ہی)۔ تو اسکا جواب یہ ہی کہ بیت المقدس مین نبیون کو نماز پڑھانا اسطرح ممکن ہی کہ حق تعالیٰ نے سبکو جمع فرما دیا ہو تاکہ نماز مین آپؐ انکے امام بنین اور انکو آپکی فضیلت و رانپر آپکا تقدم معلوم ہوجائے پھر اللہ نے آپکو آسمانون مین انکے مقامات پر انکو (قائم کرکے) دکھایا ہو تاکہ آپ انکے مرتبون اور فضیلتون سے واقف ہوجاوین۔ رہا حضرت موسیٰؑ پر گذرنا کہ وہ سرخ ٹیلہ کے قریب اپنی قبر مین کھڑے نماز پڑھ رہی تھے تو ممکن ہے کہ یہ معراج سے واپس آنیکے بعد ہوا ہو۔ رہا انبیاء کا نماز پڑھنا حالانکہ وہ دار آخرت مین ہین۔ تو بات یہ ہے کہ وہ شہدا کے حکم مین ہین بلکہ ان سے بھی افضل۔ (اور شہدا کی بابت) حق تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ جو لوگ اللہ کی راہ مین قتل کیے گئے انکو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہین کہ اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہین؛ لہذا انبیاء بھی بعد الوصال زندہ ہونگے چنانچہ صحت کے ساتھ یہ روایت منقول ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے

کہ اسکو رزق دیا جاتا ہے"۔ اب رہا انکی نماز کا حکم سو عجب نہین کہ وہ ذکر اور دعا ہو جو کہ آخرت کے اعمال مین سے ہین چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہل جنت کی پکار جنت مین سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی اور باہمی تحفہ انکا سلام ہوگا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ نے انبیاء کو آخرت مین بھی بعض خصوصیات کیساتھ مخصوص فرمایا ہو جیسا کہ دنیا مین ایسی خصوصیات کیساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ اور انہین خصوصیات مین یہ بھی ہے جسکی آنحضرت نے خبر دی ہے کہ آپ نے انکو تلبیہ پڑھتے اور حج کرتے دیکھا" اسیطرح نماز بھی (خصوصیات مین سے ہو تو کیا بعید ہے)

فائدہ معراج کی صورت مین بھی علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء اسطرف گئے ہین کہ بدن کے ساتھ معراج ہوئی اور بہت کم اسطرف گئے ہین کہ صرف روح سے معراج ہوئی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن شب معراج مین کہین نہین گیا" اور حضرت معاویہ رض سے منقول ہے کہ ان سے معراج کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایک سچی خواب تھی"۔ اور دل لگتی بات وہ ہے جو محی السنہ نے بیان کی ہے کہ معراج دو مرتبہ ہوئی ایکمرتبہ بحالتِ خواب صرف روح سے کہ حقتعالیٰ نے آپکو خواب دکھائی اور آپنے دیکھا جو کچھ دیکھنا تھا۔ اور اسکی طرف اشارہ کر رہا ہے حدیث معراج کا یہ لفظ کہ "پس آپکی آنکھ کھلی تو آپ مسجد حرام مین تھے" اور دوسری مرتبہ اس خواب کو محقق کرنیکے لئے بحالت بیداری بدن اور روح دونو کے ساتھ ہجرت سے ایکسال قبل ستائیسوین رجب کی شب کو بقول مشہور معراج ہوئی۔ جیسا کہ اول ۶ھ مین مکہ کا فتح ہونا آپکو خواب مین دکھلایا گیا اور پھر ۸ھ مین مکہ فتح کرادیا گیا (اور آنکھون سے اس واقعہ کو دکھادیا) اور آیت مذکورہ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اسی معراج پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ اسمین لفظ عبد مذکور ہے اور عبد بدن اور روح کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ صرف بدن یا صرف روح کا اور اسکی تائید ارشاد باری تعالیٰ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى سے ہوتی ہے۔ کہ اے محمد ﷺ تمنے اسے بھی دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جبکہ وہ نماز پڑھتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نماز بدن اور روح کے مجموعہ سے ادا ہوتی ہے نہ کہ صرف روح سے اور اسکو یہان لفظ عبد سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چھٹی بصیرت شب معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا

حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى الٰی قولہ علامہ آمنت حضرت ابن عباس رض اور دیگر محققین نے اسکی تفسیر یہ کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہوئے اپنے رب کے شب معراج مین اور قرب مین اتنی ترقی کی کہ آپ کے اور رب کے درمیان دو کمان کی مقدار یا اس سے بھی کم فاصلہ رہگیا۔ اور جب قرب مین انتہا کو پہونچ گئے تو قلب کی آنکھ سے حقتعالیٰ کو دیکھا اور حق تعالیٰ نے آپکو وحی کی جو کچھ بھی کرنی تھی" اور وہ یہ تھی اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَّ وَجَدَكَ ضَآلًّا

دَنٰی کے بعد اور انہیں نزدیک وہ یہ وحی تھی کہ جنت انبیاء پر حرام ہے جبتک کہ تم اسمین نہ داخل ہو جاؤ اور جنت حرام ہے امتون پر جبتک کہ تمھاری اُمت اسمین داخل نہ ہو جائے" اور آپکا قلب سچا تھا اس بارہ مین جو کہ اسنے دیکھا ہے مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ قلب نے جو کچھ دیکھا اسمین وہ جھوٹا نہ تھا اور واقعی اسنے دیکھا اسکو دوسری مرتبہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حقتعالیٰ کو اپنے قلب سے دو مرتبہ دیکھا" اور ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اسپر حضرت عکرمہؓ نے کہا کہ اللہ نے کیا یہ نہین فرمایا لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ یعنی اسکو بصارتین ادراک نہین کر سکتین اور وہ بصارتون کا ادراک فرماتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے" ابن عباس نے فرمایا وائے افسوس یہ تو اسوقت کا حال ہے جبکہ تجلی فرمائے اپنے اصلی نور مین اور واقعی آپنے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا" جان لو کہ بندہ جب تک دُنیا مین مقیم ہے تو اسکی بینائی ضعیف ہے کہ وہ حق تعالیٰ کو اسکے انوار وجلال کیوجہ سے دیکھنے کی طاقت نہین رکھتی چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ بینائیان اسکو ادراک نہین کر سکتین اور وہ بینائیون کا ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے" یہی وجہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دُنیا مین عرض کیا رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اے رب مجھے اپنی زیارت کرا کہ تجکو دیکھون" تو جواب آیا لَنْ تَرَانِیْ "تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکوگے ولیکن اس پہاڑ کیطرف دیکھو پس اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو عجب نہین تم مجھے دیکھ سکو" وہب بن منبہ اور محمد بن اسحاق کہتے ہین کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار جل جلالہ سے زیارت کا سوال کیا تو حق تعالیٰ نے بادل اور ہوائین اور کڑک اور گرج اور بجلی اور تاریکی کو بھیجا کہ انہون نے اس پہاڑ کو جسپر موسےؑ کھڑے تھے ہر جانب سے چار فرسخ تک گھیر لیا اور حق تعالیٰ نے اہل سموٰت کو حکم دیا کہ یکے بعد دیگرے موسیٰؑ پر پیش ہون چنانچہ اول آسمان دُنیا کے فرشتون کا انپر گذر ہوا۔ جیسے بجار ہوتے ہین کہ انکے مُنہ سے سخت گرج کے مثل بلند آوازون سے تسبیح وتقدیس نکلتی تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے رب میرا اسکی تو کچھ حاجت نہ تھی۔ اِسکے بعد حقتعالیٰ نے آسمان دوم کے فرشتونکو حکم دیا کہ اُترو اور موسیٰ کے سامنے جاؤ۔ چنانچہ وہ آئے جیسے شیر ہوتے ہین کہ انکی چنگھاڑ تھی تسبیح وتقدیس۔ بندۂ ضعیف سیدنا موسےٰ بن عمران اس نظارہ اور آواز سے گھبرا گئے اور ان کے سر اور بدن کا ہر بال اور رُوان کھڑا ہو گیا۔ اسکے بعد عرض کیا کہ مین اپنے سوال پر نادم ہون کیا اس حالت سے کوئی شے نجات بھی دے سکتی ہے؟ فرشتونکے سردار نے جواب دیا کہ اے موسےٰ اپنے سوال پر ذرا قائم رہو۔ ابھی تو کثیر مین سے بہت ہی قلیل دیکھا ہے۔ اسکے بعد حق تعالیٰ نے آسمان سوم کے فرشتون کو حکم دیا کہ اُترو اور موسیٰؑ کے سامنے آؤ۔ چنانچہ وہ اُترے جیسے کرگس کہ غُراتے اور سخت شور مچاتے تھے اور انکے مُنہ سے تسبیح وتقدیس ایسی نکلتی تھی جیسے بھاری بڑے لشکر کی گڑگڑاہٹ۔ اور انکے رنگ جیسے آگ کے شعلے کیطرح تھے۔ پس موسیٰ گھبرائے اور اتنے پریشان ہوئے کہ زندگی سے ناامید ہو گئے۔ فرشتونکے سردار نے کہا کہ اے ابن عمران ٹھیرو کہ وہ منظر آئے جسپر صبر نہ کر سکو پھر حقتعالیٰ نے

نے آسمان چہارم کے فرشتوں کو حکم دیا کہ اترو موسیٰ کے سامنے آؤ چنانچہ وہ اتری کہ پہلوں سے کچھ بھی مشابہ نہ تھی۔ انکے رنگ جیسے آگ کا شعلہ اور بدن جیسے سفید برف۔ آوازیں انکی تسبیح و تقدیس کیساتھ اتنی بلند کہ پہلے گذری ہوئی آوازوں میں کوئی انکے قریب بھی نہ تھی۔ حضرت موسیٰ کے گھٹنے ٹوٹ گئے اور قلب لرزنے لگا اور گریہ لاحق ہوا۔ پس فرشتوں کے افسر نے کہا کہ اے ابن عمران ذرا اپنے سوال پر قائم رہو کہ ابھی تو کثیر میں سے بہت قلیل دیکھا ہے۔ پھر حقتعالیٰ نے آسمان پنجم کے فرشتوں کو حکم دیا کہ اترو اور موسیٰ کے سامنے آؤ۔ پس وہ اتری کہ انکے سات رنگ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انپر نگاہ ڈالنے کی قدرت نہ ہوئی۔ چونکہ ان جیسا حضرت موسیٰ نے نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ ان جیسی آوازیں سنی تھیں اسلئے نہایت خوف زدہ اور محزون ہوئے۔ فرشتوں کے افسر نے کہا کہ اے ابن عمران ذرا ٹھیرو کہ وہ نظر آئے جسپر تجھے لشکر ہے۔ پھر اللہ نے آسمان ششم کے فرشتوں کو حکم دیا کہ اترو اور موسیٰ کے سامنے آؤ۔ پس وہ اترے کہ ہر فرشتہ کے ہاتھ میں لمبی کھجور کے درخت کی مثل آگ تھی جسکی چمک سورج سے زیادہ تھی اور انکا لباس جیسے آگ کا شعلہ جب تسبیح و تقدیس کہتے تو ان سے پہلے جتنے فرشتے گذری تھے سب کے سب جواب دیتے اور سخت آواز سے کہتے پاک ہے مقدس ہے رب العزۃ ہمیشہ کہ فنا نہ ہوگا۔ انمیں ہر فرشتے کے سر میں چار منہ تھے۔ جب حضرت موسیٰ نے انکو دیکھا تو خود بھی اونچی آواز سے انکے ساتھ تسبیح کہنے لگے کہ روتے جاتے اور کہتے جاتے تھے یارب مجھے یاد رکھیو اور اپنے بندہ کو بھول نہ جائیو۔ مجھے نہیں معلوم کہ جس حالمیں مبتلا ہوں اس سے چھٹکارا بھی پاؤنگا یا نہیں۔ اگر نکلا تو جلا اور ٹھیرا تو مرا۔ افسر ملائکہ نے کہا کہ اے ابن عمران تمہارا تو خوف شدید ہوتا اور دل نکلا جاتا ہے جس امر کا سوال کیا تھا اسکے لئے ذرا ٹھیرو۔ پھر اللہ نے حکم دیا آسمان ہفتم کے فرشتوں کو کہ عرش کو اپنے اوپر اٹھائیں پس جب عرش کا نور ظاہر ہوا تو عظمت خداوندی سے پہاڑ پھٹ گیا اور تمام فرشتوں نے اپنی آوازیں بلند کیں کہ کہتے تھے سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْعِزَّةِ اَبَدًا لَّا يَمُوْتُ۔ انکی شدتِ آواز سے پہاڑ گونج گیا اور شجر کیطرح اسکا ہر درخت پھیلا اور ضعیف سید نا موسیٰ بیہوش ہو کر منہ کے بل گر گئے کہ روح پرواز کر گئی۔ پس حقتعالیٰ نے اپنی رحمت سے روح کو بھیجا جسنے انکو ڈھانپ لیا اور جس پتھر پر موسیٰ بیٹھے ہوئے تھے اسکو پلٹ دیا کہ وہ قبّہ کی شکل انپر ہو گیا کہ موسیٰ جل نہ جاویں اور روح انپر اسطرح کھڑی ہو گئی جیسے زرہ۔ جب حضرت موسیٰ کو ہوش آیا تو تسبیح کرتے اور یہ کہتے کھڑے ہوئے کہ میں تجھپر ایمان لایا اور تصدیق کی کہ تجھکو دیکھکر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور جسنے تیری فرشتوں کا نظّارہ کیا اسکا دل نکل گیا۔ کسقدر عظیم الشان ہے تیری ذات اور کتنے باعظمت ہیں تیرے فرشتے۔ تو مربّیوں کا مربّی ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ اور اللہ برتر ہے کہ نکوئی شے تیری عدیل ہو سکے اور نہ کوئی چیز تیرے سامنے قائم رہ سکے۔ اے میرے رب میں نے توبہ کی۔ حمد تیری ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں تیری عظمت و جلال کسی سے کیا بیان ہو سکے۔" پس باوجودیکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے اور پروردگار

ان سے بلا واسطہ کلام فرمایا تھا مگر چاشۂ بصر سے رویتِ خداوندی پر نہ جم سکے تو کیا پوچھنا انکی امت کا کہ جب انھون نے موسیٰؑ سے کہا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً اے موسیٰ ہم تمہارا ہرگز یقین نہ کرینگے جبتک اللہ کو کھلم کھلا خود نہ دیکھ لین"۔ تو موسیٰؑ نے انکو اس سے منع کیا مگر انھون نے ضد کی چنانچہ انکو صاعقہ یعنی آسمانی چنگھاڑ نے آ پکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے یہان تک کہ مر گئے"۔ جب وہ ہلاک ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام رونے اور آہ وزاری کرنے اور کہنے لگے کہ الٰہی مین بنی اسرائیل سے کیا کہونگا جب انمین جاؤنگا حالانکہ انکے چیدہ بہترین افراد ہلاک ہو گئے اگر تو چاہتا تو پہلے ہی ہلاک کر دیتا انکو بھی اور مجھے بھی۔ کیا تو ہمکو ہلاک کرتا ہے اسپر جو ہم مین سے بیعقل لوگون نے کیا ہے؟ بس موسیٰؑ بار بار قسمین دلاتے رہے یہانتک کہ حقتعالیٰ نے ایکدن رات کے اندر یکے بعد دیگرے انمین ایک ایک کو زندہ کیا کہ ایکدوسرے کو دیکھتا جاتا تھا کہ کیونکر زندہ کئے جاتے ہین"۔

صاحبو تمکو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی رویت تمام نعمتون سے بڑی نعمت ہے کہ آخرت کی بھی کوئی نعمت اسکے برابر نہین چہ جائیکہ دنیا کی نعمتین۔ چنانچہ مسلم نے حضرت صہیبؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب جنتی جنت مین داخل ہو جائینگے تو حق تعالیٰ دریافت فرمائیگا۔ کیا کچھ اور چاہتے ہو کہ عطا کرون؟ جنتی کہینگے کیا ہمارے چہرے آپنے نورانی نہین بنا دئے؟ کیا ہمکو جنت مین داخل نہین فرمایا؟ اور جہنم سے نجات نہین بخشی (پھر اور کیا چاہنا)؟ حضرتؐ نے فرمایا تب حق تعالیٰ پردہ اٹھا دیگا کہ اہلِ جنت حق تعالیٰ کے چہرہ کیطرف نظر کرینگے۔ پس اپنے رب کے نظارہ سے زیادہ پیاری کوئی چیز بھی انکو عطا نہین ہوئی۔ اسکے بعد آپنے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ نیکیان کرنیوالون کیلئے خوبی ہے۔ اور زیادہ بھی ہے"۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام قدس تک پہونچکر فرش قرب پر قدم رکھا اور وہان پہونچے جہان تکوئی نبی ورسول پہونچا نہ فرشتۂ مقرب۔ تو حقتعالیٰ نے چاہا کہ ایسی خاص نعمت سے آپکی عزت افزائی فرمائے کہ دنیا اور آخرت کی نعمتون سے کوئی نعمت بھی اسکے مشابہ نہو۔ لہٰذا اپنے چہرہ سے پردۂ نور کو اٹھا کر تجلی فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچشم بصیرت زیارت کی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور آپکی جانب بلاحجاب وہ وحی فرمائی کہ اس جیسی آپ سے پہلے کسی نبی کو نہین ہوئی پھر جب آپ خوشدل اور خنک چشم واپس ہوئے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے تو دوبارہ زیارت رب کے امیدوار ہوئے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى بیشک آپنے اسکو دیکھا دوسری مرتبہ"۔ یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس"۔ یہ ہے وہ تفسیر جسکو ترمذی نے حضرت کعبؓ سے نقل کیا ہے کہ اللہ نے تقسیم فرمایا اپنی رویت اور اپنے کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کہ کلام فرمایا موسیٰؑ سے دو مرتبہ اور زیارت کی رب کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ"۔ اور چونکہ آنحضرتؐ کا دیکھنا قلب کی آنکھ سے ہوا نہ کہ سر کی آنکھ سے لہٰذا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جو

شخص کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا (یعنی سر کی آنکھوں سے) تو وہ جھوٹا ہے۔" بخاری نے حضرت مسروق سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ اماں کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا تیری بات سے تو میرا رواں کھڑا ہو گیا۔ یاد رکھ کہ تین باتوں میں سے جو کوئی تجھ سے نقل کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ جو کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اُسنے جھوٹ بولا اور اسکے بعد پڑھا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اور وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ الخ "کسی بشر کی شان نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے بجز وحی کے یا پردہ کے پیچھے سے۔" اور جو تجھسے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کل آئندہ کی خبر تھی تو اُسنے بھی جھوٹ بولا۔ اور آپ نے پڑھا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا "کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو کیا کریگا۔" اور جو تجھے کہے کہ آپ نے (منجملہ وحی کے) کچھ چھپا لیا اُسنے بھی جھوٹ کہا۔ اور پھر آپ نے پڑھا يَا اَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ "اے پیغمبر پہونچا دو جو کچھ بھی تمہاری طرف اُتارا گیا۔ پس اگر تم نے نہ کیا تو اپنی رسالت کو انجام نہ دیا۔" مگر ہاں آپ نے جبرئیلؑ کو دیکھا (یعنی سر کی آنکھ سے) دو مرتبہ۔" اس سے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کے قول کی باہمی مخالفت دور ہو گئی کیونکہ ابن عباسؓ نے حضرت کا دیکھنا قلب کی آنکھ سے ثابت کیا اور حضرت عائشہؓ نے آپکے دیکھنے کی نفی کی سر کی آنکھ سے جیسا کہ اُنکا اس آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے استدلال کرنا بتا رہا ہے اسلئے کہ آنکھ کی بینائی سے حق تعالیٰ کو ادراک نہ کر سکنا اسپر دلالت نہیں کرتا کہ اور کسیطرح بھی اسکا ادراک نہو سکے۔ اور مطلق ادراک کی نفی کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ (صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ) رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہایت اچھی صورت میں خواب کے اندر دیکھا اور اسیطرح بہتیرے آپکے نیکوکار امتیوں نے بارہا حق تعالیٰ کو دیکھا ہے چنانچہ احمد اور ترمذی نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ ایک صبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر میں اتنی دیر ہو گئی کہ قریب تھا سورج نظر آ جائے۔ دفعۃً آپ لپکے ہوئے نکلے اور تکبیر کہی گئی۔ پس آپ نے نماز پڑھائی اور بہت مختصر پڑھائی۔ جب سلام پھیر لو باآواز بلند فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو اور پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا کہ سنو میں تمسے آج دیر ہونیکی وجہ بیان کرتا ہوں میں نے آخر شب میں اٹھکر وضو کیا اور جتنی نماز مقدر تھی وہ پڑھی۔ نماز میں مجھے اونگھ آئی اور سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ہوں اور میرا رب ہے تبارک وتعالیٰ نہایت حسین صورت میں پس ارشاد فرمایا کہ اے محمد میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں اے میرے رب۔ فرمایا کیا باتیں ہیں جنمیں ملاء اعلیٰ جھگڑتے ہیں (کہ ہر ایک انکو لیکر تیرے سامنے حاضر ہونیکا متمنی ہوتا ہے؟) میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ اسیطرح تین بار دریافت فرمایا آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حق تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے شانوں کے درمیان رکھا کہ اُنگلیوں کی خنکی مجھے چھاتیوں کے درمیان محسوس ہوئی۔ پس ہر چیز مجھے منکشف ہو گئی اور میں واقف ہو گیا تب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں اے میرے رب۔ فرمایا کون باتیں ہیں جنمیں جھگڑتے ہیں ملاء اعلیٰ؟ میں نے عرض کیا کہ

کفارات میں۔ پھر دریافت فرمایا۔ اور کفارات کون کون سے کام ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ جماعت کیطرف قدم اٹھانا اور جماعت کے بعد (دوسری نماز کے انتظار میں) مسجد میں بیٹھنا اور ناگواری کیوقت پورا وضو کرنا۔ پھر دریافت فرمایا اور پھر کن باتوں میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ درجات میں۔ دریافت فرمایا وہ کیا کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کھانا کھلانا اور نرم بولنا اور رات میں نماز پڑھنا کہ لوگ سورہے ہوں۔ پھر فرمایا اچھا مانگو۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ میں سوال کرتا ہوں نیکیاں کرنے اور معصیتیں چھوڑنے اور مساکین کو محبوب سمجھنے کا اور یہ کہ آپ مجھے بخشدیں اور مجھپر رحم فرمادیں اور جب کسی قوم میں فتنہ ڈالنا مقصود ہو تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر وفات دیدیں۔ اور میں آپ سے مانگتا ہوں آپکی محبت اور جو آپ سے محبت رکھے اسکی محبت اور اس عمل کی محبت جو مجھکو آپکی محبت کے قریب کردے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خواب سچی ہے لہذا اس دعا کو پڑھا کرو اور دوسرونکو سکھاؤ۔ اور حافظ نجم الدین غیطی نے بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے رب العزت کو ننانوے مرتبہ دیکھا۔ پھر (اپنے دل میں کہا کہ) اگر سوویں مرتبہ دیکھوں تو ضرور سوال کرونگا کہ قیامت کیدن مخلوق عذاب سے کس شے کی بدولت نجات پاسکتی ہے؟ چنانچہ پھر میں نے اللہ پاک کو دیکھا اور عرض کیا کہ اے میرے رب با عزت ہی بڑی ہے آپکا اور جلیل ہے ثنا آپکی اور مقدس ہیں نام آپکے (یہ تو فرما دیجیے کہ) کس شے سے نجات پاسکتے ہیں آپکے بندے قیامت کے دن آپکے عذاب سے؟ حقتعالیٰ نے فرمایا جو شخص صبح و شام یوں کہیگا سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَيْرِ عَمَدٍ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰى مَاءٍ جَمَدٍ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاهُمْ عَدَدًا سُبْحَانَ مَنْ قَسَّمَ الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ اَحَدًا سُبْحَانَ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا سُبْحَانَ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ اور امام احمدؒ سے منقول ہے کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اے میرے رب تقرب چاہنے والے کس چیز سے آپکا تقرب پایا کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ اے احمد میرے کلام (یعنی قرآن کی تلاوت) سے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب سمجھکر (تلاوت کریں) یا بغیر سمجھے؟ فرمایا کہ سمجھکر یا بغیر سمجھے (جیسے بھی ہو ہر طرح)۔ امام رازیؒ نے تاسیس التقدیس میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کو خواب میں کسی خاص مخلوق کی صورت میں دیکھنا جائز ہے کیونکہ خواب تصرفاتِ خیالیہ میں سے ہے اور وہ تصرف عالمِ مثال میں صورتِ متخیلہ سے جدا نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ بیداری میں اپنے رب کو قلب کی آنکھ سے دیکھا کہ اس نعمت میں دنیا کے اندر کوئی انسان آپکا شریک نہیں۔ ہاں بہتیرے نادان صوفی جب قربِ خداوندی کے کسی مرتبہ پر پہونچتے اور اسکی نورانی پردوں میں کسی پردہ کو دیکھتے ہیں تو گمان کر بیٹھتے ہیں کہ اللہ تک پہونچ گئے اور اسکی زیارت سے کامگار ہوگئے۔ مگر نہیں سمجھتے کہ اللہ تک پہنچنا اور اسکی زیارت سے کامگار و فائز ہونا ایسا امر ہے جو

ذات محمدی سے مخصوص ہے کہ اسمین کوئی دوسرا آپکا شریک نہین۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم مین لکھا ہی کہ ایک گروہ صوفیا قرب الٰہی کے ایک مرتبہ تک پہونچکر گمان کر بیٹھا کہ اللہ تک پہونچگئے۔ حالانکہ غلطی کھائی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ستّر پردے ہین نور کے کہ سالک اس راستے مین ان پردون مین سے جس پردہ تک بھی پہونچتا ہے یہی گمان کرتا ہی کہ واصل ہوگیا اور اسیکی طرف اشارہ ہی ابراہیم علیہ السلام کے اس قول مین جسکو حقتعالیٰ نے انکی طرف سے نقل فرمایا ہی فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي الخ جب انپر رات چھائی اور ستارہ کو دیکھا تو کہا کہ یہی ہے میرا رب۔" یہ مطلب نہین تھا کہ یہ روشن جسم (یعنی ستارہ میرا رب ہے) کیونکہ اسکو تو بچپن مین بھی دیکھا کرتے تھے (لہذا ایسی بات نہولی کہ حیران ہولے)۔ نیز جانتے تھے کہ وہ معبود نہین۔ اور نیز وہ بکثرت ہین نہ کہ ایک۔ اور جاہل بھی جانتے ہین کہ ستارے معبود نہین ہین۔ پس ابراہیم جیسا نبی اس ستارے سے دھوکا نہین کھا سکتا جس سے عوام الناس بھی دھوکا نہ کھاوین۔ ہان مراد یہ تھی کہ یہ نور ہی منجملہ ان انوار کے جو حجابہائے خداوندی ہین اور سالکین کے راستہ مین واقع ہوتے ہین اور اللہ تک پہونچنا ان حجابون تک پہونچ بغیر متصور نہین ہو سکتا اور وہ حجابہائے نوری ہین کہ بعض انہین بعض سے بڑے ہین اور نورانی اجسام مین سب سے چھوٹا چونکہ ستارہ ہی لہذا ستارہ کا لفظ نور صغیر کیلئے بطریق استعارہ مذکور ہوا۔ اور بڑا نورانی جسم آفتاب ہے اور دونوں کے درمیان درجہ ہے چاند کا۔ پس جب ابراہیم علیہ السلام نے آسمانوں کے بڑی بڑی ممالک دیکھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ الخ "اسیطرح ہم دکھاتے تھے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے بڑی ممالک" تو وہ ایک نور کے بعد دوسرے نور تک پہونچتے اور اول نظارہ مین انکو خیال ہوتا تھا کہ وصول حاصل ہو گیا۔ اسکے بعد انکو مکشوف ہوتا کہ اسکے پرے دوسرا معاملہ ہی۔ پس اس تک ترقی کرتے اور کہتے کہ اب مین پہونچگیا۔ پھر اسکے بعد اسکا ماورا منکشوف ہوتا یہان تک کہ اسیطرح ترقی کرتے کرتے اس قریب ترین حجاب تک پہونچے کہ اسکے بعد وصول الی اللہ ہی ہی (جسکو آفتاب سے تعبیر فرمایا)۔ تب کہنے لگے کہ یہ سب مین بڑا ہی۔ مگر جب ظاہر ہوا کہ یہ بھی باوجود بڑے ہونیکے منتہائی کمال سے نقص و انحطاط کی پستی مین گرا ہوا ہی تو فرمایا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ الخ "مین پستی مین جانیوالون کو محبوب نہین سمجھتا۔ یعنی تو اپنا منہ اسیکی طرف کیا جسنے آسمانون اور زمین کو بنایا۔" اور اس راستہ کا سالک کبھی ان پردون مین کسی پردہ پر ٹھہر جانیکے وقت دھوکا کھاتا ہی۔ اور کبھی پہلے ہی پردہ پر دھوکا کھاتا ہی اور سب سے پہلا پردہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان بندہ کا نفس ہے کہ وہ بھی امر ربانی ہی۔ اور اللہ کے انوار مین سے ایک نور سرِّ قلب ہے کہ جسمین سارے حق کی حقیقت تجلّی فرماتی ہی۔ حتّٰی کہ اسمین جملہ عالم کی گنجایش ہوتی ہے اور وہ جملہ عالم کو محیط ہو جاتا اور ہر شے کی صورت اسمین منکشف ہو جاتی ہی اور اسوقت اسکا نور بدرجۂ کمال چمکتا ہی۔ کیونکہ اسمین سارے وجود کا اصل حالت پر ظہور ہوتا ہے اور وہ شروع مین قندیل سے محجوب تھا

جو گویا اسکو چھپائے ہوئے تھی۔ پس حجاب اسکا نور کھلتا اور نور خداوندی کی اسپر چمک پڑنیکے بعد قلب کا جمال منکشف ہوتا ہی تو بسا اوقات ایسے قلب والا اپنے قلب کیطرف التفات کرتا اور اسکے اعلیٰ جمال کو دیکھکر مدہوش ہوجاتا ہے۔ اور کبھی اس مدہوشی مین اسکی زبان سبقت کر بیٹھتی ہی تو انا الحق کہنے لگتا ہے۔ پھر اگر اسکا ماورا واضح نہوا تو دھوکا کھاکر اسی پر ٹھیر جاتا اور تباہ ہوجاتا ہے۔ گویا بارگاہِ الٰہی کے انوار مین ستارہ ہی سے دھوکا کھاگیا اور آفتاب تک تو کیا معنی ابھی ماہتاب تک بھی نہین پہونچا۔ پس ایسا شخص دھوکا کھانیوالا کہلاتا ہی۔ اور یہ مقام اشتباہ کا ہی کیونکہ تجلی کرنیوالا مظروف اس ظرف سے مشتبہ ہوجاتا ہی جسمین تجلی واقع ہوئی۔ جیسا کہ گلاس کے اندر کی شے گلاس سے مشتبہ ہوجاتی ہی۔ چنانچہ شاعر کہتا ہی کہ ؎ گلاس بھی پتلا اور شراب بھی پتلی کہ دونونکی صورت یکسان لہذا امر مشتبہ ہوگیا۔ گویا شراب ہی ہی گلاس نہین ہے اور گویا گلاس ہی ہی شراب نہین ہے"۔ اور اسی آنکھ سے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ نورِ خداوندی کی چمک عیسیٰ مین جگمگاتی ہوئی نظر آئی اور غلطی کھاگئے جیسے کوئی شخص آئینہ یا پانی مین ستارہ کو دیکھے اور گمان کر بیٹھے کہ ستارہ تو آئینہ یا پانی کے اندر ہے اور اسکو پکڑنے کیلئے ہاتھ بڑھانے لگے تو اسکو دھوکا کھانیوالا کہینگے۔

(تتمہ) جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح شب معراج مین بحالتِ بیداری حقتعالیٰ کی رویت سے کامگار ہوئے اور بہت کچھ احوالِ آخرت کا مشاہدہ کیا۔ اسیطرح بہتیرے احوالِ آخرت آپکو خواب مین مکشوف ہوئے تاکہ یہ حالات اخروی آپ لوگون کو پہونچاوین اسمین خود آپکو بصیرت و واقفیت تامہ ہو۔ بخاری نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھا چکتے تو ہماری طرف مُنہ کرکے پوچھا کرتے کہ آج رات کسینے تم مین کوئی خواب دیکھا ہی؟ پس اگر کسینے دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا اور آپ جوابدیتے تھے جو بھی اللہ کو منظور ہوتا چنانچہ ایکدن ہمسے یہی پوچھا کہ کیا تم مین کسینے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہمنے کہا کہ نہین۔ آپ نے فرمایا مگر مین نے دیکھا ہی کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑکر مجھے ایک مقدس زمین کیطرف چلے۔ دیکھتا کیا ہون کہ ایک شخص بیٹھا ہی اور ایک شخص کھڑا ہی کہ اسکے ہاتھ مین لوہے کی سنسی ہے اور اسکی باچھ مین اسکو داخل کرکے اتنا چیرتا ہی کہ اسکی گدّی تک پہونچ جاتا ہی۔ پھر اسکی دوسری باچھ کیساتھ یہی عمل کرتا ہے۔ (اس اثناء مین) اسکی پہلی باچھ مُندمل ہوجاتی ہی اور وہ دوبارہ اسکے چیرنیکی وہی کارروائی کرتا ہی۔ مین نے پوچھا یہ کیا ہی؟ دونون فرشتون نے جوابدیا کہ آگے چلئے۔ پس ہم آگے چلے تو ایک شخص پر پہونچے جو چت لیٹا ہوا تھا اور ایک شخص پتھر لئے اسکے سر پر کھڑا تھا کہ اس سے اسکا سر کچلتا تھا۔ پس جب اسکے مارتا تو پتھر لُڑھکتا اور یہ اسکو لینے کیلئے اُدھر جاتا تو اس شخص تک لوٹنے نہ پاتا تھا کہ اسکے سر کا زخم بھر کر جیسا تھا ویسا ہی ہوجاتا تھا۔ پھر یہ دوبارہ مارتا اور وہی صورت ہوتی تھی۔ مین نے پوچھا یہ کیا ہی؟ فرشتون نے کہا آگے چلئے۔ پس ہم چلے یہان تک کہ

ایک گڑھے پر پہونچے جو تنور کی طرح تھا کہ اوپر کا دہانہ تنگ اور نیچے وسیع ۔ اسکے نیچے آگ جل رہی تھی ۔ اور جب لپٹ اوپر آتی تو جلنے والے بھی اوپر آتے ۔ حتی کہ نکلنے کے قریب پہونچ جاتے ۔ اور جب لپٹ مدھم ہو کر نیچے جاتی تو وہ پھر اسکے اندر چلے جاتے تھے ۔ اسکے اندر مرد اور عورتین تھین برہنہ ۔ مین نے پوچھا یہ کیا ہے تو فرشتون نے کہا آگے چلئے پس ہم چلے یہانتک کہ ایک خون کی نہر پر آئے جسکے بیچ مین ایک شخص کھڑا تھا اور ایک دوسرے شخص کے سامنے پتھر تھا جب نہر کے اندر والا نکلنا چاہتا تو یہ شخص اسکے منہ پر پتھر مارتا اور اسکو وہین واپس کر دیتا جہان وہ تھا غرض جب وہ آتا کہ باہر نکلے تو یہ پتھر پھینک کر اسکے منہ پر مارتا اور وہ جہان تھا وہین لوٹ جاتا ۔ مین نے کہا یہ کیا ہے ؟ فرشتون نے کہا آگے چلئے پس ہم چلے یہانتک کہ ایک سبز باغ پر پہونچے جسمین ایک بڑا درخت تھا اور اسکی جڑ مین ایک بوڑھا اور چند بچے بیٹھے تھے اور ایک شخص درخت کے پاس دیکھا کہ اسکے سامنے آگ تھی جسکو وہ سلگا رہا تھا ۔ پس دونون فرشتون نے مجھکو درخت پر چڑھایا اور درخت کے وسط مین ایک ایسے گھر مین داخل کیا جس سے زیادہ خوبصورت مین نے دیکھا ہی نہ تھا ۔ مکان کے اندر مرد بھی تھے بوڑھے بھی جوان بھی اور عورتین بھی اور بچے بھی ۔ پھر مجھے وہان سے نکالکر درخت پر چڑھایا اور دوسرے مکان مین داخل کیا جو اس سے زیادہ عمدہ اور خوبصورت تھا ۔ اسمین کچھ بوڑھے آدمی تھے اور کچھ جوان ۔ مین نے فرشتون سے کہا کہ آج رات گشت دیکر مجھکو تم نے خوب پھرایا اب جو کچھ مین نے دیکھا ہے اس سے آگاہ بھی تو کر دو ۔ وہ بولے کہ بہتر ہے سنئے ۔ وہ جو آدمی تھا جسکی باچھ چیری جا رہی تھی وہ تو دروغگو ہے کہ جھوٹ بولتا اور اسکی جھوٹی بات کو دوسرے لوگ نقل کرتے یہان تک کہ دنیا مین پھیل جاتی تھی ۔ لہذا اسکے ساتھ قیامت تک یہی ہوتا رہیگا جو آپ نے دیکھا ۔ اور وہ جو آپ نے دیکھا کہ اسکا سر کچلا جا رہا ہے تو وہ شخص ہے جسے اللہ نے قرآن کا علم دیا اور وہ اس سے رات بھر سوتا رہا (کہ پڑھا نہین) اور دن مین اسپر عمل نکیا ۔ اسکے ساتھ قیامت تک یہی ہوتا رہیگا جو آپ نے دیکھا ۔ اور وہ جو آپ نے آگ کے تنور مین دیکھا تو وہ زناکر نیوالے ہین ۔ اور جسکو آپ نے نہر مین دیکھا وہ سود خوار ہے ۔ اور بوڑھے شخص جنکو آپ نے درخت کی جڑ مین دیکھا وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور جو بچے انکے چارطرف تھے وہ لوگونکے بچے ہین (جو نابالغ مرے) ۔ اور جو شخص آگ سلگا رہے تھے وہ مالک داروغۂ جہنم ہین اور پہلا مکان جسکے اندر آپ گئے تھے وہ عام مومنین کا ہے اور یہ گھر شہدا کا ہے ۔ اور مین جبریل ہون اور یہ میکائیل ہین ۔ اب ذرا اپنا سر اٹھائیے پس مین نے جو سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل سا نظر آیا ۔ انھون نے کہا کہ یہ آپکا مکان ہے مین نے کہا کہ مجھے میرے مکان مین جانے دو ۔ انھون نے کہا کہ ابھی آپکی عمر باقی ہے جسے آپ نے ابھی پورا نہین کیا ۔ جب اسکو پورا کر لیجئے گا تو اپنے مکان مین آجائیگا ۔ اور سیرۃ حلبیہ مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مین براق پر جا رہے تھے تو آپ نے ایک خبیث جن کو دیکھا جو آگ کا شعلہ لئے ہوئے آپکی تاک مین تھا

جسوقت بھی آپؐ اُدھر رُخ پھیرتے تو وہ نظر آتا تھا۔ جبریلؑ نے کہا کیا آپکو ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جب آپؐ انکو پڑھیں تو اسکا شعلہ اور لپیٹ بجھ جاوے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ضرور سکھائیے۔ جبریلؑ نے کہا کہ کہئے اَعُوذُ بِوَجْہِ اللہ پناہ لیتا ہوں میں اللہ کریم کے چہرہ کی اور اللہ کے ان کامل کلمات کی جنسے آگے نہ بھلا بڑھ سکے نہ برا۔ اس چیز کے شر سے جو آسمان سے اترے اور اسکے شر سے جو اسمیں چڑھے اور اسکے شر سے جو زمین میں اُگے اور اسکے شر سے جو زمین سے نکلے اور شب و روز کے فتنوں سے اور رات دن کے دستک دینے والوں سے بجز اسکے جو دستک دے خوبی کی۔ ای رحمٰن نیز آپکو راہِ خدا میں جہاد کرنیوالوں کی حالت نظر آئی چنانچہ آپؐ نے ایک گروہ کو دیکھا کہ دن میں بیج بوتے ہیں اور وہ سرسبز کھیتی بنجاتی ہے پھر دن ہی میں اسکو کاٹ لیتے ہیں۔ جتنی بار کاٹتے ہیں وہ جیسی تھی ویسی ہی ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ ای جبریلؑ یہ کیا قصہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ راہِ خدا میں جہاد کرنیوالے ہیں کہ انکے لئے ایک نیکی سات سو گونہ بڑھائی جاتی ہے اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسکا بدل ملتا ہے۔ نیز آپؐ نے دختر فرعون کی مشاطہ کی بو پائی۔ اور ایک یہود کا داعی اور ایک نصاریٰ کا داعی پایا کہ آپؐ نے آپکے داہنی طرف دیکھنے پر پکارا کہ ای محمدؐ مجھے اتنا وقت دیجئے کہ میں آپ سے سوال کرلوں۔ آپؐ نے اسکو کچھ جواب نہ دیا اور جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہود کا داعی ہے اگر آپؐ اسکو جواب دیتے تو آپکی اُمت یہودی بنجاتی اور دوسرے کو آپؐ نے اپنی بائیں طرف دیکھا کہ کہتا تھا ای محمدؐ مجھے اتنا وقت دیجئے کہ آپ سے سوال کرلوں۔ آپؐ نے جواب نہ دیا۔ اور پوچھا کہ ای جبریلؑ یہ کیا قصہ ہے؟ انھوں نے کہا یہ نصاریٰ کا داعی ہے اگر اسکو آپ جواب دیتے تو آپکی اُمت نصرانی بنجاتی۔ نیز آپؐ نے دُنیا کو دیکھا کہ بایں صورت ہے عورت ہے جسپر اللہ کی پیدا کی ہوئی ہر قسم کی زینت ہے۔ اسنے کہا کہ ای محمدؐ مجھے اتنا وقت دیجئے کہ آپ سے سوال کرلوں۔ آپؐ نے اسکی طرف بھی توجہ نفرمائی اور پوچھا کہ ای جبریلؑ یہ کیا قصہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہ دُنیا ہے اور اگر اسکو جواب دیتے تو آپکی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ نیز آپؐ نے ایک بڑھیا کو دیکھا کہ راستہ کے کنارے بیٹھی ہے اسنے کہا کہ ای محمدؐ مجھے وقت دیجئے کہ آپ سے سوال کرلوں۔ آپؐ نے اسکی طرف بھی التفات نکیا اور پوچھا کہ ای جبریلؑ یہ کیا قصہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس بڑھیا کی جتنی عمر باقی ہے بس دُنیا کی اتنی ہی عمر باقی رہگئی ہے پھر آپ ایک شخص کے پاس پہونچے جسنے لکڑیوں کا اتنا بڑا گٹھا جمع کر رکھا تھا کہ اسکو اٹھانیکی طاقت نہ رکھتا تھا مگر اسپر بھی اسکو بڑھائے جاتا تھا۔ آپؐ نے پوچھا کہ ای جبریلؑ یہ کیا قصہ ہے؟ انھوں نے کہا یہ آپکی اُمت کا وہ شخص ہے جسکے پاس لوگوں کی امانتیں ہونگی کہ انکے ادا کرنے پر قادر نہوگا اور پھر چاہیگا کہ اسپر اور بوجھ بڑھائے۔ پھر آپ ایسی قوم پر پہونچے جنکے سر کچلے جا رہے تھے کہ جب کچلدیا جاتا تو جیسا تھا پھر ویسا ہی ہو جاتا تھا اور انکو اس سے مہلت نہ ملتی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کہ ای جبریلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکے سر نماز فرض سے گرانبار رہتے تھے۔ پھر آپ ایسی قوم پر پہونچے جنکے اگلے اور پچھلے دونوں ستر پر بھی چیتھڑے پڑے تھے اور اونٹ اور بکریوں کی

طرح چرتے تھے خطل اور گٹھلی کھاتے اور جہنم کے جھلسے ہوئے پتھر چاٹتے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ فرض نہیں دیتے تھے۔ پھر آپ ایسی قوم پر آئے کہ اسکے سامنے ایک ہانڈی کے اندر پکا ہوا گوشت تھا اور دوسری گندی ہانڈی میں کچا گوشت تھا۔ یہ لوگ لگے پاک اور پکے ہوئے گوشت کو چھوڑ کر اس گندی کچے گوشت کو کھانے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ آپکی امت کے وہ مرد ہیں کہ انکے پاس حلال طیب بیبیاں ہونگی مگر یہ خبیث وگندی عورتوں کے پاس جاکر رات گذاریں گے۔ حتی کہ صبح ہو جائیگی اور وہ عورتیں ہیں کہ اپنی حلال وطیب شوہر کے پاس سے اٹھکر خبیث مرد کے پاس جاکر رات گذاریں گی حتے کہ صبح ہو جائیگی۔ پھر آپکا گذر ایک لاٹھی پر ہوا کہ جس کپڑے وغیرہ پر اسکا گذر ہوتا ہے وہ اسکو پھاڑ دیتی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ آپکی امت کے ان لوگوں کی تمثیل ہے جو راستہ پر ڈاکہ زنی کرینگے اور پھر یہ آیت پڑھی "وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ" "مت بیٹھو کسی راستہ پر کہ (مسافروں کو) دھمکاؤ (اور ڈراؤ) کہ ڈالو کہ راستہ چلنا بند ہو جائے"۔ نیز آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ خون کی نہر میں غوطے کھا رہا اور پتھر اسکے منہ میں ٹھونسا جاتا ہے آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ سود خوار ہے۔ پھر آپ ایسی قوم پر آئے کہ انکی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کتری جاتے تھے اور جب کتر دیئے جاتے تو پھر ایسے ہی ہو جاتے تھے۔ یہی معاملہ انکے ساتھ برابر ہو رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ آپکی امت کے وہ واعظ ہیں جو کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ پھر آپکا گذر ایک قوم پر ہوا جنکے ناخون تانبے کے تھے کہ اپنے منہ اور سینوں کو نوچتے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور انکی عزت میں خلل ڈالتے (یعنی غیبت کرکے انکی آبرو گھٹانا چاہتے) تھے۔ پھر ایک چھوٹے پتھر پر پہونچے کہ اس سے ایک بڑا بیجار نکلتا اور پھر چاہتا تھا کہ جہاں سے نکلا ہے وہیں چلا جائے مگر کر نہیں سکتا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ آپکی امت کا وہ شخص ہے جو بڑی بات زبان سے نکالتا اور پھر پشیمان ہوتا مگر زبان سے نکلی ہوئی بات کو واپس نکر سکتا تھا۔ پھر آپ ایک میدان میں پہونچے اور ٹھنڈی خوشگوار ہوا اور مشک کی خوشبو محسوس ہوئی اور ایک آواز سنی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ جنت کی آواز ہے جو پکار رہی ہے کہ اے میرے رب مجھکو عطا فرما جو مجھسے وعدہ فرمایا ہے پھر دوسرے میدان میں آئے اور ناگوار آواز سنی اور گندی بو محسوس کی تو آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے کہ اے میرے رب مجھکو دے جو مجھسے وعدہ فرمایا ہے۔ نیز آپ نے دجال کو دیکھا کہ عبد العزیٰ بن قطن کا ہمشکل ہے۔ اور آپکا ایک شخص پر گذر ہوا جو راستہ سے ہٹا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے محمد ادھر آؤ۔ جبرئیل نے کہا کہ چلو بھی اے محمد۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ جبرئیل نے کہا کہ یہ دشمن خدا ابلیس تھا جو چاہتا تھا کہ تم اسکی طرف جھک جاؤ"۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ۔

ساتوین بصیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان

حق تعالی فرماتا ہی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ
قریب آ لگی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر یہ لوگ کسی معجزہ کو دیکھین تو رُخ پھیر لین اور کہین کہ جادو ہی چلتا ہوا
جب بت پرست اس خیال پر متفق الرائے ہوئے کہ قیامت جسمین محمد کے قول کیموافق حقتعالی لوگونکو دوبارہ زندہ کریگا
اور انکے تمامی اعمال کا بدلہ دیگا کہ بھلے اعمال ہونگے تو بھلا معاوضہ بخشیگا اور برُے اعمال ہونگے تو بُرے بدلے
ملینگے یہ عقل سے بعید بات ہی کیونکہ جب انسان مر گیا اور قبر مین مٹی بنگیا کہ اسکے اجزاء بدن منتشر اور نیست و
نابود ہوگئے تو پھر بھلا انکو کیسے زندہ کر سکتا ہی؟ چنانچہ حق تعالی نے انکا قول نقل فرمایا کہ وَاِذَا مِتْنَا الخ
کیا جب ہم مرجائین اور مٹی ہو جائینگے؟ یہ واپسی تو بہت بعید ہی" تب حقتعالی نے قرآنمجید مین مختلف طریقون سے
انکا جواب دیا۔ کبھی تو یہ فرمایا کہ مخلوق کا دوبارہ پیدا کرنا انکے ابتدائً پیدا کرنیکی بہ نسبت اللہ کو زیادہ
آسان ہی۔ چنانچہ فرمایا ہی وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ الخ اللہ وہ ہی جو ابتدائً مخلوق کو پیدا کرتا ہی اور پھر اسکو
دوبارہ زندگی دیگا! اور یہ اسپر زیادہ آسان ہی" اور کافرونکے ایک گروہ کا گمان یہ تھا کہ قیامت ایک بعید از عقل
بات ہی اور اسکی دلیل یہ لائے کہ قیامت کا وقوع آسمانونکی شکستگی اور چاند سورج کے بے نور اور تاروں کے تاریک
ہوئے بغیر نہین ہو سکتا اور یہ امور محال ہین۔ پس اس آیت مین حق تعالی نے انکا جواب دیا کہ قیامت کا وقوع
عقل کے نزدیک بعید نہین بلکہ عند اللہ قریب ہے اور اجسام عالیہ کی شکستگی کے محال ہونیکا جو تمھارا زعم ہی اسکی
تکذیب اس سے ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر چاند کا شق ہونا نظر آگیا۔ پس وہ حیران ہوگئے اور کہنے لگے
کہ یہ تو جادو ہے چلتا ہوا۔ اور انکا ایسا کہنا کوئی نئی بات نہین ہی بلکہ انکی تو عادت ہی یہ ہوگئی ہی کہ جب
کوئی معجزہ دیکھتے ہین تو مُنہ پھیر لیتے اور کہدیتے ہین کہ جادو ہی چلتا ہوا" جاننا چاہئے کہ اللہ تعالی جب بشر مین
کسیکو انتخاب فرماکر پیغمبر بناتا ہی کہ وہ بندوں کو احکام الٰہی پہونچائے تو یہ رسول آکر کہتا ہی کہ مین پروردگار
عالم کا بھیجا ہوا ہون تاکہ تمکو اپنے رب کے پیام پہونچاؤن۔ اور چونکہ رسول بصورت بشر ہوتا ہی کہ لباس و مسکن
اور خورد و نوش وغیرہ کی جو حاجتین بشر کو ہوتی ہین وہ رسول کو بھی ہوتی ہین اور رسول مین کوئی خاص بات
حواس سے معلوم ہونیوالی ایسی نہین ہوتی جس سے اسکا رسول ہونا معلوم ہو لہذا اسکا دعوئے رسالت انکو
بڑا معلوم ہوتا ہے وہ اس سے ایسے امر کا مطالبہ کیا کرتے ہین جسکی وجہ سے وہ عام لوگون سے ممتاز ہوسکے۔ پس حقتعالی
کی عادت جاریہ ہی کہ اسکے ہاتھون ایسے خلاف عادت امور ظاہر ہون جنسے رسول و نبی کے علاوہ دوسرے
مدعیان رسالت عاجز ہون مثلاً آگ کا ٹھنڈا اور سبب سلامتی بنجانا اور دریا کا پھٹجانا اور لاٹھی کا سانپ

بجانا اور کوڑھی اور اندھے کا تندرست ہوجانا اور پتھر اور درخت کا باتین اور سلام کرنا وغیرہ۔ پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے درمیان دعوی رسالت کیا اور انکو باوجود انکی ناگواری کے اسلام کیطرف بلایا تو انکو ننگ جاہلیت نے پکڑا کہ آپکی ایذا رسانی کے درپے ہوئے تاکہ آپ اپنے کام سے باز آجادین مگر جب دیکھ لیا کہ ہر قسم کی ایذاؤن پر بھی آپ اپنے کام سے باز نہین آتے تو اہل کتاب کے سکھانے پر آپ سے معجزونکا مطالبہ کرنیلگے جو آپکی نبوت پر گواہ ہون۔ چنانچہ حق تعالی نے اپنی عادت کیموافق آپکو بیشمار معجزات عطا کئے۔

اہل حق کے قول کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی چار قسمین ہین۔ ایک وہ جنکا ظہور آپ کی ولادت سے قبل ہوا۔ دوم وہ جنکا ظہور ولادت کے بعد مگر قبل از نبوت ہوا۔ تیسری قسم وہ جنکا ظہور وقت نبوت سے وفات تک ہوا۔ چہارم وہ جنکا ظہور آپکی وفات کے بعد ہوا۔ جو معجزات آپکی ولادت سے قبل ہوئے وہ یہ ہین مثلاً ملائکہ کا بشارت دینا اور کاہنون کا آپکی ولادت سے مطلع کرنا۔ اور جنکا ظہور بعد ولادت زمانۂ نبوت تک ہوا وہ یہ ہین مثلاً ابر کا آپ پر سایہ کرنا۔ درخت اور پتھر کا آپکو سلام کرنا۔ آپکے سینہ کا شق ہونا۔ اسکا نام ارہاص ہے۔ اور جنکا ظہور بعثت کے بعد تا وفات ہوئے انکا نام معجزہ ہے اور جنکا ظہور بعد وفات ہوا وہ اولیاء امت کی کرامتین ہین کہ وہ بھی آپ ہی کے معجزات کا تتمہ ہے۔ کیونکہ اولیاء کو یہ مرتبہ آپ ہی کے سبب نصیب ہوا ہے۔ بعض علماء کے قول کیموافق وہ معجزات محمدیہ جنکا ذکر قرآنمجید مین ہے تقریباً ساٹھ ستر ہزار ہین جنمین بڑا معجزہ یہ ہے جو اس آیت مین مذکور ہے جسکو مین نے شروع وعظ مین پڑھا ہے یعنی چاند کا شق ہونا۔

خطابی کہتے ہین کہ شق القمر ایسا بڑا معجزہ ہے کہ معجزات انبیاء مین کوئی بھی اسکا عدیل نہین اور اسی لئے سید الانبیاء اسکے ساتھ مختص ہوئے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکا ظہور آسمانی مملکت مین ہوا جسکی ترکیب ایسی طبیعتون سے ہوئی ہے جو کہ عالم دنیا کی تمام ماہیتون سے خارج ہے اور وہان تک پہونچنے مین کسی حیلہ و تدبیر کا مطلق دخل نہین۔ لہٰذا اسکی حجت دوسرے معجزون سے زیادہ واضح ہوئی۔ شق القمر کو ہر زمانہ مین جماعت کثیرہ از جماعت کثیرہ روایت کرتی رہی ہے کہ تواتر کے درجہ کو پہونچگئی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن السبکی کہتے ہین کہ شق القمر کی روایت متواتر ہے اور قرآنمجید مین منصوص ہے۔ اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث مین متعدد طریقون سے مروی ہے۔ معجزۂ شق القمر ہجرت سے پانچ سال قبل ہوا تھا۔ حاصل جملہ روایات کا یہ ہے کہ مشرکین نے جنمین ولید بن مغیرہ ابوجہل بن ہشام اور عاص بن وائل وغیرہ تھے منیٰ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ ای محمد اگر سچے ہو تو چاند کو دو ٹکڑے کردو کہ نصف کوہ ابوقبیس پر اور نصف کوہ قیقعان پر نظر آئے۔ وہ شب چودہوین تھی کہ چاند پورا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوگیا تو ایمان بھی لے آؤگے سب نے کہا کہ ہان ضرور چنانچہ آپنے اپنے رب سے دعا کی کہ انکا سوال پورا فرمادے۔ پس چاند شق ہوگیا کہ نصف ابوقبیس پر گیا اور نصف قیقعان پر

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ رہو۔ کفار قریش نے یہ دیکھکر کہا کہ ابو کبشہ کے صاحبزادہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمپر سحر کر دیا ہے۔ اسوقت انمین سے ایک نے کہا کہ اگر ہمپر سحر کر دیا ہے تو تمام بنی آدم پر تو سحر کرنیکی انہین طاقت نہین ہے۔ لہذا دوسرے شہرون سے جو لوگ آئین ان سے پوچھو کہ انھون نے بھی اسکو دیکھا یا نہین۔ چنانچہ آنے والون سے سوال کیا تو انھون نے کہا کہ ہان ایسا ہی دیکھا ہے۔ تب کفار مکہ نے کہا کہ یہ (ساری مخلوق پر) چلنے والا عام جادو ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ شق القمر کا دیکھنا اہل مکہ ہی کیساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ دوسرون نے بھی اسکو دیکھا جو کہ اسوقت کھلے آسمان کے نیچے تھے اور آسمان کیطرف نظر پھیری۔ اسکی تائید اصابہ کی روایت سے ہوتی ہے جو کسی سے مروی ہے کہ مین نے اُنیس سال کی عمر مین اپنے باپ و چچا کے ساتھ خراسان سے ہندوستان کیطرف تجارتی سفر کیا۔ جب ہم ہند کے ابتدائی شہرونمین پہونچے تو ایک کھیت پر گذر ہوا اور قافلہ نے اسجانب رُخ کیا۔ لوگون سے اس زمین کی بابت سوال کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ زمین شیخ زین الدین معمر کی ہے۔ کھیت سے باہر ہمنے ایک درخت دیکھا جسکے سایہ مین کثیر مخلوق بیٹھ سکتی تھی۔ اسکے نیچے ایک بڑا انبوہ جمع تھا۔ جب انھون نے ہم کو دیکھا تو مرحبا کہا۔ پھر ہمین ایک زنبیل نظر آئی جو اس درخت کی ایک شاخ مین لٹکی ہوئی تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس زنبیل مین شیخ زین الدین معمر ہین جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور چونکہ آنحضرت نے انکے واسطے زیادتی عمر کی چھ مرتبہ دعا فرمائی لہذا انکی عمر چھ سو برس کی ہوئی کہ ہر دعا سے سو برس۔ تب ہمنے ان سے درخواست کی کہ شیخ زین الدین کو اُتارین تاکہ ہم انکا کلام اور حدیث سنین چنانچہ انمین سے ایک بزرگ نے آگے بڑھکر زنبیل کو اُتارا اور ہمنے دیکھا کہ اسمین روئی بھری ہوئی ہے اور روئی کے بیچون بیچ شیخ زین الدین ہین جیسے کبوتر کا بچہ۔ ان بزرگ نے اپنا منہ انکے کان پر رکھکر کہا کہ دادا جان یہ لوگ خراسان سے آئے ہین اور درخواست کرتے ہین کہ آپ ان سے بیان فرما دین کہ آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے دیکھا اور حضرت نے آپ سے کیا فرمایا۔ اسوقت انھون نے ٹھنڈا سانس بھرا اور مکھی کی آواز کیطرح فارسی مین کلام کیا جسکو ہم سن رہے تھے۔ فرمایا مجھے جوانی کی عمر مین اپنے باپ کے ساتھ یہان سے لیجانے حجاز بغرض تجارت کیغرض سے سفر کا اتفاق ہوا۔ جب ہم مکہ کی ایک وادی مین پہونچے اور حالت یہ تھی کہ بارش نے وادیون کو لبریز کر دیا تھا تو مین نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا کہ وادی مین اونٹ چرا رہا تھا مگر اسکے اونٹ کے درمیان رَو حائل ہو گئی تھی اور رَو کے زور کی وجہ سے پانی مین گھستے ہوئے اسکو ڈر معلوم ہوتا تھا۔ مین اسکی حالت معلوم کرکے اسکے پاس گیا حالانکہ میری اس سے جان پہچان نہ تھی۔ مین اسکو اپنے اوپر اُٹھا کر رَو مین لیکر گھسا اور اسکے اونٹ کے پاس تک لے آیا۔ جب مین نے اونٹ کے پاس اسکو اُتار دیا تو اُسنے میری طرف دیکھا اور مجھے دُعا دی۔ اسکے بعد ہم اپنے ملک کو واپس آئے اور زمانہ گذر گیا۔ ایک رات ہم اپنی اسی زمین مین بیٹھے ہوئے تھے۔ پورے چاند کی چاندنی پھیل رہی تھی اور بدر وسطِ سماء مین تھا کہ دفعۃً ہماری نظر چاند پر پڑی کہ دو ٹکڑے ہو گیا اور آدھا بجانب مشرق

اسکے بعد نصف چاند نے مشرق سے طلوع کیا اور نصف نے مغرب سے اور دونوں بیچ آسمان میں باہم آملے جیسا کہ تھے ہمیں اس واقعہ کو دیکھکر نہایت تعجب ہوا کیونکہ اسکا سبب معلوم نہوا۔ آخر ہمنے قافلوں سے پوچھا تو انھوں نے ہمکو اطلاع دی کہ مکہ مین ایک ہاشمی شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ تمام دنیا کی طرف سے اللہ کا پیغامبر ہے اور اہلِ مکہ نے اس سے معجزہ کے طور پر اسکا مطالبہ کیا تھا کہ چاند کو حکم دے کہ آسمان میں شق ہو جائے اور نصف مشرق میں غروب ہو جائے اور نصف مغرب اور آدھا بسمتِ مغرب غروب ہو گیا اور ذرا سی دیر کیلئے رات اندھیری ہو گئی۔ میں اور اسکے بعد پھر ویسا ہی ہو جائے جیسا کہ تھا چنانچہ ایسا ہو گیا یہ سنکر مجھے حضرتؐ کی زیارت کا شوق ہوا۔ اور مین مکہ پہونچکر لوگوں سے پتہ پوچھتا ہوا آپکے مکان پر آیا اور حاضری کی اجازت چاہی۔ اجازت کے بعد مین حاضر خدمت ہوا اور سلام کیا۔ آپؐ میری طرف دیکھکر مسکرائے اور فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ۔ آپکے سامنے ایک طباق رکھا تھا جسمین تازہ کھجورین تھیں۔ مین آگے بڑھگیا اور کھجور کھانے لگا۔ آپ مجکو کھجور دیتے جاتے تھے حتی کہ چھ کھجورین مجھکو دین۔ اسکے بعد آپنے مجھے دیکھا اور مسکراکر فرمایا تمنے کیا مجھے پہچانا نہین؟ مینے کہا کہ نہین۔ آپنے فرمایا کیا فلان سال رَوْ کے اندر تمنے مجھے اپنے اوپر اٹھایا نہ تھا؟ اسکے بعد فرمایا لو ہاتھ بڑھاؤ۔ پس مینے مصافحہ کیا اور آپنے فرمایا کہو اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مینے کلمہ پڑھا تو آپ خوش ہوئے اور میرے چلتے وقت آپنے فرمایا کہ "اللہ تمھاری عمر مین برکت دے" اس کلمہ کو چھ مرتبہ فرمایا۔ چنانچہ حقتعالی نے میری عمر مین برکت بخشی کہ ہر دعا کے بدلے سو برس اور آج میری عمر چھ سو برس کی ہوئی۔"

اس آیت مین بعض محققین نے کلام بھی کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمانا ثابت ہوا ہے کہ جو آج موجود ہین انمین سو برس کے بعد کوئی باقی نہ رہیگا۔ واللہ اعلم۔ اور تاریخ فرشتہ کے گیارھوین مقالہ مین مذکور ہے کہ ملا بار کے مشرک راجہ نے جبکہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شق القمر کی خبر پہونچی تو اپنے علماء کو بلاکر اسکی بابت استفسار کیا۔ اور انھوں نے تاریخی کتابین تلاش کر کے وہ واقعات دیکھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ہونے تھے تو انمین آنحضرتؐ کیلئے چاند کے شق ہونیکا تذکرہ بھی جیسا کہ مسلمان ذکر کرتے ہین موجود پایا۔ اسوقت راجہ اپنے دین سے بیزار ہوکر مسلمان ہو گیا۔ نیز سوانح الحرمین اور تاریخ فضلی مین مذکور ہے کہ دھار (مالوہ کے علاقہ مین دریائے چنبل سے ملا ہوا ایک شہر ہے) کا راجہ ایکدن اپنے محل کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ دفعۃً اسنے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر جڑ گیا۔ اسنے اپنے علماء کو بلاکر اسکی بابت پوچھا اور انھوں نے کہا کہ ہماری کتابون مین مذکور ہے کہ عرب مین ایک نبی آئیگا اور اسکے لئے چاند شق ہو گا۔ عجب نہین کہ وہ نبی مبعوث ہوا ہو اور اسکے لئے چاند شق ہوا ہو۔ چنانچہ راجہ نے عرب کیطرف قاصد روانہ کیا کہ آنحضرتؐ کے حالات کی تحقیق اور میرے مسلمان ہونیکی انکو اطلاع کرے۔ جب قاصد آپکے پاس حاضر ہوا تو آپ سے چند باتین دریافت کین اور راجہ کے مسلمان ہونیکی آپکو اطلاع دی۔ پس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا اسلام قبول فرمایا اور عبداللہ نام رکھا۔ کہتے ہین کہ انکی قبر کی ابتک زیارت کیجاتی ہے۔" نیز حافظ مزی نے ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مسافر کا بیان ہے کہ ہندوستان مین کوئی پرانی تعمیر برآمد ہوئی اور اسپر کتبہ تھا کہ اسکی بنیاد اس شب مین ہوئی جسمین چاند شق ہوا۔ الحاصل چاند کا شق ہونا اہل مکہ اور دور دور کے شہر والون اور ممالک بعیدہ کے باشندون نے دیکھا اور اسکی خبر چار دانگ عالم مین پھیلی اور مورخین نے اسکو اوراقِ تواریخ مین درج کیا اور محدثین نے اپنی صحاح اور مسانید مین سلسلہ بسلسلہ جماعت کثیرہ سے روایت کیا کہ کذب پر انکی موافقت محال ہے۔ اور بڑی دلیل یہ ہے کہ حقتعالیٰ نے اسکو قرآن مجید مین ذکر کیا اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے۔ لہذا جنھون نے ان اوہام کیوجہ سے جنکو انکے ماؤف نفوس نے ابھارا اور ان خطرات کیوجہ سے جو انکی رکیک نظرون سے پیدا ہوئے اسکا انکار کیا ہے تو انھون نے ہدایت کو جھٹلایا اور یقین پر قیاس وگمان کو ترجیح دی ہے اور یہ کھلی گمراہی ہے۔ نیز اس سے اجرام علویہ کے اندر خرق والتیام کا بھی ثبوت ہوگیا اور اہلِ فلسفہ کا اسکو محال بتانا ان کی چھاتیون پر مار دیا گیا۔ اور نصاری وغیرہ کا یہ شبہ بھی دفع ہوگیا کہ شق القمر اگر واقع ہوتا تو اپنی عظمت شان کیوجہ سے اسکی خبر چار دانگ عالم مین پھیل جاتی اور صفحات تواریخ مین مذکور ہوتی بھلا نصاری ہی سے کوئی پوچھے کہ شق القمر کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تو بعید سمجھتے اور اسکے قطعی ناممکن ہونیکا دعویٰ کرتے ہو مگر کیا جواب دوگے جب کہا جائیگا کہ یوشع کی کتاب مین مذکور ہے کہ حضرت یوشع کیلئے چاند اور سورج وسطِ آسمان پر ٹھیرا رہا یہانتک کہ شعب نے اپنے دشمنون سے انتقام لیلیا۔ حالانکہ عرب یا عجم کی تاریخ مین صراحۃً یا اشارۃً اسکا کچھ بھی تذکرہ نہین ہے۔ کیا اسپر ایمان لاؤ گے اور اسکا انکار کروگے؟ باوجودیکہ بعید از عقل ہونے مین دونون برابر ہین۔

یہ سمجھنا کہ اعجاز محمدی اجرام علویہ مین صرف چاند ہی تک مخصوص ہے بلکہ آپکا اعجاز تو سورج مین بھی ظاہر ہوا کہ وہ مغرب سے واپس آیا اور آسمان مین بھی ظاہر ہوا کہ امساکِ باران پر آپکی دعا سے اسنے مینھ برسایا چنانچہ طحاوی نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور آپکا سر حضرت علی رض بن ابیطالب کی گود مین تھا۔ اسوجہ سے حضرت علی رض نماز عصر نہ پڑھسکے حتیٰ کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ افاقہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ای علی رض کیا تمنے نماز نہین پڑھی؟ انھون نے عرض کیا کہ نہین۔ آپنے فرمایا کہ ای اللہ یہ تیری اور تیرے رسول کیخدمت مین مشغول تھا لہذا آفتاب کو واپس کر دیجیے حضرت اسماء کہتی ہین مینے سورج کو دیکھا تھا کہ وہ ڈوب چکا مگر پھر مینے دیکھا کہ ڈوبنے کے بعد نکل آیا اور پہاڑون اور زمین پر دھوپ پڑی۔ یہ قصہ خیبر کے نخلستان مین ہوا۔" زرقانی کہتے ہین کہ حسن اتفاق ہے کہ ابو المظفر واعظ ایکدن قریب غروب حضرت علی رض کے فضائل بیان کر رہے تھے اور انکے لئے آفتاب واپس ہوگیا۔ آسمان پر ابر محیط چھایا ہوا تھا اور لوگون نے گمان کیا کہ سورج ڈوب لیا لہذا چلنے کا قصد کیا کہ دفعۃً بادل کھلگیا اور چمکتا ہوا

سورج نکل آیا تب انہوں نے لوگوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور یہ اشعار پڑھے "اے سورج جبتک مصطفیٰ کی آل اور فرزند کی مدح ختم نہو جائے تو غروب مت ہوجیو۔ اگر میں انکی ثنا کرنی چاہوں تو تو بھی اپنی باگ پھیرے کیا تو بھول گیا جبکہ انکی وجہ سے تجھے ٹھیرنا پڑا تھا۔ اگر آقا کی خاطر تجھے ٹھیرنا پڑا ہے تو اسکے پیادوں اور سواروں کیلئے بھی ہونا چاہیئے" اور بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک سال قحط سالی ہوئی۔ آنحضرت جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہوکر کہا کہ یا رسول اللہ مال تباہ ہوگئے اور بچے بھوکے مرگئے پس ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ آنحضرت نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے حالانکہ آسمان میں بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہ آتا تھا مگر قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان اسکے قبضہ میں ہے آپ نے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ بادل پہاڑوں کی طرح اٹھے اور آپ ممبر سے نہ اترے تھے کہ میں نے بارش کو آپکی ڈاڑھی پر برستے دیکھا سارا دن مینہ برسا پھر اگلے دن برسا اور تیسرے دن بھی برسا حتیٰ کہ جمعہ آئندہ تک برستا رہا۔ تب وہی اعرابی یا کوئی دوسرا کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ مکان گر گئے اور مال ڈوب گئے۔ پس ہمارے لئے اللہ سے دعا فرمائیے آپ نے پھر ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ یا اللہ ہمارے اردگرد نہ کہ ہمارے اوپر۔ پس بادل کو جس جانب بھی اشارہ فرماتے اسی جانب پھٹ جاتا تھا اور مدینہ ایسا ہوگیا جیسے وسیع میدان۔ حالانکہ وادیٔ قناۃ میں ایک مہینہ تک رو چلی اور جو کوئی بھی کسی طرف سے آیا اسنے شادابی بارانی بیان کی۔ نیز یہ بھی مخفی نہ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز جسطرح اجرام علویہ میں باوجود انکی عظمت اور بُعد کے واقع ہوا اسیطرح ہر عنصر میں واقع ہوا ہے حتیٰ کہ اہل سیر کا قول ہے کہ جتنے معجزات ہمارے نبی کو دیئے گئے ہیں وہ تمامی ان معجزات سے زیادہ ہیں جو جملہ انبیاء کو دیئے گئے تھے۔ نیز کسی نبی کو کوئی معجزہ ایسا نہیں ملا جسکا مثل یا اس سے بڑھا ہوا معجزہ ہمارے نبی کے پاس نہو۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتائے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات عطا فرمائے حتیٰ کہ جسدن انبیاء کو اپنے اپنے نفس کی فکر ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی حمد و ثنا پر اتنے قادر ہونگے کہ دوسرا کوئی نبی نہو سکیگا۔ اور اسیوجہ سے شفاعتِ کبریٰ صرف آپکا منصب ہوا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے مکان رفیع (آسمانِ چہارم) پر چڑھایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج عطا ہوئی ایسے اونچے مقام تک کہ نکوئی نبی و رسول وہاں پہونچا نہ مقرب فرشتہ۔ حضرت نوح علیہ السلام کو مع انکے صحابہ کے ڈوبنے سے بچایا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا لطف فرمایا کہ دنیوی عذاب مہلک سے آپکی قوم محفوظ رہی چنانچہ فرماتا ہے کہ اللہ ایسا نہیں کہ انکو عذاب دے درانحالیکہ تم انکے اندر ہو"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرودی کو ٹھنڈا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر فارس کی آگ بجھادی جو کہ ہزار برس سے نہ بجھی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے لاٹھی کو سانپ

بنایا تو حضرتؐ کو گریۂ اسطوانہ کا معجزہ عطا کیا چنانچہ بخاری مین حضرت جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی جب خطبہ پڑھا کرتے تو ایک کھجور کے تنہ سے جو کہ مسجد کا ستون تھا سہارا لگا لیتے تھے۔ جب آپکے لئی ممبر طیار ہوا اور آپ نے اُسپر کھڑے ہوکر خطبہ شروع کیا تو وہ تنہ کھجور جس سے سہارا لگا کر آپؐ خطبہ پڑھا کرتے تھی رو یا یہان تک کہ قریب تھا پھٹجائے۔ پس آنحضرتؐ ممبر سے اُترے اور اسکو اپنے سینہ سے لگایا تو وہ سِسکیان لینی لگا جیسے چپ ہونیوالا بچّہ سِسکتا ہی حتّیٰ کہ اسکو قرار آگیا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہین یہ اسلئے رویا تھا کہ ذکر اللہ جو کہ سُنا کرتا تھا اس سی محروم ہوا۔" نیز مروی ہی کہ جب ابوجہل نے آنحضرتؐ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا تو آپکے دونون شانو نکے قریب اسکو اژدھے نظر آئے اور وہ خوفزدہ ہوکر لوٹ آیا۔" حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ید بیضا عطا ہوا تو آنحضرتؐ کی برکت سے بعض اُمتیو نکو اسکے مثل کرامت عطا ہوئی۔ چنانچہ بخاری مین حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ حضرت عبادؓ بن بشیر اور اسیدؓ بن حضیر کسی ضرورت سے حضرتؐ کی خدمت مین باتین کرتے رہے اور ایک گھڑی رات گذر گئی۔ اندھیری رات کی تاریکی مین جب اپنے گھرونکو جانیکے لئی باہر نکلے تو ایک کے ہاتھ کی لاٹھی روشن ہوگئی اور اسکی روشنی مین دونون چلے۔ جب دونون کا راستہ پھٹا تو دوسرے کے لئی انکی لاٹھی بھی علیحدہ روشن ہوگئی۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے دریا پھٹ گیا تو سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چاند پھٹگیا اور دونو مین جو فرق ہی وہ ظاہر ہے۔ حضرت موسیٰؑ کیلئے پتّھر سے پانی جاری ہوا تو آنحضرتؐ کیلئے اُنگلیون سے پانی جاری ہوا۔ چنانچہ بخاری و مسلم مین حضرت انسؓ سے مروی ہی کہ آنحضرتؐ کے پاس مقام زورا پر ایک برتن لایا گیا۔ آپنے اسمین اپنا ہاتھ رکھدیا تو آپکی اُنگلیون سے اسمین پانی اُبلنے لگا کہ سب لوگون نے وضو کرلیا۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہین کہ مین نے انسؓ سے پوچھا کہ تم کتنے آدمی تھے؟ اُنھون نے کہا کہ تین سو یا اس کے قریب۔ اور ظاہر ہی کہ پتّھر سے پانی کا بہنا اتنا عجیب نہین جتنا اُنگلیون سے پانی کا بہنا قابل تعجب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو انکے زمانہ کی ساری دُنیا کے حُسن کا نصف عطا ہوا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن صوری و معنوی کو نہ پہونچ سکا۔ چنانچہ دارمی نے حضرت ابوعبیدہؒ بن محمد بن عمار بن یاسرؓ سے روایت کی ہی کہ مین نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا کہ ہمسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرو۔ انھون نے کہا کہ بیٹا اگر تو حضرتؐ کو دیکھتا تو گویا سورج کو طلوع کئے ہوئے دیکھتا۔" حضرت داؤد علیہ السلام کو لوہے کے نرم کرنیکی طاقت دیگئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا ہی معجزہ عطا ہوا۔ چنانچہ ترمذی نے حضرت بریدہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ہم بیت المقدس پہونچے تو جبرئیلؑ نے اپنی اُنگلی سے اشارہ کیا کہ پتھر مین سوراخ ہوگیا اور براق اس سے باندھدیا گیا۔ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کو یہ معجزہ ملا کہ پرندونکی باتین سمجھتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پتّھر نے کلام کیا۔ اور پتّھر

اور درخت نے آپکو سلام کیا چنانچہ حضرت علی رضؓ سے مروی ہی کہ مکہ مین رسول اللہ صلے اللہ وسلم کے ساتھ مین جارہا تھا تو کوئی پتھر اور درخت ایسا نہ آتا تھا جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ نہ کہتا ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر قبضہ و تصرف دیا گیا تو آنحضرتؐ کے تصرف مین براق آیا جو کہ ہوا سے بہت زیادہ تیز رفتار تھا اور آنحضرتؐ کو چلنے کے متعلق ہوا کی تسخیر و واسطہ کی حاجت بھی نہ تھی کیونکہ زمین آپکے لئے سمیٹ دیگئی تھی کہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے آپنے اسکے مشارق و مغارب دیکھ لئے تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے جسطرح جنات مسخر کئے گئے تھے اسیطرح آنحضرتؐ کے لئے بھی مسخر کئے گئے تھے چنانچہ چند جنات کا قول حق تعالیٰ نے قرآ مجید مین نقل فرمایا ہی اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا "ہمنے ایک عجیب قرآن سُنا جو نیکی کا راستہ بتاتا ہی۔ ہم اسپر ایمان لے آئے اور اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسیکو شریک نہ کرینگے" اور ظاہر ہی کہ ایمان لے آنا تسخیر سے بدرجہا زیادہ ہی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اندھے اور کوڑھی کے تندرست اور مُردہ کے زندہ کرنیکا معجزہ عطا ہوا تو اس جیسا اور اس سے افضل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔ چنانچہ مروی ہی کہ حضرت قتادہؓ کی آنکھ باہر نکل پڑی تو آنحضرتؐ نے اسکو اسکی جگہ پر رکھکر ہاتھ پھیر دیا اور وہ جیسی تھی اُس سے بھی بہتر ہوگئی۔ اور مروی ہی کہ حضرت معاذ بن عفراؓ کی بی بی کے بدن پر برص تھا۔ انھون نے حضرتؐ سے عرض کیا تو آپنے اپنی لاٹھی انکو چھوائی اور برص جاتا رہا۔ بیہقی نے باب دلائل النبوۃ مین روایت کی ہی کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی تو اسنے کہا کہ مین آپ پر ایمان نہ لاؤنگا جبتک آپ میری بیٹی کو زندہ نکردین آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے اسکی قبر دکھاؤ۔ اسنے اسکی قبر دکھائی اور آپنے پکارا کہ اے فلانی۔ اسنے جواب دیا حاضر آپنے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہی کہ پھر (موت اور قبر کیطرف) لوٹ جائے؟ اُسنے کہا کہ ہان یا رسول اللہ مین نے اللہ کو اپنے مان اور باپ سے اور آخرت کو دُنیا سے بہتر پایا"۔ حضرت عیسےٰؑ کو غیب کی باتین بتانیکا معجزہ عطا ہوا تھا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ الخ "مین تمکو بتلائے دیتا ہون جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھرون مین رکھ آتے ہو" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہتیری غیب کی باتون کی خبر دی ہی۔ منجملہ انکے وہ ہی جو قرآ مجید مین مذکور ہی الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ الخ اس آیت کا سببِ نزول خازن وغیرہ نے ذکر کیا ہی کہ فارس اور روم کے درمیان جنگ ہوئی تو مشرکین کی خوشی اسمین تھی کہ فارس کو روم پر غلبہ ہو کیونکہ فارس اہل کتاب نہ تھے (بلکہ مشرکون کیطرح مثل آتش پرست تھے)۔ اور مسلمان اس سے خوش تھے کہ فارس پر روم کو غلبہ ہو کیونکہ روم اہل کتاب (نصرانی) تھے۔ کسریٰ شاہ فارس نے شہر ملن کو جرنیل بناکر روم پر لشکر کشی کی اور قیصر شاہ روم نے خنین کو جرنیل بناکر فوج بھیجی کہ اذرعات اور بصریٰ مین دونو کی مٹھ بھیڑ ہوئی جو کہ مُلک شام کے شہرون مین زمین عرب و عجم سے قریب واقع ہین اس جنگ مین فارس کو روم پر فتح ہوئی۔ جب یہ خبر مکہ مین پہونچی تو مسلمانون کو رنج ہوا اور کفار خوش ہوکر مسلمانون سے کہنے لگے کہ تم اہل کتاب ہو اور نصاریٰ (روم) بھی اہل کتاب ہین اور ہم اہل کتاب نہین اور اسیطرح فارس بھی

اہلِ کتاب نہین تو جیسے ہماری بھائی اہلِ فارس تمھاری بھائیون اہلِ روم پر فتحیاب ہوئے اسیطرح اگر تم ہمسے جنگ کروگے توہم بھی تمپر غالب آوینگے۔ تب حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (کہ چند سال مین معاملہ پلٹیگا اور روم کو فارس پر فتح ہوگی) پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کفارِ مکہ کے پاس آکر کہا کہ تم اپنی بھائیو نکے غلبہ پر نازان مت ہوو کہ واللہ روم غالب ہوا چاہتے ہین فارس پر اور اسکی خبر ہمکو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ابی بن خلف یہ سنکر کھڑا ہوا اور کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ آپ نے جوابدیا کہ ای عدو اللہ تو ہی سب مین زیادہ جھوٹا ہے۔ اُسنے کہا اچھا دس اونٹ کی ہار جیت رہی۔ مدت مقرر کرو اور شرط بدو کہ اس مدت مین اگر فارس ہی کو روم پر غلبہ رہا تو مین جیتا اور اگر روم کو غلبہ ہوگیا فارس پر تو تم جیتے اور مین ہارا۔ اسکو سب نے منظور کیا اور تین سال کی مُہلت مقرر کرلی پھر ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپکو اطلاع دی۔ یہ قصہ حرمتِ قمار سے پہلے کا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا کہ تین سال کی تحدید تو قرآن مجید مین نہین ہے۔ چند سال کا ذکر ہے اور اسکا اطلاق تین سے لیکر نو تک آتا ہے لہذا شرط مین مال کا اضافہ کرلو مگر مدت طویل کردو۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے اُبی سے ملکر کہا تو اُبی نے جوابدیا کہ معلوم ہوتا ہے اب تم پچتائے اور گھبرائے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ پچتانا کیسا مین تو شرط مین مال بڑھاتا ہون البتہ مدت ذرا وسیع کرتا ہون کہ نو سال کی مدت ہوجائے اور ہار جیت مین سَو سَو اونٹ۔ اسکو اُبی نے منظور کرلیا اور بات طے ہوگئی کچھ دنون بعد جب اُبی بن خلف کو اندیشہ ہوا کہ ابوبکرؓ مکہ سے ہجرت کرجاینگے تو اسنے آکر حضرت ابوبکرؓ کو تھام لیا اور کہا کہ واللہ مین تمکو نہ چھوڑونگا جبتک کوئی ضامن ندو (کہ شرط کے سو اونٹ اس سے لے سکون) چنانچہ اُنکے صاحبزادے عبداللہ بن ابی بکر نے اپنی ضمانت کی۔ پھر جب اُبی بن خلف کا اُحد کی جنگ مین شرکت کا قصد ہوا تو حضرت عبداللہ نے آکر اسکو تھام لیا اور فرمایا کہ واللہ مین تجھے نچھوڑونگا جب تک کہ اپنا کوئی ضامن ندے (کہ جنگ مین مرجائے تو شرط کے سَو اونٹ اس سے وصول کرسکون) چنانچہ وہ بھی ضامن دیکر جنگ احد مین گیا مگر جنگ سے واپس آکر اس زخم سے جو کہ اسکی مبارزہ کیوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سی اسکو پہونچا تھا اُبی بن خلف مرگیا آخر حدیبیہ کیدن روم کو فارس پر فتح ہوئی جو کہ اس شرط کے شروع ساتوین برس ہوا۔ اور بعض کہتے ہین کہ غزوہ بدر کیدن ہوا کہ روم نے فتح پاکر اپنے گھوڑونکو مدائن مین لاکر باندھا اور عراق مین ایک شہر کی بنا ڈالی جسکا نام رومیہ رکھا۔ بہرحال ابوبکرؓ کی جیت ہوئی اور وہ ابی بن خلف کے ورثہ سے سو اونٹ وصول کرکے حضرت کی خدمت مین لائے۔ یہ بھی قمار کی حرمت سے قبل کا قصہ ہے۔ پس حضرت نے فرمایا کہ اسکو مساکین پر صدقہ کردو۔ روم کے فارس پر غلبہ کا سبب حسب قول عکرمہ یہ ہوا کہ شہرمان جرنیل جب اہل روم پر غالب آیا تو انکو کچلتا اور شہرونکو مسمار کرتا ہوا خلیج تک چلا گیا۔ ایکدن اسکا بھائی فرخان جلسۂ شراب مین بیٹھا ہوا اپنے دوستون سے کہنے لگا کہ مینے خواب دیکھا ہے گویا کسریٰ کے تخت پر بیٹھا ہون یہ کلمہ کسریٰ تک پہونچا تو کسریٰ نے شہرمان کو لکھا کہ یہ خط پہونچتے ہی فوراً اپنے بھائی

فرحان کا سر قلم کرکے میرے پاس روانہ کرے۔ شہرمان نے اسکا جواب کسریٰ کو لکھا کہ آپکو فرحان کا ثانی ہاتھ نہ آئیگا کیونکہ دشمنون مین اسکی بہت ہیبت ہے لہذا اسکو قتل نہ کیجیے۔ کسرے نے پھر اسکو لکھا کہ میرے لیئے دلیران فارس مین اسکا بدل موجود ہے لہذا اسکا سر بھیجنے مین دریغ نہ ہونا چاہیے۔ شہرمان نے اسکا بھی کسرے کو جواب ہی لکھا جسکو دیکھکر کسرے کا غصہ بھڑک اُٹھا اور شہرمان کو تو کچھ جواب نہ دیا مگر اہل فارس کیطرف پیام بھیجا کہ مین نے شہرمان کو معزول کرکے اسکے بھائی فرحان کو تمپر حاکم مقرر کیا ہے اور پھر قاصد کے ہاتھ چھوٹا سا رقعہ فرحان کے نام بھیجا جسمین شہرمان کے قتل کا حکم تحریر تھا اور قاصد سے کہدیا کہ جب فرحان حاکم ملک بنکر اپنے معزول بھائی کا افسر قرار پا جائے تو یہ رقعہ فرحان کو دینا۔ جب قاصد شہرمان کے پاس پہونچا اور معزولی کی بابت کسرے کی تحریر پیش کی تو اُسنے بخوشی منظور کیا اور تخت حکومت سے اُترکر اپنے بھائی فرحان کو اسپر بٹھا دیا۔ اسوقت قاصد نے وہ رقعہ فرحان کے حوالہ کیا اور فرحان نے اسکو پڑھکر اپنے بھائی شہرمان کو بلوایا کہ اسکی گردن کاٹے۔ شہرمان نے کہا جلدی نکرو اور مجھے وصیت لکھ لینے دو۔ اسکے بعد شہرمان نے جامہ دان منگا کر کھولا اور تین خط نکال کر فرحان کو دیئے اور کہا تمنے تینو کے جواب مین تمھارے متعلق کسرے سے مراجعت کی مگر تم ایک ہی خط پر میرے قتل کا ارادہ کر بیٹھے۔ فرحان اس قصہ کو معلوم کرکے حیران ہوگیا اور حکومت اپنے بھائی شہرمان کو واپس دیکر قیصر سے مراسلت کی کہ مجھے آپ سے ملنے کی ایک ایسی ضرورت ہے جسکا اظہار نہ قاصد کے ذریعہ کرسکتا ہون اور نہ خطوط مین لہذا پچاس رومیو نکے کیساتھ مجھسے ملئے کہ مین بھی پچاس فارسیو نکے ساتھ آپ سے ملونگا چنانچہ قیصر وہان سے چلا مگر بجائے پچاس سپاہیو نکے پانچ لاکھ رومی ساتھ لئے۔ اور چلنے سے قبل مختلف راستون پر جاسوس بھیجے کہ کوئی دھوکہ نہو مگر جب جاسوسون نے آکر اطلاع دی کہ شہرمان کے ساتھ بھی صرف پچاس فارسی سپاہی ہین تو اسکو اطمینان ہوا اور دونو نکی ملاقات ہوئی دیباج کے خیمہ مین دونون آئے کہ ہر ایک کے پاس ایک خنجر تھا اور ترجمان کو بلایا گیا جو دونو نکے درمیان ترجمانی کرے۔ شہرمان نے کہا کہ تمھارے آباد شہرون کا برباد کرنیوالا مین ہون اور میرا بھائی ہے کہ اپنی سیاست و شجاعت سے تمپر غلبہ پایا مگر کسرے کو ہمپر حسد ہوا اور اسنے چاہا کہ میرے بھائی کو قتل کردے مینے اسکے اس ظالمانہ حکم کی تعمیل نکی اور پھر اسنے میرے بھائی کو میرے قتل کا حکمدیا اور اسنے بھی تعمیل نکی لہذا ہم دونون اس سے باغی اور تمھارے ساتھی ہوکر اس سے جنگ کرنا چاہتے ہین۔ قیصر نے اسکی تحسین کی اور اس رائے کو دونو ہی کے درمیان محفوظ رہنے کے اشارے کرکے دونون نے اپنی چھریون سے فوراً ہی ترجمان کو قتل کر ڈالا کہ یہ راز تیسرے تک نہ پہونچے۔ اسیوقت روم نے فارس پر حملہ کردیا اور غالب آکر اہل فارس کو خوب قتل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر حدیبیہ کے دن پہونچی اور آپ اور آپکے صحابہ اس سے بہت خوش ہوئے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خصوصیات کیساتھ مختص ہوئے کہ کسی دوسرے نبی مین نہین پائی گئین چنانچہ مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجکو انبیاء پر چھ خاص عطاؤن سے فضیلت

دیگئی ہے۔ اوّل مجھو جامع کلمات دئے گئے (مختصر کلمہ سے کثیر مضمون ادا کرتا ہوں) دوم رعب سے میری مدد کی گئی (کہ بڑے بڑے سلاطین نام سنکر مرعوب ہوجاتے ہین) سوم میری لئے مال غنیمت حلال کیگیا۔ چہارم ساری زمین کو میرے لے سجدہ گجگہ اور (ناپاکی کا) پاک کرنیوالا بنایا۔ پنجم مجھے تمام مخلوق کیطرف رسول بنایاگیا۔ ششم نبوت مجھپر ختم کیگئی کہ میرے بعد اور کوئی نبی نہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

آٹھوین بصیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان۔

حق تعالیٰ نے فرمایا ہی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ مطلب یہ ہی کہ دین شروع سی لیکر آجتک اگرچہ کامل ہی تھا کہ جسقدر شرائع اور احکام کی حاجت تھی وہ سب اسمین موجود تھے مگر اسطرح موجود تھے کہ انمین تجدید اور وحی سے کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ اور اسوجہ سے انکو استمرار نہ تھا مگر آج اللہ تعالیٰ نے تمھارے دین کو ایسا کامل کردیا کہ اسکا یہ حال قیامت تک قائم رہیگا کیونکہ اسمین کمی بیشی کا احتمال نہین رہا۔ چنانچہ صحابہ فرماتے ہین کہ اس آیت کے بعد حلال وحرام اور فرائض مین کوئی حکم نازل نہین ہوا۔ اور تمپر اپنی نعمت یعنی مذہب اسلام کو ختم کردیا اور تمھارے لئے تمام ادیان مین سے دین اسلام کو انتخاب کیا کہ اسلام کے سوا کوئی دین بھی عنداللہ مقبول نہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی جو شخص اسلام کے سوا دوسرے دین کا خواہشمند ہوگا تو اسے اللہ ہرگز قبول نکریگا اور وہ آخرت مین خسارہ والا ہوگا۔ بخاری ومسلم مین حضرت طارق بن شہاب سے مروی ہی کہ ایک یہودی حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین تمھاری کتاب مین ایک آیت ہی جسکو تم پڑھتے ہو۔ اگر ہم یہودیون پر وہ نازل ہوتی تو یوم نزول کو ہم عید قرار دیتے۔ اور وہ یہی آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ ہی۔ جاننا چاہئے کہ اس وسیع دنیا کی آخرت کے مقابلہ مین ایسی حقیقت ہی جیسے رحم مادر جسمین بچہ کی صورت شکل بنتی ہے دنیا کے مقابلہ مین بلکہ اس سے بھی زیادہ تنگ۔ اور اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جیسا کہ مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ دنیا مومن کا جیلخانہ ہے اور کافر کی جنت ہی۔ اور یہی سبب ہے کہ انبیا اور انکے تابعین نے اسکو وطن قرار نہین دیا بلکہ اپنے آپکو مسافر بلکہ راہ چلتا سمجھتے رہی کہ ایسی زندگی گذارتے تھے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے سایہ مین بیٹھے اور اسکو چھوڑ کر چلا جائے۔ یہ حضرات دنیا اور اسکی آلائشون سے بیزار اور آخرت اور اسکی لذات کے راغب اور جو کچھ انپر انکے رب کیطرف سے نازل ہوا اسکی تبلیغ کے خیدابتے رہی۔ جب اپنے رب کے پیغامات پہونچا چکے اور اجمال وتفصیل اور دلائل مسئلہ اور واقعات گذشتہ سے لوگوں کو ہدایت کا طریق بیان کرچکے تو دنیا انکی نظر مین تاریک اور زمین انکو تنگ معلوم ہونے لگی پس اللہ تعالیٰ نے انکو وفات دی اور وہ ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ علیٰ ہذا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو کچھ آپ پر وحی ہوا جب اپنی امت کو پہونچا چکے اور جس شے کی بھی معاش ومعاد کے متعلق انکو ضرورت تھی وہ دانائی اور نصیحت حسنہ سے سکھا چکے یہانتک کہ ایک مشرک نے مسلمانون سے کہا کہ مین تمھارے نبی کو دیکھتا ہون کہ وہ تمکو پاخانہ پھرنا تک

بھی سکھاتے ہین" چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مین تمھارے لئے ایسا ہون جیسے باپ اپنی اولاد کیلئے
مین تمکو بتاتا ہون کہ جب پاخانہ جایا کرو تو قبلہ کیطرف مُنہ کرکے نہ بیٹھا کرو" اور جب دین الٰہی کامل ہوچکا اور حق تعالیٰ
نے نسخ و تبدیل سے اور اس جھوٹے انتساب سے جو دیگر ادیان مین ہوتا رہتا تھا اسکی حفاظت کا وعدہ فرمالیا اور
مجملہ کمالات کے کوئی کمال ایسا نہ رہا جسکو آنحضرتؐ نے حاصل نکرلیا ہو تب آپ رفیق اعلیٰ کے مشتاق ہوئے اور حق تعالےٰ
نے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ نازل فرماکر آپکی قُرب وفات اور مقصود پورا ہونیکی خبر دی۔ چنانچہ دارمی نے حضرت ابن
عباسؓ سے روایت کی ہی کہ جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ
کو بلاکر کہا کہ مجھے میری خبر مرگ سُنائی گئی ہی۔ یہ سُنکر وہ رونے لگین تو آپ نے فرمایا کہ رو مت میرے متعلقین مین
سب سے پہلے مجھسے ملنے والی تم ہوگی اسپر وہ ہنسنے لگین۔ یہ قصہ ازواج مطہرات مین کسینے دیکھا تو کہا کہ ای فاطمہؓ ہمنے دیکھا
کہ اول تم روئین اور پھر ہنسنے لگین اسکا کیا سبب؟ کہا کہ آنحضرتؐ نے مجھسے فرمایا کہ مجھے میری خبر مرگ سُنائی گئی ہے
تو مین رونے لگی مگر پھر فرمایا کہ رو مت میرے متعلقین مین سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی تم ہو تو مین ہنسنے لگی"

الغرض جب آنحضرتؐ قربِ وفات متحقق ہونے پر سفرِ آخرت کے لئے طیار ہوگئے تو حق تعالیٰ نے آپکو حکم دیا کہ جو اُمتی
وفات پاچکے ہین انکے لئے دُعا کرین کہ اللہ انکی مغفرت فرماکر جنّت مین انکے درجے بلند کرے۔ حضرت ابو موہیبہؓ جو کہ
آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلام تھے روایت کرتے ہین کہ حضرتؐ نے وسطِ شب مین مجھے جگاکر فرمایا کہ ای ابو موہیبہؓ مجھے حکم ہوا ہے
کہ گورستان بقیع والونکے لئے استغفار کرون لہذا میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ مین انکے ساتھ ہولیا۔ جب آپ قبرونپر کھڑے
ہوئے تو فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْقُبُوْرِ تمکو مبارک ہو جسمین تمنے صبح کی (وہ بہتر ہے) اس حال سے جسمین لوگون نے
صبح کی۔ فتنے سامنے آگئے جیسے شب تاریک کے ٹکڑے کہ پہلے کے پیچھے دوسرا"۔ پھر آپنے ابو موہیبہ سے فرمایا کہ اے
ابو موہیبہ مجھے دُنیا کے خزانے اور اسمین ہمیشہ رہنا دیا گیا اور پھر جنّت (کہ جسکو چاہو لیلو)۔ اسکے بعد فرمایا کہ اَے
ای ابو موہیبہ مینے تو جنّت کے اندر لقاء رب ہی کو پسند کیا۔ پھر آپ ساکنانِ بقیع کیلئے دعاء مغفرت کرکے
واپس ہوئے۔ اور بیوم چہارشنبہ ۲۸ صفر کو آپکا مرض الموت شروع ہوگیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب بقیع سے لوٹے تو مجکو پایا کہ مین اپنے سر مین درد محسوس کرتی اور کہہ رہی ہون کہ ہائے سر"
آپنے فرمایا کہ ای عائشہ بلکہ مین کہتا ہون کہ ہائے سر" عائشہؓ کہتی ہین کہ آنحضرت اکثر بے تکلف مجھے چھیڑ کر میرا
دل لیا کرتے تھے۔ چنانچہ فرمانیلگے کہ تمھارا حرج ہی کیا ہی ای عائشہؓ اگر تم مجھسے پہلے مرگئین تو مین کھڑا ہوکر تمکو کفن
پہناؤنگا۔ نماز جنازہ پڑھونگا اور تمکو دفن کردونگا۔ مین نے کہا کہ مجھے تو سوجھ ہی رہا ہے گویا تمنے ایسا کردیا
اور پھر میرے گھر واپس آکر اسیدن کسی بی بی کو دولہن بنالیا"۔ یہ سُنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔
اسکے بعد آپکے مرض مین زیادتی ہوگئی مگر اسی حالت مین اپنی ازواج پر دَور فرماتے رہے۔ یہانتک کہ میمونہؓ کے

گھر مین حضرت کے پاس آپکی بیبیان جمع ہوئین۔ حضرت میمونہؓ فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ذات الجنب کی سی تکلیف ہوا کرتی تھی چنانچہ ایکدن وہی تکلیف ہوئی اور آپکو غش آگیا حتیٰ کہ انتقال کا وہم ہوا۔ اسوقت آپکی داہنی باچھ کے راستہ دوا ٹپکائی پھر آپکو ہوش آگیا اور پوچھا کہ یہ کسنے کیا تھا؟ اہلخانہ نے ڈر کی وجہسے حضرت عباسؓ کا بہانہ لیا حالانکہ اسکے متعلق انکی رائے بھی نہ تھی۔ اور کہا کہ آپکے چچا عباس نے حکم دیا اور ہمین یہ خطرہ ہوا تھا کہ آپکو ذات الجنب نہو۔ آپنے فرمایا کہ وہ تو شیطانی مرض ہے اور اللہ مجھپر اسکا اثر نفرمائیگا۔ ہو نہو یہ کام عورتون کا ہے لہذا گھر مین کوئی نہ بچیگا جسکے دوا نہ ٹپکائی جائے بجز چچا عباس کے۔" چنانچہ سب ہی اہلخانہ کو انکی زندگی مین یہ قصہ پیش آیا بلکہ حضرت میمونہؓ کو تو روزہ دار ہونیکی حالت مین اسکی نوبت پہونچی کہ دوا ٹپکائی گئی غرض اسکے بعد آپ حضرت عائشہؓ کی باری کیدن حضرت عباسؓ اور علیؓ کے درمیان (کہ دونون سے سہارا لیتے) اور فضلؓ بن عباس آپکی کمر تھامے ہوئے تھے اور پاؤن آپکے (چونکہ زمین پر ٹیکنے کی طاقت نہ تھی اسلئے) خط کھینچتے جاتے تھے بی بی عائشہؓ کے ہان آئے اور مرض بڑھتا رہا پھر باہر نکلنے کی طاقت نہ آئی حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ جب آپکے مرض میں شدت ہوئی تو آپنے فرمایا کہ مجھپر سات (لبریز) مشکون کا پانی ڈالو جنکا سر بند نکھولا گیا ہو کیا عجب ہے کہ آرام پاؤن۔ اور لوگونکو وصیت کرسکون۔ چنانچہ ہمنے حفصہؓ کے تانبے کے ٹب مین آپ کو بٹھاکر پانی ڈالنا شروع کیا حتیٰ کہ آپنے اشارہ کیا کہ بس بس۔ پھر آپ باہر آئے اور خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے۔ اول حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر شہداء اُحد کیلئے دعاء مغفرت فرماکر کہا کہ ایک بندہ کو اللہ نے دو باتون کا اختیار دیا ہے کہ یا دنیا کا سامان جتنا بھی چاہے لیلے اور یا وہ لے جو اللہ کے ہان ہے (یعنی جنت و آخرت) مگر اسنے وہی اختیار کیا جو اللہ کے ہان ہے۔" یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ رونیلگے اور کہا کہ ہم آپ پر اپنے مان باپ صدقہ کردین۔ ابوبکرؓ کے رونے پر سبکو تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ ان بزرگ کو تو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی شخص کے متعلق خبر دے رہے ہین کہ اللہ نے اسکو دنیا کے سامان اور اپنے ہان کی نعمت کے درمیان اختیار بخشا اور یہ کہتے ہین کہ ہم آپ پر اپنے مان باپ صدقہ کردین (مگر جب چند روز کے بعد حضرتؐ کی وفات ہوگئی تو معلوم ہوا کہ) رسول اللہ ہی تھے جنکو اختیار بخشا گیا تھا اور ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ سمجھدار تھے۔" الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اختیار کے قصہ کے بعد) فرمایا کہ میرے ساتھ اپنی صحبت اور مال مین سب سے زیادہ اطمینان بخش ابوبکر ہے" اور اگر مین ساکنان زمین مین سے کسیکو محبوب بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن ہان اسلامی اخوت ہے۔ مسجد مین کسیکی کھڑکی نہ کھلی رہے بجز ابوبکرؓ کے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری تین دن کے سوا ایام مرض مین بھی نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ عشاء کیوقت جبکہ باہر آنیکی ہمت نہوئی تو فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائین۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ

ابو بکرؓ چونکہ ضعیف القلب ہین جب آپکی جگہ کھڑے ہونگے (تو گریہ و حزن کیوجہ سے قرأت) لوگونکو سنا نہ سکینگے لہذا عمرؓ کو حکم دین کہ وہ نماز پڑھادین مگر آپ نے پھر یہی فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائین۔ تب حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ تم حضرت سے کہو چنانچہ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو بکر ضعیف القلب ہین جب آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو لوگونکو سنا نہ سکینگے لہذا عمرؓ کو حکم دین کہ وہ نماز پڑھاوین۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف (کے قصہ) والی عورتین ہنگین (کہ نبی کو مصلحت جتانے لگین) ابو بکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائین آخر حضرت ابو بکرؓ سے کہا گیا اور جب انھون نے نماز شروع کردی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خفت محسوس ہوئی اور آپ کھڑے ہوگئے کہ دو شخصون کے درمیان چلائے جاتے اور آپکے پاؤن زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے۔ حتی کہ آپ مسجد مین آئے اور ابو بکرؓ آپکی آہٹ پاکر ہٹنے لگے۔ حضرت نے اشارہ سے فرمایا کہ بدستور کھڑے رہو اور ابو بکرؓ کی بائین طرف تشریف لاکر بیٹھ گئے کہ آپ بیٹھے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے اور ابو بکرؓ کھڑے ہوئے یعنی ابو بکر اقتدا کر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور لوگ مقتدی تھے ابو بکرؓ کے " بیوم پنجشنبہ جب آپکے مرض مین شدت ہوئی تو آپنے ایک تحریر لکھنی چاہی اور عبد الرحمن بن ابی بکرؓ سے کہا کاغذ یا تختی لاؤ کہ ابو بکر کیلئے ایک تحریر لکھدون تاکہ انکے متعلق اختلاف نہو جب حضرت عبد الرحمن جانے لگے تو آپنے فرمایا کہ اللہ اور مومنین کو گوارا نہین کہ تیرے متعلق اختلاف ہو اے ابو بکر " حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال قریب ہوا اور گھر مین چند آدمی تھے جنمین عمرؓ بن الخطاب بھی موجود تھے تو حضرت نے فرمایا کیا کوئی تحریر لکھدون کہ اسکے بعد تم غلطی مین نہ پڑو۔ اسپر حضرت عمرؓ نے کہا کہ صاحبو رسول اللہ علیہ وسلم پر تکلیف غالب ہے اور تمھارے پاس کتاب اللہ موجود ہی ہے اور وہ ہمکو کافی ہے لہذا ایسی حالت مین تحریر لکھنے کی تکلیف دینا مناسب نہین غرض اہل بیت مین اختلاف و نزاع ہونے لگا کہ بعض کہتے تھے کاغذ پیش کردو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر لکھدین جسکے بعد غلطی نہو۔ اور بعض حضرت عمرؓ کے ہم رائے تھے۔ جب شور اور اختلاف زیادہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ جاؤ کھڑے ہو جاؤ " حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ مصیبت اور پوری مصیبت اختلاف اور شور و غل ہوا جو رسول اللہؐ اور آپکی تحریر مین حائل ہوگیا

میری تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے قلب مین یون آیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ مین سے حضرت ابو بکرؓ کو امامت کیلئے انتخاب فرمادیا اور نماز ہی اسلام کے ان بڑے شعائر مین سے ہے جسکا متکفل بجز اسکے کوئی نہین ہوسکتا جو مرجع خلافت بنے۔ نیز ابو بکرؓ کی کھڑکی کے سوا ہر کھڑکی کے بند کردینیکا حکم دیا کہ امام ہی کو مسجد کیطرف کھڑکی رکھنے کی حاجت ہے تاکہ اوقات نماز مین بعجلت اور بروقت مسجد مین آسکے اور لوگون کو انتظار جماعت کی مشقت نہ اٹھانی پڑے۔ اور نیز عبد الرحمن بن ابی بکر سے بصراحت ارشاد فرمایا کہ ابو بکر کیلئے تحریر لکھین تو ان سب باتون سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکے خلیفہ صرف ابو بکرؓ ہین نہ کہ دوسرا لہذا اب حالت مرض

آنحضرتؐ کو اس تکلیف دینی کی کون ضرورت ہے کہ آپ تحریر لکھوائیں اور اسمیں ذکر کریں کہ آپکے بعد خلافت کا مستحق کون ہے؟ خصوصاً جبکہ تصریح بھی فرمادی کہ اللہ اور مومنین کو گوارا نہیں کہ اختلاف کریں ابوبکرؓ کے متعلق۔ اور چونکہ حضرت عمرؓ کی رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صائب تھی لہذا آپنے فرمایا جاؤ کھڑے ہوجاؤ نیز حضرت عمرؓ کی رائے کیموافق بارہا وحی بھی نازل ہوچکی تھی جیسا کہ اہل فہم سے مخفی نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس تحریر کا قصد فرمایا تھا اسمیں ان احکام کے جامع اصول شریعت کا ذکر فرمانا مقصود تھا جو کہ قرآن مجید اور سنن ماثورہ میں منتشر و متفرق مذکور ہیں چنانچہ آپکا یہ فقرہ کہ اسکے بعد غلطی نکھاؤ یہ اور حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ ہمکو کتاب اللہ کافی ہے" اسکی طرف اشارہ کررہا ہے پس چونکہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز گفتگو اور خداداد فراست سے آپکی مراد کو سمجھ لیا اسلیئے اظہار رائے کیصورت میں کہا کہ ہمکو کتاب اللہ کافی ہے کہ اسنے ہمکو دوسری کتاب سے مستغنی بنادیا ہے لہذا ایسی تحریر کیلئے حضرتؐ کو تعب میں ڈالنا مناسب نہیں ہے کہ آپ پر مرض کا ہجوم ہے اور تکلیف نے آپکو بے چین کررکھا ہے۔ پھر حضرتؐ نے انکی صائب رائے کی تائید فرمائی اور پاس والوں سے کہا کہ اٹھ جاؤ اور جو شخص ان روایات میں غور کریگا وہ تو یقین کرلیگا کہ حضرتؐ کے بعد ابوبکر صدیقؓ ہی خلیفہ ہیں اور جو اسکا انکار کرے اسمیں نفسانی آمیزش ہے۔ نیز سبکو معلوم ہے کہ خلفاء اربعہ وہ بزرگترین صحابہ ہیں جنھوں نے ارکان اسلام کو اتنا مستحکم کیا کہ دوسرے نکرسکے اور اتنے مناقب کے جامع بنے کہ دوسرے نہ بن سکے۔ چنانچہ سنن اور سیر کی کتابیں مطالعہ کرنیوالے پر مخفی نہیں ہے۔ لہذا انمیں ہر ایک مستحق خلافت تھا اور علم الٰہی میں مقرر ہوچکا ہے کہ ہر حقدار کو اسکا حق پہونچ جائے۔ پس اگر خلافت اس ترتیب پر نہوتی جیسا کہ وقوع میں آئی تو انمیں سے بعض اپنا حق لئے بغیر وفات پاجاتے مثلاً حضرت علیؓ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل ہوتے تو تینوں حضرات خلافت سے محروم رہتے (کیونکہ انسے قبل انتقال پانیوالے تھے) اور اگر حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بلا فصل قرار دیا جاتا تو شیخین کو خلافت نملتی اور اگر حضرت عمرؓ کو اول خلیفہ کیا جاتا تو حضرت صدیقؓ سے خلافت جاتی اور اسمیں اضاعت حقوق اور اہل حقوق پر تعدی و ظلم لازم آتا پس شرع کے نزدیک صحیح اور عقل کے نزدیک حق صریح خلافت کی یہی ترتیب ہے جسکا وقوع ہوا ہے اور خلافت کی بابت یہ دقیق حکمت گروہ شیعہ پر مخفی رہی لہذا انہوں نے آخری خلیفہ کو اول قرار دیا اور تین خلیفہ کو غاصب سمجھکر انکی توہین کی یہانتک کہ انکو گالیاں دینے لگے، اور بدزبانی کو اپنا جزو مذہب قرار دیدیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے متعلق اللہ کا خوف کیجیو اور انکو میرے بعد نشانہ ملامت بنائیو۔ جسنے انسے محبت کی تو میری ہی محبت کے سبب انسے محبت کی اور جسنے انسے بغض رکھا تو میرے ہی بغض کیوجہ سے انسے بغض رکھا اور جسنے انکو ایذادی تو قریب ہے کہ اللہ اسکو پکڑے۔" الغرض مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار موجود تھے آپنے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ وہ سونا کسیکو دیدو مگر اسکے بعد حضرتؐ کو غش آگیا تو عائشہؓ اسمیں مشغول

ہوگئیں۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ آپ دیناروں کے صدقہ کرنیکا حکم دیتے اور اسکے بعد آپ پر غشی آجاتی اور حضرت عائشہؓ آپکی تکلیف میں تعمیل حکم سے قاصر رہجاتی تھیں آخر وہ ساتوں دینار حضرت علیؓ کے پاس بھیجدیئے گئے اور انھوں نے انکو خیرات کردیا۔ شب دوشنبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانکنی لاحق ہوئی تو بی بی عائشہؓ نے ایک انصاری عورت کے پاس چراغ بھیجا کہ اپنی پاس سے ذرا سا تیل ڈالدو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت کی سختی میں ہیں دوشنبہ کا دن ہوا تو آنحضرت نے خوابگاہ سے پردہ اٹھا کر صحابہ کو دیکھا کہ نماز میں مشغول تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت نے ہمکو دیکھنے کے لئے جب حجرہ کا پردہ کھولا اور آپکا چہرہ گویا قرآن کا ورق تھا کہ تبسم فرما رہا تھا تو قریب تھا کہ مسرت زیادت سے ہم فتنہ میں پڑجائیں (اور مستانہ وار نمازیں توڑ دیں)۔ پس ابوبکرؓ نے ایڑی کے بل پیچھے ہٹنا شروع کیا کہ صف میں آملیں کیونکہ انکو خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے تشریف لائینگے مگر آنحضرت نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز کو پورا کرو۔" ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ اے ابوالحسن آج صبح حضرت کا مزاج کیسا رہا؟ تو علیؓ نے فرمایا کہ اچھا ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ میاں تین دن کے بعد تم لاٹھی کے غلام بنجاؤ گے اور پھر الگ لیجا کر کہا کہ اے علیؓ میں بنی عبدالمطلب کے چہروں پر موت کی شناخت رکھتا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے نہ اٹھینگے لہذا آپکے پاس چلکر ہمیں دریافت کرنا چاہئے کہ اگر یہ خدمت (خلافت) ہماری حوالہ ہو تو معلوم ہو جائے اور اگر نہو تو ہمارے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت فرمادیں" حضرت علیؓ نے کہا کہ سوچ لیجئے اگر ہم آپکے پاس گئے اور آپ نے ہمکو خلافت نہ دی تو کیا آپکا خیال ہے کہ لوگ اسکو ہمیں دیدینگے۔ واللہ میں یہ آپ سے ہرگز نکہونگا۔"

جب آپکی دنیوی حیات میں تین دن باقی رہگئے تو جبریلؑ نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ حقتعالی نے آپکی عزت افزائی اور اظہار شرافت کیخاطر مجھے آپکی طرف بھیجا ہے۔ باوجود علیم وخبیر ہونیکے آپ سے دریافت فرماتا ہے کہ کیسا مزاج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کرب ہے اے جبریل اور غم ہے اے جبریل۔" پھر دوسرے دن جبریلؑ آئے اور یہی عرض کیا۔ حضرت نے پھر وہی جواب دیا۔ اسکے بعد تیسرے دن جبریلؑ آئے اور ملک الموت کو ساتھ لائے اور کہا کہ یہ ملک الموت ہیں جو کہ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ نہ آپ سے قبل انھوں نے کسی بشر سے اذن طلب کیا اور نہ آپکے بعد کسی بشر سے طلب کرینگے چنانچہ آپ نے اجازت دی اور انھوں نے اول سلام کیا اور پھر کہا کہ اے محمدؐ حقتعالی نے مجکو آپکے پاس بھیجا ہے کہ اگر حکم دیں کہ روح قبض کروں تو قبض کرلوں اور اگر حکم دیں کہ چھوڑ دوں تو قبض نکروں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملک الموت کیا ایسا کروگے؟ انھوں نے کہا کہ مجھے تو حکم یہی ہے کہ آپکی اطاعت کروں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ کیطرف دیکھا تو جبریلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ حقتعالی آپکی ملاقات کا مشتاق ہے۔ تب حضرت نے ملک الموت سے کہا کہ جاری کرو جسکا تمکو امر ہوا ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ زمین پر یہ میرا آخری

قدم ہے کہ دُنیا میں میرا مقصود صرف آپ ہی تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکرات موت محسوس ہوئی اور آپ پیالہ میں جسکے اندر پانی تھا ہاتھ ڈالکر مُنھ پر پھیرتے اور فرماتے تھے کہ یا اللہ سکراتِ موت پر میری مدد فرما، نیز آپ فرماتے تھے کہ خیبر کا (زہر آلود) لقمہ مجھپر ہمیشہ حملہ کرتا رہا مگر اب شہ رگ کے کٹنے کا وقت آگیا، اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ جہاں حق تعالیٰ نے آپکو جملہ مراتب نبوت کی عزت بخشی وہیں آپکی موت بھی شہادت سے ہوئی"۔ نیز آپ نے کہا کہ یا اللہ مجھے بخشدے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے لاحق فرما"۔ آپکی آخری وصیت یہ تھی کہ جزیرۂ عرب میں دو مذہب نہ چھوڑے جائیں"۔ اور عام وصیت یہ تھی کہ نماز اور اپنے مملوکہ غلاموں کی رعایت رکھنا"۔ حتیٰ کہ یہی کلمہ اخیر میں غرغر کرنے لگا اور زبان اسکو ادا نہ کر سکی۔ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری چھاتی اور گردن کے درمیان اور میری باری کے دن وفات پائی کہ میں نے اسمیں بھی کسی پر ظلم نہیں کیا۔ جب آپکی وفات ہو چکی تو حضرت فاطمہ رضی (رونے اور) کہنے لگیں ہائے ابا! آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ ہائے ابا فردوس آپکا مکان ہے۔ ہائے ابا! آپکی خبر مرگ ہم جبریل کو دے رہے ہیں"۔ گوشۂ مکان سے لوگوں نے آواز سُنی کہ اے گھر والو تمپر سلام اور اللہ کی رحمت و برکات بیشک خدا کے ہاں ہر مصیبت کی تسلی اور ہر مرنیوالے کا بدل اور ہر جانیوالے کا عوض موجود ہے پس اللہ پر بھروسہ کرو اور اسی سے امیدوار رہو مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ حضرت علی رضی نے کہا کہ جانتے بھی ہو یہ کون ہیں؟ یہ حضرت خضرؑ ہیں"۔ ابو نعیم نے حضرت علی رضی سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان کیطرف چڑھے۔ اور قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپکو حق دیکر بھیجا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سُنی جو پکار رہا تھا کہ ہائے محمدؐ یہ صدمہ مسلمانوں کو ایسا پہونچا کہ جسکی نظیر کوئی صدمہ نہیں ہر مصیبت اسکے سامنے آسان تھی"۔ مروی ہے کہ حضرتؐ کی حیات میں حضرت بلالؓ اذان دیا کرتے تھے۔ جب وفات کے بعد انھوں نے اذان دی اور کہا۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو گریہ وزاری سے مسجد گونج اُٹھی اور جب آپکو دفن کر دیا گیا تو حضرت بلال رضی نے اذان کا دینا چھوڑ دیا"۔

اس سانحہ عظمیٰ سے اکثر صحابہ کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ بعض کو جنون ہو گیا اور بعض چُپ پڑ گئے اور بعض بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عمر رضی انہیں میں تھے جنکو جنون ہو گیا تھا کہ چیخنے اور کہنے لگے۔ منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ واللہ انتقال نہیں ہوا لیکن اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جیسے موسیٰ بن عمران گئے تھے کہ اپنی قوم سے چالیس شب غائب رہے، اور پھر واپس آگئے یہود نے انکے بعد بھی یہ مشہور کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ واللہ رسول اللہ بھی حضرت موسیٰ کیطرح واپس آئینگے اور جو ادھر ادھر انکے ہاتھ پیر قطع کرینگے جنکا زعم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا"۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی نے اپنی تلوار کا قبضہ پکڑ کر کہا جسکو یہ کہتا سنونگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو اسکو اس تلوار سے مار دونگا۔ حضرت

عثمان چپ پڑ گئے اور ایسے ہو گئے کہ کوئی دوسرا انکو لیجاتا اور لے آتا تھا۔ اگلے دن جاکر بولے۔ حضرت علیؓ بیٹھے
کے بیٹھے رہگئے کہ حرکت ہی نکر سکے۔ حضرت عبداللہؓ بن انیس لاغر ہوتے چلے گئے۔ اور آخر اسی غم میں مر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دراز گوش کو اتنا غم ہوا کہ کوئیں میں جاگرا۔ اور ایسے ہی آپ کی اونٹنی نے نہ کھایا نہ پیا حتیٰ کہ مر گئی۔ اور
واقعی حضرت انسؓ نے سچ فرمایا کہ کوئی دن ہمنے زیادہ روشن اور حسین نہ دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
داخلہ کے دن سے اور کوئی دن زیادہ تاریک نہ دیکھا حضرتؐ کی وفات کے دن سے۔" اس حادثۂ عظمیٰ پر حضرات صحابہ میں
ابو بکرؓ سے زیادہ کوئی ثابت قدم اور مستقل طبیعت نہ تھا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت وہ سنح یعنی عوالیٔ مدینہ میں
اپنی بی بی بنت خارجہ کے پاس تھے کہ حضرت کی اجازت پر وہاں چلے گئے تھے۔ جب یہ خبر سنکر گھوڑے پر سوار مسجد نبوی
تک آئے تو اتر کر مسجد میں داخل ہوئے اور سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس پہونچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف چلے۔ آنحضرتؐ کو مخطط چادر اڑھا دیگئی تھی۔ ابو بکرؓ نے آپکا روئے مبارک کھولا اور جھک کر بوسہ لیا پھر
روئے اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان واللہ حق تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نکریگا اور جو موت مقدر تھی
وہ آپکو لاحق ہوئی۔ اسکے بعد باہر گئے اور تقریر کی۔ انکو دیکھکر حضرت عمرؓ بھی بیٹھ گئے۔ اول ابو بکرؓ نے اللہ کی حمد و ثنا
کی اور پھر کہا کہ دیکھو جی جو عبادت کرتا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے اور
جو عبادت کرتا تھا اللہ کی تو بیشک وہ زندہ ہے اسکو موت نہیں ہے پھر یہ آیت پڑھی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ
مَّيِّتُوْنَ "ائے محمد تم بھی مرنیوالے ہو اور یہ لوگ بھی مرنیوالے ہیں" اور پڑھا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ
خَلَتْ الخ "محمد ایک رسول ہی ہیں کہ گذر چکے ہیں انسے پہلے بہتیرے رسول۔ اگر یہ وفات پاجائیں یا شہید ہو جائیں
تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟" راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر سب حاضرین رو پڑے اور آنسو جاری ہو گئے۔" غرض
صحابہ کے نزدیک جب آپکی وفات متحقق ہو گئی تو اب کسیکو خلیفہ بنانیکی طرف ہمتیں متوجہ ہوئیں۔ کہ اسمیں تاخیر ہونے سے
سارا انتظام مذہب مختل اور شیرازہ منتشر اور بحر و بر میں فساد نمودار ہو جاتا۔ چنانچہ خلیفہ کے متعلق راؤں میں
اختلاف ہوا کہ اکثر مہاجرینؓ نے تو ابو بکرؓ و عمرؓ پر اتفاق کیا مگر علیؓ اور زبیرؓ اور چند بنی ہاشم اور عام انصارؓ اس رائے
سے علیحدہ رہے۔ انصار نے بنی ساعدہ کی چوپال میں جمع ہو کر اپنی جماعت میں سے کسیکو خلیفہ بنانا چاہا۔ حضرت
عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ چلئے برادران انصار کے پاس چلیں اور جب دونوں روانہ ہوئے تو راستہ میں دو شخص ملے
اور انصار کی تجویز کا ذکر کرکے ان سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جانیکا
ارادہ ہے۔ وہ بولے کہ ای جماعت مہاجرین بہتر ہے کہ انکے پاس بھی نہ جاؤ اور اپنا کام پورا کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا
واللہ ہم تو ضرور انکے پاس جائینگے غرض کہ چوپال بنی ساعدہ میں آئے تو دیکھا کہ انصار کا مجمع ہے اور ایک شخص چادر
اوڑھے بیچ میں بیٹھے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ جواب ملا کہ سعد بن عبادہ ہیں میں نے

کہا کہ انہین کیا ہوا؟ جواب ملا کہ بیمار ہین پھر جب ہم بیٹھ گئے تو انصار کا خطیب کھڑا ہوا اور حمد وثنا کے بعد کہا
اَمّا بَعد ہم انصارِ خدا اور لشکر اسلام ہین اور تم اے مہاجرین ہم مین چند نفر ہو اور باہستگی تمھاری طرف سے ایک سازش چلی ہے کہ ہمکو ہماری قابلیت سے معزول کرنا اور ہمین نکالکر مستقل اور خود مختار بننا چاہتے ہو" جب وہ خطیب خاموش ہوا تو مین نے بولنا چاہا اور واقعی مجھے ایک بات ایسی سوجھی تھی جو مجھے پسند آئی تھی۔ اسلئے مین نے چاہا کہ ابوبکرؓ کی موجودگی مین اسکو کہدون مگر ابوبکرؓ نے کہا تم بیٹھے رہو۔ لہذا مجھے پسند نہ آیا کہ انکو ناراض کرون اور واقعی وہ مجھسے زیادہ سمجھدار تھے کہ واللہ جو بات مجھے سوجھی اور پسند آئی تھی اسمین کوئی بات انھون نے نہ چھوڑی جسکو بالبداہت کہہ دیا ہو بلکہ اس سے بھی بہتر کہا۔ غرض مین خاموش ہو گیا اور ابوبکرؓ نے کہا۔ بعد حمد وصلوٰۃ۔ صاحبان جو خوبیان تمنے بیان کی واقعی تم اسکے اہل ہو مگر اہل عرب اس معاملۂ حکومت کو صرف قبیلہ قریش ہی کیساتھ مخصوص سمجھتے ہین کیونکہ وہ نسب کے لحاظ سے بھی افضل العرب ہین اور صائب الرائے ہین۔ پھر میرا اور ابو عبیدہؓ بن الجراح کا ہاتھ پکڑکر کہا کہ ان دونون مین سے جسکو بھی تم پسند کرو مین اسپر راضی ہون۔ مین نے ابوبکرؓ کی کسی بات کو ناپسند نہین کیا بجز اسکے کیونکہ واللہ میری گردن کا اُڑا دیا جانا مجھے اس سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ اس جماعت پر حکومت کرون جسمین ابوبکرؓ موجود ہون" ابوبکرؓ کی تقریر کے جواب مین ایک انصاری نے کہا کہ اس معاملہ کی وہ کھرچنے والی لکڑی جس سے کھجایا جاتا اور وہ تنۂ درخت جس سے ٹیک لگائی جاتی ہے مین ہون یعنی مین ہون جسکی رائے صائب اور تدبیر شفا بخش ہو گی لہذا فیصلہ کرتا ہون کہ) ایک امیر ہم مین سے ہو اور ایک امیر اے جماعتِ قریش تم مین سے ہو (اور دونو کی متفقہ رائے امر خلافت کو انجام دی)۔ اسپر مختلف رائے زنی ہونیگی اور شور وغل بڑھا کہ مجھے باہمی اختلاف کا اندیشہ ہوا لہذا مین نے کہا کہ اپنا ہاتھ پھیلایئے اے ابوبکرؓ۔ اسپر انھون نے ہاتھ پھیلایا اور مین نے بیعت کر لی۔ میرے بعد فوراً ہی مہاجرین نے بیعت کی اور انکے بعد انصار نے بیعت کر لی۔ پھر خدا کی قسم ہمنے اس جلسہ مین ابوبکرؓ کی بیعت سے زیادہ کوئی بات مناسب تر نہین پائی کیونکہ ہمکو اندیشہ تھا کہ اگر بیعت ہوئے بغیر انصار سے علیحدہ ہوئے تو ممکن ہے کہ ہمارے بعد کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت ہو جائے پھر یا تو بادلِ ناخواستہ ہمکو بھی اس سے بیعت کر لینی پڑیگی اور اگر خلاف کرین تو اسمین فساد برپا ہوگا" یہ سب وفات نبوی یعنی دوشنبہ کیدن ہو لیا تھا۔ مگر جب اگلا دن ہوا تو پھر بیعت عامہ ہوئی کہ حضرت ابوبکرؓ ممبر پر بیٹھے اور حضرت عمرؓ نے سامنے کھڑے ہو کر اوّل اللہ کی حمد وثنا کی اور پھر کہا۔ صاحبو حقتعالی نے تمھارے معاملہ کو ایسے شخص پر جمع کر دیا جو تم سب مین بہتر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رفیق اور دو مین کا دوسرا جبکہ وہ دونون غار مین تھے۔ لہذا اُٹھو اور انسے بیعت کرو۔ چنانچہ بیعتِ سقیفہ کے بعد لوگون نے حضرت ابوبکرؓ سے عام بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ پڑھا اور حمد وثنا کے بعد کہا۔ صاحبو مجھکو تمھارا امیر بنا دیا گیا ہے حالانکہ مین تمسے بہتر نہین ہون۔ پس اگر مین بھلائی کرون تو میری مدد کرنا اور اگر بُرائی کرون تو مجھکو سیدھا کر دینا۔ راستی امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔

تم مین کا کمزور شخص قوی ہی جبتک کہ مین اسکا حق انشاء اللہ اسکو واپس نہ دلادون۔ کوئی قوم جہاد فی سبیل اللہ کو
نہین چھوڑتی مگر کہ اللہ نے انکو ذلت کی مار دی ہی۔ اور کسی قوم مین فحش نہین پھیلا مگر کہ حق تعالیٰ نے انکو بلا و مصیبت
مین ڈالا ہی۔ میری اطاعت کیجیو جبتک کہ مین اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرون۔ اور جب اللہ ورسول کی
نافرمانی کرون تو میری اطاعت تمھارے ذمہ نہین۔ لو نماز کے لئے کھڑے ہوجاؤ۔" جب آپکے ہاتھ پر بیعتِ خلافت
ہوچکی تو صبح کو دیکھتے کیا ہین کہ ابو بکرؓ کی کمر پر کپڑے کی گٹھری ہی اور آپ بازار تشریف لیجارہے ہین۔ حضرت عمرؓ نے
پوچھا کہ کہان تشریف جارہے ہی؟ فرمایا کہ بازار۔ عمرؓ نے کہا کہ مسلمانونکے اُمور کی ذمہ داری تو آپ پر ہوئی اور یہ
دوکانداری کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ پھر بال بچونکو کھلاؤنگا کہان سے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ چلئے ابو عبیدہؓ آپکا وظیفہ
مقرر کرینگے۔ چنانچہ انکے پاس گئے اور انھون نے کہا کہ مین آپکا وظیفہ مقرر کرتا ہون ایک مہاجر کی خوراک کے برابر نہ زیادہ
نہ کم۔ نیز جاڑہ اور گرمی کا کپڑا۔ اور جب کوئی کپڑا پرانا ہوجائے تو اسکو واپس کردو اور دوسرا لیلو" غرض بعزانہ
کی خوراک آپکی مع متعلقین کے نصف بکری مقرر ہوئی اور ایک روایت مین ہی کہ دوہزار درہم نقد مقرر ہوئے۔ اسپر آپ نے
فرمایا کچھ اور بڑھادو کیونکہ مین عیالدار ہون اور اسکی گذران کی فکر مین مصروفیت رہیگی لہٰذا پانچسو کا اضافہ ہوا۔ جو بیعت کہ
سقیفہ بنی ساعدہ مین ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت اتفاقیہ پیش آئی تھی کہ پہلے سے اسکی کوئی تیاری نہ تھی اسوجہ سے
حضرت علیؓ اور زبیرؓ اور ان لوگون سے مشورہ کا وقت نہ ملا تھا جو علیحدہ ہوکر حضرت فاطمہؓ کے گھر مین جا بیٹھے اور
کبیدہ خاطر ہونیکے سبب شریکِ بیعت نہوے تھے لہٰذا جب ابو بکرؓ ان سے ملے تو خطیب بنکر کھڑے ہوئے اور کہا کہ واللہ مجھے
دن یا رات مین کبھی حکومت کی نہ حرص ہوئی نہ رغبت نہ مین نے خفیہ یا علانیہ اپنے خدا سے کبھی اسکی دعا مانگی ہان
تمھارے جمع ہونیتک بیعت کے قصہ کو مؤخر کرنے مین مجھے فتنہ کا اندیشہ ہوا اور مجبور مین نے اسکو تسلیم کرلیا۔ یہ سنکر
حضرت علیؓ و زبیرؓ نے کہا کہ بس ہمین تو اسپر غصہ تھا کہ مشورہ مین شریک نکیا۔ ورنہ ہم خود ابو بکرؓ کو سب سے زیادہ اسکا
مستحق سمجھتے ہین کہ وہ رفیقِ غار ہین اور ہم انکے شرفِ محاسن سے واقف ہین اور اسی لئے آنحضرتؐ نے بحالتِ حیات
نماز پڑھانیکا انکو مامور کیا تھا۔ اسپر ابو بکرؓ کی آنکھون سے آنسو بہنے لگے اور کہا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان اسکے
قبضہ مین ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھکو اپنی قرابت سے زیادہ پیاری ہی۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ بیعت کیلئے
دوپہر بعد کا وقت مقرر کرتا ہون۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ ظہر کی نماز پڑھ چکے تو منبر پر چڑھے اور کلمہ شہادت پڑھکر حضرت علیؓ
کی شان کا ذکر کیا اور بیعت مین تاخیر کا عذر بیان کیا۔ اسکے بعد حضرت علیؓ نے آپسے بیعت کی اور صحابہ نے حضرت
علیؓ کی اسپر تحسین کی۔ تقررِ خلافت اور بیعت صدیقی کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین
کیطرف توجہ ہوئی اور غسل کے متعلق فکر ہوا کہ عام اموات کیطرح آپکو برہنہ کرکے نہلایا جائے یا مع کپڑونکے۔ آخر
تمام صحابہ کو اونگھ آئی اور کوئی شخص نہ رہا جسکی تھوڑی سینہ پر نہ آگئی ہو۔ اسی حالمین گوشۂ مکان سے ایک

آواز آئی جسکا متکلم کوئی معلوم نہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے ہی پہنے ہوئے غسل دو۔ چنانچہ صحابہ اُٹھے اور غسل دیا کہ قمیص پر پانی ڈالتے اور قمیص ہی سے بدن ملتے تھے۔ حضرت علیؓ نے نہلایا اور حضرت عباسؓ اور انکے بیٹے فضلؓ نے بدن مبارک کے پلٹنے میں اعانت کی اور حضرت قثم بن عباسؓ و اسامہؓ بن زید اور آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت شقرانؓ نے پانی ڈالا اور بجز حضرت علیؓ کے سب کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی کہ حالتِ غسل میں بدن مبارک پر نظر نہ پڑے اور حضرت علیؓ کو بھی آواز سُنائی دی کہ اپنی نظر آسمان کیطرف اُٹھائے رکھو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ غسل دیکر فضلہ کو دیکھنے لگا مگر کچھ نظر نہ آیا کہ آپ بحالت حیات و وفات سرتاپا صاف ستھرے تھے۔ اور ایک خوشبو مہکی کہ اسکی مثل کسی نے کبھی نہ سونگھی تھی پھر سفید تین کپڑوں میں کفنایا کہ انمیں قمیص اور عمامہ شامل نہ تھا جب تکفین سے فارغ ہوئے تو آپ کے مکان میں جسد مبارک کو تخت پر رکھدیا اور پے در پے آدمی نماز جنازہ کے لئے آنیلگے۔ نماز جنازہ کی امامت کسی نے نہیں کی۔ مروی ہے کہ اول آپ پر فرشتوں نے فوج فوج ہوکر نماز پڑھی اور پھر اہل بیت نے اور پھر گروہا گروہ مردوں نے اور پھر عورتوں نے نماز کے بعد محل دفن میں اختلاف ہوا اور آخر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا تھا۔ جس نبی کی وفات ہوئی وہ وہیں دفن ہوا جہاں اسکی روح قبض ہوئی۔'' لہٰذا جہاں آپ نے وفات پائی تھی اُسی جگہ حضرت ابوطلحہ اور زید بن سہلؓ انصاری نے آپکے لئے لحد کھودی اور حضرتِ عباسؓ و علیؓ و فضلؓ و قثمؓ نے آپکو قبر میں اُتارا۔ آنحضرتؐ کیساتھ آخری صحبت والے حضرت قثمؓ ہیں کہ یہ سبکے بعد قبر سے باہر آئے۔ دفن سے فارغ ہونے پر حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں او تمھارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالدی اور پھر قبر شریف کی مٹی لیکر آنکھوں سے لگائی اور یہ شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے جس نے احمد مجتبیٰ کی مٹی کو سونگھ لیا اُسپر کیا الزام اگر عمر بھر مشک و عنبر کو نہ سونگھے۔ مجھپر ایسی مصیبت پڑی ہے کہ اگر دن پر پڑتی تو وہ بھی رات بنجاتی۔'' حضرت بلالؓ نے قبر شریف پر مشکیزہ سے پانی چھڑکا اور سر کیجانب سے شروع کیا قبر شریف کو ایک بالشت سے اونچا رکھا گیا۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کردیا گیا تو ہر چیز اندھیری معلوم ہونیلگی۔ اور جو الفت و صفائی اور عبادت کی حلاوت محسوس کیا کرتے تھے وہ یکدم مفقود ہو گئی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب وہ دن ہوا جس میں حضرت کی وفات ہوئی تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی اور ہمنے مٹی سے اپنے ہاتھ بھی نہ جھاڑے (یعنی دفن ہی میں مشغول) تھے کہ اپنے قلوب کو اوپرا محسوس کرتے تھے (گویا وہ دل ہی نہیں رہے جو کہ تھے) فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کی پھوپی حضرت صفیہؓ نے آپکے کئی مرثیے کہے جنمیں چند اشعار یہ ہیں ؎ یا رسول اللہ آپ ہماری اُمید تھے اور آپ ہمارے خیر خواہ تھے اور بدخواہ نہ تھے۔ آپ رحیم و ہادی و معلم تھے۔ جسکو رونا ہو وہ آپ پر روئے قسم ہے آپکی عمر کی میں بی بی کو مٹانے انتقال کیوجہ سے نہیں روتی بلکہ آنیوالے ہجر و مفارقت کا اندیشہ ہے میرے

دلبر محمدؐ کی یاد سے گویا ایسے داغ پر داغ آئے ہوئے ہین جنکا بنی کے بعد مجھے خوف نہین (کہ پھر بھی کوئی داغ ایسا پہونچیگا)۔ اے فاطمہؓ اللہ ربّ محمدؐ اس قبر پر رحمت برسائے جسمیں یثرب کے اندر آنحضرتؐ مقیم ہوئے۔ رسول اللہ پر میری ماں اور خالہ اور چچا اور ماموں اور انکے بعد میری جان اور مالی سب قربان پس اگر پروردگار عالم محمدؐ کو باقی رکھتا تو ہماری خوشی تھی مگر اسکا حکم نافذ ہے۔ آپؐ پر بطور تحفہ اللہ کیطرف سے سلام اور آپکو باعزت دائمی مین دخول مبارک ہو۔ ابوسفیان بن حرب بن عبدالمطلب نے بھی آپکا مرثیہ کہا ؎ نیند نہ آئی اور تمام رات ایسی گذاری کہ ختم ہوتی تھی۔ اور مصیبت والیکی رات مین طول ہوا ہی کرتا ہے۔ اور گریہ میری مدد کرتا رہا اور مسلمانون کو جو صدمہ پہنچا ہے اسکے مقابلہ مین یہ گریہ بہت کم ہے۔ جس شام کو یہ کہا گیا کہ رسولؐ کی وفات ہوئی تو ہمکو ایک صدمہ عظیم و جلیل پہونچا۔ اور جو صدمہ زمین کو پیش آیا اس سے زمین ایسی ہوگئی کہ اسکے اطراف ہمکو لیکر جھکنے لگے گویا قریب ہوگئے۔ ہمارے اندر وحی اور تنزیل مفقود ہوگئی جسکو جبرئیلؑ صبح و شام لیکر آیا کرتے تھے۔ اور یہی محرومی اسکی زیادہ مستحق ہے کہ اسپر نفوس (آنسو بنکر) بہ جائیں یا بہنے کے قریب ہوجائین۔ وہ نبیؐ ہمسے اپنے ارشاد اور اس وحی کے ذریعہ جو آپ پر نازل ہوتی تھی شک رفع کیا کرتے اور ہماری رہبری فرماتے تھے کہ ہمکو اپنے اوپر گمراہی کا خطرہ نہ تھا اور رسول ہمارے راہنما تھے۔ اے فاطمہؓ اگر تم جزع و فزع کرو تو یہ عذر ہے (کہ واقعی صدمہ بھی بے مثل ہے) اور اگر نہ کرو تو یہ طریقہ ہے (صلحا کا)۔ اور تمھارے باپ کی قبر تمام قبور کی سردار ہے کہ اسکے اندر وہ پیغمبر ہین جو تمام مخلوق کے سردار ہین۔" اور حضرت صدیقؓ نے آپکا مرثیہ کہا ؎ جب مین نے اپنی بنی کو قبر مین لیٹا ہوا دیکھا تو مکانات مجھپر باوجود وسعت کے تنگ ہوگئے۔ پس اسوقت آپکی وفات کے سبب میرا دل لرز گیا اور ساری زندگی کیلئے میری ہڈی ٹوٹ گئی۔ اے عتیق وائے تجھپر کہ تیرا محبوب قبر مین گیا پس اس خبر مرگ پر اپنی نفس سے صبر کرنا تجھکو سہل ہے۔ اے کاش اپنے دوست کی وفات سے قبل مین قبر مین غائب ہوجاتا تاکہ میری (قبر پر) پتھر ہوتے پس آپکے بعد ضرور ایسے حوادث آئینگے جنسے سینے اور چھاتیان عاجز آجائینگی۔" نیز آپ ہی نے یہ اشعار کہے ؎ جب آپنے پشت پھیری تو وحی کو بھی الوداع کہی۔ اور اللہ کیطرف سے کلام نے ہمکو الوداع کہا کہ اب کلام اللہ کا نزول رخصت ہوا بجز اس قرآن کے جسے آپنے ہمارے قبضہ مین چھوڑا کہ مقدس کاغذات اسکو لئے ہوئے ہین۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

نوین بصیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن مجید کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ بیشک یہ قرآن جسکو ہمنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے نہایت بابرکت اور کثیر المنفعت ہے لہذا انکو لازم ہے کہ جو اسمین احکام ہین انکا اتباع کرو اور جو اسمین ممنوعات ہین ان سے پرہیز رکھو تاکہ اللہ کی رحمت دنیا اور آخرت مین تمکو ڈھانپ لے"۔ خوب

سمجھلو کہ وہ احکام جنکی تعمیل سے رضاء الٰہی نصیب ہوتی ہے عقول عالیہ بھی بسیار غور وفکر کے بعد معلوم نہین کرسکتین چہ جائیکہ عوام کی کمزور عقلین کہ تدابیر دنیویہ مین بھی وہ لغزشون سے محفوظ نہین لہٰذا ان احکام کے معلوم کرنیکو ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو اپنے کلام مین غلطی سے محفوظ ہو اور اسکا کلام بندو نکے تمام جملہ سفید وسیاہ امور کو محیط ہو اور ایسا بجز ذات خدا کے کوئی نہین ہے لہٰذا وہی مستحق ہے کہ بندون پر رحم فرمانے اور اپنے احکام معلوم کرانیکے لئے ایسی کتاب نازل فرمائے جو تمام احکام پر مشتمل ہو اور ایسے شخص پر نازل فرمائے جسکے امین ہونے پر سبکا اتفاق ہو اور خائن ہونے کیطرف سے سبکو اطمینان ہو اور وہ اس کتاب کیطرف مخلوق کے بلانیکا دلدادہ بھی ہو۔ ایسا شخص رسول کہلاتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے ایسی کتابین ان رسولون پر نازل فرمائین جنکو مخلوق کیطرف مبعوث کیا۔ گذشتہ کتابون مین بڑی کتابین یہ ہین۔ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی اور انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور اسکو مدت گذر گئی تو دین کا معاملہ نااہلونکے حوالہ ہوگیا تو ان کتابون مین تحریف و تبدیل واقع ہوگئی کیونکہ مذہب کی بنیاد محض خواہشاتِ نفسانیہ پر رہ گئی۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ کلمات کو انکے مواقع سے بدلتے ہین۔ بخاری ومسلم مین حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ چند یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین آکر کہا کہ ایک شوہر دار عورت نے بیوی والے مرد سے زنا کیا ہے" لہٰذا اسکی سزا تبلایئے آپ نے ان سے پوچھا کہ توریت مین اسکے متعلق کیا حکم ہے؟ انھون نے کہا کہ دونون کا منہ کالا کرکے دو گدھون پر سوار کردیا جائے کہ انکے منہ دم کی طرف ہون اور بستی مین گشت کرایا جائے اور رال مین بھیگی ہوئی کھجور کی رسّی سے سو دُرّے مارے جائین" حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ توریت مین تو سنگساری کا حکم ہے" چنانچہ توریت منگا کر کھولی گئی تو ایک یہودی نے آیتِ رجم پر ہاتھ رکھ لیا اور اسکا پہلا اور پچھلا حصہ پڑھ دیا۔ عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اُٹھا۔ دیکھا تو سنگساری کی آیت تھی۔ اسوقت بولے کہ اے محمدؐ تمنے سچ کہا تھا واقعی اسمین سنگساری کا حکم ہے" نیز (تحریف کے علاوہ) ان کتابون مین ایسے احکام بھی تھے جنکا اس اُمت کو مکلف بنایا جانا مناسب نہ تھا۔ لہٰذا حکمتِ الٰہی مقتضی ہوئی کہ ایسی کتاب نازل فرمائے جو حق اور باطل کو جُدا کردے اور جملہ آسمانی کُتب ہائے سابقہ کی محافظ ونگران بھی ہو اور غلو کرنیوالونکی تحریف اور جھوٹے انتساب والونکی کارروائیون سے محفوظ ہو اور تمام ایسے احکام کی متکفل ہو جو افراط وتفریط سے خالی ہون۔ چنانچہ اس کتاب کو عربی زبان مین اول آسمانِ دنیا پر جملۃً نازل فرمایا اور پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کرکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا جنکی امانت ودیانت اور راستگوئی اور مظلوم کی فریاد رسی اور حوادثِ حقہ مین اعانت وحمایت پر سب کا اتفاق تھا تاکہ وہ علماء وحفاظ کے سینون مین قائم ہو سکے اور اسکی حفاظت وضبط کا مدار صرف تحریر ولکھت پر نہ رہے کہ گذشتہ کتابونکی طرح تحریف

کی گنجایش نکلے۔ اِس کتاب کا نام حق تعالیٰ نے قرآن رکھا۔ قرآن میں جسطرح طبقاتِ مختلفہ کیلئے ایسے احکام بیان ہوئے ہیں جنکی تعمیل سے رضاءِ الٰہی نصیب ہوسکتی ہے اسیطرح یہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ بھی ہے تاکہ جبتک سطحِ زمین پر قرآن موجود رہے آپکا یہ معجزہ بھی قائم اور باقی رہے اور جبتک قرآن موجود رہے اسوقت تک اہلِ اسلام کو اپنے دین کی پوری واقفیت حاصل رہے اور احکام و شرائع کے تحمّل میں کاہلی لاحق نہو کیونکہ قرآن انکو ثابت کرنیکو خود ایک حجت قطعی بنجائے کہ یہ اللہ ہی کیطرف سے نازل ہوا ہے اور کسی دوسرے کیطرف سے نازل نہیں ہوا۔ لہٰذا اہلِ عناد کو کسیوقت بھی اسکے انکار کی گنجایش نرہیگی اور اسمیں جو لطافت ہے وہ ظاہر ہے بقرآنِ مجید کو معجزہ عقلی بنانے میں راز یہ ہے کہ عادت الٰہیہ یون چلی آئی ہے کہ ہر نبی کو ایسا معجزہ دیا جائے جو اس زمانہ کے تمام لوگوں کو اس فن میں عاجز بنادے جسمیں وہ درجۂ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں اور یہی معجزہ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اسکے عاجز کنندہ ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ چنانچہ موسےٰ علیہ السلام کی قوم چونکہ فنِ سحر میں کمال کی حد کو پہنچی ہوئی تھی تو حضرت موسیٰؑ کو لاٹھی کا معجزہ عطا ہوا۔ جسنے ماہرفن اور کامل جادوگروں کو عاجز بنادیا کہ جادو کے زور سے پوری سعی خرچ کرکے جو کچھ انھوں نے کیا تھا عصائے موسیٰؑ نے اسکو باطل کردیا۔ پس بجز اسکے کہ وہ اللہ و رسول پر ایمان لے آوین اور اپنے عاجز و قاصر ہونیکا اقرار کرین کوئی گنجایش نرہی۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ الخ تب موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی کو ڈالدیا پس دیکھتے کیا ہیں کہ وہ نگل رہی ہے اس سانگ کو جسے جادوگر بنا رہے تھے۔ غرض حق غالب آیا اور وہ جادوگر جو عمل کر رہے تھے وہ باطل ہوا لعد اسوقت جادوگر ہار گئے اور ذلیل ہوکر رہگئے اور یہ کہتے ہوئے سجدہ مین گر گئے کہ ہم ایمان لائے پروردگار عالم پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔" نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم چونکہ طب جسمانی اور بدن کے معالجات مین کمال کی حد کو پہونچگئی تھی تو حق تعالیٰ نے انمین حضرت عیسیٰؑ کو مبعوث فرمایا اور انکو اپنی طرف سے ایسی قوۃ قدسیہ عطا کی جس سے وہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتے اور مُردونکو جلادیتے تھے کہ اطبا وقت ایسے معالجہ سے عاجز تھے۔ اسیطرح چونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اہلِ عرب کیطرف رسول بنکر آئے اور اسوقت اہلِ عرب فصاحت و بلاغت کی چوٹی پر پہونچے ہوئے تھے۔ طرح طرح کے اشعار اور خطبے (نظم و نثر) اپنے جلسون مین بلا فکر اور بلا تامل فی البدیہہ پڑھتے اور اپنی فصاحت و بلاغت اور طلاقت لسانی کے مقابلہ مین باقی سبکو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے اور اطراف عالم مین انکی بلاغت کا شور مچا ہوا تھا۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے اپنی عادتِ جاریہ کے موافق آنحضرتؐ پر قرآنِ مجید اُتارا کہ اسکی فصاحت و بلاغت کے سامنے اہلِ عرب کی زبانین گونگی ہوگئین اور باوجودیکہ انکو کلام کی بندش مین مہارت تامہ حاصل تھی مگر قرآن کے معارضہ پر قادر نہوسکے حتیٰ کہ ان سے کہدیا گیا قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ الخ کہدو اے محمد اگر تمام انسان و جنات بھی جمع ہوجائین کہ اس قرآن کا مثل لادین تو ہرگز نہ لاسکینگے اگرچہ ایکدوسرے کا مددگار اور پشت پناہ کیون نہ بنجائے۔" پھر جب وہ ساری قرآن کا مثل نہ لاسکے متعلقہ بیکار رہگئے اور انکی زبانین

نے ہاری نہ دی تو اس آیت کا نزول ہوا قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ الخ کہدو ای محمدؐ اس جیسی دس ہی سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسکو بھی ہو سکے اسکو بلا لو اگر تم سچے ہو" اب بھی انکو سکوت ہوا اور ایکدوسرے کی معاونت مین پوری توجہ صرف کرنیکے باوجود بھی اسکے مقابلہ کی قدرت نہوئی تو اسکے بعد یہ نازل ہوا قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ الخ کہدو ای محمدؐ کہ ایک ہی سورت اسکے مثل لے آؤ اور اپنے مددگاروں کو بلا لو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو" پس باوجودیکہ مقابلہ پر مرے مٹتے اور اسلام سے شدید عداوت رکھتے تھے اور ریت کے ذرات سے زیادہ انکی تعداد بھی تھی مگر ایک سورت کا مثل لانے سے بھی سب عاجز اور حیران ہوگئے۔ لہذا اللہ کی یہ حجت ان پر پوری ہوگئی کہ قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے۔ اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اکثر فصحاء عرب جنکو بلاغت مین یدِ طولیٰ حاصل تھا اور وہ دلونمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت لئے ہوئے اور آپکے ہلاک کرنے پر تلے ہوئے تھے پوری غور و تدبر کے ساتھ قرآن کے سنتے ہی ایمان لے آئے کہ واقعی یہ کلام الٰہی ہے جسکا معاوضہ طاقتِ بشریہ سے باہر ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ اور حضرت مصعبؓ بن عمیر ایکدفعہ بنی ظفر کے باغ کیطرف جا بیٹھے اور ایک نومسلم انصاری بھی انکے پاس آ بیٹھے۔ سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہ دونوں اسوقت اپنے قومی مذہب پر تھے کہا کہ اسعدؓ بن زرارہ کے پاس جاکر اسکو دھمکاؤ کہ ہمکو ناگوار گذرنیوالے طریقہ سے باز آئے کہ وہ اس پردیسی (مصعبؓ بن عمیر) کو لایا ہے جو ہماری جماعت کے ضعیف العقل شخصونکو احمق (مسلمان) بنا رہا ہے۔ چنانچہ اسید بن حضیر اپنا نیزہ لیکر اسجانب روانہ ہوئے تو اسعدؓ بن زرارہ نے انکو دیکھکر مصعبؓ بن عمیر سے کہا کہ یہ شخص اپنی قوم کا سردار ہے پس اللہ کی صداقت اسکے قلب مین ڈالئے۔ اسید مصعبؓ کے سامنے کھڑے ہوکر کہا تمکو کیا ہوگیا کہ ہمارے ضعفاء کو احمق بنا رہے ہو۔ اگر تمکو اپنی جان پیاری ہے تو باز آجاو۔ مصعبؓ بن عمیر بولے کیا ہو سکتا ہے کہ ذرا بیٹھکر ہماری سن لو۔ پھر اگر پسند آئے تو مان لینا ورنہ تمکو ناگوار گذرنیوالی صورت سے ہم باز آجاینگے۔ اسید نے یہ کہکر کہ بات تو انصاف کی کہی۔ اپنا نیزہ زمین مین گاڑا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے اسلام کے متعلق ان سے باتیں کہیں اور قرآن مجید پڑھکر سنایا۔ بے اختیار انکی زبان سے نکلا کہ کسقدر اچھا کلام ہے اور اسکے بعد دریافت کیا کہ اس مذہب مین داخل ہوتے وقت تم کیا صورت کرتے ہو؟ مصعبؓ نے فرمایا کہ غسل کرکے پاک ہو اور کپڑونکو دھوؤ اور شہادتِ حقہ کے قابل ہوکر دو رکعت نماز پڑھو۔ چنانچہ اسیدؓ بن حضیر نے اسپر عمل کیا اور مسلمان بنکر کہا کہ میرے پیچھے ایسا شخص ہے کہ اگر اسنے تمہارا اتباع کرلیا تو پھر اسکی قوم کا ایک شخص بھی اسکا خلاف نکریگا اور مین ابھی تمہارے پاس اسکو بھیجتا ہون۔ اسکا نام سعد بن معاذ ہے۔ اسکے بعد وہ اپنا نیزہ لیکر سعد اور انکی قوم کیطرف آئے جو کہ اپنی مجلس مین بیٹھے ہوئے تھے۔ سعد نے جب انکو آتا ہوا دیکھا تو کہا کہ واللہ اسیدؓ بن حضیر اس منہ کے سوا دوسرا منہ لیکر آرہا ہے جو یہاں سے لیکر گیا تھا۔ اور جب وہ آپہونچے تو ان سے پوچھا کہ کیا کرکے آئے؟ انہوں نے جوابدیا کہ مین نے ان دونوں سے باتیں کہیں مگر واللہ امین کوئی خرابی نہ دیکھی اور جب مین نے انکو منع کیا تو انہون

کہا کہ بہتر ہے جو تمھاری مرضی ہو وہی ہم کرینگے اور مجھے یہ بھی خبر ملی ہو کہ بنو حارثہ بارادۂ قتل اسعد بن زرارہ کیطرف روانہ ہوئے ہین حالانکہ انکو معلوم ہو کہ اسعد تمھارا خالہ زاد بھائی ہو اور اسطرح وہ تمھاری معاہدہ کا توڑنا چاہتے ہین یہ سنکر سعد غصہ مین بھری ہوئی جلدی سے اُٹھے اور اُسید کے ہاتھ سے نیزہ لیکر یہ کہتے ہوئے کہ تمنی کچھ بھی کام انجام نہ دیا اسطرف چل پڑے جب سعد بن معاذ قریب آئے تو اسعدؓ بن زرارہ نے مصعبؓ بن عمیر سے کہا کہ لیجئے سردار قوم آپکے پاس آپہونچا اور اگر اُسنے آپکا اتباع کر لیا تو اس قوم مین سے دو نفر بھی آپکے خلاف نرہینگے۔ الغرض جب سعد نے ان دونو نکو مطمئن بیٹھا دیکھا (کہ نکوئی قائل ہو نہ اسکا وہم وخوف) تو سمجھ لیا کہ اُسید کا مقصود صرف یہ تھا کہ مجھان سے کچھ سنوائے لہذا مسکراتے ہوئے پاس آئے اور اسعدؓ بن زرارہ سے کہا کہ ای ابو امامہ اگر میری اور تمھارے درمیان رشتہ نہوتا تو تمکو اتنی ہمت نہوتی کہ ہماری گھر مین گھُسکر وہ کام کرتے ہو جو ہمکو ناپسند ہو۔ حضرت مصعبؓ نے فرمایا کہ بیٹھئے تو سہی اگر بات پسند آوی تو مانئے ورنہ جو آپکو ناگوار ہے ہم اس سے علیحدگی اختیار کرینگے۔ چنانچہ سعد نے بھی یہ کہکر کہ بات تو انصاف کی کہی اپنا نیزہ زمین مین گاڑ دیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے اسپر اسلام پیش کیا اور قرآن مجید سنایا وہ انکو بہت پسند آیا اور کہنے لگے کہ یہ تو بہت ہی عمدہ کلام ہی۔ پھر دریافت کیا کہ جب مسلمان بنتے ہو تو تم کیا صورت کرتے ہو؟ حضرت مصعبؓ نے وہی جواب دیا جو حضرت اُسیدؓ کو دیا تھا اور سعدؓ نے عمل کیا جو انکو بتایا گیا اِسکے بعد اپنا نیزہ لیکر اپنی قوم کیطرف چلے اور اُسیدؓ بن حضیر ساتھ ہوئے۔ جب قوم نے انکو آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ واللہ سعد تو اس شئے کے سوا دوسرا شئے لیکر آرہے ہین جسکو لیکر گئے تھے۔ حضرت سعدؓ نے پاس آکر کہا کہ ای بنو عبد الاشہل بتاؤ میرا درجہ تم مین کیا ہی؟ انھون نے کہا کہ ہمارے سردار اور رائے کے اعتبار سے سب مین برتر او ذات و حکم کے لحاظ سے سب مین زیادہ مبارک و بیخوف ہو۔ سعد نے کہا کہ جب ایسا ہی تو تم مرد ہو یا عورت جبتک اللہ و رسول پر تم ایمان نہ لاؤگے مجھی تمسے بات کرنی حرام ہی۔ راوی کہتا ہی کہ اسکے بعد شام ہوتے ہوتے قبیلۂ بنی عبد الاشہل مین کوئی مرد یا عورت بھی ایسا نہ رہا جو اسلام نہ لے آیا ہو بجز عمرو بن ثابت کے کہ انکا اسلام غزوۂ اُحد تک موخر رہا اور وہ ایمان لاتے ہی اُحد کیدن شہید بھی ہوگئے کہ نماز کا وقت نپایا اور اسوجہ سے) ایک سجدہ بھی نہ کر سکے۔ آنحضرتؐ نے انکے جنتی ہونیکی اطلاع بھی دی ہی۔

صحیح بخاری مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ ابو ذرؓ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونیکی خبر پہونچی تو انھون نے اپنے بھائی سے کہا کہ وادیٔ مکہ کیطرف جاؤ اور اس شخص کے تحقیق حال سے مجھ باخبر کرو جو دعوی کرتا ہو کہ مین نبی ہون اور میرے پاس آسمان سے خبر آتی ہی۔ جاکر اسکا قول سُنو اور پھر میرے پاس آؤ۔ چنانچہ بھائی مکہ گیا اور آپکی باتین سنکر ابوذر کے پاس واپس پہنچا تو کہا کہ بھائی صاحب وہ تو اخلاقِ حمیدہ کا حکم دیتے اور ایسا کلام پڑھتے ہین جو درحقیقت شعر نہین ہی اور برادا تیری یون کہا کہ مین نے کاہنون کا قول بھی سنا ہی مگر محمدؐ کا

کلام آنکا سا نہین اور یہ بھی نہین کہ انکے کلام کو شعر کی مختلف اقسام پر منطبق کیا مگر وہ منطبق نہوا اور نہ کسی بشر کے قول سے مناسبت ہے اور درحقیقت محمدؐ سچے ہین اور انکی مخالفت کرنیوالے جھوٹے ہین۔ ابوذرؓ نے یہ کہکر کہ جو میری مراد تھی اسمین تسلی نہین ہوئی زادراہ اور پانی کا مشکیزہ لیا اور خود مکہ روانہ ہوئے۔ مسجد مین آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا مگر چونکہ آپکو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا گوارا نہ تھا اسلئے پتہ نہ لگا سکے یہانتک کہ کچھ رات گذر گئی اور حضرت علیؓ نے انکو دیکھکر سمجھ لیا کہ کوئی اجنبی مسافر ہے۔ ابوذرؓ بھی حضرت علیؓ کو دیکھکر پیچھے ہو لئے مگر ایک نے دوسرے سے کچھ پوچھا نہین یہانتک کہ صبح ہوگئی اور ابوذر پھر اپنا توشہ و مشکیزہ اٹھا کر مسجد مین آگئے۔ تمام دن گذر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو نہ دیکھا یہان تک کہ شام ہوگئی اور آپ اپنی قیامگاہ پر واپس تشریف لے آئے۔ حضرت علیؓ کا ابوذر کیطرف گذر ہوا تو فرمایا کہ "مسافر کو کیا میسر نہین آیا کہ انکی قیام گاہ معلوم کرلیتا" اور پھر انکو اٹھا کر اپنے ساتھ لیگئے مگر اب بھی ایک نے دوسرے سے کوئی بات نہین کی۔ حتیٰ کہ تیسرا دن ہوا اور وہ بھی اسیطرح گذر گیا۔ تب حضرت علیؓ نے ابوذر کو اپنے ساتھ لیا اور فرمایا کیون میان کیا بتاؤگے نہین کہ آنیکا سبب کیا ہے؟ ابوذر نے جوابدیا کہ اگر عہد و پیمان دو کہ راستہ پر لگا دوگے تو بیان بھی کردون چنانچہ حضرت علیؓ نے اسکا عہد و پیمان کیا اور ابوذر نے اپنا ماجرا سنایا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ واقعی وہ سچے اور اللہ کے رسول ہین۔ جب صبح ہو تو میرے پیچھے ہو لیجیو اور جہان مین جاؤن تم بھی وہان چلے آئیو۔ ابوذرؓ نے ایسا ہی کیا کہ انکے پیچھے لگے رہے یہانتک کہ حضرت علیؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور ابوذر بھی انکے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ آپکا کلام سنا اور وہین مسلمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کیطرف جاؤ اور (اپنے اسلام کی) انکو اطلاع دو اور جبتک میرا حکم نہ پہونچے (وہین رہو)۔ ابوذرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ مین انمین اسلام کا اعلان کرونگا۔ یہ کہکر مسجد الحرام مین آئے اور بلند آواز سے پکارا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ سنکر لوگ اٹھے اور انکو اتنا مارا کہ یہ زمین پر گر گئے اور پھر بھی مار پڑ رہی تھی کہ عباسؓ (انکو بچانیکے لئے) آئے اور انپر لیٹ گئے اور (مارنیوالون سے کہا کہ) وائے تمپر کیا تمھین معلوم نہین کہ یہ قبیلۂ غفار کا شخص ہے اور وہی تمھارے تاجرانِ شام کا راستہ ہے اسطرح ابوذرؓ کو ان سے چھڑا لایا۔ مگر جب اگلا دن ہوا تو ابوذرؓ نے پھر ایسا ہی کیا اور لوگون نے مشتعل ہوکر انکو پھر زد و کوب کیا اور پھر حضرت عباسؓ انپر آلیٹے۔" ابوذرؓ وہ ماہر فن شخص ہین کہ اپنے بھائی کی شعر گوئی پر تعریف کرتے اور کہتے ہین کہ واللہ مین نے اپنے بھائی انیس سے بہتر کوئی شاعر سنا بھی نہین اور زمانہ جاہلیت کے مشاعرہ مین بارہ شاعرون کا ان سے نمبر لیا ہے پس اگر تلاش کروگے تو کتب سیر مین ایسے واقعات بکثرت پاؤگے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی حالت مین اسلام صرف قرآنمجید کے ذریعے سے پھیلا ہے کہ اسکے اندر ظاہری خوبیان اور باطنی لطائف ایسے ہین کہ

جنھون نے ماہر فن ہوا یا ناواقف غرض جسنے بھی اسکے سُننے کیطرف کان لگائے اسکے قلب کو کھینچ لیا ہے۔ آخر جب مذہب اسلام اپنی محاسن کیوجہ سے چار طرف پھیلگیا اور اسکے تابعین اسپر فریفتہ ہوکر کثیر بنگئے اور انکی تعداد روزانہ بڑھنے لگی تو کفار کے قلوب مین غصہ کی آگ بھڑکی اور انکی اس سوزش کو بجھانیوالی بجز اسکے کوئی صورت نتھی کہ وہ بیچارے مسلمانونپر ٹوٹ پڑیں اور جنگ و قتال کرینگے۔ لہذا حق تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو بھی ان سے جنگ کرنیکا حکم دیا چنانچہ مسلمان ان سے لڑے اور جزیرہ عرب سے انکی بیخ و بنیاد کو اکھیڑ پھینکا۔ مشرکین عرب مین بہتیرے ایسے تھے کہ جب انھون نے قرآنِ مجید کی خوبیون اور کمالات مین غور کیا تو انکے دلون نے گواہی دی کہ واقعی یہ مخلوق کا کلام نہین بلکہ خالقِ قدیر کا کلام ہے اور قریب تھا کہ ایمان لے آوین مگر حمیت و نخوت نے انکو پکڑا اور اسلئے اسلام کی نعمت سے محروم رہگئے۔ چنانچہ تفسیر خازن مین مروی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ تا الْمَصِیْرُ نازل فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین نماز کے اندر اسکو پڑھنے لگے۔ ولید بن مغیرہ آپکی قرأت سُننے کیلئے پاس آ کھڑا ہوا اور جب اسکے سُننے کو حضرتؐ نے محسوس کیا تو آیت کا اعادہ فرمایا۔ آخر ولید وہان سے چلا اور اپنی قوم بنی مخزوم مین آکر کہا کہ واللہ مین نے محمدؐ کی زبان سے ایسا کلام سُنا ہے کہ نہ وہ کسی انسان کا کلام ہے نہ کسی جن کا۔ واللہ اسمین تو خاص مٹھاس اور خاص تراوت ہے کہ اسکے اوپر پھل لگے ہوئے ہین اور نیچے نہرین بہ رہی ہین۔ اور بیشک وہ غالب آکر رہیگا کہ مغلوب نہوگا۔ ولید جب یہ کہکر اپنے گھر چلا گیا تو قریش کہنے لگے کہ لو بھائیو ولید تو لا مذہب ہوگیا اور اگر ایسا ہوا تو سارے قریش لا مذہب بنجائینگے۔ ابوجہل یہ کہکر کہ اچھا مین تم سبکا فکر دُور کئے دیتا ہون چلا اور غمزدہ رونی صورت بنا کر ولید کے پہلو مین بیٹھ گیا۔ ولید بولا کہ بھتیجے کیا بات ہے کہ آج تجھے مغموم دیکھتا ہون؟ ابوجہل نے کہا اور وجہ کیا کہ مین مغموم نہون۔ دیکھئے قریش تمھارے لئے چندہ جمع کر رہے ہین کہ تمہارے بڑھاپے کی خورونوش مین تمھاری امداد کرین اور یون سمجھ رہے ہین کہ تمنے محمدؐ کے کلام کو رونق دیدی اور تم ابن ابی کبشہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہو تاکہ انکا بچا کچا کھانا تمکو ملجائے۔ یہ سُنکر ولید کو غصہ آگیا اور کہا کیا قریش کو معلوم نہین کہ مین ان مین سب سے زیادہ صاحب مال و اولاد ہون۔ اور محمدؐ اور انکے ساتھیون کو تو پیٹ بھر کھانا ہی نصیب نہین بھلا انسے بچا کچا کیا جسکی مجھے طمع ہو۔ یہ کہکر ابوجہل کے ساتھ اُٹھا اور اپنی قومی مجلس مین آکر کہا کہ تم لوگون کا گمان ہے کہ محمدؐ کو جنون ہے مگر مین تمسے پوچھتا ہون کہ تمنے کبھی انکو بیہوشی کا دورہ پڑتے دیکھا ہے؟ سب نے جوابدیا کہ نہین دیکھا۔ پھر ولید نے کہا اور تمھارا گمان ہے کہ وہ کاہن ہے مگر کیا تمنے اسکو کبھی کہانت کرتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا کہ نہین دیکھا۔ پھر ولید نے کہا تمھارا گمان ہے کہ وہ شاعر ہے مگر کیا تمنے کبھی اسکو شعر کہتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا کہ نہین دیکھا۔ پھر ولید نے کہا کہ تمھارا گمان ہے کہ وہ دروغگو ہے مگر کیا اسپر ذرا بھی جھوٹ بولنے کا کبھی تجربہ ہوا ہے؟ سب نے کہا نہین ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجہ راستگوئی کے نبوت سے قبل امین نام رکھا ہوا تھا۔ یہ سُنکر قریش

نے ولید سے کہا کہ اچھا پھر ہے کیا؟ تب ولید نے کچھ سوچکر کہا کہ بس اسکے پاس سحر ہی کہ دیکھو شوہر اور بی بی بچوں
مین تفریق کر دیتا ہی۔ لہذا وہ ساحر ہوا اور اسکا کلام سحر مستمر۔ اسکو حق تعالٰی قرآنمجید مین ذکر فرمایا اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ
فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ الاٰیہ۔ حضرت محمد رضؓ بن کعب قرظی سے مروی ہی کہ عتبہ بن ربیعہ نے جو کہ قریش مین سردار و حاکم تھا
ایکدن مجلس قریش مین بیٹھے ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام مین علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ اے
جماعت قریش اگر کہو تو محمدؐ سے باتین کر کے کچھ شرائط پیش کرون کہ شاید باہمی مین سمجھوتہ ہو جائے اور وہ ہمارے سب کے رستم
سے باز آ جاوین۔ قریش نے کہا کہ ہان ای ابو الولید ضرور ایسا کرو۔ چنانچہ عتبہ جو کہ قریش مین سب سے زیادہ سحر و کہانت
اور شعر گوئی کا ماہر تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ ای میرے بھتیجے قرابت و نسب
کی شرافت و عزت کا جو درجہ ہم مین تمھارا ہی وہ تمکو معلوم ہی۔ مگر تم اپنی قوم مین ایک ایسا امر عظیم لیکر آئے ہو جس
سے تمنے اپنی جماعت مین تفرقہ ڈالدیا اور انکو احمق اور بیعقل قرار دیا اور انکے معبودون اور مذہب کو عیب
لگایا اور انکے اسلاف اور آباؤ اجداد کو کافر ٹھیرایا۔ لہذا مین چند باتین تمپر پیش کرتا ہون کہ انمین غور
کرو کیا عجب ہے کہ کوئی بات قبول کرسکو اور نزاع باہمی رفع ہو جائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کہو ای ابو الولید
سنونگا۔ عتبہ نے کہا کہ ای میرے بھتیجے جو کچھ تم لیکر آئے ہو اگر اس سے تمھارا مقصود تحصیل عزت و جاہ ہی تو ہم تمکو اپنا
سردار بنالین کہ تمھارے حکم بغیر کوئی کام طے نہو۔ اور اگر سلطنت چاہتے ہو تو ہم تمکو اپنا بادشاہ قرار دے لین اور اگر
کسی جن کا اثر ہے کہ جو تمکو نظر آتا ہی مگر تم اسکو دفع کرنیکی قدرت نہین رکھتے تو ہم طبیب کو بلائین اور دل کھولکر
علاج مین خرچ کرین کہ تمکو آرام ہو جائے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مسخر جن کسی انسان پر غلبہ پاتا اور اسکے
معالجہ کی ضرورت ہوتی ہی۔ جب عتبہ اپنی تقریر سے فارغ ہو لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی بات سن چکے
تو فرمایا کہ بس کہہ چکے ای ابو الولید؟ عتبہ نے کہا کہ ہان کہہ چکا۔ آپنے فرمایا کہ اب میری سنو۔ ولید نے کہا کہ بہتر ہے
کہو۔ آپنے کہا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الخ عتبہ سکوت مجسم بنکر اپنے ہاتھ کمر کے پیچھے ڈالے
اور انپر سہارا لگائے سنتا رہا اور آخر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر پہنچے فَاِنْ اَعْرَضُوْا
فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ پس اگر یہ لوگ روگردانی کرین تو کہدو کہ مین تمکو ڈراتا ہون
عاد اور ثمود کی کڑک جیسی کڑک سے۔ تو عتبہ نے گھبرا کر آنحضرتؐ کے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ لیا۔ اور رحم کی قسم دیکر
کہا کہ بس رک جایئے مگر آپ پڑھتے رہے یہانتک کہ سجدہ پر پہنچے اور سجدہ کر کے فرمایا کہ سن لیا ای ابو الولید جو
کچھ سننا تھا؟ اب تم جانو تمھارا کام۔ پس عتبہ اٹھکر اپنے دوستونکی طرف آیا تو رفقا نے ایک دوسرے سے کہا کہ ولید
جو چہرہ لیکر گیا تھا واللہ اسکے خلاف لیکر آرہا ہے (کہ رنگ بدلا ہوا ہے)۔ اور جب ولید پاس آ بیٹھا تو پوچھا کہ
کہو کیا خبر ہے ای ابو الولید؟ عتبہ نے کہا کہ خبر یہ ہے مین نے ایسا کلام سنا جسکی مثل واللہ کبھی نہ سنا تھا اور

واللہ نہ وہ شعر ہے نہ سحر ہے اور نہ کہانت ہے۔ اے جماعتِ قریش میری رائے مانو کہ یہ شخص جس امر کے درپے ہے اسکی مزاحمت نکرو اور الگ ہو جاؤ کہ واللہ اسکے کلام کی جو کہ مین نے سنا ہے ایک عظیم شان ہے۔ پس اگر عرب کی دوسری قوموں نے اسکو مغلوب کر لیا تو دوسروں کے ہاتھوں تمھارا کام بنجائیگا اور اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اسکی حکومت بعینہ تمھاری حکومت اور اسکی عزت تمھاری عزت ہے کہ تم ہی سب سے زیادہ خوش نصیب رہو گے۔ یہ سنکر قریش نے کہا کہ واللہ اے ابوالولید محمد نے تو اپنی زبان سے تمپر جادو کر دیا۔ عتبہ نے کہا کہ خیر میری رائے تو یہی ہے اب جو تمکو پسند ہو وہ کرو۔ نیز بہتیرے اہلِ بلاغت آپ سے مناظرہ کیلئے اٹھے اور کلام کو نظم کیا مگر جب اسمین قرآن کیسے محاسن نہ پائے تو خود ہی اسکو مٹا دیا۔ چنانچہ حکایت ہے کہ مقفع نام ایک شخص تابعین کے زمانہ مین سب سے زیادہ فصیح تھا اور اس نے قرآنمجید کا مقابلہ کرنیکے لئے ایک طویل عبارت مرتب کی اور جدا جدا سورتین بنا کر مختلف نام رکھے۔ آخر ایک بچہ پر اسکا گذر ہوا جو مکتب مین بیٹھا یہ آیت پڑھ رہا تھا وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ اور کہا گیا کہ اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور پانی جذب کر لیا گیا اور قصہ طے کر دیا گیا اور کشتی جا ٹھیری کوہ جودی پر اور کہا گیا کہ دوری ہو ستمگار قوم کو۔ یہ سنکر مقفع کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ مین شہادت دیتا ہون یہ بشر کا کلام نہیں اور اسکا مقابلہ ہرگز نہین ہو سکتا۔ اسکے بعد واپس ہو کر اپنی تصنیف کو چاک اور جو بنایا تھا اسکو ملیا میٹ کر دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس فصیح و بلیغ کو بھی کلام کے جید اور ردی ہونیکی شناخت اور مہارت ہے بشرطیکہ اسکے دل مین انصاف کا مادہ اور تعصب وہٹ دھرمی سے علیحدگی بھی ہے وہ ضرور شہادت دیگا کہ قرآنمجید مخلوق کا کلام نہیں اور کوئی شخص بھی قادر نہیں کہ ایسا کلام مرتب کر سکے جو وجوہ بلاغت مین اسکے مثل ہو۔ مواہب لدنیہ مین روایت ہے کہ یہ قرآن اگر مصحف مین لکھا ہوا کسی حصۂ زمین میں پایا جاتا اور معلوم نہ ہوتا کہ کسکا کلام ہے تب بھی عقول سلیمہ اسکی شہادت دیتین کہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کا نازل کیا ہوا ہے اور کسی انس و جن کو اسکی تالیف پر قدرت نہین پھر کیا پوچھنا جبکہ ایسے رسول کی معرفت آیا جو کہ خلائق مین سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ نیکو کار اور سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہے اور آپنے کہا بھی ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور ساری مخلوق سے تحدی بھی کی ہے کہ اگر شک و شبہ ہے تو اس جیسی ایک سورہ تمھی بنا لاؤ و باہمہ سب عاجز ہو چکے اور ایک آیت بھی نہ بنا سکے پھر کسی شک و شبہ کی کیا گنجایش ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازین قرآنمجید محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا حالانکہ آپ ہی کی زبان سے نکلی ہوئی جو حدیثین حاصل ہوئی ہین انکا اگر قرآن سے مقابلہ کیا جائے تو دونوں مین بہت فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور اسکی وجہ یہی ہے کہ قرآن ایسے مختصات کے ساتھ مخصوص ہے جو کسی بشر کے کلام مین پائے ہی نہین جا سکتے۔ چنانچہ ان مختصات مین سے ایک وہ ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول مین مذکور ہے (أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ الخ) کیا یہ لوگ قرآن مین غور نہین کرتے کہ اگر وہ اللہ کے سوا دوسرے کی طرف سے ہوتا

تو اسمین بہت کچھ اختلاف پاتے ۔" اور یہ اسلئے کہ انسان کو بسا اوقات ایک دلیل سوجھتی ہے اور وہ اسکی بنا پر ایک بات کا دعویٰ کرتا ہے مگر بعد مین اس دلیل کے اندر کوئی غلطی پاتا اور اس سے رجوع کر کے ایسے امر کا دعویٰ کرنے لگتا ہے جو پہلے دعوےکے بالکل خلاف ہوتا ہے چنانچہ حکماء اور علماء کو دیکھتے ہو کہ اکثر وہ ایک بات کہتے اور پھر اس سے رجوع کر کے قول مخالف کے قائل ہوتے ہین۔ نیز چونکہ نسیان حضرت انسان کے لئے آدم علیہ السلام کی میراث ہے لہذا اسکی ذات کے لئے لازم ہے پس اول ایک بات کہتا ہے اور پھر اسکو بھولجاتا ہے اور دوسری بات کہتا ہے جو پہلی بات کے خلاف ہوتی ہے۔

بعض لوگون نے جنکے دل کی آنکھین پھوٹ گئی تھین پوری ہمت صرف کر کے قرآن مجید مین چند واقع پر اختلاف ثابت کیا ہے مگر اس ہلاکت مین گرنیکی اصل وجہ عدم غور و فکر ہے کہ قرآن مین اختلاف کا نہونا غور و تدبر ہی پر مشروط کیا گیا تھا۔ ہماری اس قول کی پوری واقفیت تمکو اسوقت ہوگی جبکہ ان اختلافات پر نظر ڈالو جو راس المفسرین حضرت ابن عباس رضؓ پر پیش کئے گئے اور آپ نے انکے جواب دیئے ہین۔ چنانچہ بخاری وغیرہ مین حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضؓ کے پاس آ کر کہا کہ مجھے قرآن مین چند جگہ اختلاف نظر آتا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کون باتین ہین؟ کیا تمکو قرآن کے کلام اللہ ہونیمین) شک ہے؟ اسنے کہا کہ شک تو نہین ہے مگر اختلاف نظر آتا ہے جس سے خلجان ہے) آپ نے کہا کہ اچھا بیان کرو۔ اسنے کہا کہ سُنئے ایک جگہ حقتعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ‎؎ پھر (قیامت کے دن کفار کی) چال بجز اسکے کچھ نہوگی کہ (اپنا کفر چھپا ینگے اور) کہینگے قسم ہے اللہ اپنے پروردگار کی کہ ہم مشرک نہ تھے۔" اور دوسری جگہ فرماتا ہے وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ‎؎ اور اللہ سے کوئی بات بھی چھپا نہ سکین گے (حالانکہ اپنے شرک کو چھپایا)۔ نیز ایک جگہ فرماتا ہے فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ‎؎ قیامت کیدن کافرونکے درمیان نہ نسبی تعلقات رہینگے اور نہ ایک دوسرے سے کچھ پوچھ سکیگا۔" اور دوسری جگہ فرماتا ہے وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ‎؎ ایکدوسرے پر متوجہ ہو کر باہم پوچھ گچھ کرینگے۔" نیز ایک جگہ فرماتا ہے أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ الخ کیا تم کفر کرتے ہو ایسی ذات کا جسنے پیدا کیا زمین کو دو دنمین پھر متوجہ ہوا آسمان کیطرف۔" (اس سے معلوم ہوا کہ زمین اول پیدا ہوئی اور آسمان اسکے بعد ہوا)۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا الخ آسمان کو بنایا۔" اور پھر آگے مذکور ہے کہ اسکے بعد زمین کو بچھایا۔" نیز فرماتا ہے وَكَانَ اللَّهُ کہ اللہ ہر چیز پر قادر تھا۔ تھا کا لفظ جو زمانہ بعید کیلئے آتا ہے کیسے صحیح ہوا۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے جواب دیا کہ یہ جو ارشاد ہے ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ الخ بات یہ ہے کہ کافر جب قیامت کیدن دیکھینگے کہ حق تعالیٰ مسلمانونکی مغفرت فرماتا اور سارے گناہ بخشتا ہے مگر شرک کو نہین بخشتا اور اسکے سوا کوئی گناہ بھی اسکے نزدیک ایسا بڑا نہین جسے معاف نہ فرمادے تو مشرکین بھی اپنی بخشش و معافی کی توقع پر اپنے شرک کا انکار کر دینگے اور کہینگے قسم ہے اللہ اپنے پروردگار کی کہ ہم مشرک نہ تھے مع حق تعالیٰ انکے منہ پر مُہر لگا دیگا اور انکے ہاتھ پاؤن بولینگے۔ اور جو کچھ دُنیا مین کیا تھا سب ظاہر کر دینگے

پس اسیوقت ہوگا جسکے متعلق ارشاد ہی یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی وہ تمنا کرینگے کہ کاش زمین انپر برابر کردیجاتی اور کوئی بات چھپانہ سکینگے" اور یہ جو ارشاد ہی کہ اسدن باہمی رشتے قائم رہینگے نہ ایکدوسرے سے سوال کرسکیگا تو یہ اسوقت کا قصہ ہی جبکہ پہلا نفخ صور ہوگا اور جتنی بھی مخلوق آسمان و زمین میں ہے سب بیہوش و فنا ہوجائیگی بجز اسکے کہ جسے اللہ بچالے تو اسوقت نہ باہمی رشتے رہینگے اور نہ پوچھ کچھ ہوگی" پھر جب دوسرا نفخ صور ہوگا تو سب اٹھ کھڑے ہونگے اور اسوقت ایکدوسرے پر متوجہ ہوکر باہم سوال کرینگے" ارشاد خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ تو درحقیقت زمین کو آسمان سے قبل پیدا کیا ہی اور آسمان اسوقت دھوئیں کیطرح نظر آتا تھا۔ پھر اسکو پھیلاکر پیدائش زمین کے بعد دو دن کے اندر سات آسمان بنادئے۔ اور دوسری جگہ جو ارشاد ہے کہ آسمان کے بعد زمین کو بچھایا" تو اسکا مطلب یہ ہی کہ اسمین پہاڑ قائم کئے اور نہرین بہائین اور درخت بنائے اور سمندر بہائے" اب رہا ارشاد وَکَانَ اللّٰہُ سو بیشک اللہ تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہا اور اب بھی ایسا ہی ہی کہ صاحب عزت ہی حکمت والا ہی علیم ہی قدیر ہے۔ اور ہمیشہ ایسا ہی رہیگا۔ پس قرآن مین تمکو جہان کہین بھی اختلاف نظر آوے وہ اسیکے مشابہ ہوگا جو مین نے تجھسے بیان کردیا (کہ ہر ایک موقع جدا ہی) اور اللہ نے جو کچھ بھی نازل فرمایا اور اس سے جو کچھ بھی مراد لی ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے مگر بہتیرے آدمی سمجھتے نہین۔ اور منجملہ مختصات قرآنی کے دوسرا یہ ہی جو اس ارشاد مین مذکور ہے تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ الخ ای محمد یہ غیب کی خبرین ہین جنکو ہم تمھاری طرف وحی کرتے ہین کہ پہلے نہ انکو تم جانتے تھے نہ تمھاری قوم" شرح اسکی یہ ہی کہ قرآن قرون گذشتہ و آیندہ کے حالات بیان کرتا ہی۔ اور ظاہر ہی کہ واقعاتِ آیندہ کی صحیح اور سچی اطلاع دینا علیم و خبیر کے تبلائے بغیر ناممکن ہے" اور ایک خاصۂ قرآنی یہ ہی جو اس قول مین مذکور ہی اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا الخ اللہ نے نازل کیا پیارا کلام یعنی ایک کتاب (جسکے معنا مین ایکدوسرے سے ملتے) مشابہ و مکرر ہین کہ اس سے اُن کا رُوان کھڑا ہوجاتا ہی جو اپنے رب سے ڈرتے ہین۔ پھر انکی کھالین اور قلوب نرم ہوجاتے ہین اللہ کے ذکر کیطرف" اور تجربہ کرلو کہ جسکی فطرت صاف اور طبیعت جذبات الٰہیہ کے قابل ہی وہ جب قرآن پڑھتا یا اسپر کان لگاتا اور جو عبرتین اور وعدہ وعید اسمین مذکور ہین انمین فکر کرتا ہی تو اسکا قلب ضرور متاثر ہوتا اور آنکھین آنسو بھر لاتی ہین اور بدن کا رُوان کھڑا ہوجاتا ہی اور یہ اثر اسکو راہ مستقیم کیطرف کھینچتا ہی اور وہ حکم قرآنی کا شیدا ہوکر اسے اتنا مضبوط پکڑتا ہی کہ نہ ملامت کنندہ کی ملامت سے ڈرتا ہی نہ خاندان و وطن سے بے تعلقی کا خوف کرتا ہی بلکہ ساری مصیبتین اسکو آسان نظر آتی ہین۔ چنانچہ بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ صحابہ جب مشرکونکی ایذاؤن مین مبتلا ہوئے اور آنحضرت نے انکو حبشہ کیجانب ہجرت کرنیکی اجازت دی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت حبشہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے جب مقام برک الغماد پر پہونچے تو ابن الدغنہ جو کہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا ملا اور پوچھا کہ کدھر کا قصد کیا اے ابوبکر؟

تم جیسا شخص تو جلاوطن کئے جانیکے قابل نہین کہ تم نادار کیلئے کماتے اور رشتہ ناتہ کا لحاظ رکھتے اور عاجز و درماندہ کا بوجھ بٹاتے اور مہمان نوازی اور مصیبتون مین حق کی مدد کرتے ہو۔ چلو مین تمھارا ضامن ہون۔ اپنے وطن مین رہو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ واپس آئے اور ابن الدغنہ نے جملہ اشراف قریش مین گشت لگا کر کہا کہ ابوبکر جیسا شخص مکہ سے باہر نہین جاسکتا۔ کیا ایسے شخص کو نکلنے پر مجبور کرتے ہو جو نادار کیلئے کماتا، صلہ رحمی کرتا، درماندہ کا بوجھ بٹاتا، مہمان نوازی کرتا اور مصیبتون مین حق کا مددگار بنتا ہو۔ سُنلو کہ وہ میری پناہ اور ذمہ مین ہے، ابن الدغنہ کی دی ہوئی امان کو قریش جھوٹا قرار نہ دیسکے اور کہدیا کہ ہمین تمھاری پناہ دہی تسلیم ہے مگر ابوبکرؓ سے کہدو کہ اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی پرستش کرے کہ وہین نماز پڑھے اور وہین جتنا چاہے قرآن پڑھے۔ لیکن آواز بلند نہ پڑھے کہ اس سے ہماری بی بی بچو نکے فتنہ مین پڑنیکا اندیشہ ہے (کہ قرآن سُنکر اپنا مذہب نہ چھوڑ بیٹھین)۔ ابن الدغنہ نے ابوبکرؓ سے یہی کہدیا۔ اور ابوبکرؓ اپنے گھر کے اندر عبادت الٰہی کرتے رہے کہ نہ نماز بالا علان ادا کرتے اور نہ گھر سے باہر قرآن پڑھتے۔ چند روز بعد ابوبکر نے اپنے گھر کے صحن مین مسجد بنالی اور اسمین نماز و قرآن پڑھنے لگے۔ اور چونکہ رقیق القلب تھے کہ جب قرآن پڑھتے تو آنکھو نپر قدرت نہ رہتی لہذا عورتو نکے غٹ کے غٹ لگجاتے اور انکا قرآن پڑھنا انکو مبہوت بنا دیا کرتا تھا۔ اشراف قریش یہ دیکھکر گھبرائے اور ابن الدغنہ کو بُلا کر کہا کہ دیکھو ہمنے تمھاری خاطر ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کرین۔ مگر انھون نے اس سے قدم نکالکر صحن خانہ مین مسجد بنالی اور نماز و قرأت مین جہر کرنیلگے جسکی وجہ سے ہمین اندیشہ ہے کہ ہمارے بی بی بچے گمراہ نہو جاوین۔ پس اگر انکو پسند ہو کہ اپنے گھر کے اندر عبادت کرنے پر اکتفا کرین تب تو خیر ورنہ ان سے کہو کہ تمھارا ذمہ واپس کرین کیونکہ تمھارے ذمہ کا خلاف کرنا ہمین اچھا نہین معلوم ہوتا۔ ابن الدغنہ نے ابوبکرؓ کے پاس آکر کہا کہ اے ابوبکر تمھین یاد ہوگا کہ مین نے کس شرط کا تم سے معاہدہ کیا تھا پس یا تو اسی پر اکتفا کرو ورنہ میرا ذمہ واپس کردو کہ مجھے گوارا نہین عرب یہ کلمہ سُنین کہ مین نے ایک شخص کے متعلق ذمہ لیا اور میرے ذمہ کی وقعت نہوئی۔" ابوبکرؓ نے جوابدیا کہ بہتر ہے مین تمھارا ذمہ واپس کرتا ہون اور اپنے اللہ کے ذمہ پر راضی ہون۔" آپ ابن الدغنہ کے ذمہ کو واپس کرکے ایکدن کعبہ کیطرف جارہے تھے کہ قریش کا ایک بے تہذیب شخص آپکو ملا اور آپکے سر پر مٹی پھینکنے لگا۔ اسیمین ایک مہذب قریشی رئیس کا گذر ہوا تو آپنے شکوہ کیا کہ دیکھو یہ شخص کیا حرکت کر رہا ہے۔ اُسنے جوابدیا کہ تم ہی نے تو اپنے ساتھ ایسا برتاؤ کرایا۔ یہ سُنکر حضرت ابوبکرؓ نے تین بار کہا کہ اے رب تیری ذات کسدرجہ حلیم و بردبار ہے۔" مروی ہے کہ وفد نجران جو کہ تقریباً بیس آدمی تھے اور مہاجرین حبشہ سے حضرتؐ کی اطلاع انکو پہونچی تھی جب زیارت کیلئے مکہ آئے اور مسجد الحرام مین حاضر خدمت ہو کر کچھ سوالات کرنیلگے تو چند قریش بھی کعبہ کے پاس اپنی مجلسون مین بیٹھے ہوئے انکو دیکھ رہے تھے۔ انکے سوالات کا جواب دینے کے بعد آنحضرتؐ نے دعوت اسلام انپر پیش کی اور قرآن پڑھکر سنایا۔ انکی آنکھون سے آنسو

جاری ہو گئے اور ایمان لے آئے کیونکہ انکی کتابوں میں جو اوصاف آپکے مذکور تھے انکو محقق کر لیا۔ جب یہ حضرات آپکے پاس سے اُٹھے تو ابو جہل مع چند قریش کے سامنے آکر کہنے لگا کہ اے نو وارد مسافر و خدا تمکو نامراد بنائے تمھارے اہل وطن نے تمکو یہاں اسلئے بھیجا تھا کہ اس شخص کی خبر لیکر انکے پاس پہونچو مگر تم اچھی طرح اسکے پاس بیٹھے بھی نہیں اور اپنا دین چھوڑ کر اسکی باتوں کو سچا سمجھ لیا۔ تمسے زیادہ احمق بھی کوئی قافلہ ہمنے نہیں دیکھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ بس سلام ہے تم لوگوں کو ہم تمسے جاہلوں سے بات کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارا عقیدہ ہمارے لئے اور تمھارا عقیدہ تمھارے لئے۔ انھوں ہی کہ انھیں کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی اَلَّذِیْنَ آتَیْنٰہُمُ الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ تا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ لَا نَبْتَغِی الْجَاهِلِیْنَ اور نیز یہ آیت وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ الخ کہ جب انھوں نے سُنا جو رسول پر نازل ہوا تو دیکھتے ہو کہ انکی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اس حق کیوجہ سے جسکو وہ پہچان گئے۔" بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر اکیر تنبہ مجھسے فرمایا۔ کچھ قرآن پڑھکر سناؤ۔ مین نے عرض کیا کہ آپ پر تو نازل ہی ہوا ہے اور آپ ہی کو پڑھکر سناؤں؟" آپ نے فرمایا ہان میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں پس مین نے سورۂ نساء پڑھی اور جب اس آیت پر پہونچا فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِیْدًا۔ کیا ہوگا جبکہ ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائینگے اور اے محمد تمکو ان پر گواہ لائینگے۔" تو آپ نے فرمایا کہ بس کرو۔ مین نے آپکی طرف جو نگاہ اُٹھائی تو آپکی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں۔" تفسیر خازن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جب خوف خدا سے بدن کا رُوان کھڑا ہو جاتا ہے تو اسکے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے سُوکھے درخت سے پتے۔" حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ انکے بدن کا رُوان کھڑا ہو جاتا اور انکے قلوب اللہ کے ذکر سے سکون پاتے ہیں نہ یہ کہ انکی عقلیں جاتی رہتی اور وہ بیہوش ہو جاتے ہیں کہ ایسا اہل بدعت میں ہوتا ہے اور یہ شیطانی کیفیت ہے۔" حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ مین نے اپنی دادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ صدیق سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر جب قرآن پڑھا جاتا تو انکی حالت کیا ہوا کرتی تھی؟ فرمایا کہ وہ حالت ہوتی تھی جو حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ انکی آنکھوں سے آنسو بہتے اور بدن کا رُوان کھڑا ہو جاتا تھا۔" حضرت عبد اللہ نے کہا کہ ابتو بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ قرآن سنکر بیہوش ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ شیطان مردود سے۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عراقی شخص پر انکا گذر ہوا جو زمین پر پڑا ہوا تھا۔ پوچھا کہ اسکو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ قرآن اور کلام الٰہی سنکر گر پڑا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تو اللہ سے ڈرتے ضرور ہیں مگر گرتے نہیں۔" آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیطان آدمی کے پیٹ میں گھس جایا کرتا ہے۔ یہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تو تھی نہیں۔" ایکبار حضرت ابن سیرین سے انکا تذکرہ ہوا جو قرآن سنکر بیہوش ہو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میاں ہم تو جب جانیں

کہ ایسا شخص اپنے پاؤں لٹکائے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا اور پھر کوئی اسکو اوّل سے آخر تک سارا قرآن پڑھکر سنائے۔ اب اگر یہ اپنے آپکو گرا دے تب بیشک سچا ہے" اور سیرۃ نبویہ میں مذکور ہے کہ بعض صلحاء کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو وجد آجاتا اور چیخنے لگتے ہیں اور بڑھتے بڑھتے غشی اور کپڑے پھاڑنے تک نوبت آجاتی ہے اور ایسی حالت کا انکار صحیح نہیں کہ جو چکھتا نہیں وہ سمجھتا بھی نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ صحابہ میں ایسا نہیں ہوا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ انکا مرتبہ مقامِ تمکین تھا۔ شفاء قاضی عیاض میں مذکور ہے کہ ایک نصرانی کا کسی قاری پر گذر ہوا جو قرآن پڑھ رہا تھا۔ وہ کھڑا ہو کر سننے اور رونے لگا۔ کسی نے پوچھا کہ روتے کیوں ہو؟ جواب دیا کہ کلام کی بندش اور لہجہ کی وجہ سے۔ نیز ایک خاصۂ قرآنی یہ ہے کہ اسکے سننے کیلئے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ حضرت سعید بن حضیر ایک شب سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے کہ انکا گھوڑا بدکا۔ انکا لڑکا یحییٰ چونکہ اسکے ہی قریب لیٹا تھا اسلئے انکو اندیشہ ہوا کہ اسکے چوٹ نہ لگجائے لہٰذا انھوں نے فوراً بچہ کو ہٹا لیا۔ آسمان کیطرف جو نگاہ پڑی تو دیکھتے کیا ہیں؟ گویا ایک سائبان ہے جسکے اندر چراغ روشن ہیں۔ صبح کو انھوں نے آنحضرتؐ سے قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ پڑھتے رہتے اے ابن حضیر۔ پڑھتے رہتے اے ابن حضیر" عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اندیشہ ہوا یحییٰ پر گھوڑا پاؤں نہ رکھدے کہ وہ اسکے قریب تھا۔ لہٰذا میں اسطرف متوجہ ہوا اور آسمان کیطرف جو سر اٹھایا تو سائبان کیطرح نظر آیا کہ اسمیں چراغوں کی سی روشنی تھی اور وہ سائبان گھر سے نکلکر میری نظر سے غائب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جانتے بھی ہو وہ کیا تھا؟ عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے جو تمھاری تلاوت کے سننے کو قریب آگئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح ہو جاتی اور سب انکو دیکھتے کہ وہ نگاہ سے اوجھل نہ ہوتے"۔ ایک خاصۂ قرآنی یہ ہے کہ اسکی تلاوت پر مداومت (کثرت) دلوں کے آئینوں کے لئے معصیتوں کے زنگ سے صیقل ہے چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دلوں پر بھی زنگ آجاتا ہے جیسا کہ لوہے پر پانی لگنے سے زنگ آجاتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر اسکی صیقل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ موت کو بکثرت یاد کرنا اور تلاوت قرآن" اسکی تائید حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ الخ اے لوگو تمھارے پاس آئی تمھارے رب کیطرف سے نصیحت اور امراض صدور کی شفا اور مومنین کے لئے ہدایت و رحمت" امام رازی اسکی تفسیر میں کہتے ہیں کہ نصیحت سے اشارہ ہے مخلوق کی ظاہری اصلاح و طہارت کا کہ اسکا نام شریعت ہے اور شفا سے اشارہ ہے روح کا عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک کرنا کہ اسکا نام طریقت ہے۔ اور ہدایت سے اشارہ ہے صدر یقین کے قلوب میں نورِ حق کا ظہور اور اسکا نام حقیقت ہے اور رحمت سے اشارہ ہے اس نور کا کمال پر پہونچنا اور اتنا چمکنا کہ ناقصوں کی تکمیل کر سکے اور یہ نبوت ہے۔ خلاصۂ آیت یہ ہوا کہ قرآن میں ہر شے موجود ہے جسکی مخلوق کو حاجت ہو۔ چنانچہ خود فرماتا ہے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کوئی تر یا خشک ایسی نہیں جو کتاب واضح میں موجود نہو" غرض

؎ کسی عالمین از جا رفتہ نہوتے اور بجز اطاعت کے دوسرا رنگ قبول نکرتے تھے ۱۲

قرآن مجید کتب سابقہ کیطرف مراجعت سے مستغنی و بے نیاز بنارہا ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص پر غصہ آیا جسنے آپ سے درخواست کی تھی کہ توریت کے بعض اچھے اقوال لکھنے کی اجازت عطا فرمادیں۔ چنانچہ احمد نے حضرت جابر رض سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یہود سے بعض باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ آنحضرت کی اگر رائے ہو تو انمیں سے چند کو لکھ لیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم بھی متحیر ہو یہود و نصاری کیطرح حالانکہ میں سفید چمکتی ہوئی شریعت لیکر آیا ہوں۔ اور اگر موسیٰ ع زندہ رہتے تو انکو بھی میرا اتباع کئے بغیر چارہ نہ تھا۔" حکایت ہے کہ ایک نصرانی ڈاکٹر نے حسین رض ابن علی رض سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے تمہاری قرآن میں علم طب کی کوئی بھی بات بیان نہیں کی گئی حالانکہ اسکی ضرورت شدید ہے کہ علم ہی دو ہیں ایک علم ابدان دوسرا علم ادیان حسین رض نے جوابدیا کہ حقتعالی نے سارا علم طب آدھی آیت میں بیان فرمادیا ہے۔ ڈاکٹر نے وہ آیت دریافت کی تو آپنے فرمایا۔ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو یعنی اتنا زیادہ نہ کھاؤ پیو کہ وہ امراض لاحق ہوں جنکے علاج کیغرض سے طبیبوں کی حاجت ہو۔ پھر ڈاکٹر نے اسکے بعد پوچھا کہ تمہارے پیغمبر نے بھی کچھ اسکی بابت بتایا ہے؟ جوابدیا کہ ہاں ساری طب کو چند لفظوں میں جمع فرمادیا ہے اور وہ یہ کہ معدہ گھر ہے بیماری کا۔ اور پرہیز جڑ ہے ہر دوا کی۔ اور بدن کے ہر عضو کو دیتے رہو جسکا وہ عادی ہو۔" نصرانی نے کہا اللہ تمہاری کتاب اور تمہارے نبی نے تو جالینوس کی بھی ضرورت نہ چھوڑی۔

حجت ہای بالغہ جو ہمنے بیان کی ہیں انکو سمجھ لینے کے بعد میرے خیال میں قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کچھ شک نہ رہیگا۔ ہاں جسپر گمراہی کے پردے پڑے ہوں اور اسکا قلب اندھا ہو تو چونکہ جب وہ ظاہری قصوں پر نظر ڈالیگا اور اسکی تاریک عقل کو محاسن قرآن اور کلام الٰہی کے فضائل کیطرف راہ یابی نہوگی لہذا ظاہر ہے کہ وہ بے راہ ہوگا اور یہی کہیگا کہ یہ تو اگلوں کی کہانیاں ہیں اور اتنا بھی نہ سمجھیگا کہ اگر قرآن محض کہانیاں ہوتا جیسا کہ اسکا گمان ہے تو بہتیرے آدمی اسکا مثل لانیکے لئے کھڑے ہوجاتے حالانکہ معلوم ہوچکا ہے کہ اسکی چھوٹی سی چھوٹی سورت کا مثل لانیکی بھی کوئی جرات نکرسکا اور جسنے جرات کی حالانکہ ایسے بہت کم ہیں تو جب اسکا کلام ماہرین کلام پر پیش ہوا تو اسکو رسوا ہونا پڑا اور کھلا ہوا خسران اسکو نصیب ہوا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

دسوین بصیرت اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بیان

حق تعالی فرماتا ہے وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ "اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تمپر رحم کیا جائے۔" جاننا چاہئے کہ حقتعالی نے حضرت آدم ع کو عجیب حکمت سے پیدا فرماکر انکو پیاری صورت بخشی اور اپنی ساری مخلوقات پر فضیلت دیکر بہترین مکان یعنی جنت کو انکا مسکن بنایا اور وسعت کے ساتھ رزق مہیا فرمایا کہ جو چیز چاہتے تھے کھاتے تھے۔ صرف اتنی ممانعت تھی کہ درخت گندم کے قریب نجاوین اور

نہ اسکو کھائین کیونکہ وہ بول و براز کیطرف مجبور کرتا ہی اور جنت ایسی گندگیون سی محفوظ ہی مگر شیطان انکے اخراج کی کوشش مین لگا رہا کہ وہ ملائکہ مین باعظمت اور جنت مین قابو یافتہ تھا۔ جب حق تعالی نے فرشتو نکو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرین تو سب نے کرلیا مگر ابلیس نے انکار اور تکبّر کیا اور کافر بنگیا۔ لہذا حق تعالی نے اسکو جنت سی نکالا اور مطرود کردیا۔ تو چونکہ اسکے جنت سی اخراج کا سبب بظاہر حضرت آدمؑ ہی ہوئی لہذا وہ آدمؑ اور انکی ذریت کے جنت سی نکلوانیکے درپے ہوا۔ اور چونکہ درخت سی آدم و حوّا کو ممانعت ہونیکی اسکو خبر تھی لہذا اسنے وسوسہ ڈالا اور ان سے کہا کہ یہ جو اللہ تعالی نے تمکو اس درخت کی ممانعت کی ہے تو صرف اسلئے کی ہی کہ تم فرشتے نہ بنجاؤ یا تمکو خلود نصیب نہو" اور قسم کھاکر کہا کہ درحقیقت مین تمھارا خیر خواہ ہون۔ پس آدم و حوّا نے یہ گنجایش نکالکر کہ گندم کے اسی خاص درخت کی ممانعت ہی نوع گندم کے دوسرے درخت سے کھالیا اور اسکو یاد نہ رکھا کہ ممانعت مین کوئی تخصیص نہ تھی۔ پس انکے قیاس نے خطاکی اور حق تعالی نے اس لغزش کی وجہ سے انکو جنت سے سطح زمین کیطرف اتارا اور ایسا ہونا اللہ کے نزدیک مقدّر ہوچکا تھا۔ مگر چونکہ جنت پیدا ہی آدم اور انکی اولاد کیلئے کیگئی تھی اور یہی اسکے اہل تھے اور اللہ نے چاہا کہ انجام کار انھین کو اسکا وارث بنائے۔ لہذا انکو اطلاع دی کہ دوبارہ جنت حاصل کرنیکی سبیل صرف یہ ہی کہ میری اطاعت کرو اور میری اطاعت بجز میرے رسول کی اطاعت کے ممکن نہین لہذا اگر تمنے میری اور میرے رسول کی اطاعت کی کہ جو اسنے کہا وہ کیا اور جس سے روکا اس سے رُکے۔ تب تو تمھارے لئے جنت اور رحمت ہی اور اگر میری اور میرے رسول کی نافرمانی کی تو جنت مین پہونچنے کی کوئی صورت نہین ہے۔ اور اسلئے حقتعالی نے بنی آدم کیطرف پے درپے رسول بھیجے اور انکے لئے اطاعت کا طریق بیان فرمایا۔ آخر جب عیسٰی علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور طویل زمانہ گذر گیا کہ اطاعت کی راہ مٹ گئی تو حق تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ کہ آپنے اطاعت کے راستہ کو صاف و بے غبار بناکر لوگو نکو اسکیطرف بلایا اور حق تعالی نے فرمایا کہ یہ ہی میرا سیدھا راستہ پس اسپر چلو اور دوسرے راستو نکے پیچھے نہ پڑو کہ وہ تمکو راہِ حق سے علیحدہ کردینگے"۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ایک مثال سی واضح فرمایا ہی چنانچہ نسائی وغیرہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچکر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہی۔ اسکے بعد اس خط کے داہنے بائین چند خطوط کھینچکر فرمایا کہ یہ دوسرے راستے ہین کہ انمین ہر راستہ پر شیطان کھڑا ہوا پکار رہا ہی۔ اسکے بعد یہ آیت پڑھی وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا اور فرمایا کہ اس راستہ کے دونون جانبون پر دروازے ہین جنپر پردے پڑے ہوئے ہین اور جسنے ذرا بھی پردہ کھولا وہ راستہ سے دور ہوا"۔ اسلئے حقتعالی نے اسپر دو پکارنیوالے تعینات فرمائے ہین۔ چنانچہ رزین نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حقتعالی نے مثال بیان فرمائی کہ ایک راستہ تو سیدھا ہی اور اسکی دونون جانب دو اونچی دیوارین ہین کہ اسمین چند کھلے ہوئے دروازے ہین اور دروازو نپر پردے پڑے ہین۔ اور راستے کے

۵ اور بیشک یہ ہی میرا یعنی مجھ تک پہونچنے کا راستہ سیدھا ۱۲ مترجم

سرے پر ایک داعی کھڑا پکار رہا ہے کہ راستہ پر سیدھے چلے آؤ اور ٹیڑھے مت چلیو- اور اس سے اوپر ایک اور داعی ہے کہ جب کوئی ارادہ کرتا ہے کہ کوئی دروازہ کھولے تو وہ کہتا ہے کمبخت اسکو مت کھول کہ اگر کھولیگا تو اندر چلا جائیگا" اسکے بعد آپ نے اسکی تفسیر فرمائی کہ وہ راستہ تو اسلام ہے- اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کے حرام کردہ افعال ہین- اور پردے جو لٹکے ہوئے ہین وہ اللہ کی حدود ہین اور راستہ کے سرے پر جو داعی ہین وہ قرآن ہے اور دوسرا داعی جو اس سے اوپر ہے وہ واعظ الٰہی ہے جو ہر مومن کے قلب مین ہے" پس جسنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اور آپکے راستہ پر چلا وہ جنت مین داخل ہو کر نعمتون سے مالامال ہوا- اور اسکے لئے بھی آپنے تمثیل بیان فرمائی ہے جسکو بخاری نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب استراحت فرما رہے تھے کہ دو فرشتے آئے اور کہنے لگے کہ تمھارے ان حضرت کی ایک مثال ہے جسکو بیان کرنا چاہئے- ایک فرشتے نے کہا کہ آپ تو سو رہے ہین (لہذا بیان کرنا فضول ہے)- دوسرے نے کہا کہ نہین آنکھ سو رہی ہے مگر قلب جاگ رہا ہے- پھر کہنے لگے کہ انکی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی کہ اسنے مکان بنایا اور عام ضیافت کا کھانا طیار کر کے داعی کو بھیجا (کہ جو بھی آئے اسکو بلا لائے) پس جسنے داعی کا کہنا مانا وہ گھر مین داخل ہوا اور کھانا کھایا اور جسنے داعی کا کہنا نہ مانا وہ نہ گھر مین آیا اور نہ دعوت کھائی" پھر فرشتون نے کہا کہ اسکی تفسیر بھی کر دو تاکہ سمجھ جاوین- ایک نے کہا کہ آپ تو سو رہے ہین- دوسرے نے کہا کہ صرف آنکھ سو رہی ہے مگر دل بیدار ہے- پس کہنے لگے کہ وہ گھر تو جنت ہے اور داعی اسکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین لہذا جسنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو درحقیقت اسنے اللہ کی اطاعت کی اور جسنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اسنے اللہ کی نافرمانی کی- اور محمد ہی لوگو نکے درمیان فارق ہین (کہ مومن اور کافر انکی وجہ سے متمیز ہوتے ہین)

چونکہ جنت و نعمائے جنت سے مالامال ہونے اور دوزخ اور اسکے شغلون سے نجات پانیکا مدار اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت پر ہے لہذا کوئی مومن نہ بنیگا جبتک کہ اپنی خواہش نفسانی کو چھوڑ دیگا- اور جو کچھ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیکر آئے ہین اسکا اتباع نہ کریگا- چنانچہ شرح السنہ مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم مین کوئی مومن نہ بنیگا جبتک کہ اسکی خواہش نفس میری لائے ہوئے طریقہ کی تابع اور تحت نہو جاوے"، حتٰی کہ چند صحابہ نے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو قلیل سمجھا اور چاہا کہ اس عبادتِ شاقہ کا اپنے نفس کو متحمل بنائین جسکا آنحضرت کو حکم نہوا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیزاری ظاہر فرمائی اور کہا کہ "جسنے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ میرا نہین" چنانچہ صحیحین مین حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تین ۳ شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس آئے کہ حضرت کی عبادت دریافت کرتے تھے اور جب انکو آپکی عبادت معلوم ہوئی تو گویا انھون نے اسکو قلیل سمجھا لہذا کہنے لگے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت ہے آپکے تو اگلے پچھلے سارے گناہ اللہ نے بخشدیئے- پس ایک نے کہا کہ مین تو ساری رات نماز پڑھا کرونگا- اور دوسرے نے کہا کہ مین ہمیشہ روزہ رکھا کرونگا کہ کسیدن بھی بے روزہ نہ رہونگا-

اور تیسرے نے کہا کہ مین عورتون سے الگ رہونگا کہ کبھی نکاح نکرونگا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ہی ہو جنھون نے ایسا ایسا کہا ہی؟ واللہ مین تم سب مین زیادہ اللہ سے ڈرنے اور خوف رکھنے والا ہون مگر روزہ بھی رکھتا ہون اور کسیدن نہین بھی رکھتا۔ اور نماز بھی پڑھتا ہون اور سوتا بھی ہون۔ اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون پس جسنے میری طریقہ سے اعراض کیا وہ میرا نہین۔" اور یہ شیطان کی عادت ہی کہ جب کسی بندہ کو معصیت کے جال مین پھانسنے کی قدرت نہین پاتا تو اسکی عبادت کیطرف متوجہ ہوتا اور اسمین (طریقہ محمدیہ سے) کمی بیشی کرکے اسکے سامنے لاتا ہے۔ پس اگر وہ قبول کرلیتا ہی تو تباہ ہوجاتا ہی۔ اور یہ شیطان کا بڑا جال ہی جسمین اسنے بہتیرے آدمیونکو شکار کرلیا ہے حتیٰ کہ اسکی بدولت اُمتِ محمدیہ مین تہتر ۷۳ فرقے بنادیئے۔ چنانچہ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت پر ہو بہو وہی آئیگا جو بنی اسرائیل پر آیا جیسے ایک جوتہ دوسرے جوتہ کے مطابق۔ حتیٰ کہ بنی اسرائیل مین اگر کسینے ماں سے علانیہ زنا کیا تو میری اُمت کا ایک شخص بھی ایسا کریگا۔ اور بنی اسرائیل مین تو بہتر ۷۲ فرقے ہوئے مگر میری اُمت متفرق ہو کر تہتر ۷۳ فرقے ہوجائیگی۔ ایک فرقہ کے سوا سب جہنم مین جاینگے صحابہ نے پوچھا کہ وہ ایک فریق کونسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو اس طریق پر ہوگا جسپر مین اور میرے صحابہ ہین۔" اور اسیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو طریق لیکر آئے تھے صحابہ نے اسکو بلا کمی بیشی مضبوط تھام رکھا تھا چنانچہ احیاء مین حضرت عمرؓ سے مروی ہی کہ انکو بہت کچھ فتوحات نصیب ہوئین تو انکی بیٹی حضرت حفصہؓ نے کہا کہ والد صاحب جب وفود آیا کرین تو باریک اور نرم لباس پہن لیا کیجئے اور عمدہ کھانا طیار کرنیکا حکم دیا کیجئے جسکو آپ اور حاضرین مجلس کھائین تاکہ دوسروں کو آپکی خلیفہ کی شان معلوم ہو) یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے حفصہؓ کیا تم نہین جانتین کہ انسان کی حالت سے زیادہ واقف اسکے اہل خانہ ہوا کرتے ہین؟ حفصہؓ نے فرمایا کہ خوب جانتی ہون حضرت عمرؓ نے فرمایا تو پھر مین تمکو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہون کیا تمھین معلوم نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے برس نبوت مین گذارے مگر ہر روز ایسا ہوا کہ صبح کو سیر ہو کر کھایا تو شام کو بھوکے رہے اور شام کو کھانا ملا تو صبح فاقہ سے رہے؟ اور مین تمکو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہون کیا تم نہین جانتین کہ آنحضرت کا اور آپکی اہل کا کبھی کھجور سے بھی پیٹ نہین بھرا یہان تک کہ حق تعالیٰ نے خیبر فتح کیا (اور اسوقت کچھ وسعت ہوئی)؟ اور مین تمکو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہون کیا تمکو معلوم نہین ہی کہ ایک روز تم آنحضرت کیلئے کچھ اونچے خوان پر کوئی کھانا لائین تو حضرتؐ کو اتنا شاق گذرا کہ چہرہ مُبارک کا رنگ بدلگیا اور پھر آپکے حکم سے خوان اُٹھالیا گیا اور کھانا نیچے فرش پر رکھا گیا؟ اور مین تمکو قسم دیتا ہون اللہ کی۔ کیا تمکو معلوم نہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عبا پر سویا کرتے تھے جسکو دوہرا کر دیا جاتا تھا۔ پس ایک شب اسکو چوہرا کر کے بچھا دیا گیا کہ حضرت اسپر سوگئے مگر جب آنکھ کھلی تو فرمایا کہ اس عبا کی بدولت آج شب بیداری سے تمنے مجکو باز رکھا۔ لہذا اسکو ویسا ہی دوہرا کردو جیسا کیا کرتے تھے۔ اور مین تمکو قسم دیتا ہون اللہ کی کیا تمکو معلوم نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دھونیکے لیٔ اپنے کپڑے اُتارتے اور حضرت بلال نماز کی اطلاع دینے آجاتے تو آپکو دوسرا کپڑا نہ ملتا جسے پہنکر نماز کو چلے جائیں حتیٰ کہ وہی دھوئے ہوئے کپڑے جب سُوکھتے تب انکو پہنکر نماز کیلئے جاتے تھے۔ اور مین تمکو قسم دیتا ہون اللہ کی کیا تمکو معلوم نہین کہ بنی ظفر کی ایک عورت نے حضرت کے لیٔ ایک جوڑا یعنی ایک چادر اور ایک تہبند بنایا تھا مگر چونکہ پہلے صرف ایک کپڑا بھیجا تھا لہذا اسکو اوڑھکر آپ نماز کیلئے تشریف لیگئے کہ اسکے سوا بدن مُبارک پر دوسرا کپڑا نہ تھا اور اسکے دونون کنارونمین گردن کیطرف آپنے گرہ لگالی اور اسیطرح نماز پڑھی اسیطرح حضرت عمرؓ فرماتے رہے حتیٰ کہ حضرت حفصہؓ رونے لگین اور خود بھی رونیلگے۔ اور آخر اتنی چیخین نکلنے لگین کہ ہمین اندیشہ ہوا کہ انکا دم نہ نکل جائے"۔ اور ایک روایت مین ہے آپنے فرمایا کہ میرے دو رفیق ایک راستہ پر چل چکے ہین۔ اگر مین انکے راستہ کو چھوڑکر دوسرے راستہ چلا تو (قیامت کیدن بھی) مجھے انکے راستہ کے سوا دوسرے راستہ چلایا جائیگا۔ اور اللہ کی قسم مین تو انکی تنگی کی گذران پر صابر رہونگا۔ کیا عجب ہے کہ انکی (آخرت کی) فراخ گذران کو پاسکون"۔ ایک صحابی نے اونچا قبہ تعمیر کیا تھا تو چونکہ یہ علامت تھی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی لہذا جب اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپکو بہت گران گذرا۔ جب ان صحابی کو خبر ہوئی تو اطاعت خدا اور رسول کی خاطر قبہ کو بنیاد ہی سے گرادیا۔ چنانچہ ابوداؤد نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لیگئے اور ہم آپکے ساتھ تھے کہ ایک بلند قبہ نظر آیا۔ آپنے پُوچھا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ فلان انصاری شخص کا ہے۔ آپ خاموش ہوگئے اور گرانی کو ضبط کیا۔ جب صاحب قبہ نے حاضر ہوکر لوگونکے مجمع مین حضرت کو سلام کیا تو آپنے مُنہ پھیر لیا۔ کئی بار ایسا ہونے پر انھون نے حضرت کے غُصّہ اور اپنی طرف سے بے رُخی کو معلوم کیا اور اصحاب سے کہا کہ واللہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخ پھرا ہوا نظر آتا ہے۔ اصحاب نے کہا کہ آپ باہر تشریف لیگئے تھے اور تمھارے قبہ کو دیکھا تھا (ممکن ہے کہ اسکی وجہ سے گرانی ہو) پس وہ اپنے قبہ کیطرف آئے اور اسکو منہدم کرکے زمین کے برابر کردیا۔ پھر ایکدن حضرت کو اُدھر تشریف لیجانیکا اتفاق ہوا تو قبہ نظر نہ آیا اور فرمایا کہ وہ قبہ کیا ہوا؟ صحابہ نے کہا کہ صاحب قبہ نے آپکی بے رخی کا ہمسے اظہار کیا تو ہمنے انکو اطلاع دیدی تھی۔ لہذا انھون نے اسے مسمار کردیا۔ آپنے فرمایا کہ ہان ہر تعمیر اسکے صاحب پر وبال ہے بجز اتنی تعمیر کے جسکے بغیر چارہ نہو"۔ دیکھو حضرت بلال کو اللہ و رسول کی اطاعت پر بہت کچھ ایذا پہونچائی گئی مگر انھون نے اسکو برداشت کیا اور صبر کیا۔ چنانچہ تفسیر خازن مین محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قبیلہ بنی جمح کا ایک شخص تھا کہ اسکے غلام تھے بلالؓ بن رباح جنکی مان کا نام حمامہ تھا۔ اس سچے پاکدل مسلمان کو امیہ بن خلف دھوپ کے تیز ہوجانے پر باہر لاکر مکّہ کی کنکریلی زمین پر کمر کے بل لٹاتا اور ایک بڑا پتھر انکے سینہ پر رکھکر کہتا تھا کہ یہی حال کرتا رہونگا یہانتک کہ تیرا دم نکلجائے یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کفر وانکار کرے۔ حضرت بلالؓ اَحَدٌ اَحَدٌ پکارتے اور اس مصیبت کو برداشت کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کا مکان بھی بنی جمح مین تھا۔ ایکدن اسی حالتمین آپکا ادھر

تدر ہوا تو امیہ بن خلف سے فرمایا کیا اس مسکین کے متعلق تجھے اللہ سے ڈر نہین لگتا؟ اسنے کہا اگر تمھارا دل دکھتا ہے تو اسکو چھڑا لو۔ آپ نے فرمایا کہ ہان مین اسکے لئے طیار ہون اور اپنا حبشی غلام جو بلال سے زیادہ چست و قوی اور تیرا ہم مذہب ہے اسکے معاوضہ مین دے سکتا ہون۔ امیہ نے اسے منظور کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے تبادلہ کرکے حضرت بلالؓ کو آزاد کردیا۔ اسکے متعلق یہ آیت نازل ہوئی وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى کہ جہنم سے علیحدہ رکھا جائیگا وہ بڑا پرہیزگار جو تزکیہ نفس کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے" تقریر مذکور سے تمنے سمجھ لیا ہوگا کہ اطاعت کا یہ مطلب ہے کہ پیغمبر کے لائے ہوئے احکام کو ہر چیز پر ترجیح دی۔ خواہ جان ہو یا مال یا اور جو کچھ۔ اور اللہ و رسول کی محبت کے معنے بھی یہی ہین چنانچہ حقتعالی فرماتا ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ الخ کہدو اے محمد اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیبیان اور کنبہ اور مال جو تمنے کمائے ہیں اور تجارت جسکے مندا پڑ جانیسے ڈرتے ہو اور مکانات جنکو پسند کرتے ہو تمکو زیادہ محبوب ہین اللہ اور اسکے رسولؐ اور اسکی راہ مین جہاد کرنیسے تو منتظر رہو حتّٰی کہ اللہ اپنا حکم نازل فرمائے" صحیحین مین حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی تم مین مومن نہ بنیگا جبتک کہ مین اسکے نزدیک اسکے باپ اور بیٹے اور تمام آدمیون سے زیادہ محبوب نہ بنجاؤن" مرقات مین علامہ قاری کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے جب اس حدیث کو سنا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہر چیز سے زیادہ مجکو محبوب ہین مگر جان سے زیادہ نہین آپنے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ جبتک جان سے بھی زیادہ مین تمکو محبوب نہون (ایمان کامل نہوگا) تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اب واللہ آپ مجھے جان سے بھی زیادہ محبوب ہین۔ آپنے فرمایا اب اے عمرؓ تمھارا ایمان بھی کامل ہو گیا" چنانچہ ہر شخص واقف ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمیشہ اللہ و رسول کی اطاعت و محبت مین اپنی جان کھپائی۔ اپنے بیٹے پر حدِ شرع جاری کردی جبکہ انکے منہ سے شراب کی بو سونگھی اور اسمین ڈھیلے نہ پڑے۔ صلح حدیبیہ مین علی الاعلان کہدیا کہ اگر ہمکو باپ دادا کیساتھ جنگ کرنی پڑے تو اللہ کے راستہ مین انکو بھی یقیناً قتل کر ڈالین" ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ ایک انصاری عورت کا باپ اور بھائی اور شوہر تینون جنگ اُحد مین شہید ہوگئے جب انکو اسکی اطلاع ہوئی تو کہا کہ یہ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس حال مین ہین؟ لوگون نے کہا کہ آپ تو بحمداللہ تمھاری خواہش کے موافق (زندہ و سلامت) ہین۔ انصاریہ نے کہا کہ مجھے آپکی زیارت کرادو کہ ایک نظر دیکھلون اور جب انکو دیکھ لیا تو کہتی ہین كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ قَلِيلٌ آپکے علاوہ تو ہر مصیبت چھوٹی ہے" اہل مکہ نے جب ابن دثنہ کو قتل کرنیکے لئے حرم سے باہر نکالا تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا کہ اے زید تمکو قسم ہے اللہ کی سچ بتاؤ کیا تمکو محبوب ہے کہ محمد تمھاری جگہ ہمارے قبضہ مین ہون اور ہم انکو قتل کرین اور تم صحیح و سلامت اپنے بال بچون مین رہو؟ حضرت زیدؓ نے جواب دیا کہ واللہ مجھے تو یہ بھی گوارا نہین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جگہ رہتے ہوئے کانٹا لگے اور مین اپنے بال بچون مین بیٹھا ہون" ابوسفیان نے یہ جواب سنکر کہا کہ مین نے ایک آدمی نہین دیکھا جو کسی سے اتنی محبت رکھتا ہو

جیسی اصحاب محمدؐ کو محمدؐ کیساتھ ہی۔ مواہب مین مذکور ہی کہ عبداللہ رضؓ بن زید انصاری اپنے باغ مین مشغول کار تھے کہ انکے بیٹے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے انکو باخبر کیا۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے فوراً دعا مانگی کہ یا اللہ میری بینائی زائل کردے کہ اپنے حبیب محمدؐ کے بعد کسیکو دیکھ نہ سکون۔ چنانچہ انکی بینائی جاتی رہی۔" الغرض جو شخص اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھیگا اور احکام کی تعمیل اور ممنوعات سے پرہیز کرنے مین انکی اطاعت کریگا تو وہ اپنے محبوب کیساتھ ہوگا جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہی وَمَن یُّطِعِ اللّٰہَ الخ جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کرینگے وہ انکے ساتھ ہونگے جنپر اللہ نے انعام فرمایا یعنی نبی اور صدیق اور شہداء اور صالحین اور کیا اچھے رفیق ہین یہ صحیحین مین حضرت انس رضؓ سے مروی ہی کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اللہ اور اسکے رسول کیساتھ محبت ہی۔ آپ نے فرمایا تم اسیکے ساتھ ہوؤ گے جسکے ساتھ محبّت رکھتے ہو۔" نیز محب خدا و رسول سے اہل آسمان محبت کرتے ہین اور مقبولیت اسکی پھیلا دیجاتی ہے چنانچہ مسلم مین حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہی تو جبریل عم کو بلاکر فرماتا ہی کہ فلان بندہ سی مین محبت رکھتا ہون تم بھی اس سی محبت رکھو پس جبریل اس سی محبت کرتے اور اسکے بعد آسمان مین آواز دیدیتے ہین کہ حقتعالیٰ فلان بندہ سے محبت رکھتا ہی لہذا تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پس اہل آسمان (فرشتے) اس سی محبت کرنےلگتے ہین۔ اسکے بعد زمین مین اسکی مقبولیت رکھی جاتی ہی۔ اور جب کسی بندہ سی بغض فرماتا ہی تو جبریلؑ کو بلاکر فرما دیتا ہی کہ فلان بندہ سی مجھکو بغض ہے لہذا تم بھی اسکو مبغوض سمجھو پس جبریلؑ اس سی بغض رکھتے اور پھر آسمان مین ندا دیتے ہین کہ حق تعالیٰ فلان بندہ سی بغض رکھتا ہی لہذا تم بھی اس سے بغض رکھو۔ پس سارے فرشتے اس سی بغض رکھنے لگتے ہین۔ اسکے بعد اسکی مبغوضیت دنیا مین پھیلا دیجاتی ہی۔"

اس سے تمکو ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جو شخص زبان سی دعوی کرتا ہی کہ مجھے اللہ و رسول کیساتھ محبت ہی اور جب آنحضرتؐ کا اسم مبارک آتا ہی تو اسکو وجد و حال آجاتا ہی مگر حالت یہ ہی کہ اسکا نفس اللہ و رسول کی اطاعت سی دور بھاگتا ہے تو وہ شخص اپنے دعوی مین جھوٹا ہی۔ کیونکہ محبت کا مقتضا یہ ہی کہ محب از سرتا پا اطاعت محبوب کیطرف بدل دیجاے اور جھک جائے کہ کہین نافرمانی کے سبب محبوب کو مجھسے نفرت نہوجاوے۔ دیکھو جب کسیکو کسی انسان سی محبت ہوتی ہی تو وہ اسکی ہر قسم کی اطاعت مین ہر وقت لگا رہتا ہی اور کسی ادنیٰ کام مین بھی خواہ وہ کیسا ہی لوگونکی نظر مین ذلیل کام کیون نہو نہ اسکی مخالفت گوارا کرتا ہی اور نہ کسی طعن کرنیوالیکے طعن سے ڈرتا ہی۔ تو جب انسان کی انسان کیساتھ محبت کا یہ حال ہی تو کیا پوچھنا اللہ و رسول کی محبت کا۔ علاوہ ازین اگر کوئی غلام دن مین ہزار مرتبہ کہا کرے کہ مجھے اپنے آقا کیساتھ بہت محبت ہی مگر حالت یہ ہو کہ جو وہ حکم دیتا ہی اسکی تعمیل نہین کرتا تو کیا اسکا آقا اسکے ساتھ محبت اور اسکی عزت کریگا؟ ہرگز نہین۔ بلکہ ممکن ہو تو ایسے غلام کو قتل و نیست و نابود کر دیگا۔ اسیطرح اگر کوئی بندہ کہے کہ مین اللہ و رسول کو محبوب سمجھتا ہون مگر ہر وقت انکی نافرمانی مین مصروف رہے تو کونسی عقل اسکو جائز رکھ سکتی ہی کہ

اللہ ورسول اسکے ساتھ محبت کرینگے - ہرگز نہین بلکہ ایسے شخص سے تو بغض ہوگا اور زمین وآسمان کی مخلوق مین اسکی مبغوضیت پھیلا دیجائیگی جیساکہ بیان ہوچکا ہے - ہان اگر مجذوب اور مغلوب الحال ہو کہ عقل جاتی رہے تو اسکے متعلق ہم کچھ نہین کہتے کیونکہ اطاعت کا مدار صحت وسلامتی عقل پر ہے اور اسمین یہ مفقود ہے - ہان جسکو عقل سلیم نصیب ہو اور وہ دنیوی کام تو ہوشیاری کیساتھ انجام دے مگر اطاعتِ خدا ورسول سے پہلو تہی کرے اور پھر محبت کا مدعی ہو تو یہ محض دھوکا ہے - علامہ قاری نے شرح فقہ اکبر مین لکھا ہے کہ بعض اباحیین کا مذہب یہ ہے کہ بندہ جب انتہائے محبت کو پہونچ جاتا اور اسکے قلب مین صفائی آجاتی اور وہ ایمان کو بلا کسی نفاق کے کفر پر ترجیح دیتا ہے تو اس سے امر ونہی کا بار تکلیف ساقط ہوجاتا ہے اور حق تعالی اسکو کبیرہ گناہونکے ارتکاب پر بھی دوزخ مین داخل نفرمائیگا اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ ظاہری عبادات اس سے ساقط ہوجاتی ہین اور صرف تفکر ومراقبہ اسکی عبادت رہجاتی ہے" یہ عقیدہ کفر وضلالت ہے کیونکہ مخلوق مین سب سے زیادہ کامل وتمام محبت اور ایمان والے حضرات انبیاء تھے خصوصاً محبوب خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ شرعی تکلیف انکے حق مین سب سے زیادہ کامل وتمام تھی - رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو کوئی گناہ اسکو مضر نہین ہوتا" سو اگر مان بھی لیا جاوے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ حق تعالی گناہونکے ارتکاب سے اسکو بچائے رکھتا ہے (کہ گناہ ہی صادر نہین ہوتا جو اسکی مضرت اسکو لاحق ہو" امام غزالی فرماتے ہین کہ ایک فرقہ اباحت مین پڑگیا کہ شریعت کا بستر لپیٹکر احکام کو چھوڑا اور حرام وحلال کو برابر کردیا پس کوئی کہتا ہے کہ اعمالِ بدنی کا کچھ اعتبار نہین اور اللہ کی نظر صرف قلوب پر ہے اور ہمارے قلوب حب خداوندی مین مست اور معرفتِ الٰہی مین واصل ہین کہ دنیا مین ہمارے صرف بدن مشغول ہین اور دل ہر وقت بارگاہ خداوندی مین حاضر ہین یعنی خواہشات وشہوات مین ہمارا ظاہر مبتلا ہے نہ کہ قلوب - اور ان لوگونکا گمان یہ ہے کہ وہ عوام کے مرتبہ سے اوپر چڑھکر بواسطہ اعمال بدنیہ صلاح وتہذیب نفس سے مستغنی ہوچکے ہین اور انکو شہوات نفسانیہ بھی بسبب قوت روحانیہ کے مانع وصول الی اللہ نہین ہین - یہ لوگ اپنا مرتبہ حضرات انبیاء سے بھی بالا سمجھتے ہین کہ انکے لئے تو ایک خطا بھی مانع بنجاتی تھی حتی کہ سالہا سال اسپر روتے اور گریہ وزاری کیا کرتے تھے - انکی اس بے راہی کا مبنیٰ وہ غلطیان اور وسوسے ہین جنکے ذریعہ شیطان انکو دھوکا دیتا ہے کہ وہ پورا علم دین حاصل کئے اور دیندار وعالم قابلِ اقتدا شیخ کا اقتدا کئے بغیر مجاہدہ وریاضت مین مشغول ہوگئے - حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ اکثر میرے قلب مین اہل تصوف کے نکات کا کوئی دقیق مضمون وارد ہوتا ہے مگر مین اسکو دو ثقہ گواہون یعنی کتاب وسنت پر پیش کئے بغیر کبھی قبول نہین کرتا - حضرت ابو یزید بسطامی فرماتے ہین کہ اگر کسیکو دیکھو کہ طرح طرح کی کرامتین اسے عطا ہوئی ہین حتی کہ ہوا مین اڑتا اور پانی پر چلتا ہے تو اسپر دھوکا نہ کھائیو یہانتک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ امر ونہی اور حفظ حدود اور احکامِ شریعت ادا کرتے وقت اسکی کیا حالت ہوتی ہے" حضرت جنید بغدادی فرماتے ہین کہ اللہ کیطرف چلنے کا راستہ ہر شخص کے لئے خدا نے

اور سارے راستے مسدود ہین. بجز اسکے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے"۔ حضرت شیخ ابن العربی نے فتوحات
مکیہ کے اکیسو پچاسی مین لکھا ہی - جاننا چاہئے کہ شریعت کی ترازو جو زمین مین رکھی گئی ہے وہ یہی ہے جو علماء شریعت کے
ہاتھون مین ہی - لہذا جب کوئی ولی میزان شریعت سے باہر نکلے تو اسپر اعتراض کرنا واجب ہی - ہان اگر مغلوب الحال ہونیکی
حالت اسکے حوالہ کرینگے اور اعتراض نہ کرینگے - کیونکہ کوئی اہل عقل اس بارہ مین اُسکا اتباع نکریگا (لہذا اُس سے کسیکی
گمراہی کا اندیشہ نہین) - البتہ اگر اس سے ایسا امر ظاہر ہو جسپر ظاہر شریعت نے حد واجب کی ہو اور حاکم کے نزدیک اسکا
ثبوت ہو جائے تو اسپر حد جاری کیجائیگی اور اسکا یہ کہنا اسکو حد سے نہ بچا سکیگا کہ مین تو اہلِ بدر کیطرح ہون (جنکے متعلق
یہ بشارت ہے کہ کرو جو تمہارا جی چاہے مین تمھاری مغفرت کر چکا) کیونکہ دنیا مین تو مواخذہ اہلِ بدر سے بھی ساقط نہین
ہوا۔ اگر ساقط ہوا ہی تو دار آخرت مین ہوا ہی"۔ جاننا چاہئے کہ احکام شرعیہ مین ائمہ مجتہدین کی تقلید رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی اطاعت انکے مخالف نہین ہی کیونکہ ائمہ نے جو کچھ کہا ہے وہ بعینہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لیکر آئے تھے - لہذا حضرات ائمہ آنحضرتؐ کے لائے ہوئے احکام کے پہونچانیمین واسطہ ہوئے اور
احکام کا پہونچانا واجب ہے. حضرتؐ کا ارشاد ہی کہ میری طرف سے پہونچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیون نہو"۔ البتہ اگر آنحضرتؐ کا ارشاد
کبھی مجمل تھا تو ان حضرات نے اسکی تفصیل کر دی: اور اگر حضرتؐ کے کلام مین کوئی مضمون خفی تھا تو انھون نے اسکو ظاہر کر دیا. اور
حضرتؐ کے لائے ہوئے حکم پر دوسرے حکم کو جسکی تصریح کتاب اللہ اور سنن مین نہ ملی قیاس کیا جو کہ شریعت مین جائز ہی -
اور جسپر ساری اُمت کا اتفاق ہی - پھر ان احکام کو ترتیب وار با قاعدہ باہمی مناسبت ملحوظ رکھکر باب قائم کرکے مفصل
جدا جدا جمع کر دیا (جسکا نام فقہ ہی) - تاکہ اطاعت کا طریق معلوم کرنا اُمت کو دشوار نہو - پس تقلید مین بڑی مصلحت ہے
اور اسکے چھوڑنے مین بڑا مفسدہ ہی جسکو وہی سمجھتا ہی جسے عقل سلیم عطا ہوئی - تو جو شخص تقلید کا منکر ہو اور یون سمجھے
کہ اسمین اطاعت کی بنیاد کا انہدام ہی تو وہ نادان اور اپنے نفس پر کھلا ظلم کرنیوالا اور ابوداؤد و ترمذی و دارمی کی
اس روایت سے بیخبر ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انکو یمن کیطرف (قاضی
بنا کر) بھیجا تو پوچھا کہ جب کوئی قضیہ پیش آئیگا تو کسطرح فیصل کروگے؟ انھون نے جواب دیا کہ کتاب الٰہی سے فیصلہ
دونگا - آپ نے فرمایا اور اگر کتاب الٰہی مین نہ ملا تب؟ عرض کیا سُنت رسول اللہ سے فیصلہ دونگا"۔ آپ نے فرمایا
اور اگر سنتِ رسول اللہ مین بھی نملا تب؟ عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا اور (پوری عقل لڑانے مین) کمی کوتاہی
نکرونگا. پس آنحضرتؐ نے انکے سینہ پر دستِ مُبارک کی تھپکی دی اور فرمایا کہ شُکر ہے اللہ کا جسنے رسول کے سفیر کو
توفیق دی ایسے امر کی جو رسول کو پسند ہی"۔ اسکی توضیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ترغیب دی
ہی کہ جو کچھ آپ سے سُنین خواہ بواسطہ ہی سُنین مگر آپ سے دوسرونکو پہونچا دین جیسا کہ بیان ہو چکا ہی. نیز اسلئے کہ کبھی
پہونچانیوالیکی نسبت سُننے والا سمجھدار اور ذکی زیادہ ہوتا ہی کہ حدیث سے وہ احکام مستنبط کر سکتا ہی جسکے

استنباط تک پہونچانیوالیکی فہم نہین پہونچتی۔ چنانچہ ترمذی وغیرہ مین حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہرا بھرا رکھے اللہ اس کو جسنے میری بات سنکر اسکو یاد رکھا اور دوسرونکو پہونچا دیا کہ اکثر حامل علم سمجھدار نہین ہوتے اور اکثر حامل ایسے ہوتے ہین کہ جسکو علم پہونچاتے ہین وہ ان سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے" پس صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو علم لیکر آئے اسکو بلا واسطہ حاصل کرکے اپنے قلب مین محفوظ رکھا اور اکثر انمین فقہاء تھے کہ آیات قرآنیہ اور سنن سنیہ سے احکامات کے استنباط پر قادر تھے۔ البتہ انکی ساری ہمت جہاد وغیرہ مہمات دین کیطرف متوجہ تھی لہذا جو حدیثین آنحضرتؐ سے سنین انکو کتابون مین جمع اور مرتب کرنیکی طرف توجہ نکر سکے کہ انکو اپنی قوت حافظہ کیوجہ سے کتاب مین جمع کرنیکی ضرورت بھی نہ تھی۔ اور نہ انکو آیات واحادیث سے احکام مستنبط کرکے انکو کتابونمین جمع کرنیکی طرف توجہ ہوئی کیونکہ انکی طبیعتین چراغ رسالت سے مشتعل ومنور ہونیکے سبب اسکی بھی حاجت نتھی۔ مگر جب انکا زمانہ کہ جسکے متعلق خیر وبرکت کی شہادت دیگئی تھی ختم ہوگیا تو صحابہ نے آنحضرتؐ سے جو کچھ اکتساب کیا تھا اسکو تابعین نے اخذ کیا اور انکو اندیشہ ہوا کہ بعد والونکے کوتاہ ہمت اور بے پروا ہونیکی وجہ سے وہ ضائع نہوجائے۔ لہذا ایک جماعت تو آنحضرتؐ سے مروی ومنقول حدیثون کے جمع کرنے مین مشغول ہوگئی۔ اور ایک گروہ ان حدیثون اور آیات کلام اللہ سے احکام کے استنباط مین مشغول ہوگیا۔ انمین سب سے گہرے صاحب علم اور بلحاظ ذکاوت فہیم تر اور صائب الرائے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ ارکان شریعت اور بنیاد مذہب کے مضبوط کرنیمین پوری ہمت خرچ کرڈالی اور آیات واحادیث سے وہ احکام کثیرہ استنباط کئے جنکی باریکی ودقت ماخذ کی وجہ سے اکثر آدمی انکو سمجھ بھی نسکتے تھے اور ایسے احکام کے اصول قائم فرماکر اپنے ذکی شاگردون پر ڈالدئے جنھون نے ان احکام کو اور نیز اسکے سوا دیگر احکام کو بھی انکی ذکی طبیعتون نے استنباط کیا ایکجگہ کتابونمین جمع کرکے اطراف زمین مین پھیلادیا کہ امت محمدیہ نے انکو قبولیت کے ساتھ لیا اور دینیات ومعاملات کے متعلق پیش آنیوالے واقعات وحوادث مین انکو مذہب ومسلک قرار دیا۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔ امام ابوحنیفہؒ نے جو کام کیا وہی امام مالکؒ و شافعیؒ اور احمدؒ بن حنبل نے کیا اور انکا مذہب بھی پھیلگیا کہ احناف کے علاوہ دوسرے مسلمان انپر چلے اور اسمین کوئی قباحت ومضائقہ نہین ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

گیارہوین بصیرت علم کا بیان

حق تعالی فرماتا ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ الایۃ "انمین ہر فرقہ سے ایسی ایک جماعت کیون نہ نکلی جو دین کے متعلق علم حاصل کرتے اور اپنی قوم کو ڈراتے جبکہ وہ انکی طرف واپس آتے۔ تاکہ وہ بھی بچتے"۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کیلئے تشریف لیجاتے تو بجز منافق ومعذور کے کوئی پیچھے نہ رہتا تھا جب غزوہ تبوک کے قصہ مین حق تعالی نے منافقونکے عیوب کو کھولا تو مسلمان کہنے لگے کہ واللہ ہم کسی غزوہ یا سریہ مین بھی رسول اللہ

ے اور ان کا نام موثقین ہوا جیسے امام بخاری ومسلم وترمذی وغیرہ ۱۲ مترجم سے اور ان حضرات کا نام فقہاء مجتہدین ہوا جیسے امام ابوحنیفہ شافعی وغیرہ ۱۲ مترجم

استنباط تک پہونچانیوالیکی فہم نہین پہونچتی۔ چنانچہ ترمذی وغیرہ مین حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہرا بھرا رکھے اللہ اس کو جسنے میری بات سُنکر اسکو یاد رکھا اور دوسرونکو پہونچا دیا کہ اکثر حامل علم سمجھدار نہین ہوتے اور اکثر حامل ایسے ہوتے ہین کہ جسکو علم پہونچاتے ہین وہ ان سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے۔" پس صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو علم لیکر آئے اسکو بلا واسطہ حاصل کرکے اپنے قلب مین محفوظ رکھا اور اکثر انمین فقہاء تھے کہ آیات قرآنیہ اور سنن سنیہ سے احکامات کے استنباط پر قادر تھے۔ البتہ انکی ساری ہمت جہاد وغیرہ مہمات دین کیطرف متوجہ تھی لہذا جو حدیثین آنحضرتؐ سے سُنین انکو کتابونمین جمع اور مرتب کرنیکی طرف توجہ نکر سکے کہ انکو اپنی قوت حافظہ کیوجہ سے کتاب مین جمع کرنیکی ضرورت بھی نہ تھی۔ اور نہ انکو آیات واحادیث سے احکام مستنبط کرکے انکو کتابونمین جمع کرنیکی طرف توجہ ہوئی کیونکہ انکی طبیعتین چراغِ رسالت سے مشتعل و منور ہونیکے سبب اسکی بھی حاجت نہتھی۔ مگر جب انکا زمانہ کہ جسکے متعلق خیر وبرکت کی شہادت دیگئی تھی ختم ہوگیا تو صحابہ نے آنحضرتؐ سے جو کچھ اکتساب کیا تھا اسکو تابعین نے اخذ کیا اور انکو اندیشہ ہوا کہ بعد والونکے کوتاہ ہمت اور بے پروا ہونیکی وجہ سے وہ ضائع نہو جائے۔ لہذا ایک جماعت تو آنحضرتؐ سے مروی ومنقول حدیثون کے جمع کرنے مین مشغول ہوگئی۔ اور ایک گروہ ان حدیثون اور آیات کلام اللہ سے احکام کے استنباط مین مشغول ہوگیا۔ انمین سب سے گہرے صاحب علم اور بلحاظ ذکاوت فہیم تر اور صائب الرائے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ ارکانِ شریعت اور بنیاد مذہب کے مضبوط کرنمین پوری ہمت خرچ کرڈالی اور آیات واحادیث سے وہ احکام کثیرہ استنباط کئے جنکی باریکی و دقت ماخذ کی وجہ سے اکثر آدمی انکو سمجھ بھی نسکتے تھے اور ایسے احکام کے اصول قائم فرماکر اپنے ذکی شاگردون پر ڈالدئے جنھون نے ان احکام کو اور نیز اسکے سوا دیگر احکام کو جنکو انکی ذکی طبیعتون نے استنباط کیا ایکجگہ کتابونمین جمع کرکے اطرافِ زمین مین پھیلادیا کہ اُمتِ محمدیہ نے انکو قبولیت کے ساتھ لیا اور دینیات ومعاملات کے متعلق پیش آنیوالے واقعات وحوادث مین انکو مذہب ومسلک قرار دیا۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔" امام ابوحنیفہؒ نے جو کام کیا وہی امام مالکؒ و شافعیؒ اور احمدؒ بن حنبل نے کیا اور انکا مذہب بھی پھیلگیا کہ احناف کے علاوہ دوسرے مسلمان انپر چلے اور اسمین کوئی قباحت ومضائقہ نہین ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

گیارہوین بصیرت علم کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ الآیہ "انمین ہر فرقہ سے ایسی ایک جماعت کیون نہ نکلی جو دین کے متعلق علم حاصل کرتے اور اپنی قوم کو ڈراتے جبکہ وہ انکی طرف واپس آتے۔ تاکہ وہ بھی بچتے۔" حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کیلئے تشریف لیجاتے تو بجز منافق ومعذور کے کوئی پیچھے نہ رہتا تھا۔ جب غزوہ تبوک کے قصہ مین حق تعالیٰ نے منافقونکے عیوب کو کھولا تو مسلمان کہنے لگے کہ واللہ ہم کسی غزوہ یا سریہ مین بھی رسول اللہ

ؔ اور ان کا نام موثقین ہوا جیسے امام بخاری ومسلم وترمذی وغیرہ ۱۲ مترجم ؔ اور ان حضرات کا نام فقہاء مجتہدین ہوا جیسے امام ابوحنیفہ شافعی وغیرہ ۱۲ مترجم

صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نہ چھوڑینگے۔ آخر جب آنحضرت غزوہ سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لائے اور پھر کفار کیجانب کوئی لشکر روانہ کیا تو سارے مسلمان جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوئے اور حضرت کو مدینہ مین تنہا چھوڑ دیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ مسلمانونکو جائز نہین کہ سب جہاد کیطرف نکل کھڑے ہون۔ بلکہ واجب ہی کہ دو فریق ہو جاوین کہ ایک جماعت رسول کی خدمتمین رہے اور دوسرا گروہ غزوہ مین جائے۔ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اسوقت اسلام کو اسکی بھی ضرورت تھی کہ غزوہ اور جہاد ہو اور کفار کو دبایا جائے اور اسکی بھی حاجت تھی کہ شرعی احکام جو کہ جدید حوادث کیوجہ سی نئے نازل ہوتے رہتے ہین بارگاہِ رسالت مین مقیم رہکر انکو معلوم کرین اور محفوظ رکھین اور جو مجاہدین غیر حاضر ہین انکو پہونچائین تاکہ وہ بھی عمل کرکے معصیتون سی بچ سکین اس بنا پر یہ آیت احکام جہاد ہی کا تتمہ کہا جائیگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسکو مستقل کلام کہا جائے جسکا ماقبل سے کوئی تعلق نہو اور اس سے مقصود اسکی ترغیب ہی کہ آنحضرت کی زبان مبارک سے جو آیات و احادیث نکلین انھین ہر فرقہ مین سی چند لوگون سیکھنا چاہیئے نکہ سبکو۔ اسکی توضیح یہ ہی کہ حق تعالی نے جب اس سورت مین اوّل ہجرت کا اور اسکے بعد جہاد کا تذکرہ فرمایا اور یہ دونون عبادتین سفر کی تھین تو انکے بعد پیغمبر سے علم دین سیکھنے کی عبادت کا بھی ذکر فرمایا کہ اسکو بھی سفر کیساتھ تعلق ہی۔ اور ارشاد فرمایا کہ مسلمانون کو ایسا نکرنا چاہیئے کہ سب علم دین حاصل کرنیکے لئے بارگاہِ رسالت کیطرف نکل کھڑے ہون کہ یہ جائز نہین کیونکہ اسکی حالت جہاد کی سی نہین ہے کہ جسکو بھی عذر نہو اسکا جانا واجب ہو۔ اسکے بعد فرمایا کہ انکے ہر فریق سی چند نفر کیون نہ نکلے یعنی وطن مین رہنے والے فرقون مین سے چند نفر بارگاہ رسالت مین کیون نہ حاضر ہوئے تاکہ علم دین حاصل کرتے اور حلال و حرام سے واقف ہوتے اور پھر اپنے وطن واپس آکر اپنی قوم کو انذار کرتے کہ وہ بھی بچ جاتے۔ اسکی تائید مجاہد کی روایت سے ہوتی ہی کہ چند صحابہ جنگلون کیطرف جاکر نیک کام مین لگ گئے کہ جو آدمی بھی انکو ملتا اسکو ہدایت کیطرف بلاتے تھے۔ لوگون نے انسے کہا کہ تمنے اپنے پیغمبر کو چھوڑا اور ہمارے پاس آئے۔ یہ سنکر انکے دلون مین ضیق پیدا ہوئی اور سب جنگل چھوڑکر آنحضرت کیخدمتمین حاضر ہو گئے۔ اسپر حقتعالی نے یہ آیت نازل فرمائی (کہ بعض کا خدمتِ محمدی مین مقیم رہنا کافی تھا۔ باقی سب اپنے دینی کام میں لگے رہتے)

جاننا چاہیئے کہ فضیلت و شرافت جس سے انسان کو تمام جانورون سی امتیاز ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی کہ ہمنے "بنی آدم کو عزت بخشی"۔ نیز ارشاد ہی کہ ہمنے انسان کو فضیلت دی اپنی پیدا کی ہوئی بہتیری مخلوق پر"۔ وہ قوت بدنی کیوجہ سے نہین ہی۔ ورنہ اونٹ انسان سے زیادہ قوی ہی۔ اور نہ وہ فضیلت بدن کی جسامت کیوجہ سے ہی ورنہ ہاتھی انسان سے بہت بڑا ہی۔ اور نہ شجاعت کیوجہ سے ہی کہ درندہ انسان سے زیادہ شجاع ہی۔ اور نہ زیادہ کھانے کی وجہ سے ہی کہ بیل انسان سی بڑا پیٹ رکھتا ہی۔ اور نہ جماع کیوجہ سے ہی کہ ذرا سی چڑیا جماع پر انسان سے زیادہ قوی ہی۔ البتہ علم کیوجہ سے ہی۔ اور اسیلئے حقتعالی نے احسان جتانیکے موقع پر یون ارشاد فرمایا ہے کہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ یعنی علم دیا انسان کو جو اسکو حاصل نہ تھا"۔ پس جسکا علم زیادہ ہوگا اس کا

درجہ اللہ کے نزدیک بلند ہو گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ اللہ درجے بلند کرتا ہی انکے جو تم مین ایمان لائے اور انکے جنکو علم دیا۔ دیکھو آدم علیہ السلام چونکہ علم و دانش مین فرشتون سے زیادہ تھے لہذا انکی تعظیم کیطرف فرشتونکو انہین سجدہ کرنیکا حکم ہوا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہی۔ یاد کر جب ہمنے کہا فرشتون سے کہ سجدہ کرو آدم کو۔ پس سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے کہ اسنے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر بنگیا۔" اور حضرت موسیٰؑ نے باوجود نبی ہونیکے بامر الٰہی مجمع البحرین کیطرف سفر کیا تاکہ جو علم لدنی حضرت خضرؑ کو عطا ہوا ہی اسے سیکھین۔ چنانچہ صحیحین مین حضرت سعیدؓ بن جبیر سے مروی ہی کہ مین نے ابن عباسؓ سے کہا کہ نوفل بکالی کا خیال ہے کہ حضرت خضر کا قصہ جس موسیٰ کیساتھ پیش آیا تھا وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہین بلکہ کوئی دوسرے ہین ابن عباس نے فرمایا کہ دشمن خدا جھوٹا ہی۔ ہمسے ابیؓ بن کعب نے حدیث بیان کی کہ موسیٰ علیہ السلام وعظ کہنے کیلئے بنی اسرائیل مین کھڑے ہوئے تو کسینے پوچھا کہ سب سے زیادہ عالم کون ہی؟ انھون نے جوابدیا کہ مین۔ حق تعالیٰ کا اسپر عتاب ہوا کہ علم کو حوالہ بخدا کیون نکیا اور یہ کیون جواب ندیا کہ خدا ہی کو معلوم ہی کون زیادہ عالم ہے) حضرت موسیٰؑ نے دریافت کیا کہ اے رب اسنے ملاقات کیصورت کیا ہی؟ ارشاد ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی لیکر کسی ظرف مین رکھلو۔ پس جسجگہ مچھلی گم ہوجائے وہی جائے ملاقات ہی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ مچھلی ایک ظرف مین لیکر چلے اور انکے خادم حضرت یوشع بن نون انکے ساتھ ہوئے۔ ایک جگہ پہونچکر پتھر پر سر رکھکر سو گئے اور مچھلی برتن کے اندر تڑپکر سمندر مین گری اور تہ خانہ کیطرح پانی مین راستہ بنالیا۔ حق تعالیٰ نے پانی کا بہاؤ روکدیا کہ پانی طاق کیطرح مچھلی کا گھر بنگیا۔ جب حضرت موسیٰؑ کی آنکھ کھلی تو خادم کو مچھلی کا قصہ سنانا یاد نہ رہا۔ دونون آگے چلدیئے اور ساری دن اور رات چلتے رہے یہان تک کہ اگلا دن ہوا اور حضرت موسیٰؑ نے خادم سے کہا کہ ناشتہ لاؤ کہ آجکے سفر سے بہت تعب لاحق ہوا۔ راوی کہتا ہی کہ جائے ملاقات سے جبتک موسیٰؑ آگے نہ بڑھے اسوقت تک چلنے سے انکو تکان بالکل نہوا تھا۔ غرض ناشتہ کی طلب پر خادم کو یاد آیا اور کہا کہ اجی حضرت جب سر رکھکر ہم سوئے تھے تو مین مچھلی کو بھولگیا اور اسکا یاد رکھنا مجھے شیطان نے بھلادیا۔ اور اسنے تو سمندر مین عجیب طریقہ سے اپنا راستہ بنالیا۔ غرض مچھلی گئی تہ خانہ مین اور حضرت موسیٰؑ اور انکے خادم گئے تعجب مین۔ یہ سنکر حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اسی جگہ کی ہمین تلاش تھی۔ لہذا دونون پچھلے پاؤن نشانہائے قدم پر واپس ہوکر اس پتھر تک پہونچے تو ایک شخص کو سپید چادر مین لپٹا ہوا پڑا دیکھا (جو کہ حضرت خضرؑ تھے) حضرت موسیٰؑ نے انکو سلام کیا تو انھون نے (جواب دیکر تعجب کے ساتھ) کہا کہ یہان سلام کیسا؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ مین ہون موسیٰ حضرت خضر نے کہا کیا بنی اسرائیل والے موسیٰ؟ انھون نے کہا جی ہان۔ مین آپکے پاس اسلئے آیا ہون کہ جو علم آپکو عطا ہوا اسمین سے کچھ مجھے بھی سکھادیجئے۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ آپ میری معیت مین ٹھیر نہ سکینگے۔ اے موسیٰؑ مین علم الٰہی کے ایک خاص علم پر ہون جسکو اللہ نے مجھے تعلیم فرمایا کہ تم اس سے آگاہ نہین۔ اور تم ایسے دوسرے خاص علم پر ہو جسکو اللہ نے تمھین تعلیم فرمایا کہ مین اس سے واقف نہین۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ انشاء اللہ تم مجھے صابر پاؤگے اور مین کسی معاملہ

۵ے حضرت ابن عباسؓ کا یہ بیان لالا ۲۰ فقرہ سے ۵۰ تک ما ہو اعلامہ مجتہد

حضرت خضرؑ نے کہا کہ اچھا اگر آپ میری معیت اختیار کرتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کا سوال نکریں جبتک کہ مین خود ہی اسکا تذکرہ نکرون۔ غرض دونون روانہ ہوکر سمندر کے کنارہ چل رہے تھے کہ کشتی پر گذرے اور کشتی والون سے کہا کہ ہمین سوار کرلو۔ ملاحون نے حضرت خضرؑ کو پہچان لیا اور دونو نکو بلا اجرت سوار کرلیا۔ سوار ہونیکے بعد حضرت خضرؑ نے تیشہ سے کشتی کا ایک تختہ اوکھاڑ دیا۔ حضرت موسیٰؑ یہ دیکھکر گھبرائے اور کہا کہ بیچارون نے ہمکو بلا اجرت تو سوار کیا اور آپ نے انکی کشتی ہی کو پھاڑ دیا تاکہ سب کشتی والونکو ڈبو دین۔ یہ تو آپ نے بہت برا کیا۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ دیکھئے مین نے کہا نہ تھا کہ آپ میری معیت مین صبر نہ کر سکینگے؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا بھول پر مجھسے مواخذہ نکیجئے اور معاملہ مین تنگی کرکے مجکو دبایئے نہین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پہلی گرفت حضرت موسیٰؑ سے بھول مین ہوئی تھی۔ پھر ایک چڑیا نے کشتی کے کنارہ بیٹھکر سمندر مین چونچ ماری تو حضرت خضرؑ نے موسیٰؑ سے کہا کہ میرے اور آپکے علم کو اللہ کے علم سے یہی نسبت ہے جو اس چڑیا کی چونچ کے پانی کو سمندر کے پانی سے نسبت ہے۔ پھر دونون کشتی سے نکلکر سمندر کے کنارے چلے کہ حضرت خضرؑ کی نگاہ ایک لڑکے پر پڑی جو بچّون کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضرؑ نے ہاتھ سے اسکا سر پکڑکر اکھیڑ لیا کہ وہ مرگیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ایک معصوم جان کو آپ نے بلا وجہ قتل کردیا۔ یہ تو بڑا بُرا کام کیا۔ حضرت خضرؑ نے کہا دیکھئے مین تمسے کہا نہ تھا کہ میری معیت مین ہرگز صبر نکر سکوگے؟ اور یہ پہلی حرکت سے بھی زیادہ سخت ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اسکے بعد اگر مین تمسے کچھ بھی سوال کرون تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ اسدفعہ میرا عذر قبول کرو۔ پھر دونون چلے اور ایک بستی مین پہونچکر اہل قصبہ سے کھانا مانگا۔ انھون نے مہمانی سے انکار کیا اور کھانا نہ دیا۔ بستی مین ایک دیوار جھکی ہوئی نظر آئی جو گرا چاہتی تھی۔ حضرت خضرؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے اسکو سیدھا کردیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ہم ان بے مروتون کے پاس آئے تو نہ انھون نے ہمین کھانا دیا اور نہ ہماری مہمانی کی۔ اگر تم چاہتے تو اس دیوار کی درستی پر ان سے اجرت لے سکتے تھے۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ بس یہ (تیسری ہوئی جو سبب) فراق ہے میرے اور تمھارے درمیان۔ لو اب مین تمپر اسکی حقیقت بھی واضح کئے دیتا ہون جسپر تمسے صبر نہو سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رحم فرمائے موسیٰؑ پر میری خواہش تو یہ تھی کہ کاش صبر کرتے تاکہ ہمپر اور بھی واقعات ظاہر ہوتے۔ پھر حقیقت واقعات مذکورہ کی اسطرح بیان فرمائی کہ وہ جو کشتی تھی سو وہ چند مسکینون کی تھی جو کہ سمندر مین محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔ لہذا مین نے چاہا کہ اسکو عیب دار بنادون کیونکہ انکے پرے ایک بادشاہ تھا جو ہر بے عیب کشتی کو جبراً لے لیتا تھا۔ اور وہ جو لڑکا تھا تو اسکے والدین صاحب ایمان تھے پس ہمین اندیشہ ہوا کہ یہ بچہ انکو سرکشی اور کفر مین ڈالدے لہذا ہمنے قصد کیا کہ انکا پروردگار انکو اُس سے بہتر صاف ستھرا اور زیادہ پیارا بچہ اسکے بدلے مین عطا فرمائے۔ اور وہ جو دیوار تھی تو شہر کے دو یتیم بچّون کی تھی اور اسکے نیچے انکا دفینہ تھا (جو باپ چھوڑ مرا تھا) اور انکا باپ نیک شخص تھا لہذا اللہ نے چاہا کہ دونون بچّے اپنی جوانی کو پہونچ جائین اور تمھارے رب کی مہربانی سے

عجائب اور غرائب جو ان حیوانات مین کیا ہے ہم بھی اپنی طاقت کو زمین کی جنبہ عبرکرشتہ ان واقعات کی یہ ہی حقیقت ہے کہ نہین کئے ۔ اور مین نے یہ کام اپنے اختیار سے نہین کئے ۔ یہ ہی حقیقت ان واقعات کی جنپر صبر کر سکے تم مین طاقت نہ تھی اپنا دفینہ خود نکال لین ۔ اور مین نے یہ کام اپنے اختیار سے نہین کئے ۔ یہ ہی حقیقت ان واقعات کی جنپر صبر کر سکے تم مین طاقت نہ تھی

غرض انسان کا فضل و کمال علم کی وجہ سے ہی ہے ۔ اور چونکہ علم سب سے زیادہ انبیاء کو ہوتا ہی لہٰذا سب سے زیادہ کمال و فضل بھی انبیاء کو ہے ۔ اور انبیاء مین سب سے زیادہ علم سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے چنانچہ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھکو اگلون اور پچھلون سب کا علم عطا ہوا ہی" لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فضل و کمال مین جملہ انبیاء سے برتر و اعلیٰ ہوئے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا الخ "ان رسولون مین ہمنے بعض کو بعض پر فضیلت دی کہ بعض وہ ہین جنسے اللہ نے کلام کیا اور بعض کو بہت سے درجات مین بلندی بخشی" نیز ظاہر ہے کہ علم کی دو قسمین ہین ایک وہ علم جسکو احکام شرعیہ سے تعلق ہے اور دوسرا وہ علم جسکو معاملات سے علاقہ ہے ۔ اور چونکہ احکام شرعیہ اور اسکے مبادی کے علم سے مقصود حیات جاوید اور سعادت دائمی ہے لہٰذا وہ ایسے جملہ علوم سے جنکا مقصود دنیوی امور فانیہ ہین بدرجہا افضل ہوا ۔ اس علم کا نام حکمت ہے جسکی شان مین حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا "جسکو حکمت عطا ہوئی اسکو بہت کچھ خوبی عطا ہوئی"۔ صحیحین مین حضرت معاویہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکے لئے حق تعالیٰ بہتری چاہتا ہے اسکو دین کی فہم و علم عطا فرما دیتا ہے اور مین تو صرف بانٹنے والا ہون ۔ باقی دیتا ہے اللہ" امام غزالی رح کہتے ہین کہ جو علوم شرعیہ ہین سو یہ حضرات انبیاء سے بطریق تقلید اخذ کئے ہوئے ہین ۔ اور یہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے پڑھنے اور سننے کے بعد انکے معانی سمجھنے سے حاصل ہوتے ہین اور انھین سے قلب کے اوصاف کا کمال اور قلب کو امراض روحانیہ سے سلامتی حاصل ہوتی ہے پس علوم عقلیہ سلامتی عقل کیلئے کافی نہین اگرچہ حاجت اسکی درجہ مین قلب کو انکی بھی ہے جیساکہ عقل ہمیشہ بدن کو تندرست رکھنے کیلئے کافی نہین بلکہ عقل کیساتھ طبیبون سے پڑھکر دواؤن اور گھاس پات کی خاصیتین معلوم کرنیکی بھی حاجت ہے ۔ کیونکہ محض عقل سے خاصیتین معلوم نہین ہو سکتین ۔ البتہ سننے کے بعد بغیر عقل کے انکا سمجھنا بھی ممکن نہین ۔ پس نہ عقل مستغنی ہے سماعت سے اور نہ سماعت مستغنی ہے عقل سے ۔ لہٰذا جو شخص عقل کو کنارہ رکھکر محض تقلید کیطرف بلائے وہ بھی جاہل ہے اور جو صرف عقل پر اکتفا کرلے اور قرآن و سنت کے انوار سے بے بہرہ ہو وہ بھی گمراہ ہے ۔ پس ہر دو فریق سے الگ رہو اور دونون اصل کے جامع بنو کہ عقلی علوم کی مثال ایسی ہے جیسے غذائین ۔ اور شرعی علوم کی مثال ایسی ہے جیسے دوائین ۔ پس بیمار کو جب دوا نہ ملیگی تو غذا سے اسکو نقصان پہونچیگا ۔ اسیطرح قلوب کی بیماریون کا علاج بجز ان دواؤن کے ناممکن ہے جو شریعت سے حاصل ہوئی ہین ۔ اور وہ عبادات منفردہ اور وہ اعمال ہین جنکو انبیاء علیہم السلام نے اصلاح قلوب کے لئے ترکیب دیا ہے ۔ تو جو شخص اپنے بیمار قلب کی دوا عبادات شرعیہ کے معالجات سے نکریگا اور علوم عقلیہ پر اکتفا کریگا تو وہ ضرور ایسی ہی مضرت اٹھائیگا جیسے بیمار آدمی غذا سے مضرت اٹھاتا ہے ۔ اور چونکہ احکام شرعیہ کا علم بہت کچھ خوبیون کو متضمن ہے لہٰذا اسکی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض کردیگئی چنانچہ جو آیت مین نے

شروع مین پڑھی ہے وہ اسپر دلالت کررہی ہی- نیز بیہقی نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا- علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہی"۔ فضیلتِ علم کے متعلق بہت حدیثین ہین جنمین ایک وہ ہی جسکو ترمذی
نے حضرت کثیر بن قیس سے روایت کیا ہی کہ مین دمشق کی مسجد مین ابو درداءؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے
لگا کہ ای ابوالدرداء مین تمھارے پاس صرف ایک حدیث کیلئے مدینۃ الرسول سے آیا ہون کہ مجھے خبر ملی ہی تم اسکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہو اسکے سوا مین کسی کام کیلئے نہین آیا- حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا مین نے سُنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے- جو شخص علم کی طلب مین کوئی راستہ طے کری تو حق تعالیٰ اسکو جنت کے راستون
مین سے ایک راستہ طے کرائیگا- اور فرشتے طالبِ علم کی خوشنودی کیلئے اپنی بازو بچھاتے ہین اور جو عالم ہوتا ہی اسکے لئے
آسمان و زمین کی ساری مخلوقات مغفرت کی دعا مانگتی ہی- حتیٰ کہ پانی کے اندر مچھلیان بھی- اور عالم کو عابد پر ایسی
فضیلت ہے جیسے شب چہاردہم کے چاند کو فضیلت ہی ستارون پر- اور علماء وارث ہین انبیاء کے کہ انبیاء نے دینار
کی میراث چھوڑی نہ درہم کی صرف علم کا ترکہ چھوڑا ہی تو جسنے اسے لیا اسنے بھرپور حصّہ لیا" نیز دارمی و ترمذی نے حضرت
انس رضؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی تلاش مین جو شخص وطن سے باہر جاتا ہی وہ راہِ خدا
مین ہے- جبتک بھی واپس آوے"۔ اور دارمی نے حضرت حسن رضؓ سے مرسل روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جسکو موت آوے دران حالیکہ وہ طلب علم مین مشغول ہو کہ اس سے اسلام کو زندہ کرے تو اسکے اور نبیون کے درمیان
جنت مین صرف ایک درجہ رہجائیگا۔"

مخفی نہ رہے کہ وہ علم جسکی طلب کے متعلق شریعت نے ترغیب دی ہی وہ دو قسمون پر منقسم ہے- ایک فرض عین ہی دوسرا
فرض کفایہ- پس فرض عین تو پاکی و ناپاکی کے مسائل کا اور نماز و روزہ وغیرہ عبادات واجبہ کے احکام کا معلوم
کرنا اور خرید و فروخت اور کرایہ وغیرہ ان معاملات کے احکام کا معلوم کرنا ہی جنکی مسلمان کو اکثر حاجت پیش آتی ہی اور
تماشا معلوم ہی کہ بہتیرے مسلمان ایسے ہین جنپر نماز روزہ حج و زکوٰۃ فرض ہے اور نیز بیع و اجارہ و رہن وغیرہ معاملات
کرنیکا بھی انکو بکثرت اتفاق ہوتا ہی مگر انکو بالکل معلوم نہین کہ انکے متعلق شرعی احکام کیا ہین جنکا پورا کرنا
انپر فرض ہے؟ لہذا انپر ترک فرض کا گناہ ہوتا ہی اور انکی کمائی پاک صاف نہین ہوتی کیونکہ انھین یہی معلوم نہین
کہ کیا صورت معاملہ کو فاسد کرتی ہی اور کون صورت اسکی اصلاح کرتی ہی- رہا فرض کفایہ سو وہ علم کا اتنا حاصل کرنا
کہ اجتہاد اور فتوے دینے کے مرتبہ پر پہونچ جائے- تو جب کسی شہر کے سارے مسلمان اس درجہ کا علم سیکھنے سے بیٹھ رہین تو
سب گنہگار ہونگے- اور اگر ہر شہر سے ایک شخص بھی فرض ساقط ہوجائیگا مگر یہ انکے ذمہ پھر بھی فرض رہیگا کہ جو ضروریات انکو
پیش آوین انمین اس عالم کے فتوے پر عمل کرین- اور چونکہ اس شخص نے سفر کی مصیبتون کو جھیلا اور علم حاصل کرنے مین
اپنا وقتِ عزیز خرچ کیا اور طرح طرح کی مشقتین برداشت کی ہین تاکہ اپنے اہلِ وطن سے فرض کو ساقط کرے۔

۲ [illegible]

ترک سے وہ گنہگار ہون لہذا اہلِ شہر پر لازم ہے کہ اسکی عزّت اور اسکے ساتھ اچھا برتاؤ کرین تاکہ احسان کی مکافات احسان کے ساتھ ہو۔ اور اسکی تحقیر و ہتک حرمت اور اسکے عیوب کی تلاش سے بچے رہین کہ اس شخص کا اللہ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے۔ چنانچہ ترمذی نے حضرت ابوامامہؓ باہلی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو آدمیونکا تذکرہ کیا گیا انہین ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ پس حضرتؐ نے فرمایا کہ عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے، جیسی مجھکو فضیلت ہے تم مین ادنیٰ شخص پر۔ اسکے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے فرشتے اور اہلِ آسمان و زمین حتّٰی کہ چیونٹی اپنے بل مین اور مچھلی غرض سبھی اسکے لئے نزولِ رحمت کی دُعائین کرتے ہین جو لوگونکو علمِ دین کی تعلیم دیتا ہے۔ بیہقی نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جانتے بھی ہو بڑا سخی کون ہے؟ صحابہ نے کہا کہ اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سخی تو اللہ ہے اور پھر جملہ بنی آدم مین بڑا سخی مین ہون۔ اور میرے بعد بڑا سخی وہ ہے جو علم حاصل کرے اور اسکو پھیلائے۔ قیامت کیدن یہ شخص تنہا امیر بنکر آئیگا۔ یا یہ فرمایا کہ تنہا ایک جمِ غفیر کے حکم مین ہوگا۔" دارمی نے حضرت عونؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ دو حریص ایسے ہین کہ انکا پیٹ کبھی نہین بھرتا۔ ایک صاحبِ علم اور دوسرا صاحبِ دنیا۔ مگر دونون برابر نہین وہ جو صاحبِ علم ہے سو رضاءِ الٰہی مین ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور وہ جو صاحبِ دنیا ہے سو شرارت مین ڈوبتا رہتا ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى "انسان شرارت کرتا ہے کہ اپنے آپکو بے نیاز و مالدار پایا" اور دوسرے کے متعلق ارشاد ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا "اللہ کا خوف تو علماء ہی کرتے ہین"

مگر بہتیرے مسلمانون پر شیطان سوار ہو گیا اور دُنیا نے انکو مغرور بنا دیا کہ عالم کی زبان سے ایک بات بھی انکی خواہش کے خلاف نکلی تو اسکی آبرو ریزی کے درپے ہوئے اور اسکی اہانت کو حلال سمجھتے اور اسکو ستانے پر تُلے رہتے اور اسکی عداوت اپنے دلونمین قائم کر لیتے ہین۔ اور نہین سمجھتے کہ یہ شخص وارث ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ آنحضرتؐ نے ترکہ مین نہ دینار چھوڑا تھا نہ درہم بلکہ صرف علم چھوڑا تھا (جسکا یہ وارث ہوا) اور یہ شخص آپکا نائب ہے کہ اُمّت کو آپکے احکام پہونچاتا ہے۔ اور سبکو معلوم ہے کہ نائب کی اہانت بعینہٖ منیب کی اہانت ہے اور نائب سے عداوت رکھنا اور ستانا بعینہٖ منیب سے عداوت رکھنا اور ستانا ہے۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے۔ "جو کہ ستاتے ہین اللہ اور اسکے رسول کو انپر اللہ لعنت فرماتا ہے دُنیا اور آخرت مین اور انکے لئے مہیّا کیا ہے عذاب ذلیل کرنیوالا" اور نہین سمجھتے کہ اگر کوئی شخص اپنے پیشہ کے لحاظ سے ذلیل بھی ہو۔ مگر جب علم حاصل کر لیتا اور دین کا فقیہ بنجاتا ہے تو علم کا جوہر اسکو ذلّت کے گڑھے سے نکالکر عزّت کی چوٹی پر بٹھا دیتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا تمنے گروہِ بنی اسرائیل کا حال نہین دیکھا جب انھون نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ تجویز کر دو کہ ہم (اسکے ماتحت ہوکر) اللہ کے راستہ مین جہاد کرین نبی نے فرمایا ممکن ہے کہ اگر جہاد کرنا تمپر فرض کر دیا جائے تو تم جہاد نہ کرو۔ انھون نے کہا کہ بھلا اسکی وجہ کیا کہ ہم راہِ خدا مین

جنگ نکرین۔ حالانکہ ہمکو ہمارے گھرون اور بال بچون سے نکالا گیا۔ غرض کہ بجز قلیل جماعت کے سب نے رخ پھیر لیا اور اللہ خوب جانتا ہی ظالمونکو۔ اور انسے انکے نبی نے کہا کہ اللہ نے تمھارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہی۔ وہ کہنے لگے کہ اکو ہمپر حکومت کا منصب کیسے حاصل ہو سکتا ہی حالانکہ ہم ان سے زیادہ حکومت کے مستحق ہین اور انکو تو مالی وسعت بھی نہین دیگئی نبی نے کہا کہ اللہ نے انکو تمپر برتری اور علم وجسم کے اندر زیادہ وسعت دی ہی اور اللہ اپنا ملک جسکو چاہی دے۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہی۔ اور ان سے انکے نبی نے کہا کہ انکے پادشاہ ہونیکی نشانی یہ ہی کہ تمھارے پاس وہ صندوق آئیگا جسمین سکینت ہے، تمھارے رب کیطرف سے اور بچا ہوا ترکہ ہی آل موسیٰ وآل ہارون کا کہ اسکو فرشتے اٹھائے ہونگے بیشک اسمین بڑی نشانی ہی تمھارے لئے اگر تم ایمان والے ہو"۔ الحاصل حضرت طالوت بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے حالانکہ چمڑا رنگنا انکا پیشہ تھا اور وہی جالوت اور اسکے لشکر کے مقابلہ مین آئے اور بحکم خدا انکو شکست دی"۔ اور وہ لوگ نہین سمجھتے کہ نسب کیوجہ سے آدمی لوگون سے افضل نہین بنتا۔ جبتک کہ دین مین فقیہ نہ ہی۔ چنانچہ مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمیونکی اصلیت ایسی ہی جیسے سونے اور چاندی کی کان کہ جو کفر کیحالت مین بہتر ہوتے ہین وہی اسلام مین آکر بہتر ہوتے ہین جبکہ فقیہہ بنجاوین"۔ اور یہی وجہ ہی کہ گذشتہ سلاطین و خلفاء مین جنکو علم کا مذاق تھا وہ ہمیشہ علماء کو اپنا مقرب بناتے اور انسے محبت رکھتے اور انکے لئے اپنے بازو جھکاتے اور سب پر انکو ترجیح دیتے تھے چنانچہ فخر رازیؒ نے اپنی تفسیر مین روایت لکھی ہی کہ حضرت عمرؓ تعظیم کیا کرتے تھے حضرت ابن عباسؓ کی اور انکو قریب بٹھاتے اور اہل بدر کیساتھ (انکے ہم پہلو بیٹھنے کی) اجازت دیا کرتے تھے۔ پس عبدالرحمن نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ بھی اجازت دیتے ہین حالانکہ انکی مثل ہماری اولاد مین موجود ہین۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ان لوگون مین سے ہین جو تمکو بھی معلوم ہین (یعنی اہل علم وفضل ہین)۔ ابن عباسؓ کہتے ہین کہ آخر ایکدن حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو بھی آنیکی اجازت دی اور مجھکو بھی انکے ساتھ اجازت دی۔ اور پھر ارشاد خداوندی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ الخ کے متعلق ان سے سوال کیا۔ اور یہ سوال صرف میری وجہ سے کیا تھا (کہ میری علمیت انکو معلوم ہو جائے) پس ایک نے کہا کہ جب نبی پر فتوحات ہوئین تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ توبہ و استغفار کرین۔ مینے کہا کہ یہ بات نہین بلکہ آنحضرتؐ کو وفات کی اطلاع دیگئی (کہ چونکہ جس کام کے لئے دنیا مین آئے تھے وہ پورا ہوتا آنکھون سے دیکھ لیا لہذا سفر آخرت کیلئے طیار ہو جاؤ) حضرت عمرؓ نے یہ کہکر کہ مین بھی یہی سمجھا ہون جو تم سمجھے ہو (اہل بدر سے) فرمایا کہ تم دیکھتے ہو اور پھر بھی انکے متعلق مجھپر اعتراض کرتے ہو؟ صواعق ابن حجر مین روایت ہے کہ جب مامون رشید نے مصمم عزم کیا کہ اپنی شاہزادی ام الفضل کو حضرت محمد جواد کے نکاح مین دے تو عباسیون نے اس اندیشہ سے کہ یہ اپنے والد کیطرح ولیعہد نہ ہو جاوین خلیفہ کو اس قصد سے روکا۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ مینے انکو اسلئے پسند کیا ہی کہ باوجود کم عمر ہونیکے علم دانش اور علم مین جملہ اہل فضل سے ممتاز ہین۔ پس محمد جواد کے ان اوصاف کی منازعت ہونیگی اور آخر انکے فضل

ہوا کہ بلا کر انکا امتحان لیا جائے چنانچہ وہ بلائے گئے اور یحییٰ ابن اکثم کو بہت کچھ دینے کا وعدہ کیا گیا اگر وہ محمد جواد کو ساکت کردے۔ چنانچہ جب ابن اکثم اور محمد جواد آئے اور ارکین سلطنت بھی جمع ہوگئے تو مامون رشید نے محمد جواد کیلئے عمدہ فرش کا حکم دیا اور وہ اسپر بیٹھ گئے۔ یحییٰ بن اکثم نے ان سے چند مسائل دریافت کئے جنکا جواب محمد جواد نے عمدہ اور مفصل دیا اور خلیفہ نے کہا کہ اے ابوجعفر تم نے خوب جواب دیا ہے۔ اب اگر تم یحییٰ سے کچھ پوچھنا چاہو تو پوچھ لو۔ اگر اسے ہی مسئلہ کیوں نہ ہی۔ تب محمد جواد نے یحییٰ سے کہا کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے بارہ میں جسنے ایک عورت پر شروع دن میں نظر ڈالی کہ وہ حرام تھی پھر دن چڑھے اسکے لئے حلال ہوگئی۔ پھر ظہر کیوقت اسپر حرام ہوگئی۔ پھر عصر کیوقت حلال ہوگئی پھر مغرب کے وقت حرام ہوگئی پھر عشا کیوقت حلال ہوگئی پھر آدھی رات کو حرام ہوگئی۔ اور پھر فجر کیوقت حلال ہوگئی۔ یحییٰ نے کہا مجھے علم نہیں محمد جواد نے فرمایا کہ ایک کنیز ہے جسکی طرف ایک اجنبی نے نگاہِ شہوت ڈالی اور وہ حرام ہے۔ پھر دن چڑھے اسکو خرید لیا تو حلال ہوگئی) پھر ظہر کے وقت اسکو آزاد کردیا (تو حرام ہوگئی) پھر عصر کیوقت اس سے نکاح کرلیا۔ پھر مغرب کیوقت اس سے ظہار کرلیا۔ پھر عشاء کیوقت کفارہ ظہار ادا کردیا۔ پھر آدھی رات کو رجعی طلاق دیدی۔ اور فجر کیوقت رجعت کرلی (کہ پھر حلال ہوگئی)۔ اُسوقت مامون رشید نے عباسیوں سے کہا کہ جان بھی لیا جسکے منکر تھے۔ پھر اسی مجلس میں ام الفضل کا انسے نکاح کرکے دونوں کو مدینہ رخصت کردیا۔" ایکمرتبہ ام الفضل نے باپ کے پاس قاصد بھیجکر اپنے شوہر کی شکایت کی کہ ایک کنیز کو میری سوکن بناکر لے آئے۔ تو باپ نے جواب بھیجا کہ میں نے تیرا نکاح انکے ساتھ اسلئے نہیں کیا کہ کسی حلال شے کو انپر حرام کردوں لہذا آیندہ ایسی شکایت مجھسے نہ لکھو۔" امام محمد کہتے ہیں کہ میں ایک رات تہجد میں مشغول تھا کہ دفعۃً کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا دیکھو کون ہے؟ معلوم ہوا کہ خلیفہ کا قاصد ہے اور میری طلبی ہے۔ مجھے جان کا اندیشہ ہوا کہ دیکھئے کیا آفت آئی۔ آخر اُٹھا اور خلیفہ کے سامنے پہونچا۔ خلیفہ نے کہا میں نے تمکو ایک مسئلہ کیلئے بلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ام محمد یعنی زبیدہ سے کہا کہ میں امام عادل ہوں اور امام عادل جنت میں جائیگا۔ زبیدہ نے کہا کہ تم ظالم و عاصی ہو جسکی سزا اللہ نے دوزخ قرار دی ہے مگر اپنے جنتی ہونیکی شہادت دے رہے ہو۔ لہذا اللہ پر جھوٹ بولنے کیوجہ سے کافر ہوگئے اور میں تمپر حرام ہوگئی۔" امام محمد کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین جب تم کسی معصیت میں گرتے ہو تو اس حالت میں یا اسکے بعد تمکو خوفِ خدا بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ خلیفہ نے کہا کہ ہاں قسم خدا کی بہت خوف معلوم ہوتا ہے میں نے کہا تو میں شہادت دیتا ہوں کہ آپکے لئے دو جنتیں ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿﴾ جسکو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونیکا خوف ہوا اسکے لئے دو جنت ہیں۔" یہ سنکر خلیفہ مسرور ہوا اور الطاف و کرم کیساتھ مجھے واپسی کی اجازت دی۔ گھر پہونچکر کیا دیکھتا ہوں کہ انعام کی تھیلی مجھسے پہلے پہونچ لی ہے۔" امام غزالی کہتے ہیں۔ مخفی نہیں ہے کہ دینی علوم یعنے راہِ آخرت کا علم و فہم صرف کمالِ عقل اور صفائیٔ ذہن سے حاصل ہوسکتا ہے اور عقل ہی انسانی صفات میں اشرف و افضل صفت ہے کہ اسی سے امانتِ الٰہی قبول

کھیجاتی (اور انسان مکلف بنتا ہی)۔ اور اسی سے حقتعالیٰ تک پہونچ جاتا ہی۔ رہا نفع عام تو اسمین شک نہین کہ علم کا نفع اور ثمرہ سعادتِ اخروی ہی۔ رہا شرف محل سو یہ بھی مخفی نہین کیونکہ معلم بشر کے قلوب اور نفوس مین تصرف کرتا ہی اور ظاہر ہے کہ انسان جملہ موجودات سے اشرف و افضل ہی اور انسانی جواہر مین سب سے افضل جوہر انسان کا قلب ہے اور معلم قلب ہی کی تکمیل و صفائی و تطہیر اور اسکو قرب خدا کیطرف چلانے مین مشغول رہتا ہی۔ پس تعلیم ایک حیثیت سے عبادت خدا ہے اور ایک حیثیت سے خلافت و نیابت خدا ہی اور خلافت بھی برتر و بزرگتر۔ کہ حق تعالیٰ نے عالم کے قلب پر علم کو مفتوح کیا جو کہ صفات الٰہیہ مین مخصوص اور ممتاز صفت ہی۔ پس معلم کی مثال خزانچی کی سی ہوئی بلکہ خزانہ کی سی پھر اسکو خزانہ مین سے ہر حاجتمند پر خرچ کرنیکا اختیار بھی دیا ہی لہذا اسکا رتبہ بہت ہی بڑا ہوا کہ مخلوق کو خدا کے قریب کرنے اور جنت الماویٰ کیطرف چلانے مین معلم اپنے رب اور اسکی مخلوق کے درمیان واسطہ ہوا۔

(فائدہ) جاننا چاہیے کہ علم شریعت کے حاصل کرنیکی دو صورتین ہین۔ ایک پڑھنا چنانچہ پڑھنے اور غور و توجہ کیساتھ علوم شرعیہ کی تحصیل مین بہتیرون نے اپنی ہمتون کو صرف کیا کہ قرآن و حدیث کو سمجھا اور عالم دینیات بنکر اجتہاد اور فتوے کے درجہ پر پہونچے اور وہ لاینحل مسئلے واضح کیے کہ عقلین حیران ہوگئین۔ مروی ہی کہ اہلِ مدینہ کی ایک جماعت ابوحنیفہؒ کے پاس آئی تاکہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کے متعلق مناظرہ سے انکو ساکت کرے۔ امام صاحب نے کہا کہ سب کے ساتھ ایکدفعہ مناظرہ کرنا تو ممکن نہین لہذا جو تم مین سب سے بڑا عالم ہو اسکو آگے بڑھاکر مسائل اسکے حوالہ کرو کہ اس سے مناظرہ کرون۔ چنانچہ انھون نے ایک شخص کیطرف اشارہ کیا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ یہ تم مین سب سے بڑا عالم ہے؟ سب نے کہا کہ ہان۔ آپنے کہا کہ اس سے مناظرہ کرنا گویا تم سب سے مناظرہ کرنا ہی؟ انھون نے کہا کہ ہان۔ آپنے فرمایا کہ اسکا ہارنا تم سب کا ہارنا ہی؟ انھون نے کہا کہ ہان۔ آپنے فرمایا کہ مین مناظرہ کرکے اسپر حجت قائم کردون تو تم سب پر حجت قائم ہوجائیگی؟ سب نے کہا کہ ہان۔ امام صاحب نے فرمایا کہ آخر کیون؟ انھون نے کہا اسلیے کہ ہمنے اسکا امام ہونا پسند کرلیا۔ لہذا اسکا قول ہمارا ہی قول ہی۔ تب امام صاحب نے فرمایا کہ ہمنے بھی تو نماز کے اندر امام ہی کو اختیار کیا ہی کہ اسکا پڑھنا ہمارا ہی پڑھنا ہی اور وہ ہمارا قائم مقام ہے۔ اس الزامی جواب نے سبکو ساکت کردیا اور ہار گئے۔ اور مروی ہی کہ ہارون رشید کیساتھ چند فقہاء تھے جنمین امام ابو یوسفؒ بھی تھے۔ ایک شخص لایا گیا جسپر دوسرے نے دعویٰ کیا تھا کہ اسنے میرے مکان سے رات کیوقت مال لیلیا۔ اور لینے والے نے اسی مجلس مین اسکا اقرار کرلیا فقہاء نے بالاتفاق فتویٰ دیا کہ اسکا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ جائز نہین۔ فقہاء نے کہا کہ کیون؟ آپ نے فرمایا اسلیے کہ اسنے مال لینے کا اقرار کیا ہی اور ایسے اقرار سے ہاتھ کاٹنا واجب نہین ہوتا بلکہ چوری کرنے کا اقرار شرط ہی۔ چنانچہ سب نے انکے قول کی تصدیق کی اور پھر لینے والے سے پوچھا کیا تو نے مال چرایا تھا؟ اسنے کہا کہ ہان۔ اسپر پھر سبکی رائے ہوئی کہ ہاتھ کاٹنا واجب ہوگیا کیونکہ چوری کا اقرار کرلیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اب

بھی جائز نہین۔ کیونکہ گو اسنے چوری کا اقرار کرلیا مگر یہ اقرار اسکے بعد کیا ہی کہ اول مال لینے کا اقرار کر کے اسپر مال کا ضمان واجب ہو چکا تھا۔ لہذا یہ چوری کا اقرار اپنے اوپر سے ضمان ساقط کرنیکا اقرار ہے جو کہ قابل سماعت نہین اس تفقہ وسمجھ کو دیکھکر سب متعجب ہو گئے"۔ دوسری صورت علم کا حصول بطریق الہام وکشف ہی۔ اور یہ قوت قدسیہ اونکے لئے ہے کہ انکو علم کے پڑھنے اور تصنیفاتِ مصنفین کے مطالعہ اور اقوال وادلہ سے بحث کرنیکی حرص نہین ہوتی بلکہ وہ علم کا یہ طریقہ سمجھتے ہین کہ اول تمامی تعلقات دُنیا سے علیحدہ ہوکر قلب کو فراغ نصیب ہو اور اہل و عیال ومال و وطن اور علم وولایت وجاہ سب سے توجہ ہٹا لیجائے کہ اسمین ہر چیز کا وجود اور عدم برابر ہوجائے پھر کسی گوشہ مین بیٹھکر فرائض اور سُنن موکدہ پر اکتفا کرے اور قلب کو خالی اور توجہ کو یکسو کر کے بیٹھ رہے اور فکر نہ تلاوت قرآن کیطرف جائے نہ اسکی تفسیر مین غور و تامل کیطرف جائے نہ حدیث لکھنے کیطرف اور نہ کسی دوسرے شغل کیطرف بلکہ اسکی کوشش کرے کہ قلب مین بجز اللہ کے کسی شے کا خطرہ اور گذر نہو۔ اور خلوت مین حضورِ قلب کے ساتھ ہر وقت اپنی زبان سے اللہ اللہ کہتا رہے یہانتک کہ اس حالت پر پہونچ جائے کہ زبان کو حرکت دینا چھوڑ دے اور پھر بھی یون معلوم ہو کہ گویا ذکر اللہ زبان پر جاری ہی۔ اور قلب سے لفظ کی صورت اور حروف اور ہئیت کلمہ محو ہوکر قلب مین صرف کلمہ کے معنی رہجاوین اور وہ معنے ہر وقت ایسے حاضر رہین کہ گویا قلب کو چپک گئے اور جُدا نہین ہو سکتے۔ ہان بندہ کے قصد واختیار کو اتنی بات مین دخل ضرور ہے کہ اس حد تک پہونچے اور وسوسونکو دُور کر کے اس حالت کو ہر وقت قائم رکھے مگر اسمین اختیار کو مطلق دخل نہین کہ حقتعالی کی رحمت کو کھینچ لائے پس اسنے جتنا کیا اسکی وجہ سے رحمتِ الہٰی کی خوشبوؤن کے سامنے آبیٹھا اور بجز اسکے کچھ باقی نہین رہا کہ اب انتظار ہے اللہ کیطرف سے رحمت کی ایسی فتوحات کا جیسی کہ حق تعالی نے انبیاء و اولیاء پر اس طریق سے فرمائین۔ اور جب اسکی ارادت سچی اور ہمت صاف اور مواظبت مُستحسن ہو کہ نہ شہواتِ نفسانیہ اسکو اپنی طرف کھینچین اور نہ خطرہ نفسانی اسکو تعلقات دنیا سے ملوث کرے تو تجلیات الہٰی اسکے قلب پر چمکتی ہین۔ اور کبھی تو ابتدا مین اسکی حالت چمکنے والی بجلی کیطرح ہوتی ہی کہ قرار نہین ہوتا اور پھر کبھی جلد چمکتی ہی کبھی دیر کے بعد چمکتی ہے۔ اور دوبارہ کی چمک مین بھی کبھی ذرا ٹھیرتی ہے اور کبھی فوراً غائب ہوجاتی ہی۔ اگر ٹھیرتی بھی ہی تو کبھی زیادہ دیر ٹھیرتی ہی کبھی تھوڑی دیر۔ اور کبھی آگے پیچھے ایسی ہی بہتیری تجلیات کا پے درپے ورود ہوتا ہی۔ اور کبھی ایک ہی قسم کی تجلی پر اکتفا ہوتا ہی۔ بہر حال اولیاء اللہ کے مدارج اسکے متعلق غیر محدود ہین جیسا کہ انکی صورتین اور سیرتین غیر محدود ہین۔ ہان اہل نظر واہل اعتبار اس طریق کے موجود و ممکن ہونیکا انکار نہین کرتے کیونکہ اکثر انبیاء و اولیاء کے علوم کا یہی طریق حصول ہی۔ البتہ اس طریق کو دشوار اور دیر مین پھل لانیوالا ضرور سمجھتے ہین کہ اسکی تمام شرائط کا جمع ہونا مستبعد ہی۔ اور اس درجہ تعلقات کا محو ہوجانا ناممکن کے قریب ہے۔ اور اگر

ہو جائے تو پھر اسکا قائم رہنا اس سے بھی زیادہ بعید ہے کیونکہ جب کوئی وسوسہ آئیگا تو قلب کو پریشان کردیگا اور ایسے مجاہدے کبھی فساد مزاج اور اختلال عقل اور جسمانی مرض بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر پہلے سے نفس کو سیدھا اور علوم واقعیہ سے مہذب و مطیع نہ بنا لیا گیا ہو تو قلب مین خیالات فاسدہ بھی بیٹھ جاتے ہین کہ نفس عرصہ تک انپر اطمینان کئے بیٹھی رہی یہانتک کہ یا وہ خود ہی زائل ہو جاوین یا کامیابی سے قبل زندگی ختم ہو جاوے چنانچہ بہتیرے صوفی نکلینگے جو اس راستہ چلے اور ایک خیال کے اندر بیس بیس سال پڑے رہے۔ ہان اگر اس سے پہلے علم مین استحکام حاصل کرلیا ہوتا تو اس خیال کی وجہ اشتباہ فوراً کھل جاتی۔ پس پڑھنے پڑھانیکا طریق زیادہ معتبر اور مقصود کے قریب تر ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص علم فقہ کا پڑھنا چھوڑ کر یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہ نہین پڑھا اور وحی والہام کے ذریعہ سے بلا مطالعہ و تکرار کے فقیہ بنگئے لہذا مین بھی ریاضت اور مواظبتہ کی بدولت اس مرتبہ کو پہنچ سکتا ہون تو ظاہر ہے کہ اس خیال سے اسنے اپنی جان پر ظلم اور عمر کو برباد کیا۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسب معاش کا طریق اور کھیتی باڑی کرنا اس توقع پر چھوڑ بیٹھے کہ ٹھوکر لگنے سے کوئی دفینہ ہاتھ لگ جائیگا تو ایسا ہونا اگرچہ ممکن ہے مگر نہایت بعید ہے۔ اسیطرح تعلیم کے بغیر حصول علم اگرچہ ہو سکتا ہے مگر مستبعد ہے لہذا لازم ہے کہ علماء نے جو علم حاصل کیا ہے اسکو حاصل کرے اور اول انکے اقوال کو سمجھے۔ البتہ اسکے بعد اگر اس کا منتظر ہو کہ جو باتیں علماء کو منکشف نہین ہوئی۔ کیا عجب ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے اسکو منکشف ہو جائے تو مضائقہ نہین تحصیل علم بطریق تعلیم اور تحصیل علم بطریق کشف والہام کی ایسی مثال ہے جیسے زمین مین ایک حوض کھودیجائے تو اسمین پانی لانیکے دو طریق ہین یا یہ کہ نہرون کے ذریعہ اسمین پانی لایا جائے یا یہ کہ حوض کی تہ کو کھود کر اتنی مٹی نکالیجائے کہ حوض پانی کے مقام تک پہونچ جائے اور حوض کے نیچے سے پانی اُبلنے لگے۔ یہ پانی زیادہ صاف بھی ہوگا اور ہمیشہ قائم رہیگا اور ممکن ہے کہ مقدار مین بھی کثیر اور وافر ہو۔ پس قلب گویا حوض ہے اور علم گویا پانی جو اس مین ہے حواس خمسہ گویا نہرین پس قلب مین علم کے آنیکی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ مطالعہ و فکر و درس و تدریس اور مشاہدات کے واسطے اسمین علوم پہنچائے جائین کہ وہ علم سے لبریز ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خلوت و گوشہ نشینی اور اقتصار نگاہ سے ان نہرون کو بند کردیا جائے اور قلب کی تہ کھود کر اسکے پاک کرنے اور پردے اٹھا دینے مین اتنی کوشش کیجائے کہ اسکے اندر سے علم کے چشمے بہنے لگین۔" اس فرق کو دوسری عبارت مین اسطرح ادا کرسکتے ہین کہ اولیاء اللہ صرف قلب کے چمکانے اور پاک صاف اور صیقل کرنے مین محنت کرتے ہین۔ اور علماء نفس علوم کو حاصل کرنے اور قلب کیطرف کھینچکر لانے مین مشقت اٹھاتے ہین۔ حکایت ہے کہ اہل روم اور اہل چین مین نقاشی و تصویر کشی کے متعلق بادشاہ کے سامنے باہم تفاخر ہوا (کہ ہر ایک نے اپنے آپکو دوسرے سے افضل کہا) بادشاہ نے فیصلہ دیا کہ ایک محل تجویز کیا جائے کہ ایک جانب اہل چین نقاشی کرین اور اسکے دوسری جانب اہل روم اور دونون کے درمیان

پردہ لٹکا دیا جائے کہ ایک فریق کو دوسرے کی اطلاع نہو چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اہل روم نے تو ایسے نادر الوجود رنگ جمع کئے جنکی شمار دشوار تھی مگر اہلِ چین نے رنگ لائے بغیر پردہ مین داخل ہو کر اپنی جانب کو جلا دینا اور صیقل کرنا شروع کر دیا جب اہلِ روم اپنا کام ختم کر چکے تو اہلِ چین نے بھی کہا کہ ہم بھی فارغ ہو چکے ہین بادشاہ کو تعجب ہوا اور پوچھا کہ رنگ کے بغیر نقاشی سے فراغت کیسے ہوئی؟ انھون نے کہا کہ آپکو اس سے کیا بحث ہے پردہ اٹھا دیجئے اور تماشہ دیکھئے۔ چنانچہ پردہ اٹھایا گیا تو وہ رخ اتنا دمک رہا تھا کہ اسمین رومی کارگذاری اور صناعی کے سارے عجائبات جھلک رہے تھے بلکہ اصل سے زیادہ دمک اور روشنی لئے ہوئے تھے کیونکہ محل کا یہ رخ صیقل ہو کر بمنزلہ شفاف آئینہ کی مثل بنگیا اور دوسرے رخ کی رنگ آمیزی کا حسن بوجہ صیقل کے اسمین دو بالا ہو گیا تھا۔ اسیطرح اولیاء کی توجہ قلب کی تطہیر و جلا اور تزکیہ و صفائی کیطرف ہوتی ہے کہ اسمین تجلیات الٰہی روشنی کیساتھ دمکنے لگتی ہین جیسے اہلِ چین کی کاریگری۔ اور علماء کی توجہ اکتساب اور علوم کے نقش و نگار کیطرف ہوتی ہے جیسے اہل روم کی نقاشی۔ بہر حال جو صورت بھی ہو یہ ضرور ہے کہ مومن کا قلب نکھرتا ہے اور نہ اسکا علم موت کیوقت محو ہوتا ہے اور نہ اسکی صفائی مین کدورت و غبار آتا ہے۔ ابو الفرج ابن جوزی وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا ایکدن حضرت شیبانؒ راعی پر گذر ہوا تو امام احمدؒ نے کہا کہ مین ان سے ایک سوال کرتا ہون دیکھون کیا جواب دیتے ہین؟ امام شافعیؒ نے کہا کہ ان سے تعرض نکرو۔ امام احمدؒ نے کہا نہین مین ضرور پوچھونگا۔ اور پھر حضرت شیبانؒ سے کہا کہ کیا کہتے ہو اس شخص کے بارہ مین جسنے چار رکعتین پڑھین اور چارون سجدون مین سہو ہو گیا تو اسپر کیا لازم آئیگا؟ شیبانؒ نے کہا کہ ہمارے مذہب کے موافق یا تمھارے مذہب کے موافق؟ امام نے فرمایا کیا مذہب بھی دو ہین؟ شیبانؒ نے کہا کہ ہان۔ تمھارے مذہب کے موافق تو اسپر لازم ہے کہ دو رکعت ادا کرے اور سجدۂ سہو کرے۔ اور ہمارے مذہب کے موافق چونکہ اسکا دل بٹ گیا لہذا واجب ہے کہ اپنے دل کو سزا دے تاکہ دوبارہ ایسا نہو"۔

امام نے کہا اچھا جسکی مِلک مین چالیس بکریان ہون اور انپر پورا سال گذر گیا تو اسکی بابت کیا کہتے ہو کیا لازم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمھارے نزدیک تو ایک بکری کا دینا لازم ہے۔ مگر ہمارے نزدیک غلام اپنے آقا کے سامنے کسی چیز کا بھی مالک نہین ہو سکتا۔ یہ سنکر امام احمدؒ پر غشی طاری ہو گئی اور جب افاقہ ہوا تو دونون امام روانہ ہوئے۔ اس روایت مین کلام بھی کیا گیا ہے کہ امام احمدؒ اور شیبانؒ راعی کی ملاقات ثابت نہین (لہذا انکی باہمی گفتگو اور سوال جواب کیسے صحیح ہو سکتا ہے) واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

بارہوین نصیحت علم پر عمل کرنے کا بیان

حق تعالی فرماتا ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا الآیہ۔ انکی مثال جنپر توریت کا بوجھ ڈالا گیا پھر وہ اسکے متحمل نہوئے ایسی ہی جیسے گدھا کہ اٹھائے ہو کتابون کو۔ یعنی جن لوگونکو توریت کا علم عطا

ہوا اگر انھون نے اسپر عمل نہین کیا انکی مثال ایسی ہی جیسے گدھا جو بڑی بڑی کتابون کا بوجھ لادکر چلتا ہو مگر اسکو تعب و مشقت کے جو اسکی کمر اور کوکھ پر گذر رہی ہی اور کچھ اسکو خبر نہین کہ کتابون مین کیا لکھا ہی۔ یہ مثال اسپر بھی چسپان ہے جسنے نہ معانی قرآن کو سمجھا اور نہ اسپر عمل کیا اور ایسا منہ پھیرا جیسے کسیکو قرآن کی حاجت ہی نہو۔ الخ حضرت میمونؒ بن مہران کہتی ہین کہ ای اہلِ قرآن اتباع کرو قرآن کا اس سی پہلے کہ وہ تمھارا تعاقب کرے۔ اسکے بعد یہ آیت مذکورہ پڑھی"۔ جاننا چاہیے کہ علم ایک مفید بالذات چیز ہی مگر انسان جب سخت دل اور ناپاک نفس اور گندی طبیعت ہوتا ہی تو علم کی تحصیل اسکو مطلق مفید نہین ہوتی کیونکہ وہ خود اس سی منتفع نہین ہوتا اور اسکی روشنی مین نہین چلتا پس اسکی مثال اس گدھے کی سی ہوئی جو کتابون کا بوجھ لادتا ہی مگر عقل و فہم نہونیکے سبب انکے مضامین سے نفع نہین اٹھا سکتا ہی یا اسکی مثال ایسی ہوئی جیسے وہ قطعہ زمین جسپر نہ تو پانی ٹھیرے کہ لوگ پانی ہی سے نفع اٹھائین اور نہ گھاس یا سبزہ اگے (کہ خود ہی نفع اٹھائے)۔ چنانچہ صحیحین مین حضرت ابوموسیٰؓ سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو علم و ہدایت حقتعالیٰ نے میری معرفت بھیجا ہی اسکی مثال ایسی ہی جیسے کثیر بارش کہ زمین پر برسی پس زمین کا ایک حصہ تو عمدہ تھا کہ اسنے پانی کو قبول کیا اور کثرت سی گھاس و سبزہ اگایا اور کچھ حصہ زمین کا ناقابل کاشت تھا کہ اسنے صرف پانی کو روک لیا (اور تالاب بن گیا) پس اللہ نے اس سی لوگونکو نفع پہونچایا کہ انھون نے پیا اور پلایا اور کھیتی کی اور ایک حصہ زمین کا جسپر بارش برسی چٹیل میدان تھا کہ نہ پانی کو روکتا ہی اور نہ گھاس کا پتہ اگاتا ہی۔ پس یہ مثال ہی کہ ایک شخص تو دینِ الٰہی کا فقیہ بنتا ہی اور میری معرفت اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت اس کو نفع دیتی ہی کہ وہ علم سیکھتا اور دوسرون کو سکھاتا ہی۔ اور ایک دوسرا شخص اسکی طرف سر ہی نہین اٹھاتا اور نہ اس ہدایت کو قبول کرتا ہی جو میری معرفت بھیجی گئی"۔ یا اسکی مثال ایسی ہی جیسے وہ خزانہ جسمین سی راہِ خدا مین کچھ خرچ نکیا جائے چنانچہ احمدؒ اور دارمیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے ایسی ہی جیسے وہ خزانہ جس سے راہِ خدا مین خرچ نکیا جائے"۔ یا اسکی مثال ایسی ہی جیسے کتا ہی کہ اگر اسپر حملہ کرو تب وہ زبان لٹکائے اور یون ہی چھوڑے رکھو تب وہ زبان لٹکائے۔ کیونکہ اسکی فطرت ہی مین زبان لٹکانا داخل ہی کہ حملہ کرنے نکرنیکو اسمین کچھ دخل نہین۔ یہ مثال حق تعالیٰ نے بلعام باعورا کی مذمت مین بیان فرمائی ہے جسکا قصہ ابن عباس و محمد اسحٰق و سُدّی وغیرہ اصحاب تواریخ و سیر کی روایت کیموافق یہ ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب جبارین سے جنگ کرنیکا قصد کیا اور ملکِ شام کے شہر کنعان مین آکر اترے تو بلعام کی قوم اسکے پاس آئی کہ بلعم کے پاس اسم اعظم تھا۔ پس کہنے لگی کہ موسیٰ بہت تیز مزاج ہین اور لشکر بھی انکے ساتھ کثیر ہے۔ اور وہ اس لئے آئے ہین کہ ہمکو ہمارے ملک سے نکالکر اور قتل کرکے بنی اسرائیل کو اس ملک مین لا بسائین۔ چونکہ تم مقبول الدعا ہو لہذا چلو اور اللہ سے دعا کرو کہ اس فوج جرار کو ہم سے دفع کرے۔ بلعام نے جواب دیا کہ وائے تمپر وہ تو اللہ کا

لہ اوران مین دو قسم کے لوگ ہین کہ سیکھنے سکھلانے کے ساتھ عمل کرتے اور خود بھی نفع اٹھاتے ہین۔ انپر پہلی مثال صادق ہی۔ یا خود عمل نہین کرتے تو ان علما بے عمل پر تالاب کی تمثیل صادق ہی ۱۲ مترجم

پیغمبر ہے اور اسکے ساتھ فرشتے اور مومنین ہیں بھلا انپر کیسے بد دُعا کرون جبکہ مین جانتا ہون اللہ کی باتین جو کچھ بھی جانتا ہون۔ اگر ایسا کرونگا تو میری دُنیا و آخرت دونون برباد ہوجائینگی۔ مگر قوم نے جب مکرر اور اصرار سے بار بار کہا تو بلعام نے جواب دیا کہ اچھا مین اپنے رب سے مشورہ کرلون۔ بلعام کی عادت تھی کہ جبتک خواب مین اپنے رب سے اجازت حاصل نہ کرلیتا اسوقت تک دُعا نکرتا تھا۔ آخر خواب کی نوبت آئی اور اسکو جواب ملا کہ انپر بد دعا مت کیجیو۔ اسپر اسنے اپنی قوم سے کہا کہ مین نے اپنے رب سے مشورہ کیا تھا اور اسنے انپر بد دعا کرنیکو منع فرمایا ہی۔ تب انھون نے تحائف بلعام کے نذر کئے جنکو اسنے قبول کرلیا اور پھر اس سے بد دُعا کی درخواست کی۔ بلعام نے کہا کہ بہتر ہے مگر اپنے رب سے مشورہ کرلون۔ چنانچہ دوبارہ مشورہ کیا تو اسکو کوئی الہام نہوا۔ اسنے پھر قوم سے کہا کہ مین نے مشورہ کیا تھا مگر کچھ جواب نہین ملا۔ اسکی قوم نے کہا کہ اگر تمھارے رب کو انپر بد دُعا کرنا ناپسند ہوتا تو جسطرح پہلی مرتبہ منع کیا تھا اب بھی منع کرتا۔ غرض اسکے سامنے گڑگڑاتے رہے یہان تک کہ اسکو قابو مین لے آئے کہ وہ فتنہ مین پڑگیا اور لشکر بنی اسرائیل کی جانچ کیلئے اپنی گدھے پر سوار ہوکر پہاڑ کیطرف چلا جسکا نام کوہ حسان تھا۔ تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ گدھی گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔ بلعم نے نیچے اُترکر اسکو مارا اور جب وہ کھڑی ہوئی تو اسپر سوار ہوا۔ زیادہ دُور نہ چلی تھی کہ پھر بیٹھ گئی اور اسنے پھر اُترکر اسکو مارا۔ جب وہ اُٹھی تو یہ اسپر سوار ہوا اور پھر کچھ دُور نہ چلی تھی کہ بیٹھ گئی۔ اسپر بلعام نے اسکو اتنا مارا کہ اسکے بال گرگئے۔ تب حق تعالیٰ نے اسکو گویائی بخشی اور بولنے کی اجازت دی کہ اسنے بلعام پر اتمام حجت کے لئے کہا کہ وائے تجھپر ای بلعام تجھے خبر بھی ہی کہ کہان جارہا ہے؟ کیا تجھے فرشتے نظر نہین آتے کہ سامنے کے رُخ سے لوٹا رہے ہین؟ وائے تجھپر کیا اللہ کے نبی اور مومنین کیطرف جارہا ہی کہ انپر بد دُعا کرے؟ مگر بلعام جب اسپر بھی باز نہ آیا تو اللہ نے گدھی کا راستہ خالی کردیا کہ وہ اسکو لیکر چل پڑی۔ جب کوہِ حسان پر چڑھا دیا کہ اسکی قوم بھی اسکے ساتھ تھی تو اسنے بد دعا شروع کی مگر جو بد دُعا بنی اسرائیل کے نقصان کی زبان سے نکالتا تھا حق تعالیٰ اسکی زبان کو اسکی قوم کیطرف پھیر دیتا تھا اور جو دعا بھلائی کی اپنی قوم کیلئے نکالتا تھا حقتعالیٰ اسکی زبان کو بنی اسرائیل کیطرف پھیر دیتا تھا۔ یہ سنکر قوم نے کہا کہ ای بلعام خبر بھی ہی تم کیا کررہے ہو؟ انکے لئے دُعا مانگ رہی ہو اور ہمارے لئے بد دُعا۔ بلعام نے کہا کہ بس یہ ایسی بات ہے جو میرے قبضہ کی نہین اور "اللہ غالب آگیا" اسکے بعد اسکی زبان لٹک کر اسکے سینہ پر آپڑی اور اسنے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دُنیا اور آخرت دونون تباہ ہوگئین اور اب مکر و حیلہ کے سوا کوئی بات باقی نہین لہذا مین تمھارے لئے ایک چال چلتا ہون وہ یہ کہ عورتون کو بنا سنوار کر کچھ سودا سلف انکے حوالہ کرو کہ لشکر بنی اسرائیل مین گشت لگاکر انکے ہاتھ فروخت کرین اور تاکید کردو کہ جو اسرائیلی بھی کسی عورت کیطرف ہاتھ بڑھائے تو وہ ہرگز انکار نکرے۔ کیونکہ اگر انمین سے ایک نے بھی زنا کرلیا تو تمھارا کام بنگیا چنانچہ انھون نے اسپر عمل کیا۔ جب عورتین لشکر مین داخل ہوئین تو ایک کنعانی عورت کا کہ اسکا نام کستی بنت صور تھا

بنی اسرائیل کے ایک بڑے شخص پر گذر ہوا جسکا نام زمری بن شلوم تھا اور اولاد شمعون بن یعقوب کا سردار تھا وہ فریفتہ ہوکر اُٹھا اور اوس کا ہاتھ پکڑکر حضرت موسیٰؑ کے سامنے لایا اور کہا کہ مین نہین خیال کرسکتا کہ آپ اسکو بھی مجھپر حرام بتائینگے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کیون نہ بتاؤنگا۔ بیشک یہ تمپر حرام ہی اور اسکے پاس بھی نہ جانا زمری یہ کہکر کہ واللہ اسکے بارہ مین تمھارا کہنا نہین مان سکتا وہان سے اُٹھا اور اپنے قبہ مین لیجاکر اسکے ساتھ زنا مین مشغول ہوگیا۔ ادھر یہ قصہ ہوا اور اُدھر بنی اسرائیل مین طاعون پھیلگیا کہ موتون پر موتین ہونے لگین حضرت موسیٰ کے پیشکار فنحاص بن عیزار بن ہارون جو کہ تیز مزاج اور نہایت طاقتور تنومند شخص تھے اسوقت موجود نہ تھے۔ جب طاعون کے بنی اسرائیل مین دورہ کرنے وقت آئے اور یہ قصہ سُنا تو اپنا مجسم آہنی نیزہ لیکر دونو کے ہم بستر ہونیکی حالت مین قبہ کے اندر گھُسے اور دونو کو نیزہ مین ایک ساتھ پرو دیے ہوئے آسمان کیطرف اُٹھائے ہوئے باہر لیکر آئے اور کہا کہ بار الٰہا جو شخص آپکی نافرمانی کرتا ہی ہم اسکے ساتھ یہ برتاؤ کیا کرتے ہین" اسوقت بنی اسرائیل سے طاعون اُٹھا لیا گیا مگر زنا کے وقت سے قتل کے قصہ تک جو موتین ہوئین انکی شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک گھڑی مین ستر ہزار مرچکے۔ بلعام کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ الخ (اے محمد) انکو سُنادو اسکا قصہ جسے ہمنے اپنی آیتین عطا کین اور وہ ان سے نکلگیا۔ پس شیطان اسکے پیچھے لگا اور وہ گمراہ ہوگیا"۔ تفسیر خازن مین لکھا ہی کہ یہ سخت ترین آیت ہی اُن علماء کے متعلق جنکا مقصد اپنے علم سے دُنیا اور خواہشات نفسانیہ ہین۔ وہ خواہش نفس کا اتباع کرتے ہین اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اس شخص (بلعام بن باعورا) کو حق تعالیٰ نے اپنی آیات اور دانش اور علم اور اسم اعظم دیکر امتیاز بخشا اور اسکی دعا کو مقبول بنایا۔ مگر جب اُسنے خواہش نفس کا اتباع کیا اور دنیا کیطرف جھکا کر اسکو آخرت کا بدل بنانے پر راضی ہوا تو جو کچھ اسے عطا ہوا تھا وہ چھنگیا اور دین سے خارج ہوکر اسنے دُنیا و آخرت کا خسارہ اُٹھایا۔ اور کون ہی جو دنیا کیطرف میلان اور خواہشات کا اتباع کرنے سے محفوظ ہی بجز اسکے کہ اللہ ہی تقویٰ دیکر اسکی حفاظت فرمائے اور علم پر ثابت قدم رکھے اور عیوب نفس کا بینا بنائے۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جسنے اس غرض سے علم حاصل کیا کہ علماء سے مناظرہ اور جُہلا سے جھگڑا کرے یا اس لئے لوگون کا رُخ اپنی طرف پھیرے تو اللہ اسکو دوزخ مین داخل فرمائیگا"۔ ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے وہ علم جس سے ذات حق مطلوب ہونی چاہیے اس نیت سے حاصل کیا کہ کوئی دُنیوی غرض پوری کرے تو قیامت کے دن اسکو جنت کی ہوا بھی نہ لگیگی" اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اسنے اپنے علم کا مقصود بالذات چونکہ دُنیا کو قرار دیا اور وہ ملگئی لہذا آخرت مین اسکا کوئی حصہ نہین رہا۔ کیونکہ دنیا اور آخرت کی مثال ایسی ہی جیسے دو سوکنین کہ ایک کو راضی کردگے تو دوسری ضرور ناراض ہوگی۔ چنانچہ مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کیدن جسکا

فیصلہ اول سنایا جائیگا انمین ایک وہ ہوگا جو کافرونکے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اسکو لایا جائیگا پس حق تعالیٰ اسکو اپنی
نعمتین جتلائیگا اور پھر فرمائیگا کہ بتاؤ انہی نعمتون پر تمنے کیا عمل کئے؟ وہ کہیگا کہ آپکے راستہ مین لڑا یہانتک
کہ شہید ہوگیا۔ حق تعالیٰ فرمائیگا کہ تم جھوٹ کہتے ہو (ہماری راستہ مین نہین لڑے) بلکہ اس نیت سے لڑے تھے کہ کہا جائے یہ شخص
بڑا بہادر ہے۔ لہذا کہا جاچکا۔ پھر حکم ہوگا اور اسکو منہ کے بل جہنم مین ڈالدیا جائیگا۔ اور دوسرا وہ ہوگا جسنے
علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا تھا۔ اسکو لایا جائیگا اور حق تعالیٰ اپنی نعمتین جتلاکر پوچھیگا کہ کیا عمل کئے؟ وہ
جواب دیگا کہ علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن آپکی خوشنودی کیلئے پڑھا۔ ارشاد ہوگا کہ تم جھوٹے ہو علم اسلئے سیکھا تھا کہ کہا
جائے تم بڑے عالم ہو اور قرآن اس غرض سے پڑھا تھا کہ کہا جائے بڑا قاری ہے۔ چنانچہ کہا جاچکا۔ اسکے بعد حکم ہوگا اور اسکو
منہ کے بل دوزخ مین جھونکدیا جائیگا۔ تیسرا وہ ہوگا جسے حق تعالیٰ نے ہر قسم کا مال عطا فرمایا۔ اسکو لایا جائیگا اور حق تعالیٰ
اپنی نعمتین جتلاکر پوچھیگا کہ اسکے بدلہ مین کیا عمل کئے؟ وہ کہیگا کہ کوئی طریق جسمین خرچ کیا جانا آپکو محبوب ہو مین نے
آپکی خوشنودی کیلئے خرچ کئے بغیر نہین چھوڑا۔ ارشاد ہوگا کہ جھوٹ بولتے ہو یہ سب تمنے اسلئے کیا کہ کہا جائے فلان
شخص بڑا سخی ہے۔ چنانچہ کہا جاچکا۔ اسکے بعد حکم دیا جائیگا اور اسکو منہ کے بل آگ مین داخل کردیا جائیگا"۔
اور جو عالم نیک کام نکرے اور معصیتون مین منہمک رہے چونکہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دودھ کے فائدے جانتا ہو مگر استعمال
نکرے اور زہر کے نقصانات جانتا ہو مگر اسکا استعمال رکھے لہذا وہ اللہ کے سخت غصہ اور بڑی ناراضی مین ہوگا۔
چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یا اے ایمان والو کیون کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہین؟ بڑے غصہ کی بات اللہ کے نزدیک
یہ ہے کہ کہو وہ بات جو کرو نہین۔" صحیحین مین حضرت اسامہ رض بن زید سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے قیامت کیدن ایک شخص کو لایا اور آگ مین ڈالدیا جائیگا کہ اسکی آنتین آگ مین نکل پڑینگی اور وہ
انکو لیکر ایسا پھریگا جیسے گدھا چکی پیستا ہے۔ اہل جہنم اسکے پاس جمع ہوکر پوچھینگے کہ اے شخص تیرا کیا قصہ ہوا؟ تو تو
ہمین نیکی کی ترغیب دیتا اور معصیت سے منع کیا کرتا تھا۔ وہ جواب دیگا کہ ہان نیکی کی تمکو ترغیب دیتا تھا مگر خود نیکی
نکرتا تھا اور معصیت سے روکتا تھا مگر خود مرتکب ہوتا تھا"۔ بیہقی مین حضرت انس رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مین نے شب معراج مین چند آدمی دیکھے کہ انکے ہونٹ آگ کی قینچیون سے کاٹے جارہے ہین مین نے
پوچھا کہ اے جبریل یہ کون لوگ ہین؟ کہا کہ یہ تمھاری امت کے وہ واعظ ہین جو کہتے تھے وہ بات جو کرتے نہ تھے
اور کتاب اللہ پڑھتے تھے مگر عمل نکرتے تھے"۔ بلکہ یون کہا جائے تو بعید نہین کہ بہترین امت بھی علماء ہی ہین اور
بدترین امت بھی علماء ہی ہین کیونکہ وہ مقتدا و امت ہین اور جب انکا عمل انکے علم کے مخالف ہوتا ہے تو عوام
بھی اسی پر عمل کرتے ہین لہذا علماء بدعمل پر انکی ذات کا بھی گناہ ہوتا ہے اور جنھون نے انکا اقتدا کیا انکا بھی گناہ
ہوتا ہے۔ چنانچہ دارمی نے حضرت احوص رض بن حکیم سے روایت کی ہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ ایک

سله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے شر کی بابت سوال نکرو بلکہ خیر کی بابت سوال کیا کرو۔ اسکو تین بار فرمایا۔ اسکے بعد فرمایا کہ شر در شر علماء بدکار ہین اور خیر در خیر علماء نیکو کار" اور ایک میں حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ بدترین مردم اللہ کے نزدیک قیامت کیدن بلحاظ مرتبہ وہ عالم ہے جو اپنے علم سے نفع نہ اٹھائے"۔ احیاء العلوم مین لکہا ہے کہ ایک شخص حضرت موسیٰؑ کیخدمت مین رہا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ موسیٰ کلیم اللہ نے مجھسے یہ حدیث بیان کی۔ یہانتک کہ (اسکی بدولت) صاحب ثروت اور بڑا مالدار بنگیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اسکو موجود نہ پایا تو اسکی بابت دریافت کیا مگر اسکا پتہ نہ لگا۔ آخر ایکدن آپکے پاس ایک شخص خنزیر لئے ہوئے آیا۔ جس کے گلے مین سیاہ رسی پڑی ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ فلان شخص کا بھی تمکو کچھ پتہ ہے؟ اسنے کہا جی ہان یہ خنزیر وہی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی کہ اے رب مین درخواست کرتا ہون کہ اسے پہلی حالت پر لوٹا دیجئے تاکہ مین اس سے دریافت کرلون کہ کس شامت مین اسپر یہ مصیبت آئی۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ اگر تمامی کلمات دعا جو آدمؑ اور انکے بعد مخلوق نے استعمال کئے ہین سب بھی جمع کرکے دعا کرو تب بھی تمھاری یہ دعا قبول نکرونگا۔ ہان خود بتائے دیتا ہون کہ اسکے ساتھ ایسا کیون ہوا۔ سنو یہ شخص دین کے ذریعہ سے دنیا طلب کیا کرتا تھا"۔ الحاصل عالم کے لئے ضروری ہے کہ کھانے پینے مین ترفہ اور لباس مین تنعم اور اسباب و مسکن مین آرائش کیطرف مائل نہو بلکہ ہر امر مین میانہ روی اور سلف کا طرز اختیار کرے اور سب مین قلیل سے قلیل پر کفایت کرے جسقدر قلت کی جانب مائل ہوگا جتنا بھی کمی کیطرف میلان بڑھیگا اسیقدر اللہ سے قرب بڑھیگا۔ اور علماء آخرت مین اسکا مرتبہ بلند ہوگا۔ اسکی شہادت ابو عبداللہ الخواص کی حکایت سے ہوتی ہے جو حضرت حاتم اصمؒ کے رفقاء مین سے تھے۔ وہ کہتے ہین کہ مین حضرت حاتم کیساتھ شہر رَے مین پہونچا کہ ہمارے ساتھ تین سو بیس آدمی تھے اور ہم سب حج کا ارادہ رکھتے تھے۔ وہان ایک شکستہ حال سوداگر کے پاس گئے جو کہ مسکینوں کے ساتھ محبت کرتا تھا۔ اسنے ہماری ضیافت کی اور جب اگلا دن ہوا تو حضرت حاتم اصم سے پوچھا کہ آپکو کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرما دین کہ مین ایک عالم کی عیادت کو جا رہا ہون جو کہ بیمار ہے۔ حاتمؒ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت مین بھی اجر ہے اور عالم کی زیارت بھی عبادت ہے لہذا مین بھی تمھارے ساتھ چلونگا۔ وہ بیمار عالم رَے کے قاضی محمد بن مقاتل تھے جب ہم دروازہ پر آئے تو دیکھا کہ ایک نہایت عمدہ اونچا محل ہے۔ حضرت حاتمؒ متفکر ہوئے کہ عالم کا دروازہ اور ایسی حالت پر؟ اجازت ملنے کے بعد سب اندر گئے تو دیکھا کہ نہایت خوبصورت اور وسیع گھر ہے بلوری جسکے چار طرف کپڑے لگے اور پردے لٹکے ہوئے ہین۔ حضرت حاتمؒ فکر مین غرق ہوگئے اور پھر جب قاضی صاحب کی مجلس مین پہونچے تو دیکھا کہ نرم گدے بچھے ہوئے ہین اور قاضی صاحب اسپر آرام کر رہے ہین۔ سرہانے ایک غلام کھڑا ہے اور اسکے ہاتھ مین ایک چھڑی ہے۔ زیارت کنندہ (تاجر) تو سرہانے بیٹھکر مزاج پوچھنے لگے مگر حضرت حاتمؒ کھڑے رہے۔ ابن مقاتل نے اشارہ سے کہا کہ آپ بھی بیٹھ جائیے۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ مین نہ بیٹھونگا۔ ابن مقاتل نے کہا

شاید آپکی کوئی حاجت ہی؟ حاتمؒ نے کہا کہ جی ہان۔ ابن مقاتل نے کہا کہ فرمایئے کیا حاجت ہی؟ حضرت حاتمؒ نے کہا کہ ایک مسئلہ دریافت کرتا ہون۔ ابن مقاتل نے کہا کہ پوچھیئے۔ حاتمؒ نے کہا کہ ذرا سیدھے ہوکر بیٹھ جائین تو دریافت کرون۔ اور جب قاضی صاحب بیٹھگئے تو حضرت حاتمؒ نے پوچھا کہ یہ علم آپنے کہان سے حاصل کیا ہی؟ ابن مقاتل نے کہا کہ ثقہ حضرات سے حاصل کیا ہی جنھون نے مجھے حدیث پڑھائی۔ حضرت حاتمؒ نے کہا اور انھون نے کس سے حاصل کیا تھا؟ ابن مقاتل نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے۔ حضرت حاتمؒ نے کہا اور صحابہؓ نے کس سے حاصل کیا تھا؟ ابن مقاتل نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت حاتمؒ نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے حاصل کیا؟ ابن مقاتل نے کہا کہ جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ نے حق تعالیٰ شانہ سے۔ حضرت حاتمؒ نے کہا کہ جو علم جبرئیلؑ نے اللہ سے حاصل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو پہونچایا اور صحابہ نے ثقہ حضرات کو پہونچایا اور ثقہ حضرات نے تمکو پہونچایا کیا اسمین تمنے کہین یہ بھی دیکھا یا سُنا ہی کہ جسکا گھر اونچا اور زیادہ وسیع ہو اسکا مرتبہ بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہوتا ہی؟ ابن مقاتل نے کہا کہ نہین۔ حاتمؒ نے کہا کہ پھر کیا سُنا ہی؟ ابن مقاتل نے کہا یہ سُنا ہی کہ جو شخص دُنیا سے بے رغبت اور آخرت مین راغب ہوگا اور مسکینون سے محبت رکھیگا اور اپنی آخرت کا سامان پہلے سے کرلیگا تو اللہ کے نزدیک اسکی قدر و منزلت ہوگی۔ حضرت حاتمؒ نے کہا تو پھر تمنے اقتدا کسکا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور صالحین کا یا کہ فرعون کا جو پہلا شخص ہے کہ اسنے چونہ اور پختہ اینٹ کی تعمیر کی؟ اے بدحال مولویو تم جیسے عالم کو دیکھکر وہ دُنیا دار جاہل جو دُنیا پر دیوانہ وار گرتا اور اسکی رغبت رکھتا ہی یون کہتا ہی کہ جب عالم ایسی حالت پر ہو تو مین تمسے بدتر نہ بنونگا تو اور کیا ہوگا۔ یہ فرماکر انکے پاس سے چلدیئے۔ اس قصہ سے ابن مقاتل کے مرض مین ترقی ہوگئی اور اہلِ رَی نے حاتمؒ اور ابن مقاتل کی باہمی گفتگو کا قصہ سُنا تو کہنے لگے کہ طنافسی جو شہر قزوین مین ہین وہ تو ان سے بھی زیادہ توسع اختیار کئے ہوئے ہین چنانچہ حضرت حاتمؒ نے قزوین کا قصد کیا اور انکے پاس جاکر کہا کہ آپ پر اللہ کی رحمت ہو مین ایک عجمی شخص ہون اور میری تمنا یہ ہی کہ آپ مجھے دین کی پہلی بات اور نماز کی کُنجی سکھادین کہ نماز کیلئے وضو کیسے کرون؟ طنافسی نے کہا کہ بہت اچھا۔ اے غلام پانی کا برتن لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا اور طنافسی نے بیٹھکر وضو کیا کہ تین تین بار اعضا دھوئے اور پھر حاتمؒ سے کہا کہ وضو اسطرح کیا کرتے ہین۔ حضرت حاتمؒ نے کہا ذرا ٹھیر جایئے تاکہ مین ایکدفعہ آپکے سامنے وضو کرلون اور میرا مقصود اچھی طرح پورا ہوجائے۔ چنانچہ طنافسی کھڑے ہوگئے اور حاتمؒ نے بیٹھکر وضو شروع کیا مگر ہاتھون کو چار مرتبہ دھویا۔ طنافسی نے کہا کہ اے شخص تو نے اسراف کیا۔ حاتمؒ نے کہا کہ کس بات مین؟ طنافسی نے کہا کہ ہاتھون کو چار مرتبہ دھویا۔ حاتمؒ نے کہا کہ واہ واہ سبحان اللہ مین تو ایک چلو پانی مین مُسرف بنگیا اور آپ اس ہمارے سامان مین بھی مُسرف نہ بنے۔ پس طنافسی نے سمجھ لیا کہ انکا مقصود یہ تھا کہ

وضو کا سیکھنا۔ لہٰذا گھر میں جا کر شرم کے مارے چالیس دن تک باہر نہ نکلے۔ جب حضرت حاتمؒ بغداد میں داخل ہوئے تو اہلِ بغداد نے آپکے پاس جمع ہو کر کہا کہ ای ابو عبدالرحمٰن تم ہو تو عجمی (یعنی بے زبان گونگے) مگر جو بھی تمسے بات کرتا ہے تم اسکو کاٹ دیتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میری پاس تین خصلتیں ہیں جنسے اپنے حریف پر غالب آتا ہوں۔ میرا حریف اگر حق بات کہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور اگر غلطی کرے تو مجھے رنج ہوتا ہے۔ اور میں اپنے نفس کو بچاتا ہوں کہ حریف کی جہالت کی تقریر کرنے لگوں۔ یہ خبر حضرت امام احمد بن حنبل کو پہونچی تو فرمایا کہ سبحان اللہ کس درجہ عاقل ہے۔ ہمکو بھی انکے پاس لیجاؤ۔ پس جب یہ لوگ حاتمؒ کے پاس آئے تو امام احمدؒ نے کہا کہ ای ابو عبدالرحمٰن اہلِ دنیا سے امن و سلامتی پانیکی کیا صورت ہے؟ حاتمؒ نے فرمایا کہ ای ابو عبد اللہ امن و سلامتی نہیں پا سکتے جبتک کہ چار خصلتیں نہوں۔ اوّل یہ لوگونکی جہالت کو معاف کرو۔ دوم اپنی جہالت کو ان سے روکے رہو۔ سوم انکے لئے خرچ کیا کرو۔ چہارم خود انکی کسی شے کی بھی امید نہ رکھو۔ ایسے ہو جاؤ گے تو بیشک مامون و سلامت رہو گے۔ پھر حضرت حاتمؒ مدینہ روانہ ہوئے اور جب اہلِ مدینہ پر نظر پڑی تو پوچھا صاحبو۔ یہ کونسا شہر ہے؟ جواب ملا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے۔ حاتمؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کدھر ہے کہ اسکے اندر میں نماز پڑھ لیتا؟ جواب ملا کہ آنحضرتؐ کا محل نہ تھا آپ کا تو چھوٹا سا مکان تھا زمین سے ملصق۔ حاتمؒ نے کہا اچھا آپکے صحابہ کے محل کدھر ہیں؟ جواب ملا کہ انکے بھی محل نہ تھے بلکہ مختصر مختصر مکانات تھے زمین سے ملصق۔ حاتمؒ نے کہا تو ای صاحبو یوں کہو کہ یہ فرعون کا شہر ہے۔ اسپر انکو گرفتار کرکے حاکم کے پاس لیگئے اور کہا کہ یہ عجمی شخص (ایسا گستاخانہ کلمہ) کہتا ہے کہ یہ فرعون کا شہر ہے۔ حاکم نے کہا کہ یہ کیسے؟ حاتمؒ نے کہا کہ جلدی نہ کیجئے۔ قصہ یہ ہے کہ میں عجم کا رہنے والا پردیسی ہوں۔ اس شہر میں آیا تو میں نے پوچھا یہ کسکا شہر ہے؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپکا محل کدھر ہے؟ غرض سارا قصہ بیان کرکے کہا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "تمھارے لئے رسول اللہؐ میں اقتدا نیک موجود ہے" لہٰذا میں پوچھتا ہوں کہ تم لوگوں نے کسکا اقتدا کیا؟ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یا کہ فرعون کا جو کہ پہلا شخص ہے جسنے چونہ اور پختہ اینٹ کا مکان بنایا تھا؟ یہ سنکر حاتمؒ کو والی نے رہا کر دیا۔ تحقیق اسمیں یہ ہے کہ مباح چیزوں کی آرائش حرام تو نہیں لیکن اسمیں غلو کرنیسے یقیناً انس پیدا ہو جاتا ہے کہ جسکا چھوڑنا شاق ہوتا ہے۔ نیز زینت و آرائش میں لگا رہنا اکثر ایسے اسباب اختیار کئے بغیر ناممکن ہے جنکی رعایت رکھنے سے بہتیری معصیتوں کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ مثلاً مداہنت اور مخلوق کی مراعات اور نمود وغیرہ جو کہ قطعاً ممنوع ہیں لہٰذا احتیاط اس سے بچنے ہی میں ہے کہ جو شخص دنیا میں گھسا وہ یقیناً سالم نہ رہیگا کیونکہ دنیا میں گھسکر سالم و محفوظ رہنا اگر سہل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکِ دنیا میں مبالغہ نفرماتے حالانکہ آپنے وہ کرتہ بھی جسمیں نقش و نگار کی دھاریاں تھیں جسم مبارک سے اتار پھینکا اور طلائی انگشتری اثنائے خطبہ میں انگلی سے

نکال ذاتی حکایت ہے کہ یحییٰ بن یزید نوفلی نے حضرت مالک بن انس کو خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَصَلَّی اللہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ از یحییٰ بن یزید بن عبدالملک بسوئے مالک بن انس۔ اَمَّا بَعْدُ۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ باریک کپڑے پہنتے اور پتلی روٹیاں کھاتے اور گدّوں پر بیٹھتے اور آپنے دروازہ پر دربان مقرر کرتے ہیں حالانکہ آپ مجلسِ علم کے مسند نشین ہیں اور آپ تک پہونچنے کیلئے سواری تلاش کیجاتی اور لوگ سفر کرکے آپ تک آتے ہیں کہ آپکو امام قرار دیا اور آپکے قول کو پسند کیا ہے۔ لہٰذا اے مالک اللہ سے ڈرو اور تواضع اختیار کرو۔ میں نے تمہاری خیرخواہی کیلئے یہ تحریر لکھی ہے جسکی اللہ سبحانہ کے سوا کسیکو اطلاع نہیں ہے وَالسَّلَامُ۔ امام مالکؒ نے اسکا جواب لکھا۔ از مالک بن انس بسوئے یحییٰ ابن یزید۔ السلام علیکم۔ اَمَّا بَعْدُ۔ تمہارا خط مجھے ملا اور نصیحت وشفقت و ادب کا حق ادا کیا۔ اللہ تمکو تقویٰ سے بہرہ مند کرے اور اس نصیحت کی جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے توفیق کی دعا کرتا ہوں کہ اللہ برتر و بزرگ ہی میں ہر قسم کی طاقت ہے۔ باقی یہ جو تمنے لکھا ہے کہ میں پتلی روٹیاں کھاتا اور باریک کپڑے پہنتا اور دربان رکھتا اور گدّوں پر بیٹھتا ہوں تو بیشک ہم ایسا کرتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ الخ کہدو (اے محمدؐ) کس نے حرام بتایا ہے اللہ کی زینت کو جو اسنے اپنے بندوں کیلئے پیدا فرمائی؟ اور کسنے حرام کیا ہے نفیس و مزہ دار کھانیکو۔" ہاں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ اسکا چھوڑنا زیادہ اچھا ہے اسکے استعمال سے۔ اور ہمکو اپنی تحریر سے فراموش نکیجو؟ ہم بھی اپنی تحریر سے تمکو فراموش نکرینگے وَالسَّلَامُ۔ حضرت امام مالکؒ کے انصاف کو دیکھو۔ اسکا بھی اقرار کرلیا کہ ترکِ تنعم استعمال سے بہتر ہے اور فتویٰ بھی ظاہر کردیا کہ مباح ہے۔ اور دونوں باتیں سچ کہیں۔ مگر اس زمانہ میں بہتیروں کا خیال یہ ہے کہ حصول علم کی اصل غرض دنیا اور عزتِ دنیا کا حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا علم حاصل کرکے دنیا کمانے اور لوگوں کے قلوب میں اپنی وقعت و عزت جمانے کی طرف متوجہ ہوتے اور اسکے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ بعض فتویٰ دینے میں تاخیر کرتے ہیں کہ سائل سے چند تنکے مل لیتے اور پھر اسکی منشاء کیموافق فتوےٰ لکھتے ہیں اگرچہ شریعت کے خلاف پڑے۔ پھر اگر کوئی ہمعصر انکو غلطی پر متنبہ کرے تو ہر ممکن سے ممکن قول وفعل سے اسکی ایذاء و اہانت کے درپے ہوتے ہیں۔ حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ میری آیتوں کو قلیل (یعنی دنیوی) معاوضہ پر مت بیچو اور مجھ ہی سے ڈرو۔" ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے فتوےٰ دیا بلا واقفیت اسکا گناہ مفتی ہی پر ہوگا اور جسنے اپنے بھائی کو کسی کام کا مشورہ دیا حالانکہ جانتا ہے کہ بہتری اسکے خلاف میں ہے تو اسنے خیانت کی۔" اور بعض نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ تھوڑا سا علم حاصل کرکے علماء کے سے کپڑے پہنے اور مالداروں کے پاس آنا جانا شروع کیا پھر انکے سامنے بازو جھکاتے اور انکی وہ تعریفیں کرتے ہیں جسکے وہ اہل نہیں ہیں اور وہ مسئلے بیان کرتے ہیں جسے انکے دل خوش ہوں اور جن جن کاموں کا اظہار نہ کرنا واجب ہے انمیں مداہنت وچشم پوشی کرتے اور انکے ساتھ دنیا کمانیکو ہاتھ پھیلاتے ہیں

ہیں۔ اسطرح پر یہ علماء انکی نظر دنمیں خود بھی ذلیل ہوئے اور علم کی رونق کو بھی برباد کیا۔ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی سے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت کے بعض لوگ علم دین حاصل کرینگے اور قرآن پڑھینگے اور کہینگے کہ ہم امیرونکے پاس اسلئے جاتے ہیں کہ انکے مال سے روپیہ لیلیں مگر اپنے ایمان کو محفوظ رکھتے ہیں۔ حالانکہ جیسے درخت قتاد سے بجز کانٹوں کے کچھ نہیں ملتا اسیطرح امیرونکے قُرب سے بجز گناہونکے کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ نیز ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ رضی ابن مسعود سے روایت کی ہی اگر علماء علم کی آبرو کا لحاظ رکھتے اور جو اہل ہوتا اسکو علم پڑھاتے تو علم کی بدولت اہل زمانہ کے سردار بنجاتے مگر چونکہ انھوں نے اسکو دنیاداروں کے سامنے ذلیل و مبتذل بنایا کہ علم سے دنیا کماوین لہٰذا وہ اہلِ دنیا کی نگاہوں میں حقیر ہوگئے۔ میں نے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ فرماتے تھے جسنے اپنے تفکرات کو فکرِ واحد بنالیا یعنی فکرِ آخرت تو حق تعالی اسکے فکرِ دنیا کا کفیل ہوا اور جسکے افکار دنیا میں مختلف رہے تو اللہ پروا بھی نہیں کرتا کسی جنگل میں کیوں نہ ہلاک ہو"۔ اور بعض کی یہ حالت ہوئی کہ مستحب بات میں علماء کا خلاف کرکے تحریر و تقریر سے گفتگو کو طول دینے لگے اور فسق و کفر کا فتویٰ دیکر اسکے پاس بیٹھنے سے بھی ممانعت کی پھر اسکو بھی غیرت و نخوت نے پکڑا اور اسنے زور کیساتھ اسکی تردید لکھی۔ اس نزاع کا یہ انجام ہوا کہ مسلمانوں میں گروہ بندی ہوکر ایکدوسرے کے دشمن بنگئے۔ حالانکہ بھائی بنے ہوئے تھے۔ اور اسمیں خوض و توغل کی وجہ یہی ہوئی کہ عوام الناس انکو اہلِ کمال سمجھکر انکی طرف متوجہ ہوں اور انکی تعظیم اور مالی خدمت کریں۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس روایت میں جسکو بیہقی نے حضرت علی رض سے نقل کیا ہی کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا جسمیں اسلام کا محض نام اور قرآن کی محض رسم باقی رہجائیگی کہ انکی مسجدیں نمازیوں سے معمور ہونگی مگر ہدایت سے ویران اور انکے علماء آسمان کے نیچے والی مخلوق میں بدترین خلق ہونگے کہ فتنہ کا انھیں سے خروج ہوگا اور انھیں کیطرف عود کریگا"۔ الغرض حبِ جاہ و مال بڑا مرض ہے کہ اسکی ہلاکتوں سے کوئی عالم نجات نہیں پاسکتا بجز اسکے جسکی نظر اس روایت پر ہو جو کہ حاتم اصم سے منقول ہی کہ انکے شیخ شقیق بلخی نے ان سے پوچھا کہ تم کتنی مدت سے میری صحبت میں ہو؟ حاتم نے کہا تینتیس ۳۳ برس سے۔ شیخ نے کہا اتنی مدت میں مجھسے کیا سیکھا؟ حاتم نے کہا آٹھ مسئلے شقیق نے کہا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ تمھارے ساتھ میری تو عمر ختم ہوگئی اور تمنے آٹھ مسئلوں کے سوا کچھ بھی نہ سیکھا حاتم نے کہا کہ اے اُستاد واقعی انکے سوا کچھ نہیں سیکھا۔ اور مجھے جھوٹ بولنا پسند نہیں۔ شیخ نے کہا اچھا بتاؤ کون سے آٹھ مسئلے سیکھے ہیں کہ سُن تو لوں۔ حاتم نے کہا اوّل یہ کہ میں نے مخلوق کو دیکھا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز سے محبت ہے مگر ہر محب اپنے محبوب کا قبر ہی تک ساتھی ہے کہ جب وہ قبر میں پہونچا تو یہ اس سے جُدا ہوا۔ لہٰذا میں نے نیکیوں کو اپنا محبوب بنایا کہ جب قبر میں جاؤنگا تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ ہی قبر میں جائیگا۔ شیخ نے کہا کہ خوب کیا۔ دوسرا یہ کہ پھر حاتم نے کہا میں نے ارشاد الہٰی میں غور کیا وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ الخ جسنے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونیکا خوف

رکھا اور نفس کو خواہشات سے روکا تو جنت اسکی قیامگاہ ہے" اور مجھے یقین ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد سچا ہے لہذا میں نے خواہشات روکنے میں اپنی جان کھپائی کہ طاعتِ الٰہی میں استقامت نصیب ہوگئی۔ سوم میں نے مخلوق کو دیکھا جسکے پاس بھی کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جسکی کچھ قیمت و منزلت ہو وہ اسکو اٹھا کر بحفاظت رکھتا ہے۔ پھر میں نے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیا کہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۚ جو تمھارے پاس ہے وہ فنا ہو جائیگا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہیگا" لہذا جب مجھے ایسی چیز ملی جسکی کچھ قیمت یا مقدار تھی تو اسکو میں نے اللہ کی طرف روانہ کردیا تاکہ اسکے پاس محفوظ رہے۔ چہارم یہ کہ میں نے اس مخلوق کو دیکھا کہ ہر شخص مال اور حسب اور شرافت اور نسب کیطرف جھکتا ہے۔ پھر میں نے غور کیا تو ان چیزوں کو ہیچ در ہیچ پایا اسکے بعد حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ تم میں بڑا معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو" لہذا میں نے پرہیزگاری میں محنت کی تاکہ اللہ کے نزدیک باعزت بنجاؤں۔ پنجم یہ کہ میں نے مخلوق کو دیکھا کہ ایکدوسرے کے متعلق طعن اور لعن کرتا ہے اور اس سبکی جڑ صرف حسد ہے۔ پھر میں نے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیا نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ "ہم نے تقسیم کردی انکے درمیان انکی معیشت دنیوی زندگی میں" لہذا میں نے حسد کو چھوڑا اور مخلوق سے پرہیز کیا اور سمجھ لیا کہ قسمت تو اللہ کیطرف سے ہے (جسکے حصہ میں جو آیا وہ اسکو ملا) پس مخلوق کیطرف سے عداوت رکھنا مجھسے جاتا رہا۔ ششم یہ کہ میں نے مخلوق کو دیکھا کہ ایکدوسرے پر زیادتی اور ایکدوسرے سے جنگ کرتا ہے۔ پھر میں نے حقتعالیٰ کے قول کیطرف رجوع کیا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ الخ بیشک شیطان تمھارا دشمن ہے۔ پس اسکو دشمن سمجھو" لہذا میں نے صرف اسکو دشمن سمجھا اور اس سے بچنے کی پوری کوشش کی کیونکہ حقتعالیٰ نے شہادت دی کہ وہ میرا دشمن ہے لہذا اسکے سوا باقی مخلوق سے عداوت رکھنا میں نے چھوڑ دیا۔ ہفتم یہ کہ میں نے مخلوق کو دیکھا کہ ہر شخص ٹکڑے کا طالب ہے کہ اسکے پیچھے اپنے آپکو ذلیل کرتا اور حرام قصوں میں گھستا پھرتا ہے۔ پھر میں نے ارشاد باری میں غور کیا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں جسکی روزی اللہ کے ذمہ نہو" اور ظاہر ہے کہ میں بھی تو انھیں جانداروں میں ایک جاندار ہوں جنکا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ لہذا میں اسمیں مشغول ہوا جو اللہ کا مجھپر حق ہے اور فکر چھوڑ دیا جو میرا اسکے ذمہ ہے" ہشتم یہ کہ میں نے مخلوق کو دیکھا کہ مخلوق ہی پر بھروسہ کر رہا ہے۔ کوئی اپنی جائداد پر اور کوئی اپنی تجارت پر اور کوئی اپنی صنعت و حرفت پر اور کوئی اپنی تندرستی پر۔ اور یہ سب چیزیں خدا کی مخلوق ہیں۔ تو مخلوق کو اپنی جیسی مخلوق پر توکل کئے ہوئے دیکھکر میں نے حق تعالیٰ کے ارشاد کیجانب رجوع کیا۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ جو اللہ پر بھروسہ کریگا تو اللہ اسکو کافی ہے" لہذا میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا کہ وہی مجھے کافی ہے"۔ یہ سنکر حضرت شقیق نے فرمایا کہ اے حاتم اللہ توفیق بخشے کہ میں نے توریت و انجیل اور زبور و فرقان سب میں غور کیا تو ہر قسم کی خوبیوں اور دینداری کا مدار انھیں آٹھ مسائل پر پایا۔ پس جسنے انکو اپنا معمول بنالیا اسنے چاروں آسمانی

گناہوں کو اپنا معمول بنا لیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

تیرہوین بصیرت پنجگانہ نماز فرض کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ہ بیشک نماز مسلمانون پر فرض ہے اوقات مقررہ مین۔ یہ جاننا چاہیے کہ جب ایمان بندہ کے قلب مین جاگزین ہو جاتا ہے تو قلب اسکے نور سے منور اور نجاستون سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا سونا اور چاندی بھٹی سے نکلنے کے بعد میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے اور اس بندہ کو اللہ کا تقرب نصیب ہوتا اور وہ اِس قابل بنجاتا ہے کہ جنت النعیم مین داخل ہو۔ چنانچہ مسلم نے حضرت عثمان رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے وفات پائی درانحالیکہ جانتا ہے کہ کوئی معبود نہین بجز اللہ کے تو داخل ہوگا جنت مین۔" اور دوزخ اسپر حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت رض سے روایت کی ہے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جسنے گواہی دی کہ کوئی معبود نہین بجز اللہ کے اور محمد رسول خدا ہین تو اللہ اسپر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔" ہان شیطان ہر وقت ابن آدم کو پھسلانے اور اسکے مرتبہ سے نیچے اُتارنے مین لگا رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم ؑ اور انکی بی بی کو پھسلایا۔ کہ مسلمان کو قسم قسم کی معصیتون مین مبتلا کر کے حاصل شدہ مقامِ قرب سے نیچے اُتارتا رہتا ہے۔ لہذا حقتعالیٰ نے اپنی رحمت سے اسکی تلافی کیلئے پانچ نمازین اوقاتِ معینہ پر فرض فرمائین جنکا پڑھنا اسقدر آسان ہے کہ کوئی بھی عاجز نہین۔ تاکہ ان سے گناہون کا کفارہ فرما کر بندہ کو پاک صاف بنائے۔ چنانچہ مسلم نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجگانہ نماز اور جمعہ تا جمعہ اور رمضان تا رمضان درمیان کے گناہونکا کفارہ کرنیوالے ہین۔ بشرطیکہ کبائر سے بچے۔ صحیحین مین ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم مین کسیکے دروازہ پر نہر ہو کہ روزانہ اسمین پانچ دفعہ نہائے تو کیا کچھ میل باقی رہیگا؟ صحابہ نے کہا کہ کچھ بھی نہ رہیگا۔ آپ نے فرمایا یہی مثال ہے نماز پنجگانہ کی کہ اللہ ان سے گناہ مٹاتا ہے۔" اور صحیحین مین حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کا بوسہ لیلیا پھر حضرت ؐ کی خدمت مین حاضر ہو کر اطلاع دی تو حقتعالیٰ نے نازل فرمایا وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور نماز قائم کرو دن کے دونون کنارون اور رات کے کچھ حصہ مین کہ نیکیان دور کیا کرتی ہین گناہونکو۔" اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ حکم کیا میرے ہی لئے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ تمامی امت کیلئے۔" نیز چونکہ ایمان ایک مخفی چیز ہے جسکا علم بجز حق تعالیٰ کے کسیکو نہین ہوتا۔ لہذا نماز کو علامتِ ایمان بنایا گیا کہ جسنے نماز ادا کی اسکے ایمان کا حکم دیا جائیگا اور اسکے ساتھ مسلمانون کا سا برتاؤ ہوگا اور اسیکی طرف اشارہ کر رہی ہے وہ روایت جسکو ابن ماجہ نے حضرت ابو الدرداء رض سے نقل کیا ہے۔ مجھے وصیت کی میرے خلیل نے کہ کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک نہ بنا اگرچہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے اور کبھی بالقصد فرض نماز کو نہ چھوڑ کیونکہ جسنے بالقصد نماز کو چھوڑا

دمہ داری زائل ہو جاتی ہو۔ اور کبھی شراب نہ پیجیو کہ ہر برائی کی کنجی ہو" اور اسلیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب کہیں لشکر بھیجتے تو فرمادیا کرتے کہ اگر مسجد کو دیکھیو یا موذن کی اذان سُنو تو کسیکو قتل نکرنا۔ چنانچہ ابو داؤد
وغیرہ نے حضرت عصامؓ مزنی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر یا سریہ روانہ فرماتے تو
انسے کہدیا کرتے تھو کہ جہاں کوئی مسجد نظر پڑے یا موذن کی اذان سُنائی دے تو وہاں کسیکو قتل نکیجو" الغرض جو ایمان لایا
اور نماز پنجگانہ ادا کرتا رہا تو نماز اسکے لئے قیامت کیدن حجت اور سبب نجات بنیگی اور اسے قرب حق نصیب ہوگا اور
جسنے اسمیں سُستی کی اور اسکیطرف سر نہ اٹھایا تو وہ اہل جہنم کیساتھ جہنم میں جائیگا۔ حق تعالی فرماتا ہو وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
اور سجدہ کر اور قریب آ" نیز فرماتا ہو اِنِّیْ مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ میں تمہارا ساتھی ہوں اگر تم قائم کرتے رہو نماز
کو" اور احمد وغیرہ نے حضرت عبداللہؓ بن عمر بن العاص سے روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدن
نماز کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جو نماز کی نگہداشت رکھیگا تو نماز اسکے لئے قیامت کیدن نور اور حجت اور نجات بنیگی
اور جو نگہداشت نرکھیگا تو اسکے لئے نور و حجت و نجات نہوگی۔ اور وہ قیامت کیدن قارون و فرعون و ہامان و
اُبی بن خلف کیساتھ ہوگا" اور چونکہ نماز ایسی چیز ہے کہ اسی سے بندہ کو طہارت حاصل ہوتی ہو اور اسی سے اللہ کا
تقرب نصیب ہوتا ہو لہذا نماز کو معراج مومنین قرار دیا گیا اور یہی وجہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے
عاشق تھے اور یہی آپکی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی کہ بکمال شوق فرمایا کرتے۔ اے بلال نماز سے ہمکو راحت پہونچاؤ"
ابو داؤد نے حضرت سالمؓ بن ابی الجعد سے روایت کی ہو کہ قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص نے کہا ایکاش میں نماز پڑھتا او
آرام پاتا۔ گویا لوگوں نے اس لفظ کو معیوب سمجھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں
فرماتے سُنا ہو کہ اے بلال نماز کی (تکبیر کہکر) مجھے راحت دو" اور آسمان و زمین کے ملکوت اور اسرار ربوبیت کا کشف
جن اولیاء اللہ کو ہوا ہو وہ نماز ہی میں ہوا ہو۔ بالخصوص سجدہ میں کہ بندہ کو اپنے رب کے ساتھ تقرب خاص کا یہی وقت ہے
چنانچہ فرمایا ہو وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ البتہ ہر نمازی کا مکاشفہ کدورتہائے دُنیا سے صفائی کی مقدار پر قوت و ضعف
اور قلت و کثرت اور ظہور و خفا کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہو کہ کسیکو ایک چیز بعینہٖ منکشف ہو جاتی ہو اور کسیکو اسکی
صورت مثالیہ منکشف ہوتی ہو۔ چنانچہ بعض کو دُنیا ایک مُردار لوتھ کی صورت میں منکشف ہوئی اور شیطان کتے
کیصورت میں کہ گھٹنے ٹیکے ہوئے لوتھ کے پاس بیٹھا اور اسکی طرف بُلا رہا ہو" نیز ما فیہ الکشف بھی مختلف ہوتا
ہو کہ کسیکو صفات الہیہ کا انکشاف ہوتا ہو اور کسیکو افعال الہٰی کا اور کسیکو علوم معاملات کا۔ اور ان اشیاء کی
تعیین کیلئے بیشمار اسباب مخفیہ ہوتے ہیں اور سب سے بڑا سبب مناسبت ہمت ہو کہ جب کسی معین شے کیجانب ہمت
مصروف ہوتی ہو تو منکشف ہونیکے لئے وہی زیادہ مناسب ہوتی ہو اور اسیطرف اشارہ ہو اس حدیث میں جسکو
ترمذی نے حضرت ابو امامہؓ سے روایت کیا ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بندہ جب دو ۲ رکعت پڑھتا ہے

تو حق تعالیٰ جتنا اسپر کان لگاتا ہے اتنا کسی عبادت پر نہین لگاتا - اور جبتک بندہ نماز مین مشغول رہتا ہی تو اسکے سر پر خوبیون کی بکھیر ہوتی رہتی ہے - اور حق تعالیٰ کا تقرب بندہ کو جیسا قرآن سے حاصل ہوتا ہے کسی شے سے نہین حاصل نہین ہوتا "

بہتیرے بندے ایمان لاتے ہین مگر شیطان انکو فریب دیتا ہے کہ وہ ایمان پر اعتماد کرکے ایسے بنجاتے ہین کہ موذن جب انکو نماز کیلئے پکارتا اور راہ فلاح اور اللہ احکم الحاکمین کے تقرب کیجانب باواز بلند بلاتا ہے تو کاہل بنکر اسکیطرف سر بھی نہین اٹھاتے حالانکہ جب انکو کوئی دنیا کا حاکم بلاتا ہے تو باوجودیکہ وہ اللہ کا غلام اور بندہ ہی مگر وہ اپنی حاجات ضروریہ بھی چھوڑکر اسکیطرف لپکتے اور نہایت عاجزی و ذلت کیساتھ اسکے سامنے کھڑے ہوتے اور بخوشی خاطر اسکے حکم کی تعمیل کرتے ہین - اسکا سبب بجز اسکے اور کیا ہی کہ معصیت نے قلب پر حاوی اور قلب انکا بیمار ہوگیا کہ جو درحقیقت غلام تھا اسکو حاکم سمجھ لیا اور جو حاکم تھا اسکو محکوم کیا حال ہوگا انکا بروز قیامت جبکہ آستانہ خداوندی سے انکو دھکے ملینگے اور طبقات جہنم مین جھونکدئے جائینگے اور طرح طرحکے عذاب جھیلینگے - اور جب ان سے پوچھا جائیگا کہ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ کون چیز تمکو جہنم مین لائی ؟" تو اسکے سوا کہ غایت حسرت و پشیمانی کیساتھ جواب دین لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ہم نمازی نہ تھے" اور کچھ بن نہ پڑیگا - اسکے بعد مخفی نہ رہے کہ نماز کیلئے ارکان و آداب بھی ہونے ضروری ہین جو اعضاء بدن کیطرح بدنکو قائم رکھے اور حسین بنانیوالے ہین - اور حضور قلب و خشوع ایسا ہی جیسے بدن کیلئے روح - پس نماز بندہ کیطرف سے وہ تحفہ ہی جس سے شاہنشاہی بارگاہ کا تقرب حاصل ہوتا ہی جیسے کنیز کہ تقرب شاہی کا طلبگار اسکو بادشاہ کی نذر گذرانتا ہی - آج تم یہ تحفہ حقتعالیٰ پر پیش کرتے ہو اور بڑی پیشی کے دن تمکو یہ واپس دیدیا جائیگا - پس اب اسکو خوبصورت اور بدصورت بنانا تمھارے اختیار ہی کہ اگر خوبصورت بناؤ گے تو اپنے لئے بناؤ گے اور بدرو بناؤ گے تو اپنے اوپر بوجھ ڈالو گے - لہذا اگر چاہتے ہو کہ تمھاری نماز بہت حسین ہو تو ایسی نماز پڑھو جیسی امام غزالیؒ نے تعلیم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جسوقت موذن کی پکار کو سنو تو روز قیامت کی پکار کا خوف اپنے دلمین حاضر کرو اور ظاہر و باطن سے اسکی تعمیل یعنی جلد حاضر ہونیکی طیاری کرو کہ جو لوگ اس بلاوے پر لپکینگے وہی بڑی پیشی کیدن لطف کیساتھ پکارے جائینگے - پس اپنے دلکو اس پکار پر پیش کرو کہ اگر اسکو فرحت و مسرت سے پر اور عجلت کرنیکی رغبت سے لبریز پاؤ تو سمجھلو کہ فیصلہ کیدن تمکو مژدہ و مبارکباد کی صدا آئیگی - اور اسیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمکو راحت پہونچاؤ ای بلالؓ " یعنی نماز سے اور نماز کی پکار یعنی اذان سے راحت پہونچاؤ" کیونکہ اسمین آپکی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی - اب آیا پاکی کا نمبر - تو جب اپنی نماز کیجگہ کو پاک کیا حالانکہ وہ تمھارا ظرف بعید ہے اور پھر کپڑونکو پاک کیا حالانکہ وہ تمھارا غلاف قریب ہے اور پھر (وضو کرکے) بدن کو

پاس کیا جو تمھارا اقرب پوست ہی تو اپنے مغز سے یعنی اپنی ذات اور اپنے قلب سے ہرگز غفلت نکر - یعنی اپنی کوتاہیوں پر پشیمانی و توبہ اور آیندہ کو اسکے ترک کا مصمم قصد کرکے اسکی طہارت مین کوشش کرو اور اسکو صاف ستھرا بناؤ کہ تمھارے معبود کی نظر پڑنیکا مقام وہی ہی - اب تمبر آیا ستر عورت کا تو سمجھلو کہ اسکا مطلب اپنے بدن کے عیوب کا مخلوق کی نگاہوں سے ڈھانپنا ہی کہ ظاہر بدن مخلوق کی نگاہ پڑنے کا محل ہی تو کیا حال ہونا چاہیئے اپنے باطن کے قابلِ شرم حصہ اور اپنے اندرون کی ان رسوا کن حالتوں کا جنپر بجز پروردگار کے کوئی مطلع نہین - پس ان حالتون کو اپنے قلب مین حاضر کرو اور انکے چھپانیکا اپنے نفس سے مطالبہ کرو - اور یقین کرو کہ کوئی پردہ بھی حق تعالیٰ کی آنکھ سے نہین چھپا سکتا - البتہ صرف ندامت و شرم و خوف انکو مٹا سکتی ہی - پس اسکے قلب مین حاضر کرنیسے تمکو یہ فائدہ ہوگا کہ خوف و شرم کے لشکر اپنی مخفی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہونگے کہ نفس مین تذلل پیدا ہوگا اور تمھارا قلب خجالت کے نیچے دب جائیگا اور تم اللہ جل جلالہ کے حضور اسطرح کھڑے ہوؤگے جیسے مجرم خطاوار بھاگا ہوا غلام اپنے فعل پر نادم ہوکر اپنے آقا کیطرف لوٹا اور شرم و خوف کے مارے سر جھکائے کھڑا ہو - اب تمبر آیا قبلہ کیطرف منہ کرنیکا سو ساری جہتوں سے پھیر کر بیت اللہ کی جہت کیطرف منہ کرنا ہی تو کیا تمھارا خیال یہ ہی کہ قلب کا تمامی امور سے پھیر کر اللہ جل جلالہ کیطرف کر لینا تمسے مطلوب نہین؟ افسوس اسکے سوا تو کوئی چیز ہی مطلوب نہین کیونکہ ظاہری حالات تو صرف اسلیئے ہین کہ باطنی امور کو حرکت ہو اور اعضاء پابند رہین اور انکو ایک جہت مین جمائے رکھنے سے سکون و قرار ہو کہ وہ قلب پر تعدی نکرین - کیونکہ اعضاء جب اپنی حرکات مین سرکشی و ظلم کرکے اور ادھر ادھر دیکھ بھال شروع کرتے ہین تو قلب کو اپنا تابع بنا کر اسکا رُخ بھی ذاتِ حق کیطرف سے پھیر دیتے ہین - پس تمھارے قلب کا رُخ بھی بدن کے منہ کا ساتھی ہونا چاہیئے اور جان لینا چاہیئے کہ جسطرح منہ کو بیت اللہ کیطرف متوجہ کرنیکی یہ صورت ہے کہ اسکو دوسری سمتوں سے پھیر لیا جائے اسیطرح قلب کے اللہ کیطرف پھیرنیکی صرف یہ صورت ہی کہ جملہ ماسویٰ اللہ سے اسکو خالی کر دیا جاوے - اب رہا سیدھا کھڑا ہونا - سو وہ جسم اور قلب کا حق تعالیٰ کے حضور مین پیش کرنا ہی - لہذا چاہیئے کہ سر جو اعضاء مین سب سے اونچا ہی جھکا ہوا اور نیچا گرا ہوا ہو - اور سر کا بلندی سے نیچے جھکانا تنبیہ ہو کہ قلب کو تواضع و تذلل کرنا اور تکبر سے بیزار ہونا ضروری ہی - اور اس موقع پر اللہ جل جلالہ کے حضور مین بازپرس کی پیشی کیلئے کھڑے ہونیکی خوفناک حالت کو یاد کرنا اور یون سمجھنا چاہیئے کہ مین اللہ جل جلالہ کے سامنے کھڑا ہوا ہون اور وہ مجھکو دیکھ رہا ہی پس اگر اسکی حقیقتِ جلال کے علم سے عاجز ہے تو کم سے کم اسطرح ضرور کھڑا ہو جیسا شاہانِ دنیا کے حضور مین کھڑا ہوتا ہی - اپنی نماز کے ساری قیام مین اسکا تصور رکھو - کیونکہ تیری دوستو مین کوئی دیندار یا وہ شخص جسکی بابت تجکو رغبت ہو کہ وہ تیری دینداری سے واقف ہو جائے دھاگر غور کی نگاہ سے تجکو دیکھ رہا اور تیری نگرانی کر رہا ہو تو ظاہر ہے کہ اسوقت تیرے ہاتھ پاؤن مین قرار اور سارے بدن مین خشوع اور تمام اعضاء بدن مین سکون

کے دیکھنے کیوقت جب اسدرجہ ہاتھ پاؤن سادھنے کا احساس ہو تو اب اپنی نفس پر عتاب کر اور اس سے کہہ کہ تجھے تو معرفت و محبت الٰہی کا دعوی ہے پھر تجھے شرم نہیں آتی کہ اللہ پر اتنا دلیر ہے اور اسکے بندون مین ایک معمولی بندہ کی اتنی توقیر۔ کیا لوگون کا خوف کرتا ہے اور اللہ کا خوف نہین کرتا حالانکہ وہ زیادہ مستحق ہے کہ اسکا خوف رکھا جائے۔" اب نوبت آئی نیت کی تو تہ دل سے نماز کا اور اسکی تکمیل مین حکم الٰہی کی تعمیل کا اور نماز کی توڑنے اور فاسد کرنیوالی چیزون سے رکنے اور ان سب امور کو خالص توجہ اللہ انجام دینے کا قصد کر۔ ثواب کا امیدوار اور عذاب سے ترسان اور اسکے قرب کا طالب و راس امر کا احسانمند بنکر کہ اسنے تجھکو تیرے بےادب اور کثیر العصیان ہونے کے باوجود ہمکلام ہونیکی تجھے اجازت دیدی۔ اور اپنی نفس مین اسکی ہمکلامی کی قدر و عظمت بٹھا اور غور کر کسکے ساتھ ہمکلام ہو رہا اور کس حالت پر ہمکلام ہو رہا اور کیا کلام کر رہا ہے؟ اور یہ حالت ہو کہ خجالت سے پیشانی پر پسینہ آئے اور ہیبت سے گردن کی رگین تھرا وین اور خوف سے چہرہ زرد پڑ جائے۔ اب نوبت آئی تکبیر کی۔ تو جسوقت تیری زبان اَللّٰہُ اَکْبَر ادا کرے تو مناسب ہے کہ تیرا قلب اسکو جھوٹا نہ بتا وے۔ کیونکہ اگر تیرے قلب مین کوئی چیز اللہ سے برتر و بڑی ہوئی تو اللہ گواہی دیگا کہ تو جھوٹا ہے اگرچہ لفظ سچا ہے۔ جیسا کہ منافقین کے متعلق انکے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے پر حق تعالی نے انکے جھوٹا ہونیکی شہادت دی ہے۔ سو اگر تیری خواہش نفس تجھپر حکمِ خدا سے زیادہ غالب ہے کہ اللہ تعالی سے زیادہ تو اسکا مطیع ہے اور تو نے اُسیکو اپنا معبود بنایا اور اسیکو برتر سمجھا ہے تو عجب نہین کہ تیرا اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا محض زبان کا کلام قرار پائے کہ قلب اسکی موافقت نہین کرتا۔ اور یہ حالت اگر توبہ و استغفار اور حقتعالی کے عفو و کرم کا حسن ظن نہو تو بڑی خطرناک ہے۔ اب نوبت آئی قرآن پڑھنے کی۔ تو اسمین تین حالت کے نمازی ہوتے ہین۔ ایک وہ جسکی زبان ہلتی ہے مگر قلب اسکا غافل ہے۔ دوسرے وہ جسکی زبان ہلتی ہے اور قلب زبان کا تابع ہے کہ زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو سمجھتا اور اسطرح سنتا ہے گویا دوسرے سے سُن رہا ہے۔ یہ اصحاب الیمین کا درجہ ہے۔ تیسرے وہ کہ اول اسکا قلب معنی کی طرف چلتا ہے اور اسکے بعد اسکی زبان خادم قلب بنکر اسکو بیان کرتی ہے۔ لہذا نماز پڑھتے وقت اس فرق کو سمجھو کہ زبان تمھارے قلب کی ترجمان بنتی ہے یا قلب کی معلم اور استاد بنتی ہے کہ مقربین خدا کی زبان تو نماز مین ترجمان یعنی قلب کی تابع ہوا کرتی ہے اور قلب زبان کا تابع نہین ہوا کرتا اور معنی کے بیان کرنیکی تفصیل یہ ہے کہ جب تو اَعُوْذُ پڑھے کہ پناہ مانگتا ہون مین اللہ کی شیطان مردود سے" تو سمجھ لے کہ واقعی شیطان تیرا دشمن ہے اور تیرے قلب کو حق تعالی سے منحرف کرنیکی تاک مین لگا ہوا ہے۔ کیونکہ تو حق تعالی سے ہمکلام ہے اور اسکو سجدہ کر رہا ہے اور اسپر اسکو حسد ہے کہ وہ ایک سجدہ ہی کیوجہ سے ملعون ہوا ہے جسکو اسنے ترک کیا اور اسکی اسے توفیق نہوئی۔ اور اللہ سبحانہ تعالی کی پناہ مانگنا یہ ہے کہ جو باتین شیطان کو پسند ہین انکو چھوڑ کر اس

حالت کو بدلے جو حق تعالیٰ کو پسند ہی نکہ محض زبان سے پناہ کا لفظ کہدینا کیونکہ اگر کسی شخص کو کوئی درندہ یا دشمن پھاڑنے یا قتل کرنیکا قصد کرے اور وہ کہی کہ مین تجھسے پناہ چاہتا ہون اس مضبوط قلعہ کی مگر اپنی جگہ پر جا کھڑا رہے تو یہ اسکو کچھ مفید نہوگا کیہ جگہ چھوڑ نیکے سوا کسیطرح بھی اسے پناہ نہین ملسکتی اسیطرح جو شخص شہوات کا اتباع کرتا ہی جو کہ شیطان کو پسند اور رحمٰن کو ناپسند ہین تو اَعُوْذُ کا کہنا اسکے کام نہ آئیگا جبتک قول کیساتھ شیطان کے شر سے حق تعالیٰ کے قلعہ کی پناہ پکڑنیکا عزم اور پختہ ارادہ بھی نہ ملائے۔ وہ قلعہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور اس قلعہ کے اندر وہ آیا جسکا بجز اللہ جل جلالہٗ کے کوئی معبود نہو۔ تو جسنے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہی وہ شیطان کے میدان مین ہی نکہ حق تعالیٰ کے قلعہ مین۔ اور یہ بھی شیطان کا مکر ہی کہ نماز کے اندر تجھکو آخرت کے ذکر اور نیکوکاری کی تدبیر مین مشغول کردیتا کہ جو پڑھے اسکے سمجھنے سی تجھے روکے لہذا سمجھ لے کہ جو شے بھی تجھ قرات کے معنے سمجھنے سی باز رکھے وہ وسوسہ ہی کیونکہ قرات قرآن سی مقصود صرف زبان کا ہلانا نہین ہے بلکہ معنے کا سمجھنا مقصود ہی۔ اور جب تو بِسْمِ اللّٰہ پڑھے کہ شروع کرتا ہون اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے تو اس سی تلاوتِ کلام اللہ شروع کرنیکے لئے برکت حاصل کرنیکی نیت کر اور سمجھ کہ اسکا مطلب یہ ہی کہ ہر کام محض اللہ کیواسطے انجام پاتا ہی۔ اور نام سے اسجگہ مراد ذاتِ حقتعالیٰ ہی۔ اور جب ساری کام اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے سے پورے ہوتے ہین تو اللہ ہی حمد کا مستحق ہوا۔ لہذا اَلْحَمْدُ (پڑھنے کا وقت آیا) جسکا مطلب یہ ہی کہ شکرگذاری کا مستحق صرف اللہ ہی۔ کیونکہ ساری نعمتین اسیکی طرف سے ہین۔ اور جو شخص کسی نعمت کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی طرف سمجھے یا غیر اللہ کی ایسی شکرگذاری کا قصد کرے جو اس حیثیت سے نہو کہ وہ اللہ کا مسخر ہی (اور حق تعالیٰ نے اسکے ذریعہ سے یہ نعمت ہمکو پہونچائی ہی) تو اسکے بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے مین اتنا ہی نقصان ہی جتنا اسکو غیر اللہ کیطرف التفات ہے۔ پس جب تو اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے تو اسکے ہر قسم کے الطاف کو اپنے قلب مین حاضر کرتا کہ تجھپر اسکی مہربانی بخوبی واضح ہو اور اسکی وجہ سی توقع و امید مین جوش آوے۔ پھر مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہنے سے کہ وہ مالک ہے روز جزا کا یہ اپنی قلب مین تعظیم اور خوف کو بھڑکا۔ عظمت تو اسوجہ سی کہ حکومت و ملکیت بجز اسکے کسیکی نہین اور خوف جزا و حساب کے اسدن کی ہول کے سبب جسکا وہ مالک ہی۔ پھر اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہنے سے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین" اخلاص کی تجدید کر۔ اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہکر کہ تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہین" اپنے عجز و احتیاج کی اور سکت و طاقت سے بیزاری کی تجدید کر۔ اور یقین کر کہ درحقیقت عبادت صرف اسکی اعانت سے میسر آئی۔ اور اسکا احسان ہی کہ اسنے اپنی اطاعت کی توفیق بخشی اور اپنی پرستش کراکے تجکو خادم اور اپنی ہمکلامی کا اہل بنالیا۔ اگر تجکو توفیق سے محروم کردیتا تو تو بھی شیطان مردود کیسا تھ مردود ہوجاتا۔ پھر جب تو بسم اللہ سے اور حمد و شکرگذاری سے اور عام طور پر امر مین مدد کیفرورت کے اظہار سی فارغ ہوجائے تو درخواست کی تعیین کر

اور اُسی حاجت کا سوال کر جو سب مین زیادہ مہتم بالشان ہی اور کہہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ "ہمکو ہدایت کر سیدھے راستہ کی جو ہمکو تیرے قُرب کیطرف چلائے اور تیری خوشنودی تک پہونچائے" اور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الخ کو جو اسکی شرح و تفصیل اور تاکید و استدلال ہی پڑھ کہ ان لوگون کا راستہ دکھا جنپر نعمت و ہدایت کا فیضان ہوا یعنی انبیا و صدیقین اور شہدا و صالحین کا نہ کہ انکا راستہ جنپر غضب نازل ہوا۔ یعنی کفار اور ٹیڑھی راہ چلنے والے یہود و نصارےٰ اور آتش پرستون کا"۔ اسکے بعد قبولیت کی درخواست کر اور کہہ آمِينَ کہ "میری دعا مستجاب فرما"۔ جب سورۂ فاتحہ اسطرح پڑھیگا تو ممکن ہی کہ ان لوگو نمین سے بنے جنکے متعلق حق تعالیٰ نے اس حدیث مین جسکی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہی فرمایا ہی کہ فاتحہ کو مین نے تقسیم کیا اپنے اور بندے کے درمیان نصفا نصف۔ نصف میرے لئے ہی اور نصف بندہ کیلئے۔ اور بندہ کو دونگا جو بھی اسنے مانگا۔ (اور نصفا نصف کی تفصیل یہ ہی کہ) بندہ کہتا ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ تو حق تعالیٰ فرماتا ہی میری حمد کی میرے بندہ نے اور میری ثنا بیان کی۔ اور یہی مطلب ہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کا۔ کہ اللہ نے سُنی اسکی جسنے اللہ کی حمد کی۔ پس اگر تجھکو تیری نماز سے صرف یہی حصہ ملا کہ تونے اللہ کے جلال و عظمت کا ذکر کر لیا (اور مطلب نہ سمجھا) تو برابر سرابر ہی چھوٹ جانیکو غنیمت سمجھ چہ جائیکہ ثواب و فضل کی توقع۔ غرض اسیطرح جو سورت بعد فاتحہ پڑھے تو اسکے معنی سمجھ اور اسکے امر و نہی اور وعد وعید اور نصائح اور حالات انبیاء اور منّت و احسانِ الٰہی کو غفلت کیساتھ نہ پڑھ۔ کیونکہ ہر مضمون کا ایک جُدا حق ہی۔ مثلاً کسی آیت مین وعدہ ہو تو اسکا حق یہ ہی کہ اُمید و توقع پیدا ہو اور تذکرۂ وعید کا حق یہ ہے کہ اسکا ڈر اور خوف ہو۔ اور امر و نہی کا حق یہ ہی کہ اسکی تعمیل کا عزم ہو۔ اور نصائح کا حق یہ ہی کہ نصیحت مانے اور تذکرۂ احسان کا حق یہ ہی کہ شکر گذاری ہو اور حالات انبیاء کا حق یہ ہی کہ عبرت پکڑے وغیرہ وغیرہ۔ اب نوبت آئی رکوع و سجدہ کی۔ تو مناسب ہے کہ اللہ کی بڑائی اور برتری کا دوبارہ اظہار کرے اور تجدید نیت اور تقلید سنت رسول کیلئے عذاب سے عفو الٰہی کی پناہ مانگتا ہوا اپنے دونون ہاتھونکو اُٹھائے (اور رفع یدین کرکے اللہ اکبر کہے۔ چونکہ امام غزالیؒ شافعی مذہب ہین لہذا انکے یہان رفع یدین سنت ہی امام اعظمؒ کے نزدیک رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کیوقت ہی) اسکے بعد رکوع مین جُھک کر از سرِ نو تذلّل و تواضع کا اظہار کرے اور اپنے دل کو نرم اور خشوع کو تازہ کرنیکی سعی کرے کہ اپنی ذلت اور اپنے مولیٰ کی عزت اور اپنی پستی اور اپنے رب کی رفعت کا ادراک و شعور حاصل ہو۔ اور اسے اپنے قلب مین جمانے کیلئے اپنی زبان سے مدد لے یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہکر) اپنے رب کی پاکی بیان کرے اور اسکے لئے عظمت کی شہادت دے کہ وہ ہر عظمت والے سے زیادہ عظمت والا ہی۔ اور اسکو اپنے قلب پر بار بار جما (اور کم سے کم تین۳ دفعہ اس کلمہ کو ادا کر) تاکہ بار بار کہنے سے موکد کر سکے۔ اسکے بعد رکوع سے اُٹھے اور اسکا اُمیدوار ہو کہ وہ تجھپر رحم فرمائیگا اور نفس

کے اندر اس توقع کو یہ کہکر موکد کر کہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (اللہ نے قبول کیا اسکی اطاعت کو جسنے اسکی شکرگذاری کی) - پھر اسکے پیچھے پیچھے شکر بھی ادا کرے جسکا ثمرہ بیشی انعام ہی - لہذا کہہ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہ اے رب تیرا شکر ہے - پھر سجدہ کیطرف جھکے کہ وہ اظہار ذلت کا سب سے بالا درجہ ہی - لہذا اپنے سب سے زیادہ باعزت عضو یعنی چہرہ کو سب سے زیادہ ذلیل شے یعنی مٹی پر جاکر رکھدے - اور اگر ہوسکے کہ چہرہ اور مٹی کے درمیان کوئی چیز حائل نہو اور سجدہ زمین پر ہو تو ایسا ہی کر کیونکہ اس سے خشوع مین زیادتی اور ذلت کا پورا اظہار ہوتا ہی اور جب اسکو محل ذلت پر رکھدے تو سمجھ کہ اسے اسکی واقعی جگہ پر رکھا اور فرع کو اصل کیطرف لوٹا دیا کہ مٹی ہی سے پیدا ہوا اور اسیمین چلا جائیگا - لہذا اسوقت پھر اپنے قلب مین عظمتِ الٰہی کی تجدید کر اور کہہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پاک ہی میرا رب جو سب سے بلند ہی" اور بار بار اسکو موکد کر کہ ایکبار کا اثر ضعیف ہوتا ہی پھر جب قلب مین رقت آجے اور اسکا ظہور ہو تو رحمتِ الٰہی کا یقین کر کہ اسکی رحمت ضعف و بیکسی کیطرف لپکتی ہی نکہ تکبر و نخوت کیطرف - لہذا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا اپنا سر اُٹھا - پھر مکرر تواضع سے اسکو موکد کر اور اسیطرح دوسرے سجدہ مین جا - اب نوبت آئی التحیات کیلئے بیٹھنے کی - تو جب اسکے لئے بیٹھے تو ادب کیساتھ بیٹھ اور (التحیات پڑھنے سے) اسکی تصریح کر کہ تمامی وہ چیزین جنکو تو وسیلہ قرار دیتا ہی خواہ عبادات ہون یا طیبات یعنی پاکیزہ اخلاق وہ سب اللہ کیلئے ہین - اور اسیطرح بادشاہت بھی اللہ ہی کی ہی - اور یہی معنی التحیات کے ہین - اور اپنے قلب مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی ذاتِ با برکات کو حاضر کر اور کہہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ الخ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت و برکات ہون - اور یہ اُمید بھی واثق رکھنی چاہیئے کہ یہ سلام آپکو پہونچتا ہی اور آپ اس سے زیادہ بھرپور تجھپر واپس فرمائینگے اسکے بعد اپنے نفس پر اور اللہ کے جملہ نیکوکار بندون پر سلام بھیج (اور اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا الخ پڑھ) پھر اُمید رکھ کہ حق تعالیٰ اپنے بندگانِ صالحین کی تعداد کیموافق تجھپر بھرپور سلام لوٹائیگا - اسکے بعد وحدانیت حق تعالیٰ کی اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دے یعنی اللہ کے معاہدہ کی تجدید اور پھر اس قلعہ مین پناہ لینے کیلئے دوبارہ کلمہ شہادت پڑھ - پھر آخر نماز مین تواضع و خشوع اور عاجزی و زاری کیساتھ (حدیث و قرآن کی) کوئی منقول دعا پڑھ اور سچی توقع قبولیت کیساتھ اپنی دعا میں والدین اور جملہ مومنین کو شریک کر اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہو تو وقت موجودہ فرشتون پر سلام کا قصد کر اور تہ دل سے اللہ کا شکرگذار بن کہ اس طاعت کے پورا کرنیکی توفیق دی - اور یون خیال کر کہ یہ تیری نماز آخری و رخصتی نماز ہی کہ کیا عجب ہی تو دوسری نماز کیلئے زندہ نرہے - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو وصیت فرمائی تھی کہ رخصت ہونیوالے کی سی نماز پڑھو" اسکے بعد نماز مین کوتاہی و نقصان رہجانیکی حیا و خوف کا شعور قلب مین پیدا کر اور ڈر کہ مبادا تیری نماز مقبول نہو اور تو کسی ظاہری یا باطنی گناہ کیوجہ سے مبغوض ہو کہ تیری نماز تیرے منہ پر پھینک ماریجائے

اسکے ساتھ اسکی بھی توقع رکھ کر کیا عجب ہے حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسکو قبول ہی فرمالے۔
یہ ہے تفصیل صلوٰۃ خاشعین کی جنکے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے جو کہ اپنی نماز مین خشوع رکھتے ہین اور جو کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہین۔" ختم ہوا امام غزالیؒ کا مضمون باختصار۔
ایسی ہی نماز کے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ نماز روکتی ہے بدکاری و معصیت سے اور اسیکی طرف اشارہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین کہ اللہ کی عبادت کر گویا کہ تو اسکو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر اسکو دیکھے نہین تو وہ تجھکو دیکھ رہا ہے۔" جسنے اس کیفیت سے نماز کو ادا کیا تو حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسکو بخشدے۔ چنانچہ احمد و ابو داؤد نے حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازین ہین جنکو فرض کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ جسنے اچھا وضو کیا اور وقت پر انکو پڑھا اور رکوع وخشوع پورا کیا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ اسکو بخشدے۔ اور جسنے ایسا نکیا تو اسکے لئے اللہ کا وعدہ نہین اور اختیار ہے کہ چاہے بخشے چاہے عذاب دے" اور احمد نے حضرت مطرفؒ بن عبد اللہ بن شخیر سے روایت کی ہے۔ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہین۔ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپکے اندرون مین ایسی آواز تھی جیسے دیگ مین ہوتی ہے یعنی آپ رو رہے تھے" ابن اسحاق نے مغازی مین حضرت جابرؓ سے روایت کی اور احمد وغیرہ نے اسکی تصحیح کی ہے کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ گئے تو ایک شخص نے کسی مشرک کی عورت کو مار دیا۔ مشرک کے شوہر نے قسم کھائی کہ مین باز نہ آؤنگا جبتک کہ محمدؐ کے صحابہ مین سے کسیکا خون نہ بہالون۔ چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم پر چلا حضرتؐ نے جب پڑاؤ پر قیام کیا تو فرمایا کہ کوئی ہے جو پہرا دے؟ ایک مہاجر اور ایک انصاری کھڑے ہوئے کہ ہم پہرا دینگے۔ حضرتؐ نے دونو نکو درہ کوہ کے دہانہ پر تعینات فرما دیا۔ دہانہ پر پہونچکر مہاجری تو ذرا لیٹ گئے اور انصاری نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ مشرک دشمن نے دیکھا کہ انسان کی شبیہ ہے اسلئے جاسوس اور چوکیدار سمجھکر تیر مارا اور انصاری کے بدن مین جا بٹھایا۔ اسیطرح تین تیر چلے اور بدن مین گھستے رہے آخر کار رکوع وسجدہ مین گئے اور بعد سلام اپنے رفیق کو جگایا۔ مشرک نے جب دیکھا کہ اب پکڑا جاؤنگا تو وہان سے بھاگ گیا۔ مہاجری نے جب انصاری کو لہولہان دیکھا تو کہا کہ سبحان اللہ مجھکو پہلے ہی جبکہ وہ نظر آیا تھا تم نے کیون نہ جگا دیا؟ انصاری نے کہا کہ مین ایک سورت کے پڑھنے مین مشغول تھا اور اسے قطع کرنا پسند نہ آیا۔"
مروی ہے کہ کسی جہاد مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک تیر آکر لگا جب تیر کو کھینچکر نکالا گیا تو اسکی پیکان عضو مین رہگئی۔ لوگون نے کہا کہ جبتک عضو مین شگاف نہ دیا جائیگا اسکا نکالنا ناممکن ہے اور اندیشہ ہے تکلیف کا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب مین نماز مین مشغول ہون اسوقت نکال لیجیو چنانچہ جب آپنے

نماز شروع کردی تو عضو کو چیر کر پیکان کو نکال لیا اور آپ بلا کسی تغیر کے نماز مین مشغول رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوے تو کہا کہ نکال کیون نہ لیا؟ عرض کیا گیا کہ نکال چکے۔" مروی ہو کہ عامر بن عبداللہ نہایت باخشوع نماز پڑھنے والے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ انکی لڑکی دھپڑی پیٹا کرتی اور عورتین گھر مین جو چاہتین باتین کیا کرتین مگر یہ نہ سُنتے اور نہ سمجھتے۔ ایکدن کسینے پُوچھا کہ اپنے دل سے آپ نماز مین کچھ باتین کیا کرتے ہین؟ انھون نے کہا کہ ہان اللہ جلّ جلالہٗ کے حضور مین کھڑا ہونے اور دُنیا و آخرت مین سے ایک گھر کیطرف واپس جانیکے دھیان مین رہا کرتا ہون پھر کسینے کہا کہ دُنیا کے جن دھندونکے خیالات ہمین آیا کرتے ہین کیا تمکو بھی کوئی خیال آتا ہو؟ فرمایا کہ اپنے اندر برچھیون کا پار کرنا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہو کہ ایسا کوئی خیال دلمین لاؤن جو تمکو آتے ہین۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر پردہ اُٹھا دیا جائے تو (یقیناً یقین مجھکو اب حاصل ہی) اُسمین کچھ زیادتی نہوگی۔" اور اگر کسینے نماز کو ایسا ادا کیا کہ اسکے فرائض و آداب کا لحاظ نہ رکھا اور اسکا قلب خشوع اور حضور سے خالی رہا تو اسکی نماز کا فائدہ بہت ہی کم ہو۔ احیاء العلوم مین لکھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے نماز وقت پر پڑھی اور اسکا وضو پوری طرح اور رکوع و سجود و خشوع بدرجہ کمال کیا تو نماز سپید براق ہو کر یہ کہتی ہوئی اوپر چڑھیگی کہ حق تعالی تجھے ایسا ہی محفوظ رکھے جیسا تو نے مجھے محفوظ رکھا اور جسنے بے وقت نماز پڑھی اور نہ وضو پوری طرح کیا اور نہ رکوع و سجود و خشوع کیا تو وہ نماز سیاہ و تاریک ہو کر یہ کہتی ہوئی اوپر چڑھیگی کہ خدا تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے برباد کیا۔ حتیٰ کہ جب وہان جائیگی جہان اللہ کی مرضی ہو تو پرانے چیتھڑے کیطرح لپیٹکر اس شخص کے مُنہ پر مار دیجائیگی۔" مالکؒ اور احمدؒ نے حضرت نعمانؓ بن مرہ سے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی اور زناکار کی کیا سزا ہونی چاہیے؟۔ اور یہ قصہ اس سے قبل کا ہو کہ انکے متعلق سزائے شرعی یعنی حدود کا حکم نازل ہو۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتا ہو کہ کیا سزا ہونی چاہیے۔ آپنے فرمایا کہ یہ بیحیائی کے کام ہین اور انہین (جو کچھ مناسب سمجھے) سزا دیدیجائے۔ اور بدترین چوری اسکی ہو جو اپنی نماز مین سے چُرائے۔ صحابہؓ نے کہا کہ نماز مین سے کیونکر چُرائیگا یارسول اللہ؟ آپنے فرمایا کہ وہ اسکے رکوع کو پورا کرے اور نہ اسکے سجدہ کو۔" ابوداؤد و احمد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ سب سے پہلے جس عمل کا بندہ سے محاسبہ ہوگا وہ نماز ہوگی پس اگر وہ درست نکلی تو بندہ کو فلاح و کامیابی ہی اور اگر وہ فاسد نکلی تو خسارہ و حرمان ہو۔ پھر اگر فرض مین کسی قسم کا نقص ہوگا تو حق تعالیٰ (فرشتون سے) فرمائیگا کہ دیکھو میری بندہ کی کوئی نفل نماز بھی ہو؟ اور فرض کی کمی کو اس سے پورا کردیا جائیگا۔ پھر باقی اعمال کی یہی صورت ہوگی۔" اور اسکی وجہ یہ ہو کہ حضور قلب نماز مین بمنزلہ روح کے ہو۔ پس جسطرح کسی عضو سے جب روح نکلجاتی ہو تو وہ مُردہ اور حرکت سے معطل و بیکار ہوجاتا ہو اسیطرح ارکان نماز مین کوئی رکن جب حضور قلب سے خالی ہوگا تو وہ حق تعالیٰ کے نزدیک لغو و بیکار ہے

اور اسلیئے حقتعالی فرماتا ہی لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى نماز کے قریب نجاؤ بحالتِ مدہوشی جبتک کہ سمجھنے لگو کہ کیا کہہ رہے ہو، پس جب نشہ سے مدہوش شخص کو نماز سے منع کیا گیا جبتک کہ جو کچھ کہے اسکو سمجھنے نہ لگے کیونکہ ایسے شخص کی نماز اللہ کے نزدیک مقبول نہین ہے تو پھر بھلا اسکی نماز کیسے قبول ہوسکتی ہی جسکا خیال دنیا کے افکار مین ڈوبا ہوا ہو اور اسے خبر نہو کہ نماز مین کیا پڑھ رہا ہی۔ ترمذی نے حضرت فضل رض بن عباس سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نماز دو دو رکعت ہین کہ ہر دو رکعت پر التحیات پڑھکر عاجزی و زاری و مسکنت کیساتھ دونون ہاتھ اپنے رب کیطرف اٹھائے کہ ہتھیلیان منہ کیطرف ہون اور عرض کرے کہ ای میرے رب! ای میرے رب، اور جسنے ایسا نکیا تو وہ خسارہ ہی"۔ حجۃ الاسلام نے کہا ہی کہ اسکی توضیح یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت مثلاً اگر کسی شخص کو خبر نہو (کہ زکوٰۃ دے رہا ہی تب بھی چندان حرج نہین) کیونکہ زکوٰۃ بذاتہ خلافِ خواہش فعل اور نفس پر شاق ہی۔ اسیطرح روزہ خود قوتون کو مغلوب اور شہواتِ نفسانیہ کو جو کہ دشمن خدا یعنی شیطان کا آلہ ہین شکستہ کرنیوالا ہی لہذا انکو بیخبری سے ادا کرنے پر بھی مقصود کا حاصل ہونا بعید نہین۔ اسیطرح حج ہی کہ اسکے افعال خود سببِ مشقت اور اتنے سخت ہین کہ قلب حاضر ہو یا نہو۔ بہرحال انمین اتنا مجاہدہ ہی جسسے دکھن اور تکلیف (جو بندگی و عبادت کا مقصود ہی) حاصل ہو جاتی ہی۔ مگر نماز ایسی چیز ہے کہ اسمین بجز ذکر اللہ اور قراءت اور رکوع و سجود اور قیام و قعود کے کوئی چیز نہین ہی۔ سو ذکر جسکا نام ہے وہ تو بات چیت اور ہمکلامی ہی حق تعالی سے۔ پس اس سے مقصود یا تو خطاب اور باتیں کرنا ہوگا اور یا صرف حروف اور آواز کہ زبان سے کام لینے کا امتحان ہو جیسا کہ روزہ مین خورونوش اور مجامعت سے روک کر معدہ اور شرمگاہ کا امتحان لیا گیا ہی۔ اور جیسا کہ حج کی مشقت و صعوبت سے سارے بدن کا امتحان لیا گیا ہی مگر اسمین شک نہین کہ نماز کے مقصود کی جو تقسیم کیگئی ہی وہ بالکل لغو ہی۔ کیونکہ ہذیان مین زبان کا ہلنا سبکو معلوم ہے کہ بے خبر شخص کو بھی آسان ہی اسلئے محض زبان ہلانے مین تو کام لینے کا کچھ امتحان نہوا لہذا ذکر سے مقصود حروف ہوئے مگر اس لحاظ سے کہ وہ تکلم و گفتگو ہے اور گفتگو اسوقت بنسکتی ہی جبکہ زبان اس مضمون کا اظہار کرے جو کہ دل مین ہی۔ اور اظہار بغیر دھیان اور حضورِ قلب کے ہو نہین سکتا۔ پس جب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہا کہ ہمکو سیدھا راستہ دکھا مگر قلب حاضر نہین ہوا تو بتاؤ کہ سوال ہی کس چیز کا ہوا؟ اور جب اس کلمہ سے دعا و تضرع ہی مقصود نہوئی تو بیخبری کیساتھ اسکے ادا کرنے مین صرف زبان ہلانیکے اندر مشقت ہی کیا ہوئی خاصکر عادت پڑ جانیکے بعد (تو برائے نام بھی دشواری نہین) اب رہا رکوع و سجدہ تو ان سے مقصود یقینا تعظیم ہی۔ پس اگر یہ ہوسکتا ہی کہ بیخبری کیساتھ محض فعل رکوع و سجدہ سے بندہ اپنے اللہ کی تعظیم کرنیوالا بنجائیگا تو یہ بھی ہوسکتا ہی کہ مثلاً کوئی بُت سامنے رکھا ہو مگر خبر نہو تو (اسکو سجدہ کرنیسے) بُت کی تعظیم کرنیوالا (اور مشرک)

بھی بنجائے - یا یہ کہ سامنے دیوار ہو تو غفلت کیساتھ اسکو سجدہ کرنیسے دیوار کی تعظیم کرنیوالا بنجانیکے احتمال لانکہ یہ کھلا شرک ہے اور اسکو کوئی صحیح نہین کہتا) پس جب غفلت کیساتھ سجدہ کرنا تعظیم سے خارج ہوا تو اب کمر اور سر کی محض حرکت کا نام سجدہ رہگیا اور اسمین کوئی ایسی مشقت نہین ہے جسکو امتحان کا مقصود کہا جاسکے - اسکے بعد امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ ہان البتہ ظاہری تکلیف مین فتوی کا درجہ چونکہ مخلوق کی کوتاہی کی مقدار پر تجویز کیا جاتا ہے لہذا یہ قدرت سے باہر ہے کہ ساری نماز کے اندر ہر شخص پر قلب کا حاضر کرنا فرض قرار دیا جائے - اور جب اس ضرورت کی وجہ سے ساری نماز مین حضور قلب کا شرط کرنا ممکن نہوا تو اس سے مفر بھی نہو سکا کہ کم سے کم جس مقدار پر حضور قلب کا نام صادق آسکے اسکو فرض کیا جائے اگرچہ ایک ہی لحظ کیون نہو اور سب سے زیادہ مستحق اسکا وہ لحظ ہے جسوقت کہ اللہ اکبر کہے - لہذا ایسکے مکلف بنانے پر ہمنے اکتفا کیا - اور باوجود اسکے ہمکو توقع ہے کہ جسنے تکبیر تحریمہ کے بعد ساری نماز مین غفلت کی وہ ایسا تو نہین ہے جیسا کہ حضور قلب کو بالکل ہی چھوڑ دینے والا شخص ہے کہ آخر اسنے فعل پر ظاہرا پیش قدمی تو کی اور ایک لحظہ کیلئے قلب کو حاضر تو کیا - دیکھو اگر کسینے بھولے سے بے وضو نماز پڑھی تو حالانکہ عند اللہ اسکی نماز باطل ہے مگر تاہم اسکے فعل صلوۃ اور کوتاہی و عذر کی مقدار کیموافق کچھ تو اجر ملیہی گا (بالکل بے نمازی کی برابر محروم نرہیگا) - مگر اس توقع کیساتھ ہی اسکا اندیشہ بھی ہے کہ ممکن ہے اسکا حال نماز نہ پڑھنے والے سے بھی زیادہ بدتر ہو - کیونکہ جو شخص بادشاہ کیخدمت مین حاضر ہو کر شاہی بارگاہ کی تحقیر اور غفلت شعار و حقارت کنندہ کیطرح کلام کرے تو اسکی سزا سخت ہوتی ہے بہ نسبت ایسکے جو خدمت مین حاضر ہی نہو - اور جب خطرہ و توقع کے اسباب متعارض جمع ہوئے اور معاملہ فی نفسہ خطرناک ہو گیا تو اب احتیاط کرنے اور تساہل برتنے کا اختیار تمھارے ہی حوالہ ہے - حضرت رابعہ عدویہؒ کی حکایت ہے کہ تہجد کی چند رکعتین پڑھکر سو گئین تو خواب مین انکو ایک درخت نہایت خوبصورت اور خوشبو والا نظر آیا جو انکو بہت بھایا اور کہنے لگین کہ ای کاش مجھے معلوم ہو جاتا یہ درخت کسکا ہے ؟ جواب ملا کہ یہ تمھارا ہی ہے اور یہ تمھاری ان رکعتون کا ثواب ہے جو تمنے گذشتہ شب مین پڑھی تھین - تب یہ اسکے قریب جا کر اسکے نیچے چلین اور دیکھا کہ اس سے ایک پھل گر گیا جیسے سونے کا رنگ - کہنے لگین اگر یہ گرا ہوا پھل بھی اسپر لگا ہوتا تو زیادہ اچھا تھا جواب ملا کہ یہ اسی پر لگا ہوا تھا مگر تمنے نماز کے اندر آ لے کیطرف دھیان بٹایا کہ خمیر ہو گیا یا نہین ؟ لہذا یہ اس سے گر پڑا "

(نکتہ) نمازونکے ان وقتون کیساتھ مخصوص ہونے مین بھی حکمتین ہین مثلاً یہ کہ ان اوقات سے انسان کو اپنی پیدائش یاد آئے جیسے آفتاب کا طلوع (کہ فجر کا وقت ختم ہے) اور اپنا نشو و نما یاد آئے - جیسے آفتاب کا چڑھنا (کہ چاشت کا وقت ہے) اور جوانی یاد آئے جیسے استوا کیوقت سورج کا بیچ آسمان پر آنا (کہ زوال کا وقت ہے) اور کہولت و ادھیڑ ہونا یاد آئے جیسے آفتاب کا ڈھلنا (کہ ظہر کا وقت ہے) اور بڑھاپا یاد آئے جیسے آفتاب کا قریب غروب ہونا

(کہ عصر کا وقت ہے)۔ اور موت جیسے سورج کا ڈوبنا (کہ مغرب کا وقت ہی)۔ اور بدن کا فنا ہو کر مٹی ہو جانا جیسے اثر آفتاب یعنی شفق سرخ کا معدوم ہو جانا کہ اسکی یاد دہانی کیلئے نماز عشا واجب ہوئی۔ اور بعض نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ ظہر کیوقت چونکہ دوزخ دھونکی جاتی ہے لہذا جسنے اسوقت نماز پڑھی وہ گناہون سے ایسا پاک ہوا جیسا بطن مادر سے پیدا ہونیکے دن تھا۔ اور عصر کیوقت حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوع درخت سے کھایا تھا تو جسنے اس وقت نماز پڑھی اسے اللہ نے دوزخ پر حرام فرمایا۔ اور مغرب کیوقت حقتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی تو جو شخص اسوقت نماز پڑھیگا وہ حق تعالیٰ سے جو چیز بھی مانگیگا ضرور عطا ہوگی۔ اور عشا کا وقت قبر کی اندھیری اور قیامت کی تاریکی (یاد دلاتی ہی)۔ تو جو عشا کی نماز پڑھیگا اسے حق تعالیٰ قبر اور قیامت مین روشنی عطا فرمائیگا۔ اور جسنے صبح کی نماز پڑھی اسکو حق تعالیٰ دوزخ اور نفاق سے برات کی دستاویز عطا فرمائیگا۔

اور جاننا چاہئے کہ رات دن کے فرائض سترہ ۱۷ رکعتین ہین۔ اور اسمین یہ حکمت ہی کہ رات دن مین بیداری کا زمانہ بھی سترہ ۱۷ گھنٹہ ہین۔ بارہ ۱۲ گھنٹے دن کے۔ اور تقریبًا تین ۳ گھنٹے غروب کے بعد۔ اور دو ۲ گھنٹے صبح کے۔ پس ہر گھنٹہ کیلئے ایک رکعت تجویز کی گئی کہ ہر گھنٹہ مین جو کوتاہی و قصور واقع ہوا اسکی تلافی ہو جائے۔ اور فجر کی دو رکعت ہونمین یہ حکمت ہے کہ اسمین نیند کا کسل رہتا ہی۔ اور ظہر و عصر کی چار چار رکعت ہین کہ ان وقتون مین مشاغل کاروبار کی وجہ سے پوری چستی ہوتی ہی۔ اور مغرب کی تین ۳ اسوجہ سے ہین کہ وہ دن کے وتر ہین اور عشا کو ظہر و عصر کیساتھ شامل کیا گیا کہ اسکی بھی چار رکعت فرض ہوئین) تاکہ دن کے مقابلہ مین رات کے اندر جو کمی رہی ہو اسکا تدارک ہو جاوے۔ کیونکہ رات مین (مغرب و عشا) دو ۲ ہی فرض ہین اور دن مین (فجر و ظہر و عصر) تین ۳ فرض۔ کہ دن مین چلنے پھرنے کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

چودہوین بصیرت رات کی نماز یعنی تہجّد کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہی يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ کہتے ہین کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے اور کپڑا اوڑھے ہوئے تھے لہذا اسطرح خطاب ہوا کہ ای چادر اوڑھے ہوئی نبی۔ رات مین نماز پڑھا کرو۔ بجز تھوڑی سی رات کے کہ اسمین سو جایا کرو۔ اور اسکی مقدار نصف رات ہی یا نصف سے کم کرلو تہائی تک۔ یا نصف سے بڑھا لو دو ۲ تہائی تک۔ کہ ان مقدارون مین آپکو اختیار دیا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی تہجد پڑھا کرتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ یہ پتہ نہ چلتا کہ تہائی رات کب ہوئی؟ یا آدھی کب ہوئی؟ یا دو تہائی کب ہوئی؟ تو وہ ساری رات نماز پڑھتا یہانتک کہ صبح ہو جاتی کہ مبادا مقدار واجب محفوظ نہ رہے۔ آخر اسکا اتنا تعب ہوا کہ بعض صحابہ کے پاؤن سوج گئے۔ لہذا حق تعالیٰ نے رحم فرما کر اس مقدار کو منسوخ کرنیکے لئے یہ آیت نازل فرمائی فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ پڑھو جتنا آسانی سے پڑھ سکو

پس مطلق قیام شب فرض رہا (کہ خواہ چند منٹ ہی کی نماز ہو) پھر اسکے بعد نماز پنجگانہ سے تہجد کی فرضیت اُمت کے حق مین منسوخ ہوگئی اور آنحضرت کے حق مین قائم رہی کہ حکم ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ اور رات مین تہجد پڑھو کہ یہ تمھارے لئے زائد (فرض) ہے"۔ چنانچہ مسلم نے حضرت سعدؓ بن ہشام سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے ام المومنینؓ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے مطلع کیجئے۔ انھون نے فرمایا کیا تم قرآن نہین پڑھتے ؟ مین نے عرض کیا کہ پڑھتا ہون۔ فرمایا کہ آپکے اخلاق تو سرتاپا قرآن ہین۔ مین نے عرض کیا کہ اے ام المومنین آنحضرت کے تہجد کا حال سُنائیے فرمایا کیا تم سورہ مزمل نہین پڑھتے ؟ مین نے کہا کہ پڑھتا کیون نہین ؟ فرمایا کہ اللہ تعالی نے شروع سورت مین تہجد کو فرض فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے سال بھر تک اتنا تہجد پڑھا کہ پاؤن سوج گئے اور اللہ تعالی نے اس سورت کے پچھلے حصہ کو بارہ مہینہ تک آسمان مین روکے رکھا۔ اسکے بعد آخر سورت مین تخفیف نازل فرمائی اور رات کا تہجد نفل بنگیا"۔ سمجھلو کہ جن اعمال سے بندہ کو حق تعالی کا تقرب نصیب اور اسکی رحمت بندہ پر سایہ افگن ہوتی ہے انمین سب سے افضل آخری شب مین اُٹھکر نماز پڑھنا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی فضیلت چند وجوہ بیان فرمائی ہے۔ اول یہ کہ اسوقت آسمان دُنیا پر حق تعالی نزول فرماتا اور دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہے چنانچہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارا پروردگار ہر شب مین رات کا آخری تہائی حصہ رہنے پر آسمانِ دُنیا کیطرف نزول فرماتا اور کہتا ہے کہ ہے کوئی جو مجھسے دعا مانگے کہ مین اسے قبول کرون ؟ ہے کوئی جو مجھسے سوال کرے کہ مین اسے عطا کرون ؟ ہے کوئی جو مجھسے مغفرت چاہے کہ مین اسکی مغفرت کرون ؟" اور مسلم نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ سُنا مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے رات مین ایک ساعت ایسی ہے کہ جو مسلمان اسکی موافقت کھائے یعنی اسمین دُنیا و آخرت کی کسی ضرورت کا اللہ سے سوال کرے تو اللہ تعالی ضرور عطا فرماتا ہے اور ایسا ہر رات مین ہوتا ہے"۔ دوم یہ کہ تہجد سے گناہون کا کفارہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ترمذیؒ نے حضرت ابو امامہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا اُٹھنا اپنے اوپر ضروری سمجھو کہ یہ سلفِ صالحینؒ کا شعار اور تمھارے لئے قُربت خداوندی اور گناہون کا کفارہ کرنیوالا اور گناہون سے روکنے والا ہے"۔ اور احمدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ یارسول اللہ فلان شخص رات کو تہجد پڑھتا ہے مگر صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ تہجد گذاری اسکو جلد روک دیگی"۔ سوم یہ کہ تہجد گذار جنت کے بالاخانہ مین داخل ہوگا جسکا اندرون نظر آئیگا باہر سے اور بیرون دکھائی دیگا اندر سے چنانچہ ... نے حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جنت کے اندر ایسے

بالاخانے ہیں کہ انکا بیرون دکھائی دیتا ہی اندر سے اور اندرون نظر آتا ہی باہر سے۔ وہ حق تعالیٰ نے اُن لوگوں کے تیار کئے ہیں جو نرم گفتگو کرتے اور کھانا کھلاتے اور متواتر روزے رکھتے اور رات میں نماز پڑھتے ہیں کہ لوگ سوئے ہوئی ہوں"۔ چہارم یہ کہ تہجد گذاری چستی اور نشاطِ طبیعت کا سبب ہی چنانچہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جب کوئی سوتا ہی تو شیطان اسکی گدھی پر تین گرہ باندھتا اور ہر گرہ پر مُہر لگا دیتا ہی کہ ابھی بہت رات پڑی ہی لہذا سو رہو۔ پس اگر وہ بیدار ہوکر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہی تو ایک گرہ کھلجاتی ہے۔ پھر وضو کرتا ہی تو دوسری گرہ کھلجاتی ہی۔ اور پھر نماز پڑھتا ہی تو تیسری گرہ کھلجاتی ہی۔ پس صبح ہونے پر وہ چُست و خوشدل ہوتا ہی ورنہ صبح کو بدمزاج اور کسلمند اُٹھتا ہی۔ نیز صحیحین رح میں حضرت ابن مسعود رض سے مروی ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا تذکرہ ہوا کہ وہ سوتا رہا یہانتک کہ صبح ہوگئی اور تہجد کیلئے نہ اُٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ اسکے کان میں شیطان پیشاب کر گیا"۔ الغرض حق تعالیٰ نے اپنے رسول پر تہجد کیلئے اُٹھنا فرض کیا اور اسپر آپکو اسکا متوقع بنایا کہ مقام محمود پر پہونچائیگا چنانچہ فرماتا ہی وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ الایہ کچھ رات تہجد پڑھو کہ خاص تمھارے لئے زائد ہی۔ کیا عجب ہی کہ تمھارا رب تمکو مقام محمود پر پہونچا دے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے پابند رہے یہانتک کہ پائے مبارک ورم کر آئے اور صحابہ رض نے کہا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپکے تو اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کیا میں بندہ شکر گذار نہ بنوں؟" اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو بھی شب کے اُٹھنے کی حرص دلایا کرتے تھے چنانچہ بخاری رح نے حضرت ام سلمہ رض سے روایت کی ہی وہ فرماتی ہیں کہ ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوئے "سبحان اللہ آج رات کسقدر خزانے نازل ہوئے اور کسقدر فتنے نازل ہوئے۔ ہے کوئی جو حجرے والیونکو (ازواج مطہرات مراد لیں) جگادے کہ تہجد پڑھیں؟ بہتیری دنیا میں پہنے اوڑھی آخرت میں ننگی ہونگی۔ اور مالک رح نے حضرت ابن عمر رض سے روایت کی ہی کہ انکے والد حضرت عمر رض بن الخطاب شب میں نماز پڑھا کرتے جتنی بھی خدا کو منظور ہوتا یہانتک کہ جب اخیر شب ہوتی تو گھر والونکو جگاتے اور کہتے "نماز نماز" اسکے بعد پڑھتے وَاْمُرْ اَهْلَكَ الخ کہ اپنے گھر والونکو نماز کا حکم کر اور اسکا پابند رہ۔ ہم تجھسے رزق نہیں مانگتے ہم خود ہی تجکو رزق دیتے ہیں۔ اور انجام بخیر تقویٰ کا ہی"۔ نسائی رح نے حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اللہ کی رحمت اس مرد پر کہ جو رات کو اُٹھا اور نماز پڑھی اور اپنی بی بی کو بیدار کیا کہ اسنے بھی نماز پڑھی اور اگر وہ نہ اُٹھی تو اسکے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس عورت پر جو رات کو اُٹھی اور نماز پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا کہ اُسنے بھی نماز پڑھی اور اگر وہ نہ اُٹھا تو اسکے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے"۔ علی رض بن ابیطالب فرماتے ہیں کہ یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام نے ایکبار نان جویں

شکم سیر ہوکر کھائی تو سو گئے اور وظیفہ نہ ہو سکا کہ صبح ہو گئی حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے یحییٰ کیا تمکو کوئی گھر میرے گھر سے بہتر یا کوئی پڑوس میرے پڑوس سے اچھا ملگیا ہی قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اے یحییٰ اگر تم فردوس کی ایک جھلک بھی دیکھلو تو شوق کے مارے تمھاری چربی پگھل جائے اور جان نکلجائے۔ اور اگر جہنم کی جھیک دیکھ پاؤ تو تمھاری چربی پگھل جائے اور آنسوؤں کے بعد پیپ و خون روؤ اور ٹاٹ چھوڑکر کھال پہنو۔" ابو الجویریہؒ کہتے ہین کہ مین چھ مہینہ ابوحنیفہؒ کیساتھ رہا تو اس مدت مین ایک رات بھی انھون نے اپنا پہلو زمین پر نہین رکھا۔" امام ابوحنیفہؒ آدھی رات تہجد پڑھا کرتے تھے کہ چند لوگون پر آپکا گذر ہوا اور انھون نے کہا کہ یہ شخص ساری رات تہجد پڑھتا ہی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہی لوگ میری وہ حالت ظاہر کرین جو میرے اندر نہو۔ اور اسکے بعد ساری رات تہجد پڑھنے لگے۔ اور مروی ہی کہ رات کیلئے آپکا بستر ہی نہ تھا۔ ربیعؒ کہتے ہین کہ مین نے امام شافعیؒ کے یہان بکثرت راتین گذارین معلوم ہوا کہ امام صاحب رات بھر نہین سوتے۔ بجز ذراسی رات کے۔ حسنؒ بن صالح کی ایک کنیز تھی جب انھون نے اسکو کسیکے ہاتھ فروخت کردیا تو وسط شب ہونے پر وہ کنیز اُٹھی اور کہنے لگی کہ اے گھر والو نماز نماز۔" انھون نے کہا کیا صبح ہو گئی؟ کیا دن نکل آیا؟ کنیز نے کہا کیا تم فرض کے سوا نماز ہی نہین پڑھا کرتے؟ انھون نے کہا ہاں۔ تب وہ حسنؒ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا آپ نے مجھکو ایسے لوگونکے ہاتھ فروخت کیا جو فرض کے سوا دوسری نماز ہی نہین پڑھتے مجھے واپس کر لیجئے۔ چنانچہ آپ نے اسکو واپس کرلیا۔"

الحاصل جو شخص شب مین اُٹھے تو دعا پڑھے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاریؒ نے حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جسکی رات میں آنکھ کھلی اور اُسنے پڑھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اسکے بعد دعا مانگی تو اسکی دعا قبول ہوگی۔ پھر اگر وضو کیا اور نماز پڑھی تو اسکی نماز مقبول ہوگی۔ اور صحیحین مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی جب تہجد کیلئے شب کو اُٹھتے تو پڑھتے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ

اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اور مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا جب شب میں اُٹھتے کہ نماز شروع کریں تو پڑھتے اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور نسائی نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تہجد میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ ایک آیت میں صبح کر دی۔ اور وہ آیت یہ تھی۔ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ حجۃ الاسلام کہتے ہیں جاننا چاہیئے کہ مقدار کے اعتبار سے شب بیداری کے سات درجے ہیں اوّل ساری رات عبادت کرنا۔ اور یہ اُن قوی حضرات کی شان ہے جو محض عبادتِ الٰہی کے ہو لئے۔ کہ لذت پاتے ہیں اسکی ہمکلامی سے۔ اور یہ اُنکی غذا اور مایۂ حیات بنگئی ہے کہ طولِ قیام سے اُنکو تکان نہیں ہوتا اُنھوں نے سونے کا وقت دن میں تجویز کیا جو لوگوں کے کاروبار میں لگنے کا وقت ہے۔ اور یہ سلف میں ایک جماعت کا طریق تھا کہ عشا کی وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ ابو طالبؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ صورت بطریق تواتر و شہرت چالیس تابعین سے منقول ہے،، دوسرا درجہ یہ ہے کہ نصف شب عبادت کرے۔ اور سلف میں جن حضرات نے اسکی پابندی کی ہے انکے شمار کی حد نہیں۔ اور اسکی بہترین صورت یہ ہے کہ شب کے شروع تہائی اور اخیر کے چھٹے حصہ میں سو یا کرے کہ عبادت وسط میں ہو جائے۔ اور یہی افضل ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ تہائی رات عبادت کرے یعنی اوّل آدھی رات اور اخیر چھٹے حصہ میں سوئے چنانچہ صحیحین میں حضرت عبد اللہؓ بن عمرو سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ پیاری نماز اللہ کے نزدیک داؤدؑ کی نماز ہے اور سب سے زیادہ پسند روزے اللہ کے نزدیک حضرت داؤدؑ کے روزے ہیں کہ آدھی رات سویا کرتے اور تہائی رات عبادت کرتے اور پھر چھٹا حصہ رات سو جاتے۔ اور ایکدن روزہ رکھتے اور دوسرے دن نہ رکھتے۔ الحاصل اخیر شب کا سونا (تہجد گزار کا) زیادہ مناسب ہے کہ اس سے فجر میں نیند کا خمار جسکو اللہ والے مکروہ سمجھتے ہیں نہیں رہتا اور اس سے چہرہ کی زردی اور تہجد گذاری کی شہرت کم ہو جاتی ہے۔ اگر رات کا اکثر حصہ بھی جاگے لیکن آخر شب میں سو رہے تو اسکے چہرہ کی زردی کم اور خمار دُور ہو جائیگا۔ اور اُسوقت کا سونا پردہ ہائے غیب کے مشاہدہ اور مکاشفہ کا بھی سبب ہے جو اہل دل کا حصہ ہے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ رات کے چھٹے یا پانچویں حصہ کمیقدار عبادت کرے اور اسمیں افضل صورت یہ ہے کہ عبادت شب کے نصف اخیر میں ہو اور بعض کہتے ہیں کہ اخیر چھٹے حصہ میں ہو پانچواں درجہ یہ ہے کہ کسی مقدار کا پابند نہو کہ یہ کام خدا یا تو نبی کو آسان ہے جسپر وحی نازل ہوتی ہے اور یا اُنکو سہل ہے جو چاند کی منزلوں سے واقف ہیں اور یا نہیں جو ایسے شخص کو مقرر کر دیں جو وقت کا نگران رہکر پابندی سے اُنکو

جگا دیا کرے۔ پھر بسا اوقات ابر کی راتوں میں پریشانی پیش آتی ہے۔ لہذا شروع رات میں جبتک نیند کا غلبہ نہو عبادت ذکر و اوراد و نماز میں مشغول رہے۔ پھر جب آنکھ لگے تو اٹھ کھڑا ہو۔ اور جب نیند کا غلبہ ہو تو پھر سو جائے اسکے بعد رات بھر میں دو مرتبہ سونا ہو جائیگا اور دو مرتبہ اٹھنا۔ اور یہی مجاہدہ شب اور کا سخت اور افضل ترین اعمال ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات میں سے ہے۔ اور یہی طریقہ تھا حضرت ابن عمرؓ اور باہمت صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک بڑی جماعت کا۔ چھٹا درجہ جو بہت ہی کم ہے یہ ہے کہ چار یا دو رکعت پڑھ لے۔ اور اگر وضو کرنا دشوار ہو تو قبلہ رو ہو کر ایک ساعت ذکر و دعا میں مشغول ہو کر بیٹھ ہی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل سے زمرۂ شب بیدار و میں نام تو لکھ ہی لیا جائیگا۔ اسکے بعد جان لے کہ تہجد کی کم سے کم دو رکعت ہیں اور متوسط چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ۔ چنانچہ ابوداؤدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آدمی اپنی بی بی کو رات میں جگاتا ہے اور دونوں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو ان کو ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ لیا جاتا ہے۔" اور بخاری نے حضرت مسروقؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ سنت فجر کے علاوہ سات یا نو یا گیارہ رکعت ہوا کرتی تھیں۔" بہر حال شب میں جتنی رکعات کا نباہ ہو سکے وہی زیادہ بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل وہی ہے جسپر دوام ہو اگرچہ قلیل ہو۔ اسکے بعد معلوم کر کہ شب کا اٹھنا بہت شاق امر ہے بجز اسکے جسکو اٹھنے کی توفیق ہو اور توفیق کے ظاہری و باطنی شرائط جنسے اٹھنے میں سہولت ہوتی ہے آٹھ ہیں یعنی چار شرائط ظاہری۔ اوّل زیادہ نکھائے تاکہ زیادہ پینے کی ضرورت نہو کہ اسی سے نیند زیادہ آتی ہے اور اٹھنا گران ہوتا ہے بعض مشائخ شب کو دسترخوان پر نہ بیٹھتے اور مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ مت کھاؤ ورنہ زیادہ پیوگے اور پھر زیادہ سوؤگے اور مرتے وقت حسرت بھی زیادہ کروگے۔" اور یہی بڑی اصل ہے یعنی معدہ کا غذا سے ہلکا رکھنا۔ دوّم دن میں محنت شاقہ سے اپنے آپ کو نہ تھکائے کہ اعضا تکان مانیں اور اعصاب کمزور ہو جائیں کیونکہ اس سے بھی خوب نیند آتی ہے۔ سوّم دن میں گناہوں کا مرتکب نہو کہ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے جو کہ بندہ کے اور وسائل رحمت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت حسنؓ سے کہا کہ اے ابوسعید میں شب کو آرام کی نیند سوتا ہوں اور رات کا اٹھنا دل سے چاہتا ہوں کہ وضو کا پانی وغیرہ طیار کر کے لیٹتا ہوں مگر خدا جانے مجھے کیا ہو گیا کہ اٹھ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے گناہوں نے تجھے قید کر لیا ہے۔" اور اسکی وجہ یہ ہے کہ کار خیر بلایا کرتا ہے کار خیر کیطرف اور کار بد بلاتا ہے کار بد کیطرف۔ اور دونوں کاموں میں ہر ایک کی قلیل مقدار اسکے زیادہ کیطرف کھچ جایا کرتی ہے۔" اور چار شرائط باطنی۔ اوّل قلب کا عداوت و کینۂ اہل اسلام اور بدعات و فضول افکار دنیا سے سالم و محفوظ ہونا۔ کہ تدابیر دنیا کی فکر میں جو شخص ڈوبا ہوتا ہے اسکو قیام شب نصیب

نہین ہوتا اور اگر اٹھے بھی تو نماز مین افکار ہی کا دھیان رہیگا اور وساوس ہی مین چکر لگا ئیگا۔ دوم آرزوونکو کوتاہ کرکے قلب مین خوفِ الٰہی بٹھائے کہ جب آخرت کے ہولناک واقعات اور مصائبِ دوزخ کا خیال ہوگا تو نیند اُڑجائیگی اور اس سے بچنے کا اہتمام ہوگا۔ چنانچہ حضرت طاؤسؒ فرماتے ہین کہ جہنم کی یاد نے اہلِ عبادت کی نیند کو اُڑادیا۔ حکایت ہے کہ بصرہ کے ایک غلام صہیبؓ نام ساری رات عبادت کیا کرتے تھے۔ آقا نے کہا کہ رات بھر کھڑے ہوکر گذارنا تیری دن مین کام کرنے پر بڑا اثر ڈالیگا۔ انھون نے کہا کہ صہیب کو جب دوزخ یاد آتی ہے تو نیند آتی ہی نہین۔ سوم آیات واحادیث وآثار سنکر قیام کی فضیلت معلوم کرے تاکہ اُسکی آرزو اور شوقِ ثواب مستحکم ہوجائے۔ اور یہ شوق طلبِ ترقی ورغبت درجاتِ جنّت کا ہیجان لائے۔ حکایت ہے کہ ایک دیندار شخص جہاد سے واپس آئے تو انکی بی بی نے اپنا بستر وغیرہ بچھایا اور اُنکے انتظار مین بیٹھ گئی۔ وہ مسجد مین جاکر نماز پڑھنے لگے حتّٰی کہ صبح ہوگئی۔ بی بی نے کہا کہ ہم تو مدت سے تمھارا انتظار دیکھ رہی تھی مگر جب تم آئے تو صبح تک نماز ہی مین رہے۔ فرمایا کہ حورانِ جنّت مین سے ایک حور کے دھیان مین تمام رات رہکر گھر اور بی بی کو بھول گیا اور اسکے شوق مین ساری رات کھڑے گذر گئی۔ چہارم جو کہ سب مین بڑا محرک اور سببِ اعظم ہے وہ اللہ جلّ جلالہٗ کی محبت اور قوتِ ایمانی ہے کہ تہجد مین جو حرف بھی زبان سے نکالتا ہے اپنے رب کیساتھ ہمکلام ہورہا ہے اور اللہ کو اسکی اطلاع ہے نیز جو کچھ اسکے قلب پر وارد ہورہا ہے اسکو بھی وہ دیکھ رہا ہے۔ اور یہ خطرات اللہ کیطرف سے خطاب ہین اسکے ساتھ۔ پس جب حق تعالیٰ محبوب ہوگا تو اسکے ساتھ خلوت بھی محبوب ہوگی اور اسکے ساتھ ہمکلامی مین لذت آئیگی اور محبوب کے ساتھ ہمکلامی کی لذت اسکو طولِ قیام کا متحمل بنادیگی۔ حضرت ابوسلیمانؒ کہتے ہین کہ شب بیدارونکو اپنی شب مین جو لذت آتی ہے وہ اس لذت سے بدرجہا زیادہ ہے جو تماشہ کے شوقینون کو اپنی تماشہ مین آتی ہے۔ اور اگر شب نہوتی تو مجھے دُنیا مین جینا ہرگز پسند نہ آتا۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہین کہ جب سُورج ڈوبتا ہے تو رب کے ساتھ خلوت کی بنا پر مجھے اندھیری سے فرحت ہوتی ہے۔ اور جب سُورج نکلتا ہے تو لوگون کی آمدرفت کے باعث مجھے حزن ہوتا ہے۔ ایک عالم کہتے ہین کہ دنیا مین کوئی وقت جو اہل جنّت کی لذت کے مشابہ ہو اگر ہے تو صرف وہ ہے جو اللہ کے خوشامدیونکو شب کیوقت ہمکلامی ومناجات کی حلاوت سے دلونمین مزہ محسوس ہوتا ہے۔ اسکی حقیقت اس شخص کی حالت پر قیاس کرکے سمجھو جسے کسی محبوب کیساتھ اسکے حُسن وجمال کیوجہ سے یا کسی بادشاہ کیساتھ اسکے انعام وتموّل کیوجہ سے محبت ہو کہ اسکے ساتھ خلوت وہمکلامی مین اسے اتنا مزہ آتا ہے کہ تمام تمام رات نیند نہین آتی۔ پس اگر کہو کہ حسین صورت سے تو لذت اسکے دیکھنے کیوجہ سے آتی ہے اور اللہ تعالیٰ نظر نہین آتا۔ تو خوب سمجھلو کہ حسین محبوب اگر پردہ کے پیچھے یا اندھیرے مکان مین ہو (کہ نظر نہ آوے) تب بھی تو عاشق کو بلادیکھے اور بغیر کسی دوسری طمع کے محض اسکے ساتھ بات چیت کرنیسے لذت آتی ہے۔ کیونکہ اسکی لذت کیلئے بھی

خیال کافی ہی کہ اپنی محبت کا محبوب سے اظہار کر رہا ہے اور اسکا بیان لسانی محبوب کے کانون تک پہونچ رہا ہی اگرچہ محبوب کو پہلے سے بھی معلوم ہو۔ پھر اگر کہو کہ چونکہ عاشق اپنے محبوب کے جواب کا منتظر ہوتا ہی لہذا جواب سننے یا (اسکی توقع و امید) سے لذت پاتا ہی اور اللہ تعالی کا کلام بندہ کو سُنائی بھی نہین دیتا تو سمجھ لو کہ اچھا اگر عاشق کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ محبوب اسکا جواب نہ دیگا اور سکوت کرلیگا تب بھی تو اپنی حالت کے محبوب پر پیش کرنے اور اپنے حالِ دل کو اس تک پہونچانیکی لذت رہتی ہی۔ اور یہان تو جو صاحبِ یقین ہی وہ حق تعالی کیطرف سے جواب سُنتا بھی ہی کہ اثناء مُناجات مین اسکی طبیعت پر وارد ہوتا ہی اور وہ اس سے لذت پاتا ہی"۔ اسیطرح جو شخص بادشاہ کے پاس خلوت مین اور تاریکیٔ شب مین اپنی حاجتین اسپر پیش کرے تو انعام کی اُمید و توقع پر اسے لذت حاصل ہوتی ہی۔ اور حق تعالی اسے امید و توقع رکھنی زیادہ سچی و باموقع ہی کہ جو چیز اللہ کے پاس ہی وہ دوسرونکے پاس کی چیزون سے زیادہ بہتر اور دیرپا اور زیادہ مفید ہی پھر اسپر خلوت مین حاجتین پیش کرنے سے لذت کیون نہ آئیگی؟ واللہ تعالی اعلم

پندرہوین بصیرت نماز جمعہ کا بیان

حق تعالی فرماتا ہی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ؕ ای ایمان والو جب جمعہ کیدن نماز کیلئے پکارا جائے تو لپکو ذکرِ الہی کیطرف اور چھوڑ دو خرید و فروخت کو۔ یہ بہتر ہی تمھارے لئے اگر تمکو علم ہو"۔ تفسیر خازن مین ابن سیرین سے مروی ہے کہ اہلِ مدینہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین تشریف لانے اور سورۂ جمعہ کے نزول سے قبل جمعہ قائم کیا۔ اور یہی ہین جنھون نے اسکا نام جمعہ تجویز کیا اور کہا کہ یہود کا بھی ہر ہفتہ ایک دن ہی جسمین وہ جمع ہوتے ہین اور نصاریٰ کا بھی ایکدن ہی جسمین وہ ہر ہفتہ جمع ہوتے ہین لہذا ہمکو بھی ایکدن مقرر کرنا چاہئے کہ اسمین جمع ہون اور اللہ کو یاد کرین اور نماز پڑھین چنانچہ ہفتہ کا دن تو یہود کا ہی اور اتوار کا دن نصاریٰ کا لہذا عروبہ کا دن تم تجویز کرلو۔ اسکے بعد سب لوگ حضرت اسعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوئے اور انھون نے دو رکعت پڑھائین اور وعظ سُنایا۔ تب اسکا نام جمعہ رکھا کہ سب جمع ہوئے تھے حضرت اسعدؓ کے پاس اور حضرت اسعدؓ نے انکے لئے بکری ذبح کی کہ اسمین صبح وشام دونون وقت کی عام ضیافت ہوئی۔ اسکو عبد الرزاقؒ نے نقل کیا ہی۔ پھر حق تعالی نے اس بارہ مین آیۂ یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ الآیۃ نازل فرمائی۔ حضرت کعبؓ بن مالک کا قصہ منقول ہی کہ جب وہ اذانِ جمعہ سُنتے تو اسعدؓ بن زرارہ کیلئے دعاءِ رحمت کیا کرتے۔ انکے صاحبزادہ عبد الرحمٰن نے کہا کہ ابا جان جب آپ اذانِ جمعہ سُنتے ہین تو اسعدؓ بن زرارہ کیلئے دعاءِ رحمت کیا کرتے ہین۔ ؟ انھون نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ یہی پہلے شخص ہین جنھون نے ہمکو جمعہ پڑھایا محلہ بنی بیاضہ کے مقام ہضم النبیت مین اسجگہ جسے نقیع الخضمات کہتے تھے۔ انھون نے پوچھا اس روز آپ کتنے آدمی تھے؟ فرمایا کہ چالیس تھے۔ اسکو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہی۔ اب رہا سب سے پہلا جمعہ جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو پڑھایا تو اسکا قصہ اہلِ تواریخ نے یوں بیان کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہجرت فرماکر جب مدینہ تشریف لائے تو قبا مین قبیلۂ بنی عمرو بن عوف مین اُترے اور یہ پیر کا دن تھا بارہوین
ربیع الاول چاشت کا وقت۔ پھر پیر منگل بدھ اور جمعرات کو قبا مین قیام کیا اور مسجد قبا کی بُنیاد رکھی۔ اسکے
بعد جمعہ کیدن وہان سے مدینہ کے عزم سے روانہ ہوئے تو قبیلۂ بنی سالم بن عوف مین وسط وادی کے اندر نماز جمعہ
کا وقت آگیا۔ وہان ان لوگون نے مسجد بنائی تھی لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہان نماز جمعہ ادا کی اور
خُطبہ پڑھا۔ اور یہ اسکے بعد کا قصہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپکو جمعہ دکھا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک
سے روایت ہی کہ جمعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا۔ جبرئیلؑ آپکے پاس ہاتھ مین شفاف آئینہ کی
طرح ایک چیز کہ اسکے وسط مین سیاہ نکتہ تھا لئے ہوئے آئے۔ آپ نے پُوچھا کہ ای جبرئیلؑ یہ کیا ہی؟ اُنھون نے کہا
کہ یہ جمعہ ہی اسکو تمپر تمھارا پروردگار پیش فرماتا ہی تاکہ تمھارے لئے اور تمھارے بعد تمھاری اُمت کے لئے عید
قرار پائے اور تمھارے لئے اسمین یہ خوبی ہی کہ تم اوّل ہوئے اور یہود و نصاریٰ تمھارے بعد" جاننا چاہیئے کہ
حقتعالیٰ مخلوق کو پیدا فرماکر عدم سے وجود مین لایا اور اسمین جمادات اور نباتات اور حیوانات بنائے اور جماد
کے علاوہ دوسرے نوع کی مختلف اقسام پیدا فرمائیں۔ مثلاً چوپائے اور فرشتے اور جنّات اور انسان۔ پھر ہر ایک کا
مسکن مختلف قرار دیا کہ کسیکے لئے بالا اور کسیکے لئے زیرین۔ پس عالمِ سفلی مین سب سے زیادہ اشرف نوع انسان
ہے۔ اپنی ترکیب جسمانی کے عجیب و غریب ہونیکی وجہ سے اور اسلئے کہ حق تعالیٰ نے اسکو گویائی سے فضیلت بخشی ہے
اور اسکی فطرت مین عقل و طبیعت ودیعت فرمائی کہ اسیکی وجہ سے احکام شرعیہ کی غلامی اور بجا آوری بدرجۂ کمال
اور انسان جتنا مرہونِ احسان الٰہی اور ممنون عطایاء غیر متناہی ہی وہ ظاہر ہی۔ لہذا ان سات دنون مین جنکے
اندر ساری مخلوقات کی آفرینش و ایجاد ہوئی۔ ایکدن انسان کو اسکی اشرفیت و عزت افزائی کی شکر گذاری
کا حکم ہوا تاکہ اُسدن ایکجگہ سبکا جمع ہونا عظمت انعامات الٰہیہ پر تنبیہ ہو۔ اور اسدن کی تعیین مین اہل مذاہب
کا اختلاف ہوا کہ یہود نے کہا۔ وہ ہفتہ کا دن ہی کیونکہ وہ آفرینش سے فارغ اور کام کے ختم ہونیکا دن ہی لہذا
انسان کو بھی اسیدن اپنے مشاغل دنیویہ سے یکسو اور عبادتِ مولیٰ کیلئے فارغ ہونا مناسب ہے۔ اور نصاریٰ کا خیال
ہوا کہ وہ اتوار کا دن ہی کہ وہ آفرینشِ مخلوق کے افتتاح کا دن ہی اور وہی موجب شکر و عبادت ہے۔ مگر مُسلمانون نے
کوشش کی (کہ ٹھیک مقصود پر پہونچین) لہذا حق تعالیٰ نے انکی رہبری فرمائی اور اُنھون نے کہا کہ وہ جمعہ کا
دن ہے کہ اس دن حقتعالیٰ شانہٗ اپنے بندونکے لئے جنت الکثیب مین تجلّی فرماکر اپنا قُرب بخشیگا پس اسدن طاعت
الٰہی کا نفع کثیر اور قبولیت زیادہ متوقع ہی۔ نیز جمعہ ہی کا دن ہی جسمین آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسیدن
انکو جنت کا داخلہ نصیب ہوا اور اسیدن اس سے نکالے گئے۔ اور قیامت بھی جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی اور

ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام عبادت ہی کیلئے پیدا ہوئے تھے لہذا اِسدن مین عبادت کرنا اس نعمت کا شکر ہو نیکے سبب جلد مقبول ہوگا چنانچہ ابوداؤدؒ و ترمذی وغیرہ نے حضرت ابُوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ مین کوہ طور کیطرف گیا اور کعبؓ احبار سے ملا۔ انھون نے مجھے توریت کی باتین سُنائین تو جو باتین مین نے انکو سُنائین ان مین یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر دن جسپر آفتاب طلوع ہوا وہ جمعہ کا دن ہے۔ اسمین حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے اور اسیدن مین زمین پر اُتارے گئے اور اسیدن انکی وفات ہوئی اور اسیدن قیامت قائم ہوگی۔ اور کوئی جاندار ایسا نہین جو جمعہ کیدن صبح سے لیکر طلوع آفتاب تک بخوفِ قیامت چیختا نہو۔ بجز جن و انسان کے۔ اور اسدن مین ایک ساعت ایسی ہے کہ جو مسلمان بحالت صلوٰۃ اسکی موافقت پا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے تو حق تعالیٰ اسکو ضرور عطا فرماتا ہے۔ حضرت کعب نے کہا کہ ایسا تو سال بھر مین ایکدن ہوتا ہے۔ مین نے کہا کہ نہین بلکہ ہر جمعہ کو۔ اسپر حضرت کعبؓ نے توریت کو پڑھا اور پھر کہا کہ بیشک سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ پھر مین حضرت عبداللہؓ بن سلام سے ملا تو مین نے حضرت کعبؓ احبار سے ملنے اور جمعہ کے متعلق اختلافی قصہ کا بیان کیا کعبؓ نے کہا ایسا تو سال بھر مین ایکدن ہوتا ہے۔ تو حضرت عبداللہؓ بن سلام نے فرمایا کہ کعب نے غلط کہا مین نے کہا کہ اسکے بعد کعبؓ نے توریت پڑھکر کہا کہ ہان ہر جمعہ ہی مین ہوتا ہے۔ اسپر حضرت عبداللہؓ بن سلام نے فرمایا کہ کعبؓ نے ٹھیک کہا" پھر عبداللہؓ بن سلام نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے وہ کونسی ساعت ہے؟ ابوہریرہؓ نے کہا مجھے بھی اس سے باخبر کر دیجئے اور بخل نہ فرمائیے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اسپر حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا ہے کہ جو اسکی موافقت پائے بحالت صلوٰۃ (اور آخری ساعت مین بعد عصر نماز مکروہ ہے) تو عبداللہؓ بن سلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا یہ نہین فرمایا کہ جو شخص نماز کے انتظار مین بیٹھے وہ نماز ہی مین ہے۔ یہان تک نماز پڑھے؟ ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہان فرمایا ہے۔ عبداللہؓ بن سلام نے کہا کہ بس وہ یہی بات ہے" اور آنحضرتؐ نے اس نعمت کا اظہار بھی فرمادیا جیسا کہ رب نے آپکو حکم دیا۔ چنانچہ صحیحینؒ مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پچھلے ہین مگر قیامت کیدن سب سے آگے ہو نگے کہ انکو آسمانی کتاب ہم سے پہلے دیگئی ہے اور ہمکو انکے بعد دیگئی پھر یہ دن انپر بھی فرض ہوا یعنی جمعہ کا مگر انھون نے اسمین اختلاف کیا۔ اور ہمکو اللہ تعالیٰ نے اسکی رہبری فرمائی کہ دوسرے لوگ اسمین ہمارے تابع ہین کیونکہ یہود نے بعد کا دن لیا اور نصاریٰ نے اسکے بھی بعد کا" غرض چونکہ جمعہ کا دن شکر گذاری و اظہار سرور اور تعظیم نعمت کا دن قرار دیا گیا لہذا اس مین سبکے مجتمع ہونیکی حاجت ہوئی کہ اسکی شہرت ہو۔ پس جمعہ کیلئے یوم عید کیطرح (شہر بھر کے) مختلف گروہ و طبقات جمع کئے گئے اور خطبہ کی ضرورت ہوئی کہ نعمت کو یاد دلایا جائے

تاکہ اسکی پابندی و مواظبت کی رغبت ہو۔ اور چونکہ کامل اظہار شکر نماز سے ہوتا ہی لہٰذا اسمین نماز مشروع ہوئی اور نماز بھی بیچ دن مین تجویز ہوئی کہ اجتماع مسلمین پورا ہو سکے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ ادا کرنیکی ترغیب دی اور اسکے فضائل بیان کئے اور جو اسمین سستی کرے اسپر سخت گیری فرمائی کہ وہ شخص خسارہ کے گڑھے مین گر گیا۔ چنانچہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جمعہ کا دن ہوتا ہی تو فرشتے دروازۂ مسجد پر کھڑے ہو جاتے اور اول دوم سوم کو نمبروار لکھتے رہتے ہین اور جو شخص عین دوپہر کو آجائے وہ ایسا ہی جیسے اونٹ قربانی کرے۔ اسکے بعد والا ایسا ہی جیسے گائے قربانی کرے۔ پھر جیسے دنبہ قربانی کرے اور پھر جیسے انڈا۔ اور جب امام خطبہ کے لئے آجاتا ہی تو فرشتے اپنے کاغذات لپیٹ لیتے اور خطبہ سننے لگتے ہین"۔ اور بخاریؒ مین حضرت سلمانؓ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جمعہ کیدن غسل کرتا اور خوب صفائی کیساتھ نہاتا دھوتا اور سر مین تیل ڈالتا یا گھر کی خوشبو مین سے خوشبو لگاتا اور اسکے بعد نماز کیلئے چلتا ہی کہ دو آدمیونکو چیرتا اور جدا نہین کرتا۔ پھر جتنی مقدر ہو نماز پڑھتا اور پھر جب امام خطبہ پڑھتا ہے تو یہ خاموش رہتا ہی تو اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک کی اسکی خطائین معاف ہو جاتی ہین"۔ مسلمؒ نے حضرت ابن عمرؓ و ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ ہمنے ممبر کی سیڑھیون پر آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سنا کہ یا تو لوگ نماز جمعہ چھوڑنے سے باز آجاوین ورنہ اللہ انکے دلوںپر مُہر لگا دیگا کہ پھر گروہ اہل غفلت مین شامل ہو جائینگے"۔ اور شافعیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے۔ جسنے بلا ضرورت جمعہ چھوڑا وہ منافق لکھا گیا اس کتاب مین جسکی تحریر نہ محو ہو سکے اور نہ بدلی جاسکے"۔ اور چونکہ یہ دن حق تعالیٰ کے اپنے بندون سے قُرب کا ہی اور وجود انسانی کی نعمت اسمین کامل اور مذہب اسلام کی اسمین تکمیل کی گئی ہے لہٰذا یہ دن مسلمانونکے لئے یوم عید ہوا اور اسکی نماز عید کی سی (دو رکعت بالجہر) ہوئی چنانچہ ترمذیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھون نے جبکہ انکے پاس چند یہودی بیٹھے تھے آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ پڑھی کہ آج ہمنے کامل کر دیا تمھارا دین اور تمام کردی تمپر اپنی نعمت اور پسند کیا تمھارے لئے اسلام کو بلحاظ دین"۔ یہودیون نے کہا اگر یہ آیت ہمپر نازل ہوتی تو ہم اسدن کو عید قرار دیتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ تو دو عید دن مین نازل ہوئی ہے کہ (اسکے نزول کا دن) جمعہ بھی تھا اور عرفہ کا دن (یوم حج) بھی تھا"۔ اور اسلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کیدن یوم عید کیطرح غسل کرنے اور صاف کپڑے پہننے اور خوشبو لگانیکا حکم فرمایا۔ چنانچہ مالکؒ نے حضرت عبید بن اسباقؓ سے مرسل روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا۔ اے جماعت اہل اسلام یہ وہ دن ہی جسکو اللہ تعالیٰ نے عید بنایا ہی لہٰذا غسل کیا کرو اور جسکے پاس خوشبو ہو تو اسکا حرج کیا ہی اگر اسمین سے لگا لیا کرے۔ اور مسواک کرنیکی عادت ڈالو"۔ اور اسدن کی رات روشن رات ہی جیسا کہ اسدن کو چمکدار دن کہا جاتا ہی

بیہقی رح نے حضرت انس رض سے روایت کی ہے کہ جب ماہ رجب شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ یا الٰہا مبارک فرما ہمارے لئے رجب و شعبان کو اور ہمکو پہونچا ماہ رمضان تک۔" اور فرمایا کرتے کہ شب جمعہ روشن رات ہے اور روز جمعہ چمکدار دن۔" اور اسلیئے وارد ہوا ہے کہ جسنے روز جمعہ یا شب جمعہ مین وفات پائی اسکو حق تعالیٰ اس مبارک روز اور مبارک رات کی برکت سے امتحان قبر سے محفوظ رکھیگا۔" چنانچہ احمد رح و ترمذی رح نے حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مسلمان روز جمعہ یا شب جمعہ مین انتقال کرتا ہے حق تعالیٰ اُسے امتحانِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔" قرطبی رح کہتے ہین کہ یہ حدیثین جو (جمعہ کیدن مرنیوالے سے) سوال منکر نکیر نہونے پر دلالت کر رہی ہین اُن پہلی حدیثونکے معارض نہین ہین کہ جنسے سوال نکیرین کا ثبوت ہو رہا ہے بلکہ اُنکے لئے مخصص ہین اور اسکی تفصیل کر رہی ہین کہ کسی سے تو قبر مین نہ سوال ہوگا اور نہ امتحان اور بعض سے سوال بھی ہوگا اور خطرات و ہول پیش آئینگے۔ اور یہ سب ایسی باتین ہین جنمین نہ قیاس کو دخل ہے نہ عقل و فکر کی گنجایش۔ بجز اسکے کہ سچے رسول کا ارشاد مان لے اور سر تسلیم جھکا لے حکیم ترمذی رح کہتے ہین کہ جو شخص جمعہ کے دن وفات پاتا ہے تو اسکے لئے جو انعامات اللہ تعالیٰ کے ہان ہین وہ پردہ اُٹھکر اسکے لئے منکشف ہوجاتے ہین کیونکہ جمعہ کیدن جہنم کو نہین دھونکا جاتا اور اسکے دروازے بند کر دیئے جاتے ہین۔ اور دوزخ پر تعینات فرشتے اس دن وہ کام نہین کرتے جو دوسرے دنون مین کیا کرتے ہین۔ پس جب حق تعالیٰ نے اپنے کسی بندہ کی روح کو قبض کیا اور اسکا قبض روح جمعہ کیدن آکر پڑا تو یہ اسکے خوش نصیب ہونے اور اسکے ساتھ اچھا برتاؤ ہونیکی دلیل ہے۔ کہ اسدن قبض روح اُسیکا ہوگا جسکا خوش نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک لکھا ہوا ہے۔ لہذا اسکو قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھیگا۔ کیونکہ فتنۂ قبر کیوجہ تو یہی ہے کہ منافق کو مومن سے متمیز کر دیا جائے (اور یہ جمعہ کیدن مرنیسے متمیز ہوچکا) چنانچہ ابو نعیم رح نے حلیہ مین حضرت جابر رض سے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسکی وفات جمعہ کیدن یا جمعہ کی رات مین ہوئی وہ عذاب قبر سے امن مین رہیگا اور قیامت کیدن شہیدونکی علامت لئے ہوئے آئیگا۔" اور روض الریاحین مین ابن الیافعی نے صالح المری کا قصہ نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ ایکمرتبہ جمعہ کیدن نماز فجر کیلئے جامع مسجد جاتے ہوئے میرا گذر گورستان پر ہوا اور مین ایک قبر کے پاس بیٹھکر سو گیا۔ کیا دیکھتا ہون کہ اہل قبور اپنی قبرون سے نکلکر حلقہ حلقہ ہو کر بیٹھگئے۔ انھین مین ایک نوجوان نظر پڑا جسکے کپڑے میلے تھے اور وہ مقبرہ کی ایک جانب بحالت حزن و غم بیٹھا ہوا تھا کچھ دیر بعد فرشتے اپنے ہاتھون مین طباق لئے ہوئے آئے جنپر گویا نور کے رومال ڈھکے ہوئے تھے اور ہر ایک کے پاس ایک ایک طباق پہونچگیا جسکو لیکر وہ اپنی قبر مین چلا گیا۔ تب مین نے اس نوجوان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ مین تمکو رنجیدہ و مغموم دیکھ رہا ہون اور یہ قصہ کیا ہے جو مجکو نظر آیا؟ اسنے کہا کہ اے صالح کیا تمنے طبق نہین دیکھے؟ مین نے کہا کہ ہان دیکھے تو سہی مگر یہ ہین کیسے؟ اُسنے کہا کہ یہ زندہ لوگونکے صدقات ہین (جو مشروع طریقہ سے مردونکو ایصال

ثواب کیلئے کئے جاتے ہیں) اور اپنی مُردوں کے لئے انکی دعائیں ہیں جو ہر جمعہ کی رات اور جمعہ کیدن انکے پاس آیا کرتی ہیں۔ اسکے بعد اسنے ایک لمبا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری ایک والدہ ہے جسنے دنیا میں پھنسکر مجھے بھلا دیا اور نکاح کر کے غافل بنگئی لہذا مجھے محزون رہنا ہی چاہئے کہ کوئی میرا ہے ہی نہیں جو مجھے یاد کرے بن صالح مری نے اسکی والدہ کا گھر اس سے دریافت کیا اور اسنے پورا پتہ بتا دیا۔ صبح ہونے پر صالح مری نے اسکی والدہ کا پتہ لگایا اور پس پردہ اسکو سارا قصہ سُنایا۔ وہ عورت روئی کہ آنسو اسکے رخسارونپر گرے اور کہا کہ اے صالح وہ میرا بیٹا اور کلیجہ کا ٹکڑا ہے اور وہ شخص ہے کہ میرا شکم اسکا مسکن تھا اور میری پستان اسکا مشکیزہ اور میری گود اسکا گہوارہ۔ پھر اسنے مجکو ہزار درہم دیکر کہا کہ انکو میرے لاڈلے اور قرۃ العین پر خیرات کردو اور میں انشاء اللہ تعالی ساری عمر اسکو دعا و ایصال ثواب سے فراموش نکرونگی۔ صالح مری نے وہ ہزار درہم اسکی طرف سے خیرات کر دیئے دوسرے جمعہ کو جامع مسجد جاتے ہوئے پھر اسی قبرستان میں آئے اور کمر لگاکر سر جھکا لیا تو دیکھا کہ مُردے قبروں سے باہر نکلے اور وہ نوجوان سپید کپڑے پہنے ہوئے ہشاش بشاش نظر آیا۔ صالح کہتے ہیں کہ وہ میری طرف آیا اور قریب پہونچکر کہنے لگا کہ اے صالح اللہ تجھے میری طرف سے صلہ نیک عطا فرمائے۔ ہدیہ مجکو وصول ہو گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تم جمعہ کیدن کو پہچانتے ہو؟ اسنے کہا ہاں بلکہ پرندے ہوا میں اسدن کو پہچانتے اور کہتے ہیں کہ روز جمعہ کو سلام سلام۔ یہی صالح کہتے ہیں کہ میں نے ایکمرتبہ اپنے والد کو بعد انتقال خواب میں دیکھا کہ مجھسے خفا ہیں۔ کیونکہ جب انکا انتقال ہوا تو میں طویل زمانہ سے نہایت دور کے سفر میں گیا ہوا اور غیر حاضر تھا۔ میں نے انسے کہا کیا آپکو معلوم نہیں کہ یعقوب پیغمبر سے انکے بیٹے (یوسفؑ) مدت دراز یعنی اتنے برس تک غائب رہے اور وہ برابر صبر کئے رہے۔ والد صاحب نے کہا کہ بیٹا کیا تو ہمکو انبیا کیساتھ تشبیہ دیتا ہے؟ پھر اسکے بعد میں نے انکو رجب کی پہلی شب میں کہ شب جمعہ تھی خواب میں دیکھا۔ اسکے بعد کہ میں نے انکی قبر پر قرآن شریف پڑھا تو انکی اچھی حالت دیکھکر مجھے خوشی ہوئی اور وہ میری ملاقات سے مسرور ہوئے اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے جسنے مجھپر تین چیزیں انعام فرمائیں۔ اول تیری ملاقات بس اسپر میری آنکھ کھلگئی اور باقی دو چیزوں کا مجھسے تذکرہ نہ فرما سکے۔ اسکے بعد صالح مری کہتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مُردونکی روحیں جسوقت بھی حق تعالی چاہے خصوصًا شب جمعہ میں علیین یا سجین سے لاکر قبروں میں اجسام کے اندر لوٹا دیجاتی ہیں اور وہ بیٹھکر باتیں کرتے ہیں کہ اہل نعمت اپنی نعمت کا تذکرہ کرتے ہیں اور اہل عذاب اپنے عذاب کا۔ اور علیین میں رہنے کیوقت تو نعمت کی لذت صرف روح کیساتھ مخصوص رہتی ہے کہ وہاں اجسام نہیں ہوتے۔ علی ہذا جو روحیں سجین میں ہیں انکی صرف روح کو عذاب ہوتا ہے نہ کہ بدن کو۔ اور قبر کے اندر جب روح بدن کیطرف لوٹا دیجاتی ہے تو راحت و تکلیف میں روح اور بدن دونوں شریک ہوتے ہیں بخ

شب جمعہ اور روز جمعہ کے کہ ہمکو خبر ملی ہو رحمت الٰہی اور شرافت وقت کے سبب اسدن مین انکو عذاب نہین ہوتا۔ اسکے بعد کہتے ہین کہ ممکن ہے اسوقت مین عذاب کا اٹھالیا جانا صرف گنہگار مسلمانون سے ہو نکہ کافرون سے اور اسکی دو وجہ ہون۔ ایک یہ کہ کافر کیلئے عذاب دائمی ہو اور مسلمان کے لئے دائمی نہین۔ دوسرے یہ کہ مسلمان ہی جمعہ کی فضیلت و برکت کا معتقد ہے نہ کہ کافر۔ علامہ شامیؒ نے کہا ہو کہ محمد بن واسع کہتے ہین۔ مُردونکو اپنے زائرین کا علم ہوتا ہو جمعہ کیدن اور ایک روز اس سے قبل اور ایک روز اسکے بعد۔ اس سے معلوم ہوا کہ روز جمعہ کو بہت فضیلت ہے۔" مین کہتا ہون کہ خصوصًا جبکہ اسکے اندر ایک ساعت جسکو حق تعالیٰ نے مبہم رکھا ہو ایسی بھی ہے کہ جس بھلائی کی اسمین دُعا مانگی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہو۔" اور مروی ہو کہ وہ ساعت بعد عصر سے غروب آفتاب تک ہو چنانچہ ترمذیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کیدن ساعت مطلوبہ کو تلاش کرو بعد عصر تا غروب آفتاب۔" لہذا جسکو اللہ اور روز قیامت پر ایمان ہو اسپر لازم ہو کہ اسدن ذکر و تسبیح اور دُعا و تلاوتِ قرآن مین سعی بلیغ کرے کہ عجب نہین اس شغل مین وہ ساعت آجائے اور اسکی یہ عبادت اور دُعا قبول ہو جائے۔ خاصکر سورۂ کہف کی تلاوت ہر جمعہ کو پابندی کیساتھ کرنی چاہئے کیونکہ اس سورت کو اسدن کیساتھ قوی مناسبت ہے۔ کیونکہ اسیدن مین قیامت قائم ہوگی اور سورۂ کہف مین اصحاب کہف کا تین سو نو ۳۰۹ برس تک سونے اور پھر جاگنے کا تذکرہ ہو جو وقوع قیامت کی بڑی دلیل ہو۔ چنانچہ ابن ماجہؒ نے حضرت ابو لبابہؓ بن عبد المنذر سے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا دن سب دنون کا سردار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنون سے زیادہ معظم اور یوم عید الاضحے اور عید الفطر سے بھی زیادہ باعظمت ہو۔ اسمین پانچ باتین ہین۔ اسیدن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ اسیدن حضرت آدمؑ کو زمین پر اتارا۔ اسیدن حضرت آدمؑ نے وفات پائی۔ اسیدن مین ایک ساعت ایسی ہو کہ بندہ جو سوال بھی کرتا ہو وہ پورا ہوتا ہو بشرطیکہ حرام نہو۔ اسیدن مین قیامت قائم ہوگی۔" پھر کوئی مقرب فرشتہ اور آسمان و زمین اور ہوا و پہاڑ اور دریا ایسا نہین جو روز جمعہ سے خائف نہو کہ بیہقیؒ نے حضرت ابو سعیدؓ سے روایت کی ہو۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمان جمعہ کیدن سورۂ کہف پڑھیگا اسکے لئے دو جمعہ کے درمیان نور چمکیگا۔" اور سنن دارمیؒ مین حضرت کعبؓ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعہ کیدن سورۂ ہود پڑھا کرو۔" اسکی وجہ یہ ہے کہ سورۂ ہود اور سورۂ کہف مین قیامت کے واقعات ہائلہ مذکور ہین اور اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجکو بوڑھا سا بنا دیا سورۂ ہود نے۔" اور چونکہ یہ نعمتِ عظمےٰ ہمکو سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے نصیب ہوئی لہذا لازم ہے کہ اسدن آپ پر درود کی کثرت کرین کہ وہ آپ پر پیش کیا جاتا اور اسکی برکات ہماری طرف عود کرتی ہین چنانچہ ابوداؤدؒ نے حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے تمھارے دلون مین سب سے افضل دن جمعہ کا ہی کہ اسمین حضرت آدمؑ پیدا ہوئے اور اسیدن وفات پائی اور اسیدن انفخ صور ہوگا اور اسیدن سب فنا ہونگے لہذا اسدن مجھپر درود کی کثرت کرو کہ تمھارا درود مجھپر پیش کیا جائیگا۔ یہ سُنکر ایک صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا جبکہ آپ فنا ہوجاوینگے آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے انبیاؑ کے اجسام کو زمین پر حرام کردیا ہی[ف]" اور نسائیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسنے مجھپر ایکبار درود بھیجا حق تعالیٰ اسپر دنل رحمتین نازل فرمائیگا اور دنل گناہ معاف فرمائیگا اور اسکے دنل درجے بلند فرمائیگا" اور روض الریاحین مین حضرت عبد الواحد بن زید سے مروی ہی کہ حج بیت اللہ کو جاتے ہوئے ایک شخص میرے رفیق سفر ہوئے جو اُٹھتے بیٹھتے آتے جاتے کھاتے پیتے غرض ہر کام کرتے ہوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت رکھتے تھے۔ مین نے ان سے اسکی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ مین ایک تعجب خیز بات سُناتا ہون۔ ایکبار مین مکہ گیا اور میرے والد میرے ساتھ تھے۔ راستہ کی منزلون مین ایک منزل پر ہمارا قیام ہوا تو مین سوگیا۔ دفعۃً ہاتف کی آواز سُنائی دی کہ مجکو پکارتا اور کہتا ہی کہ ای فلان اُٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو وفات دیدی اور اسکا مُنہ سیاہ پڑگیا۔ یہ سُنکر گھبراہٹ اور پریشان حالی مین میری آنکھ کھلگئی اور مین والد صاحب کے پاس آیا تو دیکھتا کیا ہون کہ انکا منہ ڈھکا ہوا ہی۔ مین نے کپڑا اُٹھایا تو دیکھا کہ واقعی اُنکا انتقال ہولیا اور چہرہ سیاہ پڑگیا ہی۔ یہ دیکھکر مجھے بیحد غم ہوا اور مین انکے معاملہ مین حیران رہگیا کہ دفعۃً مجھپر نیند کا غلبہ ہوا اور مین نے خواب مین دیکھا کہ چار سیاہ فام حبشی انکے سرہانے کھڑے ہین اور انکو عذاب دینا چاہتے ہین۔ اور چار ہی انکی پائینتی کھڑے ہین کہ انکے ہاتھون مین آہنی آگ کے گھونٹے ہین۔ اسی پریشانی مین تھا کہ دیکھون ان حبشیون کے ساتھ میرے والد کا کیا حشر ہوتا ہی دفعۃً ایک شخص آئے جنکے چہرہ کی روشنی سے وہ سارا مقام چکاچوند ہوگیا۔ اُنھون نے حبشیون کی طرف متوجہ ہوکر ڈانٹا اور کہا کہ پرے ہٹو اس شخص سے۔ یہ سُنکر حبشی پرے ہٹ گئے اور ایسے نظر سے غائب ہوگئے کہ مین نے پھر انکو دیکھا ہی نہین۔ اسکے بعد وہ بزرگ میرے والد کیطرف متوجہ ہوئے اور اپنا ہاتھ انکے چہرہ پر پھیرا۔ انکے ہاتھ پھیرتے ہی اُنکا چہرہ برف سے زیادہ سپید ہوگیا اور نور دمکنے لگا پھر ان بزرگ نے میریطرف مُنہ کرکے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے باپ کے مُنہ کو نُورانی کردیا اور سیاہی دُور فرمادی۔ مین نے عرض کیا کہ آپ کون بزرگ ہین۔ اللہ تعالیٰ آپکو انکی طرف سے جزاءِ خیر عطا فرمائے؟ فرمایا کہ مین محمدؐ ہون۔ اللہ کا رسول۔ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکو میرے والد کیساتھ اتنی محبت کا کیا سبب ہی؟ آپؐ نے فرمایا کہ تمھارے والد عاصی بہت بڑے دلیر تھے مگر مجھپر درود کی کثرت رکھتے تھے۔ جب مرنیلگے تو اُنھون نے مجھسے فریاد کی اور مین جو کوئی بھی مجھسے فریاد کرے اور مجھپر درود کی کثرت رکھے اسکی فریاد کو پہونچتا ہون۔ اسکے بعد میری آنکھ کھلگئی اور مین نے والد صاحب کے مُنہ سے کپڑا اُٹھایا تو دیکھا کہ وہ سپید ہی۔ تب مین انکے کفن دفن مین لگا اور اسکے بعد مین نے

ف کہ وہ کھاکر مٹی بنادی۔ انبیاء حضرات اپنی قبرو ن مین مع جسم کے دنیوی اجسام کیساتھ زندہ رہتے ہین ۱۲ مترجم

درود شریف کو پہنچوڑا" اور ایسا ہونا کچھ بعید نہیں کیونکہ بیہقی نے کہا ہے کہ انبیا علیہم السلام کا اوقاتِ مختلفہ میں مقاماتِ مختلفہ پر تشریف لانا عقلاً جائز ہے جیسا کہ شبِ معراج کے واقعات سے پتہ چل رہا ہے۔ اور درود شریف کی کثرت کو دفع غم اور کفارۂ گناہ کے بارہ میں جیسا کہ اس حکایت سے ظاہر ہوا بڑا دخل ہے کہ اسکی تائید ترمذی کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے آپ پر درود بھیجنے کی کثرت محبوب ہے۔ لہٰذا کتنا درود آپکے لئے پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ جتنا بھی جی چاہے۔ میں نے کہا کہ چوتھائی؟ آپ نے فرمایا جتنا بھی جی چاہے لیکن اگر زیادہ کروگے تو تمھارے ہی لئے بہتر ہوگا۔ میں نے کہا اچھا النصف؟ آپ نے فرمایا جتنا بھی جی چاہے لیکن اگر زیادہ کروگے تو تمھارے ہی لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا اچھا دو تہائی؟ آپ نے فرمایا جتنا بھی جی چاہے لیکن اگر زیادہ کروگے تو تمھارے ہی لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ اپنا سارا درود آپ ہی کیلئے کرونگا۔ آپ نے فرمایا ایسا کروگے تو تمھارے سارے غم دور اور گناہ معاف ہوجائینگے"۔ اور درود کے الفاظ وہ ہونے چاہئیں جو صحیحین میں حضرت ابو حمید ساعدی سے مروی ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر درود کسطرح پڑھیں؟ آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اور احمد نے رویفع سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے محمد پر درود پڑھکر یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تو اسکے لئے میری شفاعت لازم ہوئی۔ اور سات بار یہ بھی پڑھنا چاہئے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَّاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَيْتَ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَضَائِلَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيْ بَرَكَاتِكَ وَشَرَائِفَ زَكَوَاتِكَ وَرَاْفَتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَتَحِيَّتَكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَائِدِ الْخَيْرِ وَفَاتِحِ الْبِرِّ وَنَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَسَيِّدِ الْاُمَّةِ ۝ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا تُزْلِفُ بِهٖ قُرْبَهٗ وَتُقِرُّ بِهٖ عَيْنَهٗ يَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اَعْطِهِ الْفَضْلَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالشَّرَفَ وَالْوَسِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَالْمَنْزِلَةَ الشَّامِخَةَ الْمُنِيْفَةَ ۝ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا سُؤْلَهٗ وَبَلِّغْهُ مَاْمُوْلَهٗ وَاجْعَلْهُ اَوَّلَ شَافِعٍ وَّاَوَّلَ مُشَفَّعٍ ۝ اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ بُرْهَانَهٗ وَاَبْلِجْ حُجَّتَهٗ وَارْفَعْ فِيْ اَعْلَى الْمُقَرَّبِيْنَ دَرَجَتَهٗ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَاجْعَلْنَا فِيْ اَهْلِ شَفَاعَتِهٖ وَاَحْيِنَا عَلٰى سُنَّتِهٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا بِكَاْسِهٖ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ وَلَا شَاكِّيْنَ وَلَا مُبَدِّلِيْنَ وَلَا فَاتِنِيْنَ وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ ۝ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فائدہ جاہلیت مین یوم جمعہ کو یوم عروبہ کہتے تھے۔ بعد مین اسکا نام جمعہ تجویز ہوا۔ ہان اسمین اختلاف ہو کہ یہ نام قبلِ اسلام رکھا گیا یا بعد مین؟ تواریخ مین لکھا ہو کہ یہ نام رکھنے والے شخص کعب بن لُوی ہین کہ قریش انکے پاس جمع ہوتے اور یہ انکو وعظ و نصیحت کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونیکی اطلاع دیتے کہ وہ میری اولاد مین ہونگے اور آپکے اتباع کی تاکید کرکے یون کہا کرتے تھے کہ تمھارے حرم کا بھی بڑا قصہ پیش آئیگا اور یہان سے ایک معظم و محترم شخص کو جلاوطن کیا جائیگا۔ اور اشعار سناتے تھے جنمین ایک شعر یہ ہے عَلَےٰ غَفْلَةٍ يَأْتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ + يُخْبِرُ أَخْبَارًا صَدُوقٌ خَبِيرُهَا + یکایک محمد نبی تشریف لائینگے اور ایسی خبرین سنائینگے کہ جنکا خبر دہندہ نہایت سچا ہو۔" نیز یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔ يَا لَيْتَنِي شَاهِدٌ نَجْوَاءَ دَعْوَتِهِ + حِينَ الْعَشِيرَةُ تَبْغِي الْحَقَّ خِذْلَانَا + ای کاش انکی تبلیغ کا وقت مین بھی دیکھتا۔ جبکہ کنبہ باغی ہوکر حق کو ترک کریگا"۔ کعب بن لوی اور بعثت محمدیہ کے درمیان پانچسو بیس ۵۲۰ سال کا زمانہ گذرا۔ اور بعض کہتے ہین کہ جمعہ نام رکھنے والے اہل مدینہ ہین جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین۔ پھر یہ بھی سمجھلو کہ آیت مین اذان سے مُراد خطبہ کیوقت کی اذان ہو کہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین اسکے سوا دوسری اذان نہ تھی۔ چنانچہ بخاریؒ نے حضرت سائبؓ بن یزید سے روایت کی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانہ مین جمعہ کیدن اذان اول وہ تھی جو امام کے ممبر پر بیٹھنے کیوقت دیجاتی تھی مگر حضرت عثمانؓ کی خلافت مین جب مسلمان زیادہ ہوگئے تو زوراء پر انھون نے ایک اذان کو زائد کیا" زوراء بازار مدینہ کی فصیل کے قریب ایک جگہ ہے اور کہتے ہین کہ وہ منارہ کیطرح بلند تھی۔

(تتمہ) جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا مقصود اُمتِ محمدیہ کے قائم فرمانیسے یہ ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور سطح زمین پر کوئی مذہب بھی اسلام سے افضل و اعلیٰ نہو۔ اور اسکی صورت یہی تھی کہ اس اُمت کے خاص و عام اور شہری و دیہاتی اور چھوٹے بڑون غرض سبکو کسی بڑے شعار مذہب اور طاعتِ مشہورہ کیلئے ایک جگہہ جمع کیا جائے۔ لہذا جمعہ اور جماعتون کی مشروعیت کیجانب توجہ الٰہی مبذول ہوئی اور انکی رغبت بھی دلائی اور انکے ترک کی سخت ممانعت بھی فرمائی۔ اور اعلان دو قسم کا ہو۔ ایک محلہ کا اعلان۔ دوسرا شہر بھر مین اعلان۔ مگر محلہ مین اعلان چونکہ ہر نماز کے وقت آسان ہو مگر شہر بھر مین اعلان کچھ زمانہ مثلاً ہفتہ بھر کا فصل دیئے بغیر سہل نہین۔ لہذا دوسرا اعلان جمعہ کو قرار پایا اور پہلا اعلان جماعت کہلایا اور اسکی ترغیب و ترہیب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اہتمام فرمایا۔ چنانچہ صحیحین مین حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز با جماعت کو علیحدہ نماز پر ستائیس درجے فضیلت ہے"۔ اور بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو میرا قصد ہو کہ لکڑیان جمع کرنیکا حکم دون

اور پھر نماز کیلئے اذان دلاؤن اور کسی شخص سے کہون کہ امام بنکر نماز پڑھائے اور مین ان لوگون کیطرف جاؤن جو نماز مین حاضر نہین ہوتے اور انکے گھرونمین آگ لگا دون درآنحالیکہ تارکین جماعت اندر ہی ہون- اور قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ انمین کسیکو اگر معلوم ہوجائے کہ ایک فربہ ہڈی یا دو عمدہ کھریان اسکے ہاتھ آئینگی تو عشا مین بھی حاضر ہوجائے" اور ابو داؤدؒ وغیرہ نے حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بستی یا جنگل مین تین شخص ہون اور پھر جماعت نہو تو شیطان انپر تسلط کر لیتا ہی- پس جماعت کو ضروری سمجھو کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے علیحدہ ہوگئی ہو" احیاء العلوم مین منقول ہی کہ بیوم قیامت ایک گروہ میدانِ حشر مین آئیگا کہ انکے چہرے چمکدار ستارہ کیطرح منور ہونگے- فرشتے ان سے پوچھینگے کہ تمھارے اعمال کیا تھے (جنکا یہ صلہ عطا ہوا)؟ وہ کہینگے کہ جب ہم اذان سنتے تو وضو کیلئے فوراً کھڑے ہوجاتے اور وضو کے سوا کسی کام مین نہ لگتے- پھر دوسرا گروہ آئیگا جنکے چہرے چاند کیطرح ہونگے اور ان سے بھی یہی سوال ہوگا تو کہینگے کہ ہم وقت سے پہلے وضو کیا کرتے تھے- انکے بعد تیسرا گروہ آئیگا جنکے چہرے آفتاب کی مثل ہونگے اور وہ کہینگے کہ ہم اذان مسجد ہی مین سنا کرتے تھے" تحفۃ الاخوان مین لکھا ہی کہ نماز باجماعت مین بہت حکمتین ہین منجملہ انکے یہ کہ حق تعالی نے چاہا کہ مسلمانون مین باہم اتفاق و الفت رہے- لہذا نماز پنجگانہ اور جمعہ و عیدین مین اور بیوم عرفہ موقف میں تمام دنیا کا اجتماع مامور فرمایا کہ اہل محلہ کیلئے پنجگانہ نماز کی جماعت مشروع فرمائی اور اجتماع اہل شہر کے لئے جمعہ و عیدین کا دن تجویز کیا اور اہل دنیا کے اجتماع کیلئے میدانِ عرفات مقرر فرمایا تاکہ جو مسلمان بھائی بیمار ہو اسکو جماعت مین غیرحاضر پاکر پتہ چلا سکین اور پھر اسکی عیادت کرین- اور جو کہین گیا ہوا تھا اور آگیا ہی اسکو سلام کرین اور جو مر گیا (کہ اسکا پتہ بھی جماعت ہی کے اجتماع سے چلیگا) اسپر نماز پڑھین- دوسری حکمت یہ ہی کہ پانی کے بہت سے قطرات جمع ہوجاتے ہین تو نجاست کا حکم قبول نہین کرتے- پس جب پانی کے ایک حصہ نے اجتماع کی بدولت دوسرے حصہ سے حکم نجاست دفع کر دیا تو اسیطرح نماز مین ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ اجتماع سبکی گناہونکی گندگی کو دفع کر دیگا- تیسری حکمت یہ ہی کہ نماز گویا دعوتِ عام ہی کہ سخی کا دسترخوان جماعتِ کثیرہ ہی کیلئے بچھا کرتا ہی- (پس کیسا بدقسمت ہی جو شاہنشاہ عربی کی دعوت عامہ مین شرکت سے محروم رہے)-

ابن الجوزیؒ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہی کہ انکو نماز عشا ایکمرتبہ جماعت سے نملی تو تنہا تنہا اسی نماز کو پچیس دفعہ پڑھا کہ حدیث مین آیا ہی نماز باجماعت کو اکیلے کی نماز پر پچیس گونہ زیادتی ہی- اسی شب انکو خواب نظر آیا کہ کچھ لوگ گھوڑون پر سوار ہین- انمین جا شامل ہونیکا انھون نے قصد کیا مگر نہ پہونچ سکے- اور ایک سوار نے کہا کہ ہمنے تو عشا کی نماز باجماعت پڑھی تھی" حضرت عمرؓ سے نماز باجماعت فوت ہوئی تو آپ نے ایک لاکھ درہم کی قیمتی زمین کو صدقہ کیا- حضرت عبداللہؓ بن عمر سے جب جماعت فوت ہوتی تو دن مین روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت کرتے

اور ایک بردہ آزاد فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ سلف صالحین کی عادت یہ تھی کہ جب اُن سے تکبیر اُولیٰ فوت ہوئی تو (مُردہ کی تعزیت کے مثل) تین دن تک اپنے نفس کی تعزیت کرتے اور اگر جماعت فوت ہوئی تو ہفتہ بھر تعزیت کرتے تھے۔ مجالس مین لکھا ہی کہ اگر کسی شہر کے تمام باشندے "تارک جماعت ہون تو ہتھیارون سے انپر حملہ و جنگ کرنا واجب ہے کہ جماعت شعار اسلام اور خصوصیات اسلام مین سے ہی جو کسی مذہب مین شائع نہ تھی۔ اور اگر بعض اہل شہر بلا عذر ترک کرین تو انکو سزا دینی واجب ہے۔ اور انکی گواہی قبول نکیجائے اور انکے ہمسایہ بھی سب گنہگار ہونگے اگر (نصیحت سے) سکوت کرینگے"۔ صفون کا سیدھا اور پاس پاس رکھنا اور نمازیون کا باہم ملکر کھڑا ہونا بھی سنت ہی چنانچہ صحیحین مین حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "صفون کو سیدھا کرو کیونکہ صفون کا سیدھا کرنا اقامۃ صلوٰۃ اور بروایتے کمال صلوٰۃ کا جزو ہی"۔ مسلمؒ نے حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری صفون کو اتنا سیدھا کیا کرتے تھے گویا ان سے تیر سیدھے کئے جائینگے۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ ہم سمجھ چکے تو ایک دن آپ مصلّے پر آئے اور قریب تھا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہین کہ ایک نمازی کو صف سے سینہ نکالے ہوئے دیکھا۔ فرمایا کہ اے اللہ کے بندو یا تو صفون کو سیدھا رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ بگاڑ دیگا"۔ اور ابوداؤدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "اپنی صفونکو ملایا اور پاس پاس کیا کرو اور گردنون کو سیدھ مین رکھا کرو۔ کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے شیطان کو مین دیکھتا ہون کہ صف کی درزون مین گھستا ہی جیسے بکری کا بچہ"۔ صاحب الحجۃ کہتے ہین ہم تجربہ کر چکے ہین کہ ذکر کے حلقون مین ایک دوسرے کے ساتھ خوب ملکر بیٹھنا جمعیت خاطر اور ذکر مین حلاوت پانے اور خطرات کے مسدود ہونیکا سبب ہے۔ اور اسکا ترک منافع مذکورہ مین نقصان و کمی پیدا کرتا ہی۔ اور جو وقت بھی انمین نقصان ہوگا تو شیطان کا دخل ضرور ہوگا۔ لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو بکری کے سیاہ بچہ کی صورت مین متمثل اور صفون کی کشادگی مین گھستا ہوا دیکھ لیا۔ اور بکری کے بچہ کی صورت دیکھنے کا سبب یہ ہے کہ اکثر تنگ جگہون مین گھسنے کی عادت اسکو ہوتی ہی۔ اور رنگ سیاہ چونکہ بدطینتی کا مُشعر ہی لہذا شیطان مردود بکری کے سیاہ بچہ کی صورت مین آپکو نظر آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

سولھوین بصیرت زکوٰۃ کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہی وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور انمین بعض وہ لوگ بھی ہین جو اللہ سے عہد کرتے ہین کہ اگر اُسنے ہمکو اپنے فضل سے دیا تو ہم ضرور بالضرور خیرات دیا کرینگے اور ضرور بالضرور نیکو نین بنینگے پس جب اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دیا تو انمین بخیل بنگئے اور پیٹھ پھیر لی رُخ پھیرتے ہوئے یہ مطلب ہے کہ

بعض منافقونکی یہ حالت ہی کہ اللہ سے اسکا عہد و پیمان کرتے ہین کہ اگر ہمین اپنے فضل و کرم سے عطا کیا اور ہمارے رزق مین وسعت بخشی تو ہم ضرور صدقہ واجبہ یعنی مال کی زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرکے اسے خرچ کرینگے مگر جب اللہ نے انکو رزق دیا تو انھون نے کچھ بھی نکیا اور اللہ کے عہد و پیمان سے پشت پھیر لی اور اعراض پر جمے رہے۔ بغوی نے بسند ثعلبی حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہی کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ دعا کردیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے حضرت نے فرمایا کہ وائے تجھپر اے ثعلبہ وہ قلیل شے جس کا شکر یہ ادا ہوتا رہی اُس کثیر سے بہتر ہے جسکی سہار نہو سکے۔ اسکے بعد ثعلبہ نے دوبارہ حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ دعا کر ہی دیجئے کہ اللہ مجھے مالدار بنادے حضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ کی ذات مین کیا تیرے لئے اقتداء نیک موجود نہین؟ قسم ہی اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی۔ اگر مین چاہتا کہ پہاڑ سونا اور چاندی بنکر میرے ساتھ ساتھ چلین تو ضرور ایسا ہوجاتا مگر ثعلبہ اسکے بعد پھر آیا اور کہا کہ یارسول اللہ دعا فرما ہی دیجئے کہ اللہ مجکو مال نصیب کرے۔ قسم ہی اس ذات کی جسنے آپکو نبیٔ برحق بنایا ہے اگر اللہ نے مجھے مال دیا تو مین ہر حقدار کا ضرور حق ادا کرونگا۔ اسکے اصرار پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ بار آلہا ثعلبہ کو مال عطا فرما۔ پس ثعلبہ نے بکریان جو خریدین تو انکی نسل ایسی بڑھی جیسے کیڑے۔ کہ شہر مین انکی گنجایش نہوی۔ اور ثعلبہ کو بیرون شہر جنگل مین قیام کرنا پڑا۔ پھر کیڑونکی طرح نسل بڑھتی رہی کہ آخر کار ثعلبہ ظہر وعصر کی نماز آنحضرت کیساتھ (شہر مین آکر) پڑھتا مگر باقی نمازین اپنی بکریون مین پڑھ لیا کرتا تھا۔ پھر بکریونکی اتنی کثرت اور ترقی ہوی کہ وہ مدینہ سے دور چلا گیا اور اب جمعہ کے سوا کسی نماز مین بھی حاضر نہو سکتا پھر اور برکت و زیادتی ہوئی حتیٰ کہ مدینہ سے اور زیادہ دور جانا پڑا اور جمعہ و جماعت سے بالکل محروم ہوگیا۔ جمعہ کا دن جب آتا تو گلہ سے باہر آکر لوگون سے مدینہ کی خبرین پوچھ لیا کرتا۔ ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یاد کیا اور فرمایا کہ ثعلبہ نے کیا کرلیا؟ صحابہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ثعلبہ نے تو اتنی بکریان لےلین کہ کسی جنگل مین نہین سماتین حضرت نے فرمایا کہ افسوس ثعلبہ پر۔ افسوس ثعلبہ پر۔ پھر حقتعالیٰ نے آیت زکوٰۃ کا نزول فرمایا تو حضرت نے بنی سلیم اور جہینہ کے دو شخص روانہ فرمائے اور زکوتی اونٹونکی عمر وغیرہ اور یہ کہ کیسے وصول کرین مفصل لکھوادیا اور فرمایا کہ ثعلبہ بن حاطب اور بنی سلیم کے فلان شخص کے پاس جاؤ اور دونون سے انکے مواشی کی زکوٰۃ لے آؤ۔ جب ثعلبہ کے پاس آکر انھون نے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر پڑھکر سنائی تو ثعلبہ نے منہ چڑھاکر جواب دیا کہ یہ تو کھلا ٹکس ہے اور یہ تو جزیہ کی مثل ہے۔ اچھا اسوقت تو جاؤ اور اپنے کام سے نمٹ آؤ۔ پھر دوسرے وقت آئیو۔ یہ جواب سنکر دونون چلے گئے۔ بنی سلیم کے شخص نے انکی خبر آمد سنتے ہی اپنے اونٹون مین سے مختلف عمرونکے چیدہ چیدہ اونٹ زکوٰۃ مین ادا کرنیکے لئے علیحدہ نکالدیئے اور جب یہ دونون محصل آئے تو پیش کردیئے۔ انھون نے چیدہ اونٹون کو دیکھکر کہا کہ تمپر یہ عمدہ اونٹ واجب نہین انھون نے

جواب دیا کہ میں خوشی سے دے رہا ہوں لہذا انہیں کو قبول فرما لیجئے۔ اسکے بعد انھوں نے دوسرے اہل مواشی سے زکوٰتیں وصول کیں اور پھر ثعلبہ کے پاس دوبارہ آئے تو ثعلبہ نے کہا ذرا مجھے اپنی تحریر تو دکھاؤ۔ اور تحریر کو پڑھکر پھر منہ پھلا اور کہا کہ یہ ٹکس نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جزیہ کی مثل نہیں تو کیا ہے؟ جاؤ میں ذرا غور کرلوں۔ آخر دونوں محصل واپس ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی انپر نظر پڑی تو اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کہیں حضرت نے فرمایا وائے ثعلبہ پر۔ وائے ثعلبہ پر۔ اور بنی سلیم کے شخص کے حق میں دعاء خیر فرمائی۔ اسکے بعد محصلوں نے ثعلبہ کا جواب نقل کیا اور حالت کی اطلاع دی۔ حق تعالیٰ نے اسکے بارہ میں آیت وَمِنۡهُم مَّنۡ عَاهَدَ اللّٰهَ الخ تا بِمَا كَانُوا يَكۡذِبُونَ ط نازل فرمائی۔ ایک صحابی جو کہ ثعلبہ کے رشتہ داروں میں سے تھے اور اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اس آیت کو سنکر ثعلبہ کے پاس گئے اور کہا کہ وائے ثعلبہ حق تعالیٰ تیرے متعلق ایسا ایسا نازل فرماتا ہے اسپر ثعلبہ مدینہ آیا اور حاضر خدمت ہوکر حضرت سے درخواست کی کہ زکوٰۃ کو قبول فرمائیں مگر حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منع کر دیا ہے کہ تجھسے تیری زکوٰۃ قبول کروں۔ یہ سنکر ثعلبہ نے اپنی سر پر مٹی کے دونتڑ مارے (کہ ہائے تباہ ہوگیا) حضرت نے فرمایا کہ یہ تیرا ہی کیا ہوا کام ہے۔ میں نے تجھسے پہلے ہی کہا تھا (کہ زیادتی مال کی ہوس مت کر) مگر تو نے میرا کہنا نہ مانا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا تو یہ واپس چلا گیا اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ تو یہ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آکر کہنے لگا کہ میری زکوٰۃ لے لیجئے مگر ابوبکر نے بھی قبول نکیا اور فرمایا کہ چونکہ آنحضرت نے قبول نہیں کیا لہذا میں بھی قبول نکرونگا۔ پھر جب ابوبکر کی بھی وفات ہوگئی اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو یہ انکے پاس آیا اور کہا کہ میری زکوٰۃ قبول کر لیجئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے چونکہ قبول نہیں کیا لہذا میں بھی قبول نکرونگا۔ پھر حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انکے پاس بھی آیا مگر انھوں نے بھی قبول نکیا اور آخر خلافت عثمانی میں ثعلبہ مرگیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسکی زکوٰۃ قبول نہ فرمانیکی وجہ یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے آپکو منع کر دیا تھا اور یہ ممانعت ثعلبہ کے اس جرم کی سزا تھی کہ اسنے اللہ کیساتھ معاہدہ کر کے خلاف کیا اور یہ کہکر کہ "یہ تو ٹکس ہے۔ اور یہ تو جزیہ کی مثل ہے" حکم الٰہی کی اہانت کی جب ایسی سخت بات اسکی زبان سے نکلی تو اسکی زکوٰۃ رد کر دیگئی تاکہ اسکی بھی اہانت ہو اور دوسروں کو عبرت ہو کہ بطیب خاطر زکوٰۃ ادا کریں اور یقین لائیں کہ زکوٰۃ انپر واجب ہے اور اسکے دینے پر ضرور ثواب ملیگا اور ادا نکرنے پر عذاب ہوگا۔ چہارم یہ کہ ایمان کامل نہیں ہوتا جبتک کہ اللہ و رسول کی محبت ہر چیز کی محبت سے زیادہ نہو۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ الخ اور ظاہر ہے کہ محبت ایک مخفی چیز ہے جسکی اطلاع نہیں ہوسکتی لہذا ایسے امر کی ضرورت ہوئی جس سے محبت کا پتہ چل سکے کہ اسکے قلب میں محبت خدا و رسول ہر شے کی محبت سے زیادہ ہے یا نہیں؟ پس

مومنین پر جہاد اور زکوٰۃ کو فرض کیا کہ جہاد مین جان کا خرچ ہی اور زکوٰۃ مین مال کا خرچ۔ اور جان کیساتھ محبت ہر چیز کی محبت سے زیادہ ہوتی ہی کہ جان کے متعلق جتنا بُخل کرتا ہی اتنا کسی شئے کے متعلق نہین کرتا پس جسنے راہِ خدا مین جہاد کیا اور بحکم خدا و رسول کافرونکے ساتھ جنگ کرنیمین قتل ہو گیا اور خون بہگیا تو معلوم ہو گیا کہ بیشک اسکا ایمان کامل ہی۔ کیونکہ عقل اس سے پتہ چلالیگی کہ درحقیقت اللہ و رسول کی محبت اسکے قلبمین دنیا کی ہر چیز کی محبت سے زیادہ تھی۔ اور جان کے بعد ہر شئے سے زیادہ مال کی محبت ہوتی ہی کہ مال کے مزے اڑانے کے سوا اگر دنیا مین بھی کسی اور جگہ اسکے خرچ کرنیکا قصد کرتا ہی تو تنگ دل ہوتا ہی۔ صحیحین[رح] مین حضرت ابوہریرہ[رض] سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور سخی کی مثال ایسی ہی جیسے دو شخص کہ انپر آہنی زرہ ہو اور اس سے انکے ہاتھ چھاتی سے چپٹے ہوئے ہون۔ پس سخی کی حالت تو یہ ہی کہ جب خیرات کرتا ہی تو زرہ فراخ ہو جاتی ہے۔ اور بخیل جب خیرات کا ارادہ کرتا ہی تو وہ اور بھنچ جاتی اور ہر کڑی اپنی جگہ پکڑ لیتی ہے۔ پس جسنے راہِ خدا مین مال خرچ کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی اللہ و رسول کی محبت اسکے قلب مین ہر شئے کی محبت سے زیادہ ہی اور اسکا ایمان کامل اور خالی از نقصان ہی۔ حجۃ الاسلام[رح] نے فرمایا ہی کہ کلمۂ شہادت حقیقت مین توحید کا التزام اور معبود کے یگانہ ہونیکی شہادت ہی۔ اور کمال وعدہ وفائی کی شرط یہ ہی کہ کلمہ گو کا سوائے خدائے واحد کے کوئی محبوب نہو کہ محبت کسی شرکت کو قبول نہین کرتی۔ اور محض زبان سے توحید کا اقرار قلیل المنفعت ہے اور درجۂ محبت کا امتحان صرف مفارقتِ محبوب سے ہو سکتا ہی۔ اور چونکہ مال ساری مخلوق کو محبوب ہے کہ وہی دنیا مین مزے اڑانیکا آلہ ہے اور اسیکی وجہ سے انکو عالمِ دنیا سے انس اور مرنے سے وحشت ہوتی ہی حالانکہ مرنے مین ملاقات محبوبِ حقیقی نصیب ہوگی۔ لہٰذا محبوب کے متعلق مسلمانونکے دعوی کی سچائی کا امتحان لینے کیلئے مال کے چھوڑنیکا جو کہ انکا منظورِ نظر اور معشوق بنا ہوا تھا مطالبہ کیا گیا۔ اور اسیلئے حق تعالٰی نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ ط اللہ نے مومنین سے انکی جانون اور مالونکو اس معاوضہ مین خرید لیا کہ انکے لئے جنت ہی۔" اور یہ کامیابی امتحان جہاد سے متحقق ہوگی کہ اسمین ملاقات رب کے شوق مین جان نذر کیجاتی ہے کہ مال کا نذر کرنا اس سے زیادہ سہل ہی۔ اور جب مال خرچ کرنیکی دعوئ توحید کا امتحان ہوا تو اب مخلوق کی تین قسمین ہوئین۔ ایک وہ جنکی توحید سچی ہی اور انھون نے پوری وعدہ وفائی کیلئے اپنا سارا مال خرچ کر دیا کہ ایک درہم و دینار بھی چھوڑ کر نہ رکھا۔ انکو یہ پسند نہ آیا کہ محل وجوب زکوٰۃ بنین۔ ایک بزرگ سے کسینے پوچھا کہ دو سو درہم پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوگی؟ انھون نے فرمایا کہ عوام پر تو بحکم شریعت پانچ درہم واجب ہونگے اور ہمارے اوپر تو سارے مال کا خرچ کرنا واجب ہے۔" اسیلئے حضرت ابوبکر صدیق[رض] نے جب اپنا سارا مال خیرات کیا اور حضرت عمر[رض] نے سارے مال کا نصف تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونون مین وہی فرق ہے

[illegible]

جو تم دونون کے جواب مین فرق ہے۔" تبھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سچائی کی تکمیل کردی کہ محبوب کے سوا کسی شے کو پاس
ہی نہ رکھا اور وہ محبوب اللہ اور اسکا رسول تھا۔ دوم وہ جنکا درجہ ان سے کم ہے کہ اپنے مال کو روکتے اور اوقات
ضرورت اور مواقع خیرات کے انتظار مین رہتے ہین۔ یعنی مال کے محفوظ و جمع کرنیسے انکی نیت لذتِ نفس نہین بلکہ ضرورت
کے قابل خرچ کرکے باقی کا مختلف مصارفِ خیر مین خرچ کرنا مقصود ہے خواہ کبھی پیش آوین۔ یہ لوگ مقدار زکوٰۃ ہی
پر اکتفا نہین کرتے (بلکہ جب بھی خرچ کا مصرف خیر پاتے ہین وہان دیئے جاتے ہین)۔ تابعین کی ایک جماعت مثلاً
نخعیؒ اور شعبیؒ اور عطاؒ، و مجاہدؒ اسطرف گئے ہین کہ مال مین علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی حقوق ہین۔ چنانچہ شعبیؒ سے
کسی نے پوچھا کہ مال مین کیا علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی حقوق واجب ہین؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہان۔ کیا تو نے حق تعالیٰ
کا ارشاد نہین سنا۔ ذَوِي الْقُرْبٰى "رشتہ دارونکے ساتھ سلوک کرو"۔ ان صاحبونکی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ "اور جو کچھ ہمنے انکو دیا ہے اسمین سے خرچ کرتے ہین" نیز وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ "اور جو
ہمنے تمکو دیا ہے اسمین سے خرچ کرو"۔ یہ حضرات کہتے ہین کہ آیت زکوٰۃ سے اسکا نسخ نہین ہوا بلکہ زکوٰۃ بھی اسمین داخل ہے
کہ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے۔ سوم وہ لوگ جو صرف واجب کے ادا کرنے پر اکتفا کرتے ہین کہ نہ اس سے زیادہ دین
اور نہ اسمین کمی کرین اور یہ سب سے کم مرتبہ ہے کہ سارے عوام نے مال کے متعلق بخل و میلان اور آخرت کی محبت کم
ہونیکی وجہ سے اسپر اکتفا کر رکھا ہے۔ حقتعالیٰ فرماتا ہے اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا "اگر اللہ تمسے مال مانگے اور تقاضا
کرے تو تم بخل کرنے لگو"۔ پس کتنا فرق ہے ان مین جسکی جان اور مال کو حق تعالیٰ نے بمعاوضہ جنت خرید لیا اور انمین
کہ جسپر اسکے بخل کیوجہ سے مال کا تقاضا بھی نہین فرماتا۔ پس حقتعالیٰ نے اپنے بندونکو مال خرچ کرنیکا جو حکم فرمادیا ہے تو
اسکی ایک وجہ تو یہ ہوئی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انکو بخل سے پاک صاف بنانا مقصود ہے کہ بخل ایک تباہ کن خصلت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین خصلتین مہلکہ ہین ایک بخل جسکا کہنا مانا جائے۔ دوم خواہش نفسانی
جسکا اتباع کیا جائے۔ سوم خود نمائی یعنی اپنے آپکو اچھا سمجھنا"۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ "جو نفس سے محفوظ رکھے گئے وہی فلاح پانیوالے ہین"۔ اور خصلت بخل کے زائل ہونیکی
صورت یہی ہے کہ مال خرچ کرنیکا خوگر ہو جائے کہ جبتک کسی شے کی جدائی پر نفس کو اتنا مجبور نکیا جائے اور اسکی
عادت و خو نہ کرلیجائے اسوقت تک اسکی محبت جایا نہین کرتی۔ پس زکوٰۃ آلۂ طہارت ہوئی کہ ادا کرنیوالیکو بخل مہلک
کی نجاست سے پاک بناتی ہے۔ اور پاکی اسیقدر حاصل ہوگی جتنی خرچ کی مقدار اور اسپر مسرت اور اسکے بسوئے خدا
روانہ کرنے پر فرحت و خوشی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اسمین نعمت کی شکرگذاری ہے کہ حق تعالیٰ کا انعام بندونپر
جان اور مال دونونکے متعلق ہے لہذا عباداتِ بدنیہ (مثلاً نماز روزہ) انعامات جسمانی کا شکریہ ہے۔ اور عبادت مالیہ
(مثلاً زکوٰۃ و حج) انعام مالی کا شکریہ ہے۔ اور بڑا کمینہ ہے وہ شخص جو فقیر کو رزق کی تنگی و احتیاج مین دیکھے

اور پھر بھی اپنے مال کا چالیسوان یا پیداوار کا دسوان حصّہ دینے مین اس نعمت پر شکرِ خدا ادا کرنیکی رغبت نکرے کہ اسکو بھیک مانگنے سے بے نیاز اور دوسرونکو اسکا محتاج بنایا۔ غرض وجوہ مذکورہ مین غور کرنیسے معلوم ہوجائیگا کہ زکوٰۃ مذہبِ اسلام کا رکنِ اعظم ہے کہ متعدد مقامات پر حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ "نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو" اور نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر اسیوجہ سے کیا ہے کہ زکوٰۃ کی بڑی شان ہے نیز فرمایا ہے وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ تباہی ہے مشرکون کیلئے جو زکوٰۃ نہین دیتے اور زکوٰۃ ادا کرنیکو خصلتِ شرک قرار دیا۔ اور صحیحینؒ مین حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کیطرف بھیجا اور فرمایا کہ تم ایسے لوگونکے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہین لہذا انکو شہادتِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کیطرف بلانا۔ جب اسمین تمہارا کہنا مان لین تو پھر انکو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات دن مین پانچ نمازین فرض کی ہین۔ اگر اسمین بھی تمہارا کہنا مان لین تب انکو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ مالدارون سے لیجائے اور انھین کے فقراء پر تقسیم کردیجائے" اور زکوٰۃ کی عظمتِ شان کیلئے یہ دلیل کیا تھوڑی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا "مین ضرور بالضرور جنگ کرونگا ہر اس شخص سے جو فرق سمجھے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان"۔ چنانچہ صحیحینؒ مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور عرب مین جسکو کافر ہونا تھا وہ (زکوٰۃ کا انکار کرکے) کافر ہوگیا (تو حضرت صدیقؓ نے ان پر جہاد کا حکم دیا) حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ ان لوگون پر کیسے جہاد کروگے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "مجھے حکم ہوا ہے کہ لوگون سے لڑون یہانتک کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہین جسنے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہلیا تو اپنی جان اور مال کو مجھسے محفوظ کرلیا بجز حقوق کے اور اسکا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ واللہ مین ضرور لڑونگا جو فرق سمجھیگا نماز اور زکوٰۃ مین کہ زکوٰۃ حق المال ہے (اور حقوق کو حضرتؐ نے خود مستثنےٰ فرمایا ہے) واللہ ایک بھیڑ کا بچہ بھی جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے اگر مجھے ادا نکرینگے تو مین ان سے لڑونگا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہین واللہ مین سمجھگیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے متعلق ابوبکرؓ کا شرح صدر فرما دیا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ بیشک یہی حق ہے" اور وعید کیلئے مسلم کی وہ روایت کافی ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ سونے اور چاندی کا جو مالک بھی اسکا حق ادا نکریگا تو بروز قیامت اس سیم وزر کو آگ کے پترے بنا کر آتش جہنم مین تپایا جائیگا اور اس سے اس شخص کی پیشانی و کروٹ اور کمر کو داغا جائیگا۔ جب ٹھنڈا ہوجائیگا تو پھر تپایا اور داغا جائیگا۔ قیامت کے سارے دن جسکی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہی ہوتا رہیگا۔ یہان تک کہ بندونکے فیصلے ختم ہون اور وہ اپنا راستہ دیکھ لے سوئے جنت یا بسوئے دوزخ۔ کسینے پوچھا کہ یارسول اللہؐ اور صاحبانِ شتر؟ آپؐ نے فرمایا کہ مالکِ شتر بھی جو کہ اسکا حق ادا

بکرے کہ پانی پلانیکے دن اسکا دودھ دوہکر (فقیر کو پلا دینا) بھی اسکے حق ہی مین داخل ہے۔ بروز قیامت چٹیل بیابان مین لمبا لٹادیا جائیگا اور اسکے اونٹ فربہ ہوکر آئینگے کہ ایک بچۂ شتر بھی کم نہوگا وہ اسکو اپنے پاؤن سے روندین اور منہون سے کاٹینگے۔ جب انکا پورا دور ختم ہو جائیگا تو دوبارہ شروع ہوگا اور سارے دن جسکی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہی تار بندھا رہیگا۔ حتّٰی کہ فیصلہ ہو جائے بندونکے معاملات کا اور وہ شخص اپنا راستہ دیکھلے خواہ بسوئے جنّت یا بسوئے دوزخ۔ پھر کسینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم اور گائے اور بکریان؟ آپ نے فرمایا کہ اور گائے والا بھی جو کہ اسکا حق نہ ادا کریگا بروز قیامت چٹیل بیابان مین لٹادیا جائیگا اور اسکی گائے اور بکریان آئینگی کہ نکوئی انمین مڑے ہوئے سینگ کی ہوگی اور نہ بے سینگ کی۔ اور نہ ٹوٹے ہوئے سینگ کی۔ وہ سب اسکو اپنے سینگون سے مارینگی اور کھرون سے کچلینگی۔ جب پہلا دور ختم ہو جائیگا تو دوسرا شروع ہو جائیگا۔ تمام دن جسکی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہی ہوتا رہیگا حتّٰی کہ بندونکے معاملات فیصل ہون اور یہ اپنا راستہ دیکھے خواہ بسوئے جنّت یا بسوئے جہنم۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم اور گھوڑے؟ آپ نے فرمایا گھوڑا تین قسم کا ہے۔ ایک گھوڑا مالک کے لئے وبال ہے اور ایک گھوڑا پردہ پوش ہے اور ایک گھوڑا اجر و ثواب۔ جو گھوڑا وبال ہے وہ تو وہ ہے جسے مالک نے دکھاوے اور شیخی اور مقابلۂ اسلام کیغرض سے باندھا۔ اور جو گھوڑا پردہ پوش ہے وہ وہ ہے جسے مالک نے راہ خدا مین (جہاد کی نیت سے) باندھا اور پھر اسکی کمر اور ذات کے متعلق اسکے حق کو نہیں بھولا۔ تو یہ مالک کیلئے پردہ پوش ہے۔ اور جو گھوڑا اجر ہے وہ وہ ہے جسے مالک نے فی سبیل اللہ کسی سبزہ زار یا گلزار مین صرف اہل اسلام کیلئے (بصورتِ وقف) باندھ رکھا ہے (کہ جس مجاہد کو بھی ضرورت ہو وہ اسپر سوار ہوکر جہاد کرے)۔ تو اس سبزہ زار وگلشن سے جو کچھ بھی (گھاس پات) یہ گھوڑا کھائیگا اسکی شمار کیموافق مالک کے لئے نیکیان لکھی جائینگی اور اسکے لید و پیشاب کی تعداد کیموافق حسنات تحریر ہونگی۔ اور اسکا مالک جس نہر پر بھی اسکو لیکر گذریگا کہ اسے پانی پلانیکا ارادہ بھی کرے مگر وہ پی لے تو جتنا پانی وہ پئے اسکی تعداد کیموافق حسنات اسکے نامۂ اعمال مین لکھی جائینگی۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اور دراز گوش؟ آپ نے فرمایا کہ دراز گوش کے بارہ مین مجھپر کوئی حکم نازل نہین ہوا بجز اس آیت کے جو (ہر چیز کو) شامل ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ "جو ذرہ برابر نیکی کریگا وہ اسے دیکھیگا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کریگا وہ اسے دیکھیگا"۔ اور سزا مین داغنے کیلئے پیشانی اور پہلو اور کمر کو خاص کرنیکی چند وجوہ ہین۔ ایک یہ کہ جب صاحب مال کے پاس آکر کوئی سائل مانگتا ہے تو ناگواری اور نہ دینے کے آثار انہین اعضا پر ظاہر ہوا کرتے ہین۔ کہ برہمی سے چہرہ ترش رو ہو جاتا ہے اور پیشانی کے خطوط سمٹکر ماتھے پر بل پڑجاتے ہین اور اگر سائل دوبارہ مانگتا اور سوال مین اصرار کرتا ہے تو اس سے اپنا منہ پھیر کر پیٹھ کر لینا اور دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے کہ سوال کے رد کرنے اور جھپک نہ دینے کی انتہائی

علامت بھی ہی جو عطا و سخا کی ناگواری پر دلالت کر رہی ہے- لہٰذا ناگواری کے آثار جب ان اعضاء سے ظاہر ہوئے تو بروز قیامت داغنے کیلئے بھی مخصوص کئے گئے- دوسری وجہ یہ ہی کہ جسم انسانی کا کمال اسکے جمال اور قوت مین منحصر ہے- سو جمال کا محل تو چہرہ ہی اور چہرہ کے سارے اعضاء مین سب سے زیادہ باعزت مقام اسکی پیشانی ہی پس جب پیشانی مین داغ آیا تو سارا جمال جاتا رہا- اور قوت کی جگہہ کمر اور دونون کروٹین ہین- پس جب انپر داغ آیا تو ساری بدن کی قوت جاتی رہی- خلاصہ یہ ہوا کہ ان تینون اعضاء مین داغ آنا جمال و قوتِ انسان کو زائل کرتا ہی اور جمال و قوت ہی کے حاصل کرنیکے لئے مال مطلوب ہوتا ہی- تیسری وجہ یہ ہی کہ کسب مال سے ایک مقصود تو اپنا دل خوش کرنا ہی جسکا اثر چہرہ پر ہوا کرتا ہی- اور ایک مقصود شکم سیری ہی کہ اس سے دونون کوکھین پھولتی ہین- اور ایک مقصود اچھے کپڑے پہننا ہی کہ انکو کمر پر ڈالتا ہی- تو چونکہ بخیل نے اپنی مال سے انھین تینون اعضا کی زیبایش چاہی تھی لہٰذا یہی تینون اعضا داغی کئے گئے" بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اسنے زکوٰۃ نہ دی تو اسکا مال بروز قیامت گنجے سر اور دو سیاہ نقطون والا اژدہا بنا کر اسکے گلے مین طوق کیطرح ڈالدیا جائیگا کہ وہ اپنی باچھون سے اسکے کاٹیگا اور کہیگا کہ مین ہون تیرا مال- مین ہون تیرا خزانہ- پھر آپنے یہ آیت پڑھی وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الخ جو لوگ بخل کرتے ہین وہ یہ نسمجھین کہ اچھا کر رہے ہین بلکہ جسمین بخل کر رہے ہین عنقریب اسکا طوق انکو پہنایا جائیگا- امام شافعیؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ زکوٰۃ جس مال مین ملی جلی رہتی ہی (اور نکالی نہین جاتی) وہ ضرور اسکو برباد کر کے رہتی ہی" اور یہ ایسی (آزمائی ہوئی) بات ہے جسمین شک کی گنجایش نہین- کیونکہ بہتیرے مالدار ہین کہ انھون نے دراہم دنیا کے ڈھیر جمع کئے کہ حرام و حلال کی پروا نکی اور دناءتِ طبیعت و خستِ نفس کے سبب اسکی زکوٰۃ ادا نہوئی تو کبھی تو انکی زندگی مین انھین پر مال کا وبال پڑا کہ جو کچھ جوڑا جکوڑا تھا وہ سب ایسا برباد ہوا گویا تھا ہی نہین اور کبھی انکے مرنیکے بعد انکے ورثہ کیطرف منتقل ہوا اور انھون نے اسکو فضول خرچیون مین اُڑایا کہ چند ہی روز مین صفایا کر کے ایسے مفلس بنگئے کہ گلیون کوچون مین بھیک مانگتے پھرے- حکایت ہی کہ پہلے زمانہ مین ایک شخص بیٹھا کھانا کھا رہا اور اسکے سامنے بھنا ہوا مرغ رکھا تھا- ایک سائل آیا اور اسنے باوجود خوشحال ہونیکے اسے ناکام لوٹایا آخرکار اسمین اور اسکی بی بی مین علیحدگی ہوئی اور مال بھی جاتا رہا اور عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا- اتفاق سے وہ عورت اپنے دوسرے خاوند کے ساتھ بیٹھی کھا رہی اور شوہر کے سامنے بھنا ہوا مرغ رکھا تھا کہ ایک سائل آیا- شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ اسکو یہ مرغ دے آ- وہ اسکو مرغ دینے گئی تو سائل پر نظر پڑی اور اسنے دیکھا کہ سائل وہی پہلا خاوند ہے- بی بی نے آکر شوہر ثانی کو قصہ سنایا تو اسنے کہا کہ واللہ مین ہی تو وہ مسکین ہون (جو

سائل بنکر اسکے پاس گیا تھا) کہ حق تعالیٰ نے میری اس حالت بیکسی کی شکر گزاری کے صلہ مین مجھے صاحب مال اور اپنی نعمت سے مالا مال بنا دیا۔" اس سے زیادہ عجیب حکایت یہ ہی کہ ایک مالدار سے کسی فقیر نے سوال کیا کہ زکوٰۃ مین سے کچھ دیدو مگر اسنے کچھ ندیا۔ فقیر نے کہا کہ ای شخص اللہ کی قسم مین مستحق اور بھوکا پیاسا ہون۔ اللہ نے تم کو مال عطا فرمایا ہی اسمین سے مجھے روٹی کھلا اور پانی پلا دے۔ مگر اسپر بھی اسنے کچھ ندیا۔ سائل دُور نگیا تھا کہ حق تعالیٰ نے مالدار کے پاس ملک الموت کو بھیجا کہ روح قبض کرے۔ جانکنی کیوقت مالدار نے کہا کہ مین بھوکا پیاسا ہون (ذرا سی مہلت دو کہ کھاپی لون)۔ ملک الموتؑ نے فرمایا کہ اسی حالت پر تیری روح قبض کرنیکا مجھے حکم ہی۔ اسکے بعد بڑی سختی کیساتھ اسکی روح نکالی اور اسکے گھر والے کفن دفن سے فارغ ہو کر گھر چلے آئے تو دیکھا کہ اسکا کفن گھر مین پڑا ہی۔ یعنی حقتعالیٰ نے اسکو ننگا اور بھوکا اور پیاسا دُنیا سے اُٹھایا۔ بیہقیؒ نے حضرت عثمانؓ کے غلام سے روایت کی ہی کہ حضرت ام سلمہؓ کو کچا گوشت کسینے ہدیہ بھیجا۔ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا اسلیئے ام سلمہؓ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ اسے کوٹھری مین رکھدے ممکن ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرماوین۔ خادمہ نے اسکو طاق مین رکھدیا۔ ایک سائل آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر اُسنے آواز دی کہ خیرات دو اللہ تمکو برکت بخشے۔" اہلخانہ نے انکاری جوابدیا کہ اللہ برکت دے۔" سائل تو چلا گیا مگر اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ ای ام سلمہؓ کچھ ہے؟ عرض کیا کہ جی ہان۔ اور خادمہ سے کہا کہ جا وہ گوشت لے آ۔ خادمہ گئی تو طاق مین ایک چکدار پتھر رکھا پایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گوشت پتھر بنگیا کیونکہ تمنے سائل کو نہین دیا۔" نزہۃ المجالس مین مذکور ہی کہ حضرت ابن عباسؓ کے زمانہ مین ایک شخص بہت مالدار تھا اسکے مرنے پر اسکے لئے قبر کھودیگئی تو اسمین ایک بڑا اژدہا نظر آیا حضرت ابن عباسؓ کو اسکی خبر دیگئی تو فرمایا کہ دوسری قبر کھودلو۔ چنانچہ دوسری قبر کھودی تو اسمین بھی اژدہا موجود تھا۔ اسیطرح سات قبرین کھودیگئین آخر اسکے کسی رشتہ دار سے حضرت ابن عباسؓ نے اسکی حالت پوچھی تو اُسنے کہا کہ یہ شخص زکوٰۃ نہین دیتا تھا۔ آپنے فرمایا کہ اسی اژدہے کیساتھ اسکو دفن کرو۔" زواجر مین یہ حکایت منقول ہی کہ چند تابعین ایک دن حضرت ابوسنانؒ کی زیارت کیلئے آئے۔ ابوسنان نے کہا صاحبو ہماری پڑوسی کا بھائی مرگیا ہی چلو اسکی تعزیت کرآئین۔ محمد بن یوسف فریابی کہتے ہین کہ ہم انکے ساتھ اُٹھے اور اس شخص کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اپنے بھائی کے مرنے پر بہت رو رہا اور بیچین ہو رہا ہی۔ ہر چند کہ ہم صبر و تسکین دلاتے تھے مگر اسے نہ صبر آتا تھا نہ سکون آخر ہمنے کہا کہ بھائی صاحب تمھین معلوم ہی کہ موت ایسا راستہ ہی جسپر چلنا ہر شخص کو لازمی ہی۔ اسنے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین مگر مین تو اپنے بھائی کے متعلق اُس عذاب پر رو رہا ہون جسمین وہ صبح و شام مبتلا ہی۔ ہمنے کہا۔ کیا اللہ نے تمکو غیب کی خبر دیدی ہی؟ اسنے کہا کہ نہین مگر صورت یہ ہوئی کہ جب مینے بھائی کو دفن کرکے مٹی ڈالدی تو

لوگونکی واپسی کے بعد مین اسکی قبر کے پاس بیٹھ گیا۔ دفعۃً قبر کے اندر سے ایک آواز آئی۔ ہائے مجھے اکیلا چھوڑ گئے کہ مصیبت جھیل رہا ہون۔ مین تو نماز پڑھا کرتا تھا۔ مین تو روزے رکھا کرتا تھا۔" مجھے بھائی کی اس آہ دبکا پر رونا آگیا اور مین نے مٹی ہٹا کر قبر کو کھولا کہ دیکھون کیا حال ہے؟ دیکھتا کیا ہون کہ قبر شعلہائے آگ سے لبریز ہے اور اسکی گردن مین آگ کا طوق پڑا ہوا ہی۔ شفقتِ برادرانہ نے مجھے بیچین کیا اور مین نے ہاتھ بڑھایا کہ اسکی گردن سے طوق علیحدہ کرون تو میری انگلیان اور ہاتھ جلگیا۔ پھر اسنے اپنا ہاتھ میریطرف نکالا تو مین نے دیکھا کہ وہ جھلسا ہوا اور سیاہ ہی۔ غرض مین اسپر دوبارہ مٹی ڈالکر چلا آیا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اسکی حالت پر کس طرح نہ روؤن اور کیسے غم نکرون؟ ہمنے پوچھا کہ تمھارا بھائی دنیا مین کیا عمل کرتا تھا؟ اسنے کہا کہ مال کی زکوۃ نہیں دیتا تھا۔ اسوقت ہمنے کہا کہ بیشک سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ الخ اور تمھارے بھائی کو قبر مین تا قیامت عذاب عاجل دیا گیا۔ راوی کہتا ہی کہ پھر ہم وہان سے چلکر ابوذر رضی صحابی کیخدمت مین آئے اور یہ قصہ ان سے نقل کرکے عرض کیا کہ حضرت یہودی بھی مرتے ہین اور نصرانی بھی مرتے ہین مگر (باوجود کفر کے) انمین یہ صورت نظر آتی نہین۔ حضرت ابوذر رضی نے فرمایا کہ انکے تو ناری ہونیمین کچھ شک ہی نہین یہ تو اہل ایمان کے متعلق دکھاتا ہی تاکہ تمکو عبرت ہو چنانچہ فرماتا ہی مَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ (جو بینا ہوا تو اپنے لئے ہوا اور جو اندھا رہا تو اسی پر وبال ہی۔ اور مین تمپر نگران نہین ہون کہ ہدایت پر تمکو مجبور کرون)۔ طبرانی میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ پانچ کے بدلے پانچ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم اسکا کیا مطلب؟ آپنے فرمایا کہ جس قوم نے بھی نقضِ عہد کیا تو ضرور انپر انکا دشمن مسلط کیا گیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ احکام کے خلاف فیصلہ دیا تو ضرور انمین مری پھیلی اور جب زکوۃ نہین ادا کیگئی تو ضرور بارش بند ہوئی اور جب ناپ تول مین کمی کیگئی تو ضرور پیداوار مین کمی اور قحط سالیان ہوئین خواہ بارش ہو یا نہو" اور یہ ایسی بات ہی کہ ہم اسکا آنکھون سے مشاہدہ کررہے ہین کہ سالہا سال سے ہندوستان مین بلنسبت سالہائے گذشتہ کے بارشون مین بہت کمی آگئی اور دو سال سے تو اتنا قحط ہو رہا ہی کہ ہزارون انسان اور مویشی و جانور مُردہ ایسے ہو گئے جیسے کھجور کے گرے ہوئے تنے۔ اور اسکا سبب بجز اسکے کچھ نہین کہ مالدارون نے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے زکواۃ دینا بند کردیا اور ناپ تول مین کمی کرنیلگے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ حقتعالےٰ نے اہل مال پر احسان فرماکر انکو بہت کچھ اموال عطا کئے تو مال کی محبت انکے دلونمین رچگئی اور وہ سمجھ بیٹھے کہ یہ انکی خوش نصیبی اور انہین کی ایجادات کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ دینا اور راہِ خدا مین خرچ کرنا انکو شاق گذرا اگر وہ اللہ کی عطا کردہ نعمت کا شکر ادا کرتے اور ادائے زکوٰۃ کیطرف ہاتھ بڑھاتے تو انکے ہموطن فقراء بھی مالدار بنجاتے مگر وہ سرتابی مین بڑھے اور جو نصیحت انکو کیگئی تھی اسکو بھلا دیا۔ انکی شرارت و نافرمانی کے سبب حقتعالےٰ

ؔ جو لوگ بخل کرتے ہین سمجھین جو انکو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہی وہ اسکو بھلا نہ سمجھین بلکہ یہ انکے لئے بہت برا ہی کہ عنقریب جسمین بخل کیا تھا اسکا طوق

بسے ان سے بارش کو روک لیا۔ چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی الخ اللہ کسی قوم کیحالت کو نہین بدلتا
جبتک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلین۔" مگر دل ایسے سخت ہوگئے ہین کہ اس عذاب سے بھی آنکھ نہ کھلی لہذا دیکھئے
آیندہ کیا ہو۔ ترمذی رح نے حضرت عمرو رض بن شعیب سے روایت کی ہے۔ وہ اپنے باپ سے اور انکے باپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں
کہ دو عورتین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمتمین آئین کہ انکے ہاتھونمین طلائی کڑے تھے۔ حضرت نے ان سے پوچھا
انکی زکوٰۃ بھی دیتی ہو؟ عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمکو پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تمکو آگ کے کڑے پہنائے؟
عرض کیا کہ نہین۔ آپنے فرمایا تو انکی زکوٰۃ دیا کرو۔" اس حدیث کی سند مین کچھ ضعف ہے۔ ابو داؤد رح نے حضرت
ام سلمہ رض سے روایت کی ہے کہ مین طلائی زیور پہنا کرتی تھی اسلئے حضرت سے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا یہ بھی خزانہ ہے
(جسکے متعلق تپا کر داغ دیئے جانیکی سزا آئی ہے) آپنے فرمایا کہ جو زیور بھی اتنی قیمت کا ہو جسکی زکوٰۃ دینی واجب
ہو اور اسکی زکوٰۃ دیدیجائے تو وہ خزانہ نہین ہے۔" اسی لئے صحابہ رض و تابعین رح کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ زیور
مین زکوٰۃ واجب ہے اور انھین کا اتباع ابو حنیفہ رح اور انکے اصحاب نے کیا ہے۔ اور اسکو ابن المنذر نے مغنی میں
اور دوسرے صحابہ رض و تابعین رح اور باقی ائمہ ثلاثہ رح زیور مین عدم وجوب زکوٰۃ کیطرف گئے ہین۔ امام خطابی رح کہتے ہین
کہ ظاہر آیات قول اوّل یعنی وجوبِ زکوٰۃ کی شہادت دے رہا ہے اور حدیث بھی اسکی موید ہے۔ اور جن علماء نے زکوٰۃ
کو ساقط کیا ہے وہ قیاس کیطرف گئے اور کچھ حصہ حدیث کا بھی انکے ساتھ ہے۔ باقی احتیاط اداء زکوٰۃ ہی مین ہے

فائدہ۔ صاحبِ مال پر زکوٰۃ کے وجوب اور محتاجونپر اس مالِ زکوٰۃ کے صرف کرنے مین کئی حکمتین ہین
اوّل یہ کہ مال بالطبع محبوب ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قوت ایک صفتِ کمال ہے جو کہ بالذات محبوب ہے۔ اور مال چونکہ
قوت کے حاصل کرنیکا سبب اور آلہ ہے لہذا مال بھی طبعاً محبوب ہوا اور جب قلب محبتِ مال مین ڈوبا تو اللہ جل جلالہ
کی محبت اور اسکی مقرب بنانیوالی طاعتون مین مشغول ہونیسے غافل ہوگیا۔ اسلئے حکمتِ الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ مال
مین جو کہ اللہ تعالیٰ سے دور کرنیکا سبب بنا ہے زکوٰۃ واجب کیجائے تاکہ اسکے نکالنے سے وہی مال حقتعالیٰ سے قرب کا
سبب بنجائے۔ دوّم یہ کہ کثرتِ مال سے سختدلی اور دنیا کی محبت اور خواہشات و لذاتِ دنیا کی رغبت پیدا
ہوتی ہے۔ لہذا حقتعالیٰ نے زکوٰۃ کو واجب کیا تاکہ مال جو کہ سخت دلی وغیرہ کا سبب ہے اس طریق سے کم ہو جائے۔
سوم یہ کہ وجوبِ زکوٰۃ بندہ کا امتحان ہے کہ بدنی تکالیف زیادہ شاق نہیں۔ اور زکوٰۃ کا نکالنا نفس پر شاق ہے
لہذا حقتعالیٰ نے زکوٰۃ کو واجب کیا تاکہ مالدارونکا امتحان ہوجائے اور فرمانبردار جو بطیب خاطر زکوٰۃ
ادا کرے وہ نافرمان یعنی زکوٰۃ نہ دینے والے سے متمیز ہو جائے۔ چہارم یہ کہ مال درحقیقت اللہ کا ہے اور مالدار محض
اللہ کے خزانچی ہین۔ اور فقیر اللہ تعالیٰ کے متعلقین ہین۔ پس حقتعالیٰ نے اپنے خزانچیون کو اپنے مال کا کچھ حصہ
اپنے متعلقین کے حوالہ کرنیکا حکم فرما دیا ہے۔ لہذا جو بندہ فرمانبردار ہے کہ تعمیل حکم کیطرف لپکتا اور اللہ کے متعلقین

پر ترس کھاتا ہی اسے ثواب عطا فرمائیگا- اور جو نافرمان ہی کہ اللہ کا مال اسکے متعلقین کو نہین دیتا اسے سزا و عذاب دیگا- صحیحین رح مین حضرت ابوموسی اشعری رض سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار دیانتدار خزانچی جو خرچ کرے (اور ایک روایت مین ہی جو عطا کری)- آقا کے حکم کیموافق کہ پورا وافر خوشدلی کیساتھ دے اور جسکو دینے کا اسے حکم ہوا ہی اسکے حوالہ کرے تو وہ بھی ایک صدقہ کرنیوالا سمجھا جائیگا"۔ پنجم یہ کہ بہت ممکن ہی فقراء کے قلوب کو تعلق ہو اس مال سی جو امراء کے ہاتھون مین ہی- لہذا حق تعالی نے فقراء کا دل راضی کرنیکو اس مال مین انکا حصہ بھی واجب کردیا"۔ ششم یہ کہ جو مال انسان کی حاجت اصلیہ سے زائد ہی جب اسکو روکا جائیگا تو جس مقصود کیلئے مال کو وضع کیا گیا ہی وہ اس سے معطل و بیکار رہیگا- لہذا فقراء کو اسمین سے بقدر زکوٰۃ فقراء کے دینے کا حکم ہوا تاکہ بالکل بیکار نہ رہی- واللہ اعلم وعلمہ اتم-

سترہوین بصیرت راہِ خدامین مال خرچ کرنیکا بیان

حق تعالی فرماتا ہی یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ "اے محمد تم سے خرچ کرنیکی مقدار پوچھتے ہین ان سے کہدو کہ نفل کے درجہ مین خرچ کرین جو کچھ بھی حاجت سے زائد ہو"۔ جاننا چاہئے کہ حق تعالی نے کسی بندہ کو فقیر بنایا ہی اور کسیکو امیر اور اسمین حکمت یہ ہی کہ انکی آزمایش ہو جائے- پس جیسے حق تعالی نے مال عطا کیا اور امیر بنایا اگر وہ اس انعام پر شکر خدا بجالایا اور اللہ کی مرضی کیموافق مال خرچ کیا تو حق تعالی نے انعام مین زیادتی فرمائی- کہ ارشاد ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ "اگر تم شکر کروگے تو مین زیادہ دونگا"۔ اور ایک فرشتہ ہر وقت اسکی ترقی کیلئے دعا کرتا ہی- چنانچہ صحیحین رح مین حضرت ابوہریرہ رض سی مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے- کوئی دن نہین ہوتا کہ صبح کو دو فرشتے نہ اترتے ہون- ایک کہتا ہی یا اللہ سخی کو عوض عطا کر- اور دوسرا کہتا ہے یا اللہ بخیل کو بربادی عطا کر"۔ مسلم رح نے حضرت ابوہریرہ رض سی روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کسی جنگل مین تھا اُسنے بدلی مین سے یہ آواز سُنی کہ فلان شخص کے باغ کو پانی دے- اسپر وہ بادل چلا اور ایک سنگستان مین پہونچکر اپنا سارا پانی برسادیا- پھر ایک نالی نے وہ سارا پانی اپنے اندر لیلیا (اور بہکر ایک طرف چلا) یہ شخص اس پانی کے پیچھے ہولیا- دیکھتا کیا ہی کہ ایک شخص اپنے باغ مین بیلچہ سے پانی پھیر رہا ہی- اِسنے اُس سے پوچھا کہ اے بندۂ خدا تیرا کیا نام ہی؟ اسنے وہی نام بتایا جو اسنے بدلی مین سُنا تھا- پھر پوچھا کہ اے شخص تو میرا نام کیون پوچھتا ہی؟ اسنے جوابدیا کہ مینے اس بادل مین سی جسکا یہ پانی ہی ایک آواز سُنی- کہ تیرا نام لیکر کہتا ہی فلان شخص کے باغ کو پانی پلا- پس (بتا) کہ باغ کے متعلق تو کیا عمل کرتا ہی جسکی برکت سے سیرابی باغ کا یہ غیبی انتظام ہوتا ہے؟ اسنے کہا کہ جب تمنے پوچھا تو کہنا ہی پڑا- مین اس باغ کی ساری پیداوار پر نظر ڈالتا اور اسکا ایک تہائی توخیرات کرتا ہون اور ایک تہائی اپنی اور اپنے بچونکی خوراک بناتا ہون اور ایک تہائی پھر اسی باغ مین لگا

دیتا ہون" روایت ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین بنی اسرائیل کے ایک دیندار شخص کا انتقال ہوا اور ایک بی بی اور دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ بی بی کو اپنے خاوند کا بہت صدمہ ہوا کہ نکاح بھی نکیا اور اپنی بچونکی پرورش مین لگی رہی حتی کہ جو مرحوم باپ نے چھوڑا تھا وہ انپر خرچ کر دیا۔ ایکدن رونے اور کہنے لگی کہ بچونکے لئے میری پاس بجز تین دینار کے نہین رہا۔ اگر وہ بھی انپر خرچ کر دون تو یہ یتیم بچے فقیر بنجائینگے اس لئے ان بچونکو موسیٰ نبی اللہ کے پاس لیچلون۔ کیا عجب ہے کہ انکی برکت انپر بھی اثر کرے۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ کے شہر کا ارادہ کر کے اپنی شہر سے نکلی تو گھر کے دروازہ پر ایک فقیر ملا جسکے تین بچے تھے اور وہ کہہ رہا تھا۔ کوئی ہے جو اللہ کے نام پران بچونکو تین روٹیاں کھلادے" یہ سنکر عورت نے اسکو تین روٹیان دین اور فقیر نے اسے دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے سفر مین برکت دے" غرض وہ عورت وہان سی چلکر بیرون شہر نہر کے کنارہ پر ٹھیری اور وہ تھیلی جسمین بچا ہوا مال رکھا تھا اپنی سامنے رکھلی کہ نماز کیلئے تازہ وضو کرے۔ نہر کی ایک لہر جو آئی تو تھیلی کو لیکر چلدی اور تھیلی پانی مین بیٹھ گئی کہ عورت نے بہتیرا ڈھونڈا مگر تھیلی کا پتہ نہ لگا۔ آخر مایوس ہو کر واپس ہوئی تو دیکھا کہ ایک بچہ کو بھیڑیے نے پکڑ لیا۔ مان اسکے پیچھے دوڑی تو شیر نے آکر دوسرے بچہ کو پکڑ لیا۔ عورت حیران و پریشان ہو کر اپنی حالت کا شکوہ کرنیکو حضرت موسیٰ کی طلب مین چل کھڑی ہوئی۔ اسکے یہان پہونچنے سے پہلے حضرت موسیٰ ؑ کے پاس ایک سوار آیا اور کہا کہ ای موسیٰ جنگل مین مجھے ایک بھیڑیا ملا کہ اسکے ساتھ یہ بچہ تھا اسکو لیجئے۔ نیز ایک شکاری آیا اور کہا کہ مجھے اپنی جال کے اندر یہ تھیلی دستیاب ہوئی ہے اسکو لیجئے۔ نیز ایک خانہ بدوش آیا اور کہا کہ مجھے ایک شیر نظر پڑا کہ اس بچے کو اٹھائے جا رہا تھا مگر اسنے اسے کچھ تکلیف نہین دی اور ایسی جگہ جہان مین بچہ سکون اسے رکھکر چلدیا۔ مین اسکو اٹھا کر آپکے پاس لے آیا۔ اتنے مین وہ عورت بھی حضرت موسیٰ کے پاس آ پہونچی اور اس سی پہلے کہ شکوہ کرے اپنی سب چیزین حضرت موسیٰ کے سامنے رکھی ہوئی دیکھکر خوشی کے مارے رو پڑی۔ اور کہا ای میری اللہ یہ کس صلہ مین مجھے عطا فرمایا؟ حضرت موسیٰ پر وحی آئی کہ اس سے کہدو اس فقیر کی دعا کی بدولت جسکو تو نے تین روٹیان دی تھیں ہمنے تینون چیزین تجھے واپس کردین اور قیامت کا سفر تجھپر آسان کر دیا" نیز حق تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اس سی نکاح کرو۔ اور اسکے دونون بچے برکتِ دُعاء فقیر سے حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہوئے"

نیز حق تعالیٰ اسکو بلا سے محفوظ رکھتا ہی۔ زرینؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ صدقہ مین جلدی کیا کرو کہ بلا اسکو لانگ نہین سکتی ہے اور قیامت کیدن جنت کے درخت کی ٹہنی پکڑ کر اندر چلا جائیگا۔ چنانچہ بیہقیؒ نے شعب الایمان مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخاوت جنت کا درخت ہی۔ تو جو سخی ہوگا وہ اسکی ٹہنی پکڑ لیگا۔ اور وہ

اسے نچھوڑیگی جبتک کہ اسکو جنت کے اندر نہ لیگی اور بخل درخت ہی دوزخ کا. تو جو شخص بخیل ہوگا وہ اسکی ٹہنی پکڑ لیگا اور وہ ٹہنی اسے نچھوڑیگی یہانتک کہ اسے دوزخ کے اندر نہ لیگی" اور جو شخص نعمت الہیہ کا شکر ادا نہین کرتا اور اللہ کے دیئے ہوئے مین سے راہِ خدامین خرچ نہین کرتا اور اس خیال پر خوش ہوتا ہی کہ ایسے شخص کو کیون کھلائی جسے اللہ چاہتا تو خودہی کھلاتا" تو وہ شخص بڑے خسارہ مین ہی۔ حقتعالی فرماتا ہی فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ "جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو انھین کیگئی تھی تو ہمنے کھولدیے انپر دروازے ہر چیز کے۔ یہانتک کہ جب مسرور ہوئے انپر جو انکو دیاگیا تو یکایک ہمنے انکو پکڑا۔ بس وہ ناامید و غمگین رہگئے"۔ صحیحین مین حضرت ابوذر رض سے روایت ہی کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین آیا اور آپ کعبہ کے سایہ مین بیٹھے تھے۔ آپنے مجکو دیکھا تو فرمایا۔ بڑے خسارہ مین ہین وہ۔ قسم ہے ربِ کعبہ کی"۔ مین نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کون ہین وہ؟ آپنے فرمایا زیادہ مال والے۔ مگر ہان جسنے آگے اور پیچھے اور داہنے اور بائین یون کیا (یعنی دوہتڑ بھر بھر کر اللہ کے نام پر لٹایا) اور ایسے بہت ہی کم ہین"۔ اہلِ تواریخ نے لکھا ہی کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بعد بنی اسرائیل مین سب سے بڑا عالم اور توریت کا قاری اور زیادہ خوبصورت اور بڑا مالدار شخص قارون تھا کہ خوش آواز بھی تھا۔ مگر باغی و سرکش ہوگیا۔ اور اسکی پہلی بغاوت و سرکشی یہ تھی کہ حقتعالی نے حضرت موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو حکمدو کہ اپنی چادرونکے چارون کنارونمین دھاگے سبز یعنی آسمانی رنگ کے لگائین اسکو دیکھکر آسمان کیطرف نظر کرنا یاد آوے اور پھر مجھے یاد کرین اور سمجھین کہ آسمان ہی سے مین اپنا کلام نازل کرتا ہون۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ پھر ساری چادر ہی کے سبز رنگ رکھنے کا حکم کیون نہ دیا جاوے کہ دھاگون کا رنگنا بنی اسرائیل چھوٹا ساکام سمجھینگے۔ حقتعالی نے فرمایا کہ اے موسےٰ میرا کام چھوٹا بھی درحقیقت چھوٹا نہین اور جب وہ چھوٹے کام مین میری اطاعت نکرینگے تو بڑے کام مین بھی اطاعت نکرینگے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے قوم کیطرف حق تعالیٰ کا حکم پہونچادیا کہ آسمان کے رنگ کیطرح سبز دھاگے چادرون مین لٹکاؤ کہ جب انپر نگاہ پڑے تو رب یاد آوے۔ بنی اسرائیل نے اسکی تعمیل کی مگر قارون نے تکبر کیا اور کہنا نہ مانا بلکہ کہا کہ ایسا کام تو مالکان غلام اپنے غلامون سے لیا کرتے ہین تاکہ وہ دوسرون سے ممتاز رہین" یہ تھی اسکی شروع نافرمانی و سرکشی۔ الغرض جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کیساتھ دریا قطع کیا تو حبورہ یعنی مذبح کا انتظام ہارون علیہ السلام کے سپرد ہوا کہ بنی اسرائیل اپنی قربانیان حضرت ہارونؑ کے پاس لاتے اور وہ اسکو مذبح پر رکھدیتے تھے پھر آسمان سے آگ آتی اور (مقبول شدہ قربانی کو) کھالیتی تھی۔ قارون کے نفس مین اس سے گرانی پیدا ہوئی اور اسنے حضرت موسیٰؑ کے پاس آکر کہا کہ اے موسیٰؑ رسالت تو تمھاری ہوئی اور حبورہ ہوا ہارون کا۔ اور میرے لئے کچھ بھی نہین حالانکہ مین بھی توریت کا عالم ہون۔ مجھسے اسپر صبر نہین ہوسکتا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ حبورہ ہارون کیلئے مینے تجویز

نہین کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا ہی۔ قارون نے کہا کہ جبتک اسکی صریح علامت مجھے نہ دکھاؤ مین تمھین سچا نہین سمجھ سکتا۔ اسپر موسیٰؑ نے سرداران بنی اسرائیل کو جمع کیا اور سبکی لاٹھیان لیکر انکا گٹھا بنا کر اپنی عبادت کے حجرہ مین ڈالدیا۔ صبح تک بنی اسرائیل اپنی لاٹھیون کا پہرہ دیتے رہے صبح کو دیکھا تو حضرت ہارونؑ کی لاٹھی پر سبز پتے لہرا رہا تھا اور وہ لاٹھی درخت بادام کی تھی۔ موسےٰؑ نے فرمایا کہ ای قارون دیکھتا بھی ہی؟ قارون نے جوابدیا کہ واللہ جو سحر تم کیا کرتے ہو یہ اس سے زیادہ عجیب نہین ہی۔ یہ کہکر اور اپنے معتقدین کو لیکر حضرت موسیٰؑ سے علیحدہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ قارون کیساتھ رشتہ داری کے سبب مدارۃ کیا کرتے مگر یہ انکو ہر وقت ستاتا اور دشمنی و شرارت و جبر و تشدد کرتا رہتا تھا۔ آخر اسنے ایک مکان تعمیر کرایا جسکا دروازہ طلائی بنایا اور دیوارون پر سونیکے پترے نصب کیے۔ بنی اسرائیل کے لوگ صبح و شام اسکے پاس آتے اور یہ انکو کھانے کھلاتا اور خوش طبعی کیا کرتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ حضرت موسیٰؑ پر آیتِ زکوٰۃ نازل ہوئی تو قارون آیا اور حضرت موسیٰؑ سے مصالحت کر گیا کہ ہزار درہم مین ایک درہم اور ہزار دینار مین ایک دینار اور ہزار بکریون مین ایک بکری اور اسیطرح تمام چیزون مین (ہزاروان حصہ زکوٰۃ دیا کریگا) مگر جب اپنے گھر آکر حساب لگایا تو اتنی کثیر رقم ہوئی کہ اسکا نفس اسے گوارا نہ کر سکا آخر اسنے بنی اسرائیل کو جمع کر کے انسے کہا کہ موسیٰؑ نے تمکو جس بات کا بھی حکم دیا تمنے اسے مانا مگر اب وہ چاہتے ہین کہ تمھارے اموال پر قبضہ کرین۔ قوم نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہین اسلئے جو مناسب سمجھین ہمین حکم دین۔ قارون نے کہا کہ فلان کسبی کے پاس جاؤ اور اسکو کچھ مال کی طمع دو کہ موسیٰؑ کو اپنے ساتھ متہم کرے۔ وہ ایسا کریگی تو بنی اسرائیل باغی ہو کر موسےٰؑ کو چھوڑ دینگے چنانچہ انھون نے اس کسبی کو بلایا اور قارون نے ایکہزار دینار اور ایکہزار درہم اور بروایتے سونیکا ایک طشت اسکا معاوضہ مقرر کیا۔ بعض کا قول ہی کہ قارون نے اس سے وعدہ کیا کہ مین تجکو بی بی بنا کر اپنے محل مین لیلونگا اگر تو نے کل کو بنی اسرائیل کے بھرے مجمع مین موسیٰؑ کو اپنے ساتھ متہم کر دیا۔ اگلے دن قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس آکر کہا کہ قوم آپکی تشریف آوری کا انتظار کر رہی ہی کہ آپ انکو وعظ و نصیحت اور امر و نہی فرماوین۔ حضرت موسیٰؑ اس سبزہ زار میدان مین تشریف لائے جہان بنی اسرائیل جمع تھے اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای بنی اسرائیل جو شخص چوری کریگا ہم اسکا ہاتھ کاٹینگے اور جو کسی پر بہتان باندھیگا ہم اسکے اسی درّے مارینگے اور جو بے بیاہا زنا کریگا ہم اسکے سو درّے مارینگے اور جو بیاہی والا زنا کریگا تو اسکو پتھر مار کر دنیا سے رخصت کر دینگے۔ قارون بولا اگرچہ تم ہی کیون نہو؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہان اگرچہ مین ہی کیون نہون۔ قارون نے کہا بنی اسرائیل کا گمان یہ ہی کہ تمنے فلان کسبی کیساتھ برا فعل کیا ہے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ کسبی کو بلاؤ کسبی آئی تو حضرت موسیٰؑ نے اس سے کہا کہ تجھے قسم ہے اس ذات کی جسنے بنی اسرائیل کیلئے دریا کو پھاڑا اور توریت

نازل کی سچ بولیو پس توفیق الٰہی نے اسکی دستگیری کی وراسنے دلمین سوچا کہ توبہ کا اظہار اس سی بدرجہا بہتر ہے کہ پیغمبر خدا کو ایذا پہونچاؤن۔ پس اسنے کہا کہ واللہ یہ بات غلط ہی اور قارون نے میری لئے اسپر بہت کچھ انعام مقرر کیا تھا کہ آپکو اپنے ساتھ متہم کردن۔ پس موسیٰؑ روتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سجدہ مین گری کہ اے میرے اللہ اگر مین ترا پیغمبر ہون تو میری خاطر غصہ فرما۔ حقتعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ مین نے زمین کو حکم دیدیا ہی کہ تمھاری اطاعت کرے۔ لہٰذا جو چاہو اسکو حکم دو۔ حضرت موسیٰؑ اُٹھے اور فرمایا کہ ای بنی اسرائیل اللہ نے مجھے قارون کیطرف بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کیطرف بھیجا۔ لہٰذا جو اسکا ساتھی ہو وہ بیٹھا رہے اور جو میرا ساتھی ہو وہ ہٹ جائے۔ چنانچہ سب ہٹگئے صرف دو شخص قارون کیساتھ بیٹھے رہگئے۔ اسکے بعد حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہان ای زمین انکو پکڑ۔ چنانچہ زمین نے انکے پاؤن کو پکڑ لیا۔ اور بعض کہتے ہین کہ یہ اپنے تخت اور بچھونے پر تھا تو زمین نے اسکو پکڑا کہ تخت غائب ہوگیا حضرت موسیٰؑ نے پھر دوبارہ فرمایا کہ ای زمین انکو پکڑ۔ پس زمین نے انکو گھٹنے تک پکڑ لیا پھر تیسری مرتبہ یہی کلمہ فرمایا کہ ای زمین انکو پکڑ تو زمین نے انکو کمر تک پکڑ لیا۔ پھر آپنے فرمایا کہ ای زمین انکو پکڑ تو زمین نے گردنون تک پکڑ لیا اور اسکے رفقا حضرت موسیٰؑ سے زاری کررہی اور قارون انکو اللہ اور قرابت کا واسطہ اور قسمین دے رہا تھا۔ کہتے ہین کہ چالیس مرتبہ اسنے حضرت موسیٰؑ کو قسمین دین۔ اور بعض کہتے ہین کہ ستر مرتبہ قسمین دین مگر موسیٰ علیہ السلام شدت غیظ وغضب مین اسکی طرف توجہ بھی نہ فرماتے تھے۔ غرض آپنے پھر فرمایا کہ ای زمین انکو پکڑ۔ پس زمین انپر ڈھپگئی (کہ وہ زمین مین دھنسکر نظرون سے غائب ہوگئے) تب حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ تمھارا دل بھی کتنا سخت ہی کہ قارون ستر مرتبہ تمسے فریاد کرتا رہا مگر تمنے ترس نکھایا۔ قسم ہی اپنے عزت وجلال کی کہ مجھسے ایک ہی مرتبہ فریاد کرتا تو مین اسکو معاف کردیتا۔ بعض روایتون مین یہ بھی ہے کہ اب تمھاری بعد زمین کو کسیکا مطیع نہ بناؤنگا۔" حضرت قتادہؓ کہتے ہین کہ قارون زمین مین دھنساد یاگیا اور وہ روزانہ قد آدم کی برابر زمین مین دھنستا رہتا ہی مگر تا قیامت اسکی تہ کو نہ پہونچیگا۔" صبح ہوئی تو بنی اسرائیل آپسمین چہ میگوئیان کرنیلگے کہ موسیٰؑ نے قارون پر جو بد دعا کی تو اسکے محل اور خزانون اور اموال پر قبضہ کرنیکی نیت سے کی ہی۔ تب حضرت موسیٰؑ نے دعا کی کہ الٰہی اسکے محل اور خزانون اور اموال کو بھی زمین مین دھنسا دی۔ اس قصہ کو حق تعالیٰ نے قرآنمجید مین نقل فرمایا ہی اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى الخ قارون موسیٰ کی قوم مین ایک شخص تھا جسنے انپر سرکشی کی ہے اور ہمنے اسکو اتنے خزانے دئے تھے کہ انکی کنجیان گرانبار بنادیتی تھین ایک طاقتور جماعت کو۔ جب اس سے قوم نے کہا کہ نازان مت ہو کہ اللہ نازان ہونیوالونکو پسند نہین کرتا۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہی اسمین طالب آخرت بن اور اپنا حصہ دنیوی فراموش نکر۔ اور احسان کر جیسا کہ اللہ نے تجھپر احسان کیا۔ اور زمین مین طالب فساد مت ہو کہ اللہ فساد کرنیوالونکو پسند نہین کرتا۔" صحیحین مین حضرت

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا۔ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے۔ ایک کوڑھی دوسرا گنجا تیسرا اندھا۔ حقتعالی نے انکو آزمانا چاہا تو انکے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ اوّل وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس آیا اور پُوچھا کہ تجھے کیا چیز زیادہ پیاری ہے؟ اسنے کہا کہ اچھی رنگت اور خوبصورت کھال ملجائے اور یہ (کوڑھ) جاتا رہے جسکی وجہ سے لوگ مجھسے گھن کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فرشتہ نے اپنا ہاتھ اسپر پھیر دیا کہ اسکی گھنیاہٹ جاتی رہی اور اسکو اچھی رنگت اچھی صورت ملگئی۔ پھر فرشتہ نے پُوچھا کہ تجھے مال کونسا مرغوب ہے؟ اسنے کہا کہ اونٹ۔ چنانچہ اسکو گیابھن اونٹنی دیدی اور کہا کہ اللہ تجکو اسمیں برکت دے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اسکے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور پُوچھا کہ کون چیز تجکو زیادہ پیاری ہے؟ اسنے کہا کہ خوبصورت بال ملجاویں اور یہ (گنج) جاتا رہے جس سے لوگ گھنیاتے ہیں پس فرشتہ نے اسپر ہاتھ پھیر دیا کہ اسکا گنج جاتا رہا اور اچھے بال ملگئے۔ فرشتہ نے کہا کہ تجھے مال کونسا مرغوب ہے؟ اسنے کہا کہ گائے۔ چنانچہ اسکو گیابھن گائے دیدی اور کہا کہ اللہ اسمیں برکت دے۔ اسکے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور پُوچھا کہ کون چیز تجکو زیادہ پیاری ہے؟ اسنے کہا کہ اللہ میری بینائی واپس کردے۔ فرشتہ نے اسپر ہاتھ پھیر دیا اور حقتعالی نے اسکی بینائی لوٹا دی۔ اسکے بعد پُوچھا کہ مال کونسا پسند ہے؟ اسنے کہا کہ بکری۔ چنانچہ اسکو گابھن بکری دیدی۔ الغرض تینوں کے جانوروں نے بچے دئے (اور اتنی نسل بڑھی کہ) اسکے اونٹوں سے جنگل بھر گیا اور اسکی گایوں سے اور اسکی بکریوں سے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پھر وہ فرشتہ اسی پہلی صورت و شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا۔ میں مسکین ہوں کہ میرا زاد راہ ختم ہولیا اور آج میرا کوئی وسیلہ نہیں بجز اللہ کے اور پھر تیرا۔ اس ذات کے نام پر جسنے تجھے اچھی رنگت اور اچھی کھال اور اتنا کچھ مال دیا ہے میں ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اسپر سوار ہو کر اپنے گھر پہونچ جاؤں۔ اسنے جواب دیا کہ (آگے مانگو) بہتیرے حقوق ہیں (جو تجھسے پہلے مجھے ادا کرنے ہیں) فرشتہ نے کہا مجھے خیال ہوتا ہے کہ میں تجھسے واقف ہوں۔ کیا تو کوڑھی نہ تھا کہ تجھسے لوگ گھنیاتے تھے؟ اور کیا فقیر نہ تھا کہ خدا نے تجھے مال دیدیا؟ کوڑھی نے کہا کہ (واہ کیا خوب) میرا تو یہ مال قدیمی ہے جو کئی پشت سے چلا آرہا ہے۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے پھر ویسا ہی کردے جیسا پہلے تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس اپنی پہلی صورت میں آیا اور اسیطرح اس سے سوال کیا۔ اسنے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا۔ اور فرشتہ نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تعالے تجھے پھر ویسا ہی کردے جیسا پہلے تھا۔ اسکے بعد وہ اندھے کے پاس اسی پہلی شکل و صورت میں آیا اور کہا کہ میں مسکین مسافر ہوں سفر میں بے سروسامان ہوگیا آج بجز اللہ تعالی کے اور پھر تیرے میرا کوئی وسیلہ نہیں۔ اس خدا کے نام پر جسنے تجھے دوبارہ بینائی بخشی میں تجھے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اسکے ذریعہ اپنا سفر پورا کرلوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ بیشک میں اندھا تھا اور اللہ تعالی نے مجھے دوبارہ بینائی بخشی۔ لہذا جتنا تیرا جی چاہے لیلے اور جتنا جی چاہے چھوڑدے۔ قسم ہے اللہ

کی جو کچھ بھی تو اللہ واسطے لیگا مین منع نکرونگا۔ فرشتہ نے کہا کہ اپنا مال اپنے پاس رکھ۔ تم تینون کی صرف آزمایش کی گئی تھی۔ سو اللہ تجھسے راضی ہوا اور ان دونون سے ناراض"۔ جریر رح نے حضرت لیث رض سے روایت کی ہے۔ ایک شخص حضرت عیسٰےؑ بن مریم علیہما السلام کیساتھ ہوا اور کہنے لگا کہ مین آپکی معیت و صحبت مین رہونگا۔ دونون چلے اور ایک نہر کے کنارہ بیٹھکر کھانا کھانیلگے۔ تین ۳ روٹیو نمین سے دو ۲ روٹیان دونون نے کھائین اور تیسری بچ رہی۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اُٹھکر نہر پر گئے اور پانی پیکر جو واپس آئے تو روٹی کو گم پایا۔ ساتھی سے پوچھا کہ روٹی کسنے لیلی؟ اسنے کہا مجھے خبر نہین آخر وہان سے چلے اور رفیق ساتھ ہوا۔ ایک ہرنی نظر پڑی جسکے ساتھ دو ۲ بچے تھے۔ حضرت عیسٰیؑ نے ایک بچہ کو پکارا اور وہ آگیا۔ آپ نے اسکو ذبح کرکے بھونا اور جب دونون نے اسے کھالیا تو بچہ سے کہا کہ بحکم خدا اُٹھ کھڑا ہو۔ پس وہ (زندہ ہوکر) کھڑا ہوگیا اور چلدیا۔ تب حضرت عیسٰیؑ نے رفیق سے کہا کہ تجھے اُس ذات کی قسم دیتا ہون جسنے یہ معجزہ تجھے دکھایا وہ روٹی کسنے لی؟ اسنے پھر وہی جواب دیا کہ مجھے خبر نہین۔ پھر دونون ایک بیابان مین پہونچے اور بیٹھگئے حضرت عیسٰےؑ نے ریت کا ایک تودہ جمع کرکے فرمایا کہ بحکم خدا سونا بنجا۔ چنانچہ وہ سونا بنگیا۔ آپ نے اسکے تین ۳ حصے کرکے فرمایا کہ ایک تہائی میرا اور ایک تہائی تیرا اور ایک تہائی اسکا جسنے روٹی لی۔ رفیق نے کہا کہ مین ہی تو ہون جسنے روٹی لی تھی۔ حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا کہ لے سب تیرا ہی ہے۔ اسکو وہین چھوڑکر تنہا روانہ ہوئے۔ اسکے بعد جنگل مین دو ۲ آدمیونکا اسکے پاس گذر ہوا اور اسکے پاس مال دیکھکر چاہا کہ مال چھین لین اور صاحب مال کو قتل کر ڈالین اسنے (انکی یہ نیت دیکھکر) کہا کہ یہ سب مال ہم تینون کا تہائی تہائی رہا۔ لہذا ایک کو بستی مین بھیجو کہ کھانا خرید کر لائے اور تینون اسے کھاوین چنانچہ ایک کو روانہ کیا گیا اور جانیکے بعد اسنے کہا کہ یہ مال تین ۳ مین کیون تقسیم ہو لاؤ کھانے مین زہر ملادون کہ یہ مرجائین اور سارا مال میرا ہو جائے۔ چنانچہ اسنے زہر ملادیا۔ یہان ان دو ۲ نے کہا کہ بھلا تیسرے کو تہائی مال کیون دین۔ لاؤ جب وہ آوے تو اسکو قتل کردین اور مال ہم دونون نصفا نصف بانٹ لین۔ الغرض جب تیسرا آیا تو دونون نے اُسکو قتل کردیا۔ اور جب کھانا کھایا تو خود بھی مرگئے۔ مال اس بیابان مین پڑا تھا اور وہ تینون اسکے پاس مُردہ پڑے تھے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا گذر ہوا آپنے اپنے ساتھیون سے فرمایا کہ بس یہی دُنیا۔ اس سے بچو۔ یہ مال بھی کتنی بیوفا شے ہے کہ جسنے بھی اس سے محبت کی اسکو اسنے قتل کیا۔ اور جسنے بھی مال کو اپنے سے دُور کیا اسکو اسنے نفع دیا"۔ شیخین رض نے حضرت عمرو بن عوف سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ واللہ مجھے تمپر افلاس کا خوف نہین ہے ہان اندیشہ اسکا ہے کہ دُنیا تمپر فراخ ہوگی جیسا تمسے پہلون پر فراخ ہوئی۔ پس تم اسمین رغبت کروگے اور وہ تمکو برباد کردیگی جیسا کہ انکو برباد کیا"۔ یہی وجہ ہے کہ صلحا و اتقیا مال جمع کرنیسے دُور بھاگتے اور

اسے مکروہ سمجھتے ہیں مسلمؒ نے حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ای ابن آدم اگر حاجت سے فاضل مال کو خرچ کرے تو یہ تیری لئے بہتر ہے۔ اور اگر اسے جوڑے تو یہ تیرے لئے برا ہے۔ اور گذران کے قابل مال پر تمکو ملامت نہوگی۔ اور ابتدا اسکو دو جسکی پرورش تمھارے ذمہ ہو۔" بیہقیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کے پاس آئے اور انکے پاس کھجوروں کی ڈھیری دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہے اے بلالؓ؟ عرض کیا کہ کل کے لئے کچھ رہنے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ کل بروز قیامت تمکیں آتش جہنم میں اسکا دھوان نظر آئے۔ اسے خرچ کر دو ای بلال اور صاحب عرش کیطرف سے کمی کا اندیشہ نکرو۔" حکایت ہے کہ ذوالقرنین کا گذر ایسی قوم پر ہوا جنکے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اور انھوں نے قبرین کھود رکھی تھین کہ جب صبح ہوتی تو انکی جھاڑو دیکر اصلاح و صفائی کرتے۔ اور وہین نماز پڑھتے۔ اور چوپایوں کیطرح گھاس پات چرا کرتے تھے۔ ذوالقرنین نے انکے پادشاہ کو اپنے قاصد کے ذریعہ بلایا۔ اسنے جوابدیا کہ مجھے انکے پاس جانے کی ضرورت نہیں اگر انکو ضرورت ہو تو وہ خود میرے پاس آوین۔ ذوالقرنین نے یہ کہکر کہ واقعی سچ کہا ہے خود دانے کا قصد کیا اور بادشاہ سے فرمایا کہ مین نے تمکو بلوایا تھا مگر جب تم نے آنیسے انکار کیا تو مین خود آگیا۔ بادشاہ نے کہا اگر مجھے آپکے پاس آنیکی حاجت ہوتی تو مین ضرور آتا۔ ذوالقرنین نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے کہ مین تمکو ایسی حالت پر دیکھتا ہوں جسپر کسیکو نہیں دیکھا؟ بادشاہ نے کہا کونسی حالت؟ ذوالقرنین نے کہا کہ تمھارے پاس دُنیا بالکل بھی نہیں۔ تمنے چاندی سونا کیوں نہ لیا کہ اس سے کام چلاتے؟ جوابدیا کہ ہمین سونے چاندی سے نفرت ہے کیونکہ وہ جتنا کسیکو ملتا ہے اسکا نفس اس سے زیادہ کا متمنی و مشتاق بنتا ہے۔ ذوالقرنین نے کہا پھر اسکی کیا وجہ کہ تمنے قبرین کھود رکھی ہین کہ جب صبح ہوتی ہے تو انکو جھاڑو دیکر گویا نیا بنا لیتے اور انکے قریب نماز پڑھتے ہو؟ جوابدیا کہ قبرونکو دیکھنے سے دُنیا کی محبت نہیں رہتی اور طبیعت اسکی طرف متوجہ ہونیسے رکجاتی ہے۔ ذوالقرنین نے کہا مین دیکھتا ہوں کہ بجز گھاس پات کے تمھاری کوئی خوراک نہیں ہے۔ تمنے مویشی کیوں نہ رکھے کہ انکا دودھ بھی دوہتے اور سواری بھی لیتے؟ جوابدیا ہمین پسند نہ آیا کہ اپنے پیٹ کو مویشیوں کی قبر بنائین اور پیدا وار زمین مین حاجت برآری نظر آئی۔ اور جب کھانا حلق کے نیچے اُترا تو کوئی غذا کیوں نہو اسکا مزہ باقی نہین رہتا۔ اسکے بعد بادشاہ نے ذوالقرنین کے پیچھے کو اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک کھوپری اُٹھائی اور کہا کہ ای ذوالقرنین جانتے بھی ہو یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ پادشاہ نے کہا کہ یہ بھی شاہان زمین مین سے ایک پادشاہ تھا جسے حق تعالیٰ نے اہل زمین پر حکومت بخشی تھی۔ پس اسنے ظلم و ستم اور شرارتین کین جب خدا تعالیٰ نے اسکی یہ حالت دیکھی تو موت سے اسکی کمر توڑ دی اور یہ گرے ہوئے پتھر کیطرح رہگیا اور اسکے اعمال حق تعالیٰ نے محفوظ رکھے تاکہ آخرت مین اسکی سزا دے۔" اسکے بعد دوسری بوسیدہ

کھوپری اُٹھائی اور کہا کہ اے ذوالقرنین جانتے ہو یہ کون ہے؟ اُنھون نے کہا کہ نہین ۔ پادشاہ نے کہا کہ یہ بھی پادشاہ تھا جسکو حق تعالیٰ نے اُسکے بعد مین سلطنت دی اور یہ پہلے ظالم پادشاہ کو دیکھا کرتا تھا ۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا اور رعایا مین انصاف کیا ۔ آخر یہ بھی ایسا ہوگیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مگر حق تعالیٰ نے اسکے اعمال کو محفوظ رکھا تاکہ آخرت مین انکی جزا دے ۔ اسکے بعد وہ ذوالقرنین کی کھوپری کیطرف جھکا اور کہا کہ یہ بھی ایک کھوپری ہے جیسی یہ دو کھوپریان تھین ۔ پس غور کرلو ذوالقرنین کہ کیا کر رہے ہو؟ ذوالقرنین نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون تمکو اپنا وزیر اور سارے مال کا شریک بنالون ۔ جواب دیا ہو ہی نہین سکتا کہ ہم دونون ایک جگہ رہسکین ۔ ذوالقرنین نے کہا یہ کیون؟ بادشاہ نے کہا اسلئے کہ جملہ بنی آدم تمھارے تو دشمن ہین مگر میرے دوست ہین ۔ ذوالقرنین نے کہا یہ کیسے؟ پادشاہ نے کہا اسلئے کہ تمھارے ہاتھ مین دُنیا اور مال ہے اور میرے پاس احتیاج اور ہر چیز کی قلت ہے ۔ پس ذوالقرنین تعجب اور دلمین انکی عظمت لئے ہوئے واپس ہوگئے ۔ صلحاء کے پاس اگر کبھی مال جمع بھی ہو جاتا ہے تو وہ اسکو تقسیم کر دیتے اور حقدارونکو پہونچا دیتے ہین ۔ بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر میرے پاس کوہ اُحد کی برابر سونا ہو تو میری خوشی یہ ہے کہ تین شب نگذرنے پاوین کہ وہ سب ختم ہو جائے ۔ بجز اس مقدار کے جسے قرض ادا کرنیکے لئے روکون ۔ اور بخاریؒ نے حضرت عقبہؓ بن حارث سے روایت کی ہے کہ مین نے نماز عصر ایکدن مدینہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی ۔ آنحضرتؐ سلام پھیر کر بعجلت کھڑے ہوئے اور لوگونکی گردنین پھلانگتے ہوئے حجرہ مین تشریف لیگئے ۔ صحابہ آپکی عجلت سے گھرائے ۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ صحابہؓ کو آپکی عجلت سے تعجب و پریشانی ہوئی اسلئے فرمایا مجھے یاد آیا کہ کچھ سونا میرے پاس رکھا ہے لہٰذا مجھے گوارا نہوا کہ وہ مجھکو روکے اسلئے مین نے اُسکے تقسیم کرنیکی بابت حکم دیدیا ۔ اور احمدؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال مین چھ یا سات دینار میرے پاس رکھے ہوئے تھے ۔ پس آپ نے مجھسے فرمایا کہ انکو تقسیم کر دو ۔ مگر آپکی تکلیف مرض مین مشغولیت کیوجہ سے مین تقسیم نکرسکی ۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پوچھا کہ ان چھ یا سات کا کیا کیا؟ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپکی تکلیف مرض نے مجھے مہلت ندی اور انکو تقسیم نہ کرسکی ۔ آپ نے انکو منگا کر اپنی ہتیلی پر رکھا اور فرمایا کیا گمان ہے اللہ کے نبی کا کہ وہ اللہ سے ملے اور یہ اُسکے پاس موجود ہون ۔ حکایت ہے کہ معنؓ بن زائدہ صوبہ دار بصرہ اہل عراق کے حاکم تھے ۔ اِن کے دروازہ پر ایک شاعر مدت تک پڑا رہا کہ حضرت معن تک پہونچنا چاہا مگر نہ پہونچ سکا ۔ معن کے خدمتگار سے اسنے کہا کہ جب امیر باغ مین تشریف لاوین تو مجھے خبر کیجو چنانچہ وہ باغ مین آئیے تو خدمتگار نے شاعر کو اطلاع دی ۔ اسنے لکڑی پر ایک شعر لکھکر لکڑی کو اُسی نہر مین ڈالدیا جو باغ کے اندر جاتی تھی معن پانی کے

دہانہ پر کھڑے تھی کہ لکڑی نظر آئی اور اسکو اٹھا کر پڑھا تو یہین لکھا تھا ٭ آیا جُوْدُ مَعْنٍ نَاجِ مَعْنًا بِحَاجَتِیْ + فَمَا لِیْ اِلیٰ مَعْنٍ سِوَاکَ شَفِیْعٌ + "اے معن کی سخاوت تو معن کے کان مین میری ضرورت ظاہر کر کیونکہ معن کیجانب بجز تیرے میرا کوئی سفارشی نہین ہے"۔ اسوقت معن نے دریافت کیا کہ یہ کسکا ہے؟ غرض شاعر بلایا گیا اور معن نے اس سے پوچھا کہ تمنے کیا لکھا تھا؟ اسنے وہ شعر دوہرایا اور معن نے اُسکے لئے دس تھیلیونکا حکم دیا۔ شاعر وہ لیکر روانہ ہوا۔ اور امیر نے اس لکڑی کو اپنے بستر کے نیچے رکھلیا۔ دوسرا دن ہوا تو بستر کے نیچے سے اسکو نکالکر پھر پڑھا اور شاعر کو دوبارہ بلا کر ایک لاکھ درہم عطا کئے انکو لیکر اسے فکر و اندیشہ ہوا کہ معن نے جو کچھ دیا ہے کہین واپس نکرلے۔ لہذا وہان سے چلدیا۔ تیسرے دن معن نے پھر وہ شعر پڑھا اور شاعر کو بلایا مگر باوجود تلاش کے نہ ملا تو معن نے کہا مجھپر حق تھا کہ اسے دیتا رہون یہانتک کہ بیت المال مین نہ درہم باقی رہے نہ دینار"۔

ابو الحسن مدائنی کہتے ہین کہ حسنؓ اور حسینؓ اور عبداللہؓ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکمیر تبرج کو چلے اور (راستہ مین) اسباب جاتا رہا۔ ان حضرات کو بھوک و پیاس لگی تو ایک بڑھیا پر گذر ہوا جو اپنی خیمہ مین بیٹھی تھی اس سے پوچھا کہ کچھ پینے کیلئے ہے؟ اسنے کہا کہ ہان ہے۔ یہ سنکر انھون نے اونٹ بٹھائے اور اُتر پڑے۔ بڑھیا کے پاس بجز ایک چھوٹی سی بکری کے جو خیمہ کے کونہ مین کھڑی تھی اور کچھ بھی نہ تھا۔ کہنے لگی کہ اسکو دوھ لو اور (اتنا تو ہے نہین جسکی بابت کہون کہ) پی لو۔ ہان اتنا ہے کہ) چکھ لو۔ چنانچہ دودھ دوہکر سب نے ذرا ذرا پی لیا اور پھر اس سے فرمایا کہ کچھ کھانیکو بھی ہے؟ وہ بولی کہ صرف یہی بکری ہے سو اسکو ذبح کر لو اور مین کھانا طیار کرون۔ ایک نے اوٹھکر اسکو ذبح اور صاف کیا اور بوڑھیانے انکے لئے کھانا طیار کیا۔ سب نے کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا اور ٹھنڈا وقت ہونے تک ٹھیرکر روانہ ہوئے اور بوڑھیا سے کہگئے کہ ہم خاندان قریش کے آدمی ہین کہ ادھر جارہے ہین جب سلامتی کیساتھ واپس آجائین تو ہماری پاس آئیو۔ ہم تمھارے ساتھ سلوک کرینگے۔ انکے چلے جانیکے بعد بڑھیا کا شوہر آیا تو بڑھیانے اسکو مسافرون کا اور بکری کا قصہ سنایا۔ خاوند کو غصہ آیا اور کہا کہ کمبخت انجان ناواقف لوگونکے لئے تو نے میری بکری ذبح کردی اور کہتی ہے کہ قریش کے چند آدمیونکے لئے ذبح کی۔ راوی کہتا ہے کہ ایک مدت بعد انکو کسی ضرورت نے مدینہ آنے پر مجبور کیا اور یہان پہونچکر انھون نے گذراوقات کی یہ صورت اختیار کی کہ مینگنیان چنکر جمع کرتے اور شہر مین لاکر بیچدیتے۔ اسکی قیمت سے ایکوقت دونون میان بیوی پیٹ بھرلیتے۔ ایکدن بوڑھیا مدینہ کے کوچہ مین گذری تو حضرت حسنؓ بن علیؓ نے جو کہ اپنے مکان کے دروازہ پر بیٹھے تھے بوڑھیا کو پہچانا مگر اسنے آپکو نہ پہچانا۔ آپنے غلام کو بھیجکر بوڑھیا کو بلوایا اور اس سے فرمایا کہ اے اللہ کی بندی مجھے پہچانتی بھی ہے؟ اُسنے کہا کہ نہین۔ آپنے فرمایا مین تیرا فلان دن کا مہمان ہون۔ بوڑھیانے کہا میرے ماں باپ تمپر صدقے۔ کیا تم وہی ہو؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ ہان وہی ہون۔ پھر آپنے صدقہ کی بکریون میں سے

ایکہزار بکریان خرید کرا ایکہزار دینار انکے ساتھ شامل کیۓ اور بوڑھیا کو دیکر اپنے غلام کیسا تھ حضرت حسین رض کے پاس بھیجدیا۔ حضرت حسین رض نے بوڑھیا سے پوچھا کہ بہایٔصاحب نے کیا سلوک کیا؟ اسنے کہا کہ ایکہزار بکریان عطا کین اور ایکہزار دینار۔ پس اتنا ہی حضرت حسین رض نے بوڑھیا کو دیا اور پھر اپنے غلام کیساتھ عبد اللہ رض بن جعفر کے پاس بھیجدیا۔ حضرت عبد اللہ رض بن جعفر نے پوچھا کہ حسنین رض نے کتنا سلوک کیا؟ اسنے کہا کہ دو ہزار بکریان اور دو ہزار دینار دیے۔ تب حضرت عبد اللہ رض نے دو ہزار بکریان اور دو ہزار دینار دینے کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے پاس اول آتی تو (اتنا دیتا کہ) حسنین رض کو عاجز کر دیتا۔ غرض بوڑھیا چار ہزار بکریان اور چار ہزار دینار لیکر اپنے خاوند کے پاس آئی رض اور یہ تینون صلحا تو سخاوت کی انتہا کو پہونچ گئے کہ باوجود خود حاجتمند ہونیکے جو کچھ بھی پاس تھا سب خیرات کر دیا۔ شیخین رض نے حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ مین حاجتمند ہون۔ آپ نے اپنی ایک بی بی کے پاس آدمی بھیجا (کہ جو کچھ ہو لے آئے) اُنھون نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جسنے آپکو نبی برحق بنایا کہ پانی کے سوا میرے پاس کچھ نہین پھر دوسری بی بی کے پاس بھیجا اور اُنھون نے بھی یہی جوابدیا۔ غرض ساری بی بیون نے یہی جوابدیا تو آپ نے (صحابہ رض سے) فرمایا کہ ہے کوئی جو اسکو مہمان بنائے۔ خدا اُسپر رحم فرمائے۔ ابو طلحہ رض انصاری نے کہا کہ مین بنا لونگا یا رسول اللہ چنانچہ وہ اُسکو اپنے گھر لیگئے اور بی بی سے پوچھا کہ کچھ ہے بھی؟ بی بی نے کہا کہ صرف بچونکے قابل ہے اور زیادہ بالکل نہین۔ ابو طلحہ رض نے کہا اچھا بچونکو کسیطرح بہلا کر سُلا دو اور جب مہمان گھر مین آئے تو مین اور تم ایسا ظاہر کرین کہ ہم بھی کھائینگے اور جب وہ کھانا شروع کر دے تو تم چراغ کیطرف اُٹھنا گویا اسے درست کرتی ہو مگر اسکو بجھا دینا (تاکہ اندھیرے کیوجہ سے مہمان یہی سمجھے کہ ہم کھا رہے ہین کہ شرمندہ بھی نہو اور بھوکا بھی نرہے) بی بی نے شوہر کے مشورہ پر عمل کیا کہ مہمان نے سیر ہو کر کھایا اور میان بی بی نے مع بچونکے ساری رات فاقہ سے بسر کی صبح کو ابو طلحہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوئے تو وحی آچکی تھی اور آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالی بہت خوش ہوا فلان مرد اور فلان عورت سے۔ اور نازل فرمایا یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ ترجمہ دیتے ہین (مہمان کو) اپنے نفسون پر اگرچہ انکو فاقہ ہو۔" حضرت ابن عباس رض سے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا کی تفسیر مین منقول ہے کہ حضرات حسنین رض کی بیمار تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع چند صحابہ کے عیادت کو تشریف لائے۔ صحابہ رض نے کہا کہ اے علی رض صاحبزادہ کے متعلق کچھ منت مان لو۔ پس علی رض اور فاطمہ رض اور انکی کنیز بی بی فضہ رح نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالی نے حسنین رض کو شفا بخشی تو تین ۳ تین ۳ روزے رکھینگے۔ الحاصل حسنین رض تندرست ہو گئے اور گھر مین (کھانیکو) کچھ تھا نہین تو حضرت علی رض نے شمعون خیبری یہودی سے تین صاع (تقریبًا ۳ سیر) جو قرض لئے کہ اسمین سے ایک صاع حضرت فاطمہ رض نے پیسکر

ابلخیانہ کی شمار کیموافق پانچ روٹیان پکائین اور افطار کیلئے سبکی سب سامنے رکھین کہ اتنے مین سائل آیا اور کہا کہ سلام ہو تمپر اے اہلبیت رسول اللہ۔ مین مسلمان مسکینون مین کا ایک مسکین ہون مجھے کھانا کھلاؤ۔ یہ سنکر انھون نے ایثار کیا اور (سب روٹیان فقیر کو دیکر) اسیطرح رات گذاری کہ پانی کے سوا کچھ بھی نکھایا۔ پھر دوسرا روزہ رکھا تو شام کیوقت جبکہ کھانا سامنے لائین ایک یتیم آیا اور وہ کھانا اسکو دیدیا۔ تیسرے دن ایک قیدی آیا اور اسکے ساتھ بھی یہی کیا۔ اب چوتھی صبح ہوئی تو حضرت علیؓ حسنینؓ کو لئے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ حضرتؐ نے دیکھا کہ شدت بھوک سے چوزہ مرغ کیطرح لرز رہے ہین تو فرمایا تمھارا حال دیکھکر مجھے بہت صدمہ ہوا اور انکو لئے ہوئے فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا تو وہ محراب مین کھڑی ہین اور پیٹ کمر سے لگ گیا اور آنکھین گر لگی ہین۔ اس سے آپکو اور صدمہ ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ یہ آیت لیجئے۔ آپکو حق تعالیٰ نے اہلبیت کے متعلق مبارکباد دی ہے۔ اور پھر سورۂ دہر آپ پر پڑھی۔" حکایت ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر نے اپنی کھیت کیطرف جاتے ہوئے کسی قوم کے باغ پر قیام کیا جہان ایک سیاہ فام غلام کام کر رہا تھا۔ ایک شخص غلام کیلئے کھانا لایا اور تھوڑی دیر بعد ایک کتا آکر غلام کے قریب بیٹھگیا۔ غلام نے ایک ٹکیا اسکے سامنے پھینکی اور جب وہ کھا چکا تو دوسری ٹکیا ڈالدی۔ کتے نے وہ بھی کھالی تو پھر تیسری ڈالدی اور اسنے اسکو بھی کھالیا۔ عبداللہ جو اس قصہ کو دیکھ رہے تھے فرمانے لگے کہ اے غلام تجھے کیا روزانہ خوراک ملتی ہے؟ اسنے کہا کہ یہی (تین ٹکیان) جو آپنے دیکھین۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تو نے اس کتے کو اپنے اوپر کیون ترجیح دی؟ غلام نے کہا کہ اس زمین مین تو کتے ہین نہین اور یہ کتا بعید مسافت طے کرکے بھوکا آیا تھا اسلئے مجھے گوارا نہوا کہ خود پیٹ بھر لون اور یہ بھوکا رہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر آج تو کیا کریگا؟ غلام نے کہا کہ فاقہ کرلونگا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ لوگ مجھے سخاوت پر ملامت کرتے ہین حالانکہ یہ غلام مجھسے زیادہ سخی ہے۔ اس غلام اور باغ کو مع سامان کے خریدا اور غلام کو آزاد کرکے باغ کو مع سامان کے اسے ہبہ کردیا۔ حجۃ الاسلام نے لکھا ہے کہ سہل رحمۃ اللہ علیہ بن عبداللہ تستری فرماتے ہین۔ ایکبار حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے رب مجھے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی اُمت کے درجات دکھا۔ جواب ملا کہ اے موسیٰؑ تم مین اسکی طاقت نہین۔ ہان انکے مراتب مین وہ مرتبہ عظیمہ دکھاتا ہون جسکی وجہ سے مین نے محمدؐ کو تمپر اور ساری مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ پس آسمانی ملکوت انپر منکشف ہوا اور حضرت موسیٰؑ نے ایک مقام دیکھا جسکے انوار اور قرب حق سے قریب تھا کہ موسیٰؑ اپنے نفس کو تلف کردین۔ عرض کیا کہ اے رب اس عزت کے مقام پر وہ کس وجہ سے پہونچے؟ فرمایا کہ ایک خصلت کیوجہ سے جسمین ذاتِ محمدیؐ تمام انبیاء مین ممتاز ہے۔ یعنی خصلت ایثار۔ اے موسیٰ جو کوئی بھی عمر بھر مین کسیوقت یہ عمل لیکر آتا ہے تو اسکے محاسبہ سے مجھے شرم آتی ہے اور مین اسکو اپنی جنت مین جہان بھی اسکا دل چاہے ٹھیرا تا ہون۔"

فائدہ۔ جاننا چاہئے کہ محبتِ مال کے تین اسباب ہین۔ اوّل خواہشات۔ کہ انکا حصول بغیر مال کے ناممکن ہے۔ دوم اولاد کہ انکی بقا کو انسان اپنی بقا شمار کرتا اور انھین کے لئے مال جمع کرتا ہی۔ اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص اپنی بیٹی کو ہر وقت کھلائے پلائے اور عمدہ لباس پہنائے اور طرح طرح کے زیور سے اسکو سجائے مگر باوجود اسکے اس سے تمتع اسپر حرام ہے۔ سوم خود مال کی ذات۔ چنانچہ بعض لوگ ایسے بھی ہین کہ انکے نفقہ کیلئے جتنی مقدار کیضرورت ہی اسکے موافق ساری عمر کیلئے کافی مقدار موجود بلکہ ہزار ہا روپیہ اس سے فاضل ہی اور وہ خود بوڑھا اور لا ولد ہے مگر باوجود بہت مال موجود ہونیکے زکوٰۃ نکالنا یا اپنی بیماری مین دوا دارو کیلئے خرچ کرنا بھی اسے گوارا نہین کیونکہ مال اسکا محبوب بنگیا اور اسکے پاس رہنے سے لذت آتی ہی۔ حالانکہ جانتا ہی کہ مریگا اور یہ مال یا تو ضائع جائیگا اور یا اسکے دشمنون کے قبضہ مین آئیگا۔ اور یہ ایسا مرض کہنہ ہی جسکا علاج بہت دشوار ہی خصوصاً بڑھاپے مین۔ اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص کسیپر عاشق ہو مگر اسکے بھیجے ہوئے قاصد سے محبت کرنیلگے اور اصل محبوب کو بالکل فراموش کرکے قاصد ہی کے دھیان مین لگجائے کہ روپیہ پیسہ تو حاجت برآری تک پہونچانیوالے قاصد ہین اور اسی غرض سے محبوب بھی ہین۔ یاد رکھو کہ ہر مرض کا علاج اسکی ضد سے ہوا کرتا ہی۔ لہٰذا خواہشات کا علاج صبر اور تھوڑے پر قناعت کرنیسے ہوگا۔ اور اولاد کیطرف میلانِ قلب کا علاج یہ ہی کہ غور کرے اور سمجھے کہ آخر اسکے پیدا کرنیوالے خدا نے اسکا رزق اسکے ساتھ رکھا ہی۔ اور بہتیرے ونکی اولاد ہی کہ باپ سے میراث مین انکو ایک پائی بھی نہین ملی اور پھر بھی انکا حال اس سے بدرجہا بہتر ہے جنھے بہت کچھ میراث پائی۔ نیز خیال کرے کہ اولاد اگر متقی و دیندار ہوئی تو اللہ ضرور انکی ضروریات کا لحاظ فرمائیگا اور اگر بدکار ہوئی تو میرے ترکہ سے وہ معصیت پر مدد لینگے اور اسکا وبال مجھپر ہوگا۔" طبرانی نے روایت کی ہی کہ حق تعالیٰ نے اپنے دو بندونکو مال وافر اور اولاد کثیر عطا فرمائی آخر وفات کے بعد ایک سے دریافت کیا کہ اے فلان بن فلان؟ اسنے جواب دیا کہ حاضر ہون اے میرے رب فرمایا کیا ہمنے تجکو مال اور اولاد کثرت سے نہین دی تھی؟ عرض کیا کہ بیشک۔ اے میرے پروردگار دی تھی۔ فرمایا کہ پھر ہمارے دیئے ہوئے مین تونے کیا کیا؟ عرض کیا کہ اے رب سارا مال اپنی اولاد کیلئے چھوڑ آیا کہ انکو فقر و فاقہ نہو۔ فرمایا کہ اگر حقیقت کا علم ہوتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ۔ سُن جس (فاقہ کا) تجھے اندیشہ تھا وہ مینے انپر نازل کیا پھر دوسرے سے فرمائیگا کہ اے فلان بن فلان؟ وہ جواب دیگا کہ حاضر ہون اے میرے رب۔ فرمایا کیا ہمنے تجھے مال و اولاد کثرت سے نہین دی تھی؟ عرض کیا کہ بیشک اے میرے رب دی تھی۔ فرمایا پھر ہمارے دیئے ہوئے مین تونے کیا کیا؟ عرض کیا کہ سب تیری طاعت مین خرچ کر آیا اور اپنے بعد اولاد کے بارہ مین تیری فضل پر بھروسہ رکھا۔ فرمایا اگر تجھکو حقیقت کا علم ہوتا تو ہنستا کم اور روتا زیادہ۔ سُن کہ (حسن فضل و کرم) پر تونے بھروسہ کیا تھا وہ مینے انپر نازل کیا۔" خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ سے مرض الموت مین جب کہا گیا کہ آپنے اپنے تیرہ ۱۳ بچونکو ایسی حالت مین چھوڑا ہی کہ

انکے پاس نہ دینار ہی نہ درہم آپ نے فرمایا مین نے انکا حق دیا یا نہین اور دوسرے کا حق انکو دیا نہین اور انکے لئے دو ہی صورتین ہین - یا یہ کہ اللہ کے فرمانبردار بنینگے تب تو اللہ انکو کافی ہی اور وہی صالحین کا کارساز ہی - اور یا نافرمان ہونگے سو السیونکی مجھے پروا نہین کہین بھی جا گرے" اور اگر نفس مال سے محبت ہو تو اسکا علاج یہ ہے کہ غور کرے اور سمجھے کہ مال اسغرض سے بنایا گیا ہی کہ اس سے طاعت الٰہی پر مدد لیجائے لہذا اتنا ہی لینا چاہئے جسکو وسیلۂ طاعت بننے مین دخل ہو اور باقی آخرت کے لئے جمع کردے اور حاجتمندونکو بانٹ دے - اور ان نصوص مین غور کرے جو مذمتِ بخل مین وارد ہوئی ہین - اور گمشدگی مال کیوقت جو تلخ مصیبت پیش آئیگی اسکا تصور کرے حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کے پاس فیروزہ کا ایک پیالہ لایا گیا جسمین جواہرات جڑے تھے - بادشاہ نے خوش ہوکر ایک دانشمند سے پوچھا کہ اسے کیسا سمجھتے ہو؟ دانشمند نے کہا کہ مین تو اسکو یا مصیبت سمجھتا ہون یا محتاجی بادشاہ نے کہا یہ کیسے؟ دانشمند نے کہا کہ اگر ٹوٹ جائے تو ایک مصیبت ہے جسکا تدارک نہین اور اگر چوری جائے تو آپ اسکے محتاج بنجاوینگے ایکدن اتفاق سے وہ ٹوٹ گیا اور چوری گیا تو بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا اور کہا کہ واقعی دانشمند نے سچ کہا تھا - ایکاش وہ ہمارے پاس لایا ہی نہ جاتا یہی حال ہے دنیا کے تمام اموال کا کہ سب مصیبت در مصیبت اور محتاجی در محتاجی ہین) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم -

اٹھارھوین بصیرت روزۂ رمضان کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ الخ اے مسلمانو فرض کئے گئے تمپر روزے (یعنی صبح صادق کے ظہور سے غروب آفتاب تک بہ نیت صوم کھانے پینے اور جماع سے رُکنا) جیسا کہ فرض کئے گئے تھے تمسے پہلی (انبیا اور گذشتہ امتون) پر تاکہ تم پرہیزگارون کے زمرہ مین شامل ہو جاؤ - اور انکی تعداد معین اور وقت مخصوص ہی" فرضیت مین گذشتہ امتونکے ساتھ تشبیہ مین علماء نے تین فائدے بیان کئے ہین - اول یہ کہ تشبیہ اصل فرضیت صوم مین ہی یعنی یہ عبادت زمانہ آدمؑ سے لیکر تمھارے زمانہ تک چلا آتا ہی اور انکی امتونپر لازمی رہی ہی کہ حقتعالیٰ نے کسی امت کو بھی اسکی فرضیت سے خالی نہین رکھا - یہ نہین کہ صرف تم ہی پر فرض کیا ہو اور اسکا فائدہ یہ ہوا کہ روزہ باشقت عبادت ہی مگر دشوار کام جب سبکو عام ہوتا ہی تو سہل ہو جاتا ہی - دوم یہ کہ تشبیہ روزہ کیوقت اور مقدار مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے یہود و نصاریٰ پر بھی فرض کئے تھے مگر یہود ماہِ رمضان کو چھوڑ کر عاشورا کا روزہ رکھنے لگے اور نصاریٰ نے شروع شروع رمضان کے روزے رکھے مگر جب رمضان شدید گرمی مین آیا تو اسکو (قمری کیجگہ شمسی حساب بناکر) ایسے وقت کیجانب پھیر لیا جسمین تغیر ہی نہو اور تبدیل وقت کے بدلہ مین) دس روزے زائد کرلئے - پھر کچھ مدت بعد بادشاہ بیمار ہوا اور سات روزونکی منت مانی لہذا وہ

بھی بڑھائے۔ اور پھر دوسرا بادشاہ تخت نشین ہوا تو اس نے کہا کہ تین کی کمی کیسی؟ لہذا اسنے پورے پچاس دن کرلئے۔ یہی مطلب ہے حق تعالیٰ کے ارشاد کا کہ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا اللہ کے سوا" یہ تو حضرت حسنؒ سے مروی ہے۔ اور شعبیؒ کہتے ہیں کہ نصاریٰ پر حق تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کئے تھے مگر انھوں نے ایکدن اس سے قبل اور ایکدن بعد بھی روزہ رکھا اور اسکو احتیاط سمجھا اسیطرح ایک ایک دن کا اضافہ کرتے رہے حتیٰ کہ پچاس روزے ہوگئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں یوم الشک کا روزہ ممنوع ہوا چنانچہ ابوداؤدؒ و ترمذیؒ نے حضرت عمارؓ بن یاسر سے روایت کی ہے کہ جسنے اُس دن روزہ رکھا جسکے یوم رمضان ہونے میں شک ہے تو وہ ابوالقاسمؐ کا منکر ہے"۔ سوم یہ تشبیہ بعد خواب کھانا پینا اور جماع حرام ہونے میں ہے کہ وہ تمام اُمتوں پر حرام تھا۔ پھر اس آیت میں جو لطافت ہے وہ مخفی نہیں کہ اول فرمایا "تم پر روزے فرض کئے گئے" اسمیں احتمال تھا کہ ایکدن کا یا دو دن کے۔ لہذا اسے ظاہر فرمایا بلفظ معدودات اور متنبہ کیا کہ ایک دو سے تو زائد ہیں مگر کسی خاص تعداد میں محدود نہیں۔ پھر آگے اسکی حد بیان کردی شھر رمضان ہے (کہ رمضان کا سارا مہینہ ہے)۔ پھر جاننا چاہئے کہ شروع اسلام میں ہر مہینے تین روزے اور نیز عاشورا کا روزہ فرض تھا۔ پھر روزہ ہائے رمضان کی فرضیت سے وہ منسوخ ہوگیا چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہجرت کے بعد پہلا حکم جو منسوخ ہوا وہ قبلہ کا حکم ہے۔ اسکے بعد روزہ کا"۔ صحیحینؒ میں حضرت عائشہؓ کی مروی ہے کہ عاشورا کیدن قریش بزمانۂ جاہلیت روزہ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے پر اسکا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی حکم دیا مگر جب فرضیت صیام رمضان ہوئی تو صوم عاشورا چھوڑ دیا پھر جسنے چاہا اسکا روزہ رکھا اور جسنے چاہا نہ رکھا۔

سمجھلو کہ شیطان اکثر نفس ہی کی اعانت سے انسان کو معصیتوں کی خندق میں دھکا دیتا ہے۔ اور نفس کا لشکر اعظم خواہشات ہیں اور خواہشات کا مادہ طعام ہے۔ لہذا نفس کی چالوں سے وہی نجات پاسکتا ہے جو اس لشکر کو شکست دیکر اسکی شوکت کو توڑ دے۔ اور لشکر کی شکست طعام کو کم کئے اور روزہ رکھے اور کھانے سے رکے بدون ممکن نہیں کہ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روزہ ڈھال ہے" بڑا خوش نصیب وہ ہے جو اپنے نفس پر حاوی ہو کہ منہ زور گھوڑے پر قابو پانیکی صرف یہی صورت ہے کہ بھوکا رکھکر اسے کمزور کردے کیونکہ شکم سیر ہو کر وہ طاقتور بنتا اور پھر شرارت کرتا اور بدکتا ہے۔ یہی حال نفس کا ہے چنانچہ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ بوڑھے ہوجانے پر بھی آپ اپنے تن کا خیال نہیں رکھتے کہ وہ جھک گیا اور کمزور نحیف ہوگیا۔ فرمایا کہ یہ نفس بہت جلد مغرور ہوجانیوالا اور بیحد شریر و متکبر ہے اسلئے مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ بدک کر مجھے ہلاکت میں نگرادے لہذا اسکو مشقتوں میں ڈالے رکھنا مجھے زیادہ مرغوب ہے اسکی بہ نسبت کہ بدکاریوں

پر اسے جری و دلیر بناؤں"۔ بلکہ جو شخص بہ نگاہِ غور دیکھیگا وہ جان لیگا کہ جب بھوک سے شہوتِ جماع اور خبث
تکلم میں کمی و شکستگی آجاتی ہے تو انسان اکثر معصیتوں سے نجات پا جاتا ہے۔ پس شہوتِ جماع کا مکر تو سب پر ظاہر ہے
کہ بھوک اسکے شر کو روک دیتی ہے اور شکم سیری کیوقت اسپر قابو اور اختیار نہیں رہتا اور اگر اسکو روک بھی لیا
تو آنکھیں تو قابو میں نہیں رہتی ہیں حالانکہ آنکھ بھی (بدنظری سے) زنا کیا کرتی ہے جیسے کہ شرمگاہ زنا کرتی ہے
پھر اگر آنکھ پر بھی قابو رکھا کہ نگاہ کو جھکا لیا تو فکر پر اختیار نہیں ہوتا کہ بُرے خیال ضرور آتے ہیں اور
اسبابِ شہوت کے متعلق خیالات نفس ایسی بُری چیز ہیں کہ دُعا میں یکسوئی نہیں ہونے دیتے۔ رہا خواہشِ کلام
کا قصہ سو بھوک کی وجہ سے جب وہ شکستہ ہوتی ہے تو انسان کو زبان کی آفتوں مثلاً غیبت اور بدکلامی و
دروغگوئی اور چغلخوری وغیرہ سے خلاصی ملجاتی ہے۔ چنانچہ شیخین رض نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ روزے ڈھال
ہیں اور جب کسیکا روزہ ہو تو نہ بدکلامی کرنی چاہئے نہ بکواس۔ اور اگر کوئی گالم گلوج کرے یا لڑے تو کہدینا
چاہئے کہ میرا روزہ ہے" یعنی مجھ میں (تُرکی بہ تُرکی مقابلہ کی طاقت نہیں ہے) اور جب شکم پُر ہوتا ہے تو اسکو دل بہلانے
کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ لوگونکی ناموس سے اپنا دل بہلاتا ہے (کہ غیبتیں کرتا ہے) حالانکہ مُنہ کے بل آگ میں گرانے
والے زبانوں ہی کے کرتوت ہیں چنانچہ ترمذی رح نے حضرت معاذ رض سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسمیں یہ بھی ہے کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا سب گناہونکی جڑ کیا تمھیں بتاؤں؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور بتائیے یارسول اللہ۔ آپ نے اپنی زبان کو
پکڑکر فرمایا کہ اسکو روک لو۔ میں نے کہا کہ یارسول اللہ کیا زبان سے جو کلام کرتے ہیں اسپر بھی ہمسے مواخذہ ہوگا؟ آپ نے
فرمایا تیری ماں تجھے روئے۔ اے معاذ زبان کے کرتوت کے سوا لوگونکو مُنہ کے بل آگ میں [illegible] کیا چیز جھونکتی ہے؟
اور لازم تھا کہ روزے ایسے مہینہ میں ہوں جسمیں قرآن نازل کیا گیا ہو جو کہ سلامتی کے راستوں کا دکھانے اور
گمراہی کے گڑھوں سے نکالنے والا ہے۔ نیز اسمیں شبِ قدر ہو جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے کیونکہ اسمیں ملکوت آسمان
کا نظارہ ہوتا اور فرشتے اور روح القدس باذن الٰہی نزول فرماتے اور اللہ تعالیٰ کیطرف سے رحمت و مغفرت کا تار
بندھجاتا ہے اور اسی مہینہ میں جنت کے دروازے کھولدئے جاویں اور دوزخ کے دروازے بند کردئے جاویں۔ اور
شیطانوں کو بیڑیاں پہنادی جاویں اور ایسا مہینہ صرف رمضان ہی کا ہے۔ چنانچہ ترمذی رح نے حضرت ابوہریرہ رض
سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ماہ رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے تو شیاطین قید
کردئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھولدئیے جاتے ہیں کہ ایک دروازہ بھی بند نہیں رہتا۔ اور منادی ندا
دیتا ہے کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے طالبِ شر باز آجا۔ اور بہتیرے دوزخی اللہ واسطے رہا کردئے جاتے ہیں
اور ایسا ہر شب میں ہوتا ہے" ابن ماجہ نے حضرت انس رض بن مالک سے روایت کی ہے کہ ماہ رمضان آیا تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مہینہ تمپر آپہونچا اور اسمیں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو

اس سے محروم رہا وہ ہر خوبی سے محروم رہا۔ اور اسکی خوبی سے وہی محروم رہتا ہے جو پورا بدنصیب ہے" بیہقی نے شعب الایمان مین حضرت سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمکو خطبہ سنایا کہ اے لوگو عظمت والا مہینہ آپہونچا۔ یہ ماہِ مبارک ہزار مہینون سے بہتر مہینہ ہے۔ اللہ نے اسکے روزے تمپر فرض اور اسکی شب بیداری نفل قرار دی ہے جسنے اس مہینہ مین کوئی نفل نیکی کی تو گویا دوسرے مہینہ مین فرض ادا کیا۔ اور جسنے اس مہینہ مین فرض ادا کیا تو گویا دوسرے مہینہ مین ستر فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اور غمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جسمین مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جسنے اسمین ایک روزہ دار کو افطاری دی اسکے لئے گناہون کا پروانۂ مغفرت اور دوزخ سے غلامی گردن ہے۔ اور اسکو روزہ دار کی برابر اجر ملیگا۔ اسکے اجر مین کمی آئے بغیر۔ ہمنے عرض کیا یا رسول اللہ سب کے پاس تو اتنا موجود نہین کہ روزہ دار کو افطاری دین۔ آنحضرت نے فرمایا یہی ثواب حق تعالیٰ اسے بھی دیگا جو روزہ افطار کرائے ایک گھونٹ دودھ یا ایک چھوارے یا ایک گھونٹ پانی پر۔ جسنے روزہ دار کا پیٹ بھرا تو حق تعالیٰ اُسے میری حوض سے شربت پلائیگا کہ جنت مین داخل ہونے تک پیاس ہی نہ لگیگی۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اسکا اوّل حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ آزادی از جہنم۔ اور جسنے اپنے غلام سے اس مہینہ مین کام ہلکا کیا حقتعالیٰ اسکی مغفرت فرمائیگا اور اسکو دوزخ سے رہائی دیگا" اور ماہِ رمضان مین روزہ کی فرضیت اسلئے ہے کہ اسمین روزہ رکھنے سے شوکتِ نفس شکستہ اور اسکی تعدی کا ہیجان دُور اور قوتِ ملکیہ کی حکومت کا غلبہ و تسلط ہو گا۔ لہذا جب پردۂ معاصی سے دوری اور اُفقِ ملکیہ سے قُرب ہو گا تو شب قدر منکشف ہو گی۔ پھر اگر اسمین عبادت و دعا و استغفار ہو گیا تو ہزار مہینو کی عبادت و دعا و استغفار سے بہتر ہو گا۔ اور رحمتِ خدا وندی اسکو ڈھانپ لیگی اور قیامت مین اسکا اجر بیشمار ملیگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ صابرونکو انکا اجر دیا جاویگا بیشمار" صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن آدم کے اعمال مین ہر نیکی کو دس گونا سے لیکر سات سو گونہ تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ بجز روزہ کے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ میرا ہے اور مین جتنی بھی چاہونگا اسکی جزا دونگا کہ اپنی شہوت و طعام کو صرف میری خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہین ایک خوشی افطار کیوقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کیوقت۔ اور روزہ دار کی بوئے دہن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے" روزہ کا صلہ خاص حقتعالیٰ کے حوالہ ہونیکی چند وجوہ ہین۔ اوّل یہ کہ روزہ حقتعالیٰ اور بندہ کے درمیان ایک راز ہے جسکو مسلمان خالصًا لوجہ اللہ طالب رضائے مولیٰ ہوکر ادا کرتا ہے کہ بجز اللہ کے اسپر کوئی آگاہ نہین ہوسکتا کیونکہ روزہ نام ہے نیت صوم کیساتھ (خور و نوش سے) باز رہنیکا جو کہ عدمی شے ہے۔ حتی کہ بعض علماء کا قول ہے کہ کرام کاتبین بھی اسپر مطلع نہین ہوتے اور نہ اسکو لکھتے ہین برخلاف

باقی طاعتوں کے کہ انپر ماسوی اللہ کو بھی آگاہی ہوتی ہے- پس چونکہ روزہ کا علم صرف خدا کو ہی اسلئے اسکو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص کیا اور اسکی جزا کا خود کفیل ہوا کہ دوسرے کے حوالہ نکیا- اور ظاہر ہے کریم جبکوئی انعام خود دیتا ہی تو وہ اتنا وافر و کثیر ہوتا ہی کہ اسکا شمار نہین ہوسکتا- دوم[2] یہ کہ روزہ مین خواہشات چھوڑکر شوکتِ نفس کو توڑا جاتا ہے اور دشمنِ خدا کو زیر کرنا درحقیقت خدا کی مدد کرنا ہی لہذا روزہ کو استحقاق ہوا کہ حقتعالی اسکا انعام خود عطا کرے کہ فرماتا ہی اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ "اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کریگا"- سوم[3] یہ کہ روزہ رکھنے سے چونکہ معصیتوں کی ظلمتین دور ہوتی اور بندہ انوارِ عبادات سے منور ہوتا اور اسکو تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہی لہذا اللہ تعالی اسکو بدلہ عطا فرماتا ہے- اور کچھ بعید نہین کہ روزہ کا صلہ خود ذات حق یعنی اسکی ملاقات ہو- اور یہ ایسی بڑی نعمت ہی جسکا حساب نہین- اور اسیکی طرف اشارہ کرتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "ایک خوشی ملاقات رب کیوقت"- اور اسیکی تائید کرتا ہی آنحضرت کا یہ ارشاد کہ "روزہ دار کی بوئے دہن اللہ کے نزدیک بوئے مشک سے زیادہ اچھی ہے"- اور یہ اسلئے کہ بوئے دہن سلوب ہے ملاقات خداوندی کیوقت"- تفسیر مدارک مین آیت وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ کے تحت مین لکھا ہی کہ موسیٰ علیہ السلام نے مصر مین رہتے ہوئے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ نے انکے دشمن (فرعون) کو ہلاک کردیا تو وہ اللہ کے پاس سے کتاب لائینگے- جب فرعون ہلاک ہوگیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کتاب کی درخواست کی اور حق تعالی نے انکو تیس[30] دنکے روزے رکھنے کا حکم دیا- وہ مہینہ ذیقعدہ کا تھا- حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تیس[30] روزے پورے کرچکے تو انھون نے بوئے دہن کو جو کہ روزونکی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی رفع کرنیکے لئے مسواک کرلی تب حق تعالی نے انکو وحی بھیجی کہ کیا تمھین معلوم نہین روزہ دار کی بوئے دہن میرے نزدیک بوئے مشک سے زیادہ پیاری ہے لہذا ذی الحجہ کے دس دن کے روزے اور رکھو (کہ دوبارہ وہ بو پیدا ہو)-

پھر یہ بھی مخفی نہ رہے کہ حسب قول حجۃ الاسلام روزہ کے تین[3] درجے ہین- ایک عوام کا روزہ- دوم خواص کا روزہ- سوم خاص الخاص کا روزہ- عوام کا روزہ تو پیٹ اور شرمگاہ کو قضاء شہوت سے روکنا ہے- اور خواص کا روزہ آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤن اور تمام اعضاء بدن کو گناہون سے روکنا ہے- اور خاص الخاص کا روزہ ردی خیالات اور دنیوی افکار سے قلب کو صائم بنانا اور ماسوی اللہ سے بالکلیہ باز آنا ہی کہ یہ روزہ اللہ اور روز آخرت کے سوا دنیا کے ذرا خیال سے بھی افطار ہو جاتا ہے- بجز اس دنیا کے جو بغرض دین مقصود ہو کہ وہ دنیا توشہ آخرت ہے اور واقع مین دنیا نہین ہے- اہلِ دل نے یہانتک کہا ہی کہ اگر دن مین انتظام افطاری کیطرف بھی توجہ ہوئی تو نامۂ اعمال مین خطا لکھی گئی کہ یہ فضل خدا پر اعتماد اور رزق موعود پر یقین کمزور ہونیکا اثر ہے- روزہ کا یہ درجہ انبیاء و صدیقین اور مقربین کا ہی اور اسکی تفصیل قول

[illegible] چنانچہ اسی بعض روایت مین بعض محدثین سے آنا آ بخوبی یہ دعنی سکلم کو معروف سمجھ بعینہ مجہول ضبط کیا ہی جسکا ترجمہ بجائے اسکے کہ مین ہی جزا دونگا "یہ [illegible]

نہیں ہوسکتی کہ اسکا مدار عمل پر ہے کیونکہ یہ پوری ہمت کیساتھ اللہ جل جلالہٗ کیطرف متوجہ اور غیر اللہ سے منہ موڑنا در ارشادِ الٰہی قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ کے معنے سے متصف ہونا ہے کہ کہو اللہ۔ اور پھر سبکو چھوڑ دو کہ اپنے خیال میں کھیلتے رہیں۔" اور خواص کا روزہ چھ باتوں سے پورا ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ جس شئے کیطرف نظر کرنا جائز نہیں خصوصاً اجنبی عورت سے نظر کو جھکائے کہ اس سے شہوتِ مخفیہ اُبھرتی ہے۔ اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ نظر اثرِ شیطان ہے۔" اور قلب میں حلاوتِ عبادت نہیں آنے دیتی۔ چنانچہ احمدؒ نے حضرت ابو امامہؓ باہلی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ جسکی نگاہ کسی عورت کے محاسن کیطرف پڑی اور اسنے پہلی ہی نظر کے بعد اپنی نگاہ کو جھکا لیا تو حق تعالےٰ اس عبادت کی توفیق دیتا ہے جسکی حلاوت اُسے نصیب ہو۔" دوم زبان کو بکواس سے محفوظ رکھنا مثلاً جھوٹ بولنا۔ اسپر عمل کرنا۔ غیبت کرنا۔ چغلی کھانا وغیرہ۔ کہ یہ باتیں قلب کو تاریک اور مکدّر بناتی اور توجہ الی اللہ سے روکتی ہیں۔ بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جسنے جھوٹ بولنا اور اسپر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو ضرورت نہیں کہ وہ (روزہ کا نام کرنیکے لئے) کھانا پینا چھوڑے۔" بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ دو آدمی جو کہ روزہ دار تھے ظہر یا عصر کی نماز میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کرکے اُن سے فرمایا کہ اپنا وضو اور نماز دونوں لوٹاؤ۔ اور روزہ کو قائم رکھو مگر دوسرے دن اسکی قضا رکھو۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ حضرت کیا بات ہوئی؟ آپ نے فرمایا تم نے فلاں شخص کی غیبت کی۔" احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔ دو عورتوں نے بزمانہ رسول اللہ روزہ رکھا اور شام کو بھوک پیاس نے انکو اتنی تکلیف دی کہ قریب تھا دم نکلجائے۔ افطار کی اجازت مانگنے کو اُنھوں نے حضرت کی خدمت میں آدمی بھیجا تو حضرت نے انکے پاس ایک پیالہ بھیجا اور فرمایا کہ جو کچھ کھایا ہے اسمیں قے کرو۔ چنانچہ دونوں کی قے میں آدھا خون نکلا اور آدھا تازہ گوشت۔ کہ پیالہ لبریز ہوگیا۔ لوگوں کو اس سے تعجب ہوا تو حضرت نے فرمایا۔ ان دونوں نے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں سے تو روزہ رکھا مگر اُسکی حرام کی ہوئی چیز پر افطار کیا کہ ایک دوسرے کے پاس بیٹھکر لوگوں کی غیبت کرنے لگیں۔ یہ وہی گوشت ہے جو اُنھوں نے (غیبت کرکے) لوگوں کا کھایا تھا۔ صحیحینؒ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب تم میں کسیکا روزہ ہو تو اُسے نہ بدزبانی کرے نہ بکواس۔ پھر اگر کوئی اس سے گالم گلوچ یا جنگ کرنے لگے تو کہہ یا کرے کہ میرا روزہ ہے۔" سوم باقی اعضا یعنی ہاتھ پاؤں اور کانوں کو گناہ اور مکروہات سے روکنا اور افطار کیوقت شکم کو مشتبہ کھانے سے بچانا۔ کہ صوم کے لغوی معنی ہی حرام سے رُکنے کے ہیں۔ پھر حرام پر افطار کرنا تو ایسا ہوا جیسے کوئی شخص محل بنائے اور شہر کو ڈھائے۔ یا جیسے کوئی بیمار ہلاکتِ جان سے بچنے کیلئے غذا میں کمی کرے مگر زہر کھالے اور مرجائے۔ دارمیؒ نے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے - بہتیرے روزہ دار ہین کہ ان کو روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہین اور بہتیرے تہجد گذار ہین کہ انکو تہجد سے بیداری کے سوا کچھ حاصل نہین ؛ چہارم حلال غذا بھی افطار کیوقت اتنی زیادہ نہ کھائے کہ پیٹ لبریز ہوجائے - کیونکہ روزہ سے مقصود خواہش نفس کا توڑنا ہی کہ نفس کو پرہیزگاری کی قدرت حاصل ہوجائے - اور جب دن چڑھے سے لیکر شام تک معدہ کو خالی رکھکر اشتہا کو بھڑکایا اور رغبت کو قوی کیا اور پھر اسکو مزہ دار کھانے اور وہ بھی خوب شکم سیر ہوکر کھلائے تو اسکی لذت اور بڑھگئی اور قوت دوچند ہوگئی اور اُس شہوت کو تحریک ہوگئی جو عجب نہ تھا کہ عادت پر قائم رہتی (اور روزہ نہ رکھنے پر) ساکن رہتی بلکہ روزہ کا ادب یہ ہی کہ دن مین زیادہ سووے بھی نہین تاکہ بھوک اور پیاس کا احساس اور کمزوری کا شعور و ادراک ہو کہ اس سے قلب صاف ہوگا اور رات بھر کسیقدر کمزوری قائم رہیگی کہ تہجد و وظائف کا پڑھنا آسان ہوگا - لہذا عجب نہین کہ شیطان قلب کے پاس بھی نہ پھٹکے اور آسمانی ملکوت کا نظارہ نصیب ہو - پنجم یہ کہ افطار کے بعد قلب کو امید و بیم کا تعلق و اضطراب ہو کہ خبر نہین میرا روزہ مقبول اور مقربین مین شامل ہوا یا مردود اور مبغوضین مین داخل ہوا - اور یہی حالت ہر عبادت سے فارغ ہوکر ہونی چاہئے -

حضرت حسنؓ ابن ابی الحسنؒ بصری سے مروی ہی ایک قوم پر گذرے جو کہ ہنس رہی تھے - آپنے فرمایا کہ حق تعالی نے ماہِ رمضان کو اپنی مخلوق کیلئے دوڑ کا میدان بنایا ہی کہ اسمین طاعتِ الٰہی کیلئے دوڑا جائے - تو کچھ لوگ آگے نکلے اور جیت گئے اور کچھ پیچھے رہے اور ہار گئے - مگر تعجب پر تعجب اسکی حالت پر ہی جو ایسے دن بھی ہنسی و کھیل مین مشغول ہو جسمین آگے بڑھنے والے جیتے اور اہلِ باطل ہارے - واللہ اگر پردہ اُٹھکر حقیقت کھلجائے تو نیکوکار اپنی نیکوکاری مین توجہ کرے اور بدکار اپنی بدکاری مین غور کرے -

حضرت احنفؒ بن قیس کا قصہ منقول ہی کہ انسے کسینے کہا آپ تو زیادہ بڈھے ہوگئے اور روزے آپکو کمزور کئے دیتے ہین تو آپنے فرمایا کہ مین انکو بڑے لمبے سفر کیلئے جمع کر رہا ہوں اور طاعتِ الٰہی پر جما رہنا اسکے عذاب پر جمے رہنے سے سہل ہی " اور چونکہ روزونکے سبب معاصی کے میل کچیل سے قلب کی صیقل اور گناہونکی کدورتوں سے صفائی ہوتی ہی اسلئے مناسب ہے کہ ماہ صیام مین بدنی اور مالی عبادتون کی سعی بلیغ کرے تاکہ انوار خداوندی منترشح ہون اور حسنات کا اجر کئی گونہ ہوکر زمرۂ ملائکہ مین شامل ہوجائے جنکی حالت حق تعالی نے یہ بیان فرمائی ہی کہ اللہ انکو جو حکم دیتا ہی وہ اسکی نافرمانی نہین کرتے اور جو کچھ انکو حکم ملتا ہی اسکو انجام دیتے ہین " یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسمی ماہِ مبارک مین خیرات و تلاوت قرآن اور تہجد گذاری کے عاشق تھے چنانچہ بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ یون تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب ہی سے زیادہ سخی تھے مگر ماہِ رمضان مین جبکہ جبرئیلؑ آپسے ملتے تو بہت ہی زیادہ آپ سخی ہوجاتے تھے اور جبرئیلؑ

رمضان کی ہر شب میں آپ سے ملتے اور قرآن کا آپکے ساتھ دور کیا کرتے تھے۔ پس اس مہینہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تند و تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے" اور بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب ماہِ رمضان آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قیدیوں کو رہا کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے" اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں شب بیداری کی ترغیب دیا کرتے مگر تاکیدی حکم نہ فرماتے بلکہ اسطرح فرماتے تھے کہ جسنے رمضان میں شب بیداری کی اسکے اگلے پچھلے گناہ بخشدئے جائینگے" صحیحین میں حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بوریہ کا حجرہ بنا کر چند شب اسمیں نماز پڑھی حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے پھر صحابہؓ کو ایک رات آپکی آواز نہ آئی اور گمان ہوا کہ آپ سو گئے تو بعض اصحاب کھنکھارنے لگے کہ آپ باہر تشریف لاویں۔ تب آپ نے فرمایا کہ تمھارا فعل جو ہو رہا ہے میں نے دیکھا حتیٰ کہ اندیشہ ہوا کہ تمپر یہ فرض نہو جائے۔ اور فرض ہو گیا تو پھر تم اسکو پورا نکر سکو گے لہذا اے لوگو اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ نماز وہی ہے جو گھر میں ہو بجز فرض کے" اور ابو داؤدؒ وغیرہ نے حضرت ابو ذرؓ سے روایت کی ہے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ماہِ رمضان گذارا مگر کسی تاریخ بھی آپنے بعد عشا جماعت کیساتھ ہمکو نماز نہیں پڑھائی حتیٰ کہ سات دن باقی رہگئے تب آپنے جماعت سے نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ تہائی رات ختم ہو گئی۔ اگلا دن ہوا تو جماعت سے نماز پڑھائی حتیٰ کہ نصف رات ختم ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کاش آج رات تو تمام شب ختم کرا دیتے۔ آپنے فرمایا کہ جب مسلمان ساری نماز امام کیساتھ پڑھتا ہے تو تمام شب تہجد میں محسوب ہوتا ہے۔ جب اس سے اگلا دن ہوا تو پھر نماز پڑھائی اور جب اس سے اگلا دن ہوا تو اپنے متعلقین اور اہلبیتؓ اور صحابہؓ کو جمع کیا اور اتنی نماز پڑھائی کہ ہمیں فلاح جاتے رہنے کا اندیشہ ہوا کسی نے پوچھا کہ فلاح کیا چیز ہے؟ جواب دیا کہ سحری۔ پھر بقیہ ماہ میں کسی شب بھی جماعت نہیں ہوئی"

ظاہر ہے کہ اس سے مراد نمازِ تراویح ہے اور احادیث سابقہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے اسکو باجماعت پڑھا کر اسکا مسنون ہونا معلوم ہو جائے۔ اسکے بعد اسکو ترک کیا کہ مبادا فرض نہو جائے۔ اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد (وحی کے منقطع ہو جانیکی وجہ سے) اسکے فرض ہونیکا اندیشہ جاتا رہا لہذا اسے باجماعت پڑھنا سنت ہوا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ صدیق کو مہماتِ خلافت میں مصروف رہنے کیوجہ سے اسکے قائم کرنیکی فرصت نملی اور اسیطرح حضرت عمرؓ کو شروعِ زمانۂ خلافت میں مصروفیت زیادہ رہی مگر جب انتظام خلافت درست و مستحکم ہو گیا اور امن و امان کا فرش زمین پر بچھ گیا تو اس سنت کے قائم کرنیکی طرف توجہ ہوئی چنانچہ بخاریؒ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عبد القاری سے روایت کی ہے کہ میں ایک شب حضرت عمرؓ بن الخطاب کیساتھ مسجد میں گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ لوگ اِدھر اُدھر نمازیں پڑھ رہے ہیں کہ کوئی تنہا اور کسیکے ساتھ چند آدمی

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اگران سبکو ایک قاری کے پیچھے جمع کردون تو زیادہ اچھا ہوگا۔ اس خیال کو پختہ فرماکر سبکو حضرت ابیؓ بن کعب کا مقتدی بنادیا۔ عبدالرحمنؓ کہتے ہین کہ پھر دوسری شب جو مین حضرت عمرؓ کیساتھ گیا کہ سب امام کے پیچھے باجماعت نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "بہت اچھی ہی یہ بدعت" اور جس نماز سے سو جاتے ہو وہ اس سے افضل ہے جسکو قائم کرتے ہو" یعنی آخر شب کی نماز تہجد۔ کہ تراویح اول شب مین پڑھتے تھے۔ یہ حضرت عمرؓ کی طرف سے جماعتِ تراویح مین خود شریک نہونیکا اظہارِ عذر تھا کہ آخر شب کے قیام کو افضل ہونیکی وجہ سے پسند کیا)۔ علامہ قاریؒ کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ کا تراویح کو بدعت فرمانا صرف صورت کے اعتبار سے کہ یہ اجتماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حادث ہوا۔ ورنہ حقیقت کے اعتبار سے یہ بدعت نہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گھر و نمین پڑھنے کا صحابہؓ کو ایک خاص وجہ سے حکم دیا تھا کہ اسکے فرض بنجانیکا اندیشہ تھا اور وہ اندیشہ آپکی وفات سے رفع ہوچکا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا حکم نفرمانا اِس بنا پر ہوا کہ آپ اس سے زیادہ اہم کام مین مشغول تھے۔ اور یہی سبب اوائل خلافتِ عمرؓ مین رہا۔ نوویؒ کہتے ہین کہ باتفاق ائمہ صحیح یہ ہے کہ تراویح مین جماعت افضل ہے۔ بلکہ بعض علمار نے تو اسکے متعلق اجماع کا دعوی کیا ہی کہ جملہ صحابہؓ کا اسپر اجماع ہوگیا مگر بیہقیؒ نے اسکا خلاف کیا اور کہا ہی کہ سبکا اجماع نہین ہوا بلکہ اکثر کا ہوا ہی اور بعض فقہاء کے نزدیک اسکا تنہا پڑھنا افضل ہی مگر دونون قول مین تطبیق اسطرح دیگئی ہے کہ جو شخص حافظِ قرآن ہوا اور اسے نیند و کسل کا بھی اندیشہ نہو اور اسکے علیحدہ نماز پڑھنے سے مسجد کی جماعت مین بھی خلل واقع نہو تو اسکا تنہا پڑھنا افضل ہی (اور باجماعت پڑھنا)۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان مین شب بیداری کی ترغیب دی مگر تعداد رکعات معین نہین فرمائی۔ البتہ حسب روایت عائشہؓ آپ رمضان اور دوسرے مہینونمین گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے چنانچہ بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ صدیقہ سے روایت کی ہی۔ جب ان سے کسینے پوچھا کہ ماہ رمضان نماز رسول اللہ صلعم کی کیا صورت تھی؟ تو آپنے فرمایا کہ آپؐ نہ رمضان مین گیارہ رکعات سے بڑھاتے تھے نہ کسی دوسرے مہینہ مین۔ اول چار رکعت پڑھتے تھے کہ انکی خوبی اور طول نہ پوچھو۔ پھر چار رکعت پڑھتے تھے کہ انکے حسن اور طول کو نہ پوچھو۔ پھر تین رکعت پڑھتے تھے۔ مین نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا وتر پڑھنے سے قبل آپ سوئے جاتے ہین؟ آپنے فرمایا کہ اے عائشہؓ میری آنکھین سویا کرتی ہین اور قلب⁵ نہین سوتا" مگر یہ تعداد غالبًا اکثر اوقات کی ہی ورنہ بعض دفعہ آپنے بغرض تخفیف جیسا کہ مسلم نے حضرت زیدؓ بن خالد جہنی سے روایت کی ہی تہجد کی بارہ۱۲ رکعت بھی پڑھی ہین (کہ آٹھ رکعت کا قرآن بارہ رکعت مین پڑھنے سے سہولت ہوگی)" جب حضرت عمرؓ نے سبکو حضرت ابیؓ کا مقتدی بنایا اور وہ حضرات قیام کے عاشق تھے تو حضرت ابیؓ نے گیارہ رکعات پڑھائین (یعنی آٹھ تراویح اور تین وتر) مگر جب نمازیون پر مشقت سمجھی تو بغرضِ تخفیف بارہ۱۲ رکعت کردین (کہ قرأۃ اسیقدر رہا اور رکعات بڑھنے سے سہولت ہوگئی)۔ امام مالکؒ نے

⁵ لہذا آنکھ نہ کھلنے اور قضا ہوجانیکا احتمال نہین ہے اور جسمین یہ احتمال ہے انکو مناسب ہے کہ وتر پڑھکر سوئین ۱۲ مترجم

حضرت سائب رض بن یزید سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رض نے اُبی رض بن کعب اور تمیم رض داری کو حکم دیا کہ رمضان مین باجماعت گیارہ رکعات پڑھا کرین۔ چنانچہ امام ایک رکعت مین کئی کئی سو آیتین پڑھتا تھا کہ طول قیام کی وجہ سے لکڑی پر سہارا لینے کی نوبت آتی تھی اور فجر کے قریب فراغت پاتے تھے۔ نیز حضرت اعرج رض سے روایت ہے کہ ہمنے دیکھا کہ لوگ رمضان مین کافرون پر لعنت بھیجتے تھے (کہ کمبخت برکاتِ رمضان سے محروم ہین)۔ اور امام آٹھ رکعتون مین سورۂ بقرہ ختم کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ تخفیف ہوگئی"۔ پھر جب دیکھا کہ یہ بھی عام نمازیون پر شاق ہے تو بیس۲۰ رکعات کا حکم ہوا اور تین رکعت وتر اس سے زائد ہوئی۔ چنانچہ موطا مین حضرت یزید بن رومان سے مروی ہے کہ حضرت عمر رض بن الخطاب کے عہد مین لوگ تئیس۲۳ رکعات پڑھا کرتے تھے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان مین سنت تو مطلقاً نماز پڑھنا ہے (خواہ آٹھ ہی رکعت کیون نہون)۔ اور تخفیف کیغرض سے گیارہ رکعات پر اضافہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے لہذا جسنے رمضان مین بیس۲ رکعت تراویح وتر کے علاوہ ادا کین تو اسکو حقیقت مین عبث نہ کہینگے اور یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات سلف چالیس۴۰ رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین۳ وتر۔ اور بعض چھتیس۳۶ رکعات تراویح اور تین۳ وتر۔ اور یہ سب صورتین جائز و مستحسن ہین۔ اور جسکا خیال یہ ہے کہ تراویح رمضان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکعات بتعداد معین منقول ہین کہ آپ اسمین کمی بیشی نکرتے تھے تو یہ غلط ہے۔ سیوطی رح نے اپنے رسالہ مین بیان کیا کہ اہل مدینہ کیلئے بمشابہت اہل مکہ چھتیس۳۶ رکعتین مستحب ہین کہ اہل مکہ ہر (چار رکعت کے ترویحہ پر) طواف کرتے اور دو رکعتِ طواف پڑھتے ہین۔ اور پانچوین ترویحہ کے بعد طواف نہین کرتے لہذا اہل مدینہ نے انکے برابر ہونا چاہا اور ہر طواف کی جگہ چار رکعتین مقرر کین (کہ چار ترویحہ کی سولہ۱۶ رکعت کا بیس۲ رکعت تراویح پر اضافہ ہوکر چھتیس۳۶ رکعتین ہوگئین)۔ اگر رکعات تراویح کا ثبوت نص سے ہوتا تو اہل مدینہ کو اسپر اضافہ جائز نہوتا۔ حالانکہ وہ حضرات متقی تھے (کہ ناجائز کا ارتکاب گوارا نکرسکتے تھے) اور ابن ابی شیبہ رح نے اپنی مصنف مین اور طبرانی رح و بیہقی رح نے جو ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان مین وتر کے علاوہ بیس۲۰ رکعتین پڑھا کرتے تھے تو یہ روایت امام ابوبکر کے دادا ابوشیبہ رح یعنی ابراہیم رح بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے کہ اسکے ضعف اور خلاف صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ ہے جو بندہ کی ناقص فہم مین آیا ہے۔ اور علامہ قاری کہتے ہین کہ تراویح رمضان مع وتر باجماعت گیارہ رکعتین سُنّت رسول ہین کہ انکو آنحضرت صلعم نے پڑھا اور (اندیشہ فرضیت کے) عذر سے ترک کیا ہے۔ کیونکہ معلوم ہوا کہ اگر اندیشۂ فرضیت نہوتا تو آنحضرت صلعم اسکو پابندی سے پڑھا کرتے۔ پس جب آپکی وفات سے یہ اندیشہ نہ رہا تو بلاشبہ یہ سنت ہوا۔ اور بیس۲ رکعتین سنت خلفاء راشدین ہین۔ اور حضرت کا یہ ارشاد کہ "اختیار کرو میری سُنت کو اور خلفاء راشدین کی سنت کو" سنت خلفاء کا استحباب ثابت کررہا ہے۔ لہذا اس سے بیس۲ رکعت کا سنت نبویہ ہونا لازم نہین آیا۔ کیونکہ سنّتِ نبویہ کا ثبوت اس سے ہوتا کہ آنحضرت صلعم خود اسپر پابندی

فرماتے اور عذر کیوجہ سے ترک کرتے ۔ اور ثابت ہوچکا ہی کہ اندیشہ فرضیت کا عذر نہوتا تو حضرت اسکی پابندی فرماتے جسکا وقوع اسے ہوا ہی (یعنی مع وتر کے گیارہ رکعت کا) ۔ لہذا بیس رکعت مستحب ہوئین اور مع وتر کے گیارہ رکعت سنت ہوئین جیسے عشا کیبعد چار رکعت پڑھنا مستحب ہے کہ انمین دو رکعت سنت (اور دو زائد مستحب) ہین ۔ مگر ظاہر کلام مشائخ سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ سنت بیس ہی رکعات ہین ۔

(فائدہ) بہرحال تقریر گذشتہ سے معلوم ہوا کہ روزہ زنگ قلب کی جلا اور اسمین ملاء اعلیٰ کے انکشاف کی صلاحیت پیدا کرتا ہی ۔ مگر با اینہمہ ہم دیکھتے ہین کہ اکثر روزہ داروں کو یہ انکشاف نصیب نہین ہوتا اسکی وجہ یہ ہی کہ کشف کا مدار قلب انسان کے اپنے خیالات کو یکسو اور قلب کو بالکلیہ اسکیطرف متوجہ کرنے پر ہے ۔ اور یہ ایسکے بغیر ناممکن ہے کہ لوگون سے علیحدہ اور خیالات کو منتشر کرنیوالے تمامی تعلقات سے یکطرف ہو جائے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا وقت قریب آیا تو آپ غار حرا مین خلوت گزین اور مخلوق سے یکسو ہوئے تاکہ خیالات مجتمع اور آپکے اور جبریل کے درمیان مناسبت تامہ ہوجائے جس شخص کو کسی اسم الٰہی کے عامل بننے کا اتفاق ہوا ہوگا اسے اسمین شبہ نہوگا کہ وہ جبتک تعلقات مخلوق سے یکسو نہین ہوتا اور اپنے خیالات کو بالکل اسطرف متوجہ نہین کرتا تو روحانیات اور موکلات اسپر منکشف نہین ہوتے ۔ اور چونکہ شب قدر کا پانا یہی ہی کہ ملاء اعلےٰ منکشف ہون اور معلوم ہوچکا کہ یہ خیالات کے مجتمع کئے بغیر ناممکن ہے لہذا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتکاف کو سنت موکدہ قرار دیا کہ عشرۂ اخیر مین مسجد کے اندر ہوا کرے جو کہ بہترین جگہ اور محل نزول ملائکہ ہے ۔ اور لوگونکو اسکی ترغیب دی ۔ چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالت اعتکاف ۔ یہ گناہونکو دفع کرتا ہے اور اسکے لئے با وجود سکوت اور محبوسیت کے) نیکیان کرنیوالے کی برابر نیکیاں لکھی جاتی ہین ۔" اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اعتکاف فرمایا ہی ۔ چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا وفات ہرسال رمضان کے عشرہ اخیرہ مین اعتکاف کرتے رہے اور آپکے بعد آپکی ازواج اسیطرح اعتکاف کرتی رہین" اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہرسال ایکمرتبہ قرآن مجید پیش کیا جاتا تھا مگر جس سال آپکی وفات ہوئی اُس سال دو بار پیش کیا گیا ۔ اور آپ ہرسال دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر جس سال وفات ہوئی اُس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا" واللہ اعلم وعلمہ اتم

انیسوین بصیرت شب قدر کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ الآیہ بیشک ہمنے قرآن نازل کیا شب قدر مین اور جانتے بھی ہو کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینہ سے ۔ اسمین اترتے ہین فرشتے اور روح القدس

باذن اللہ ہر معاملہ لیکر۔ سلامتی ہے تا طلوع فجر" ابن ابی حاتمؒ اور واحدیؒ نے حضرت مجاہدؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ کیا کہ وہ راہ خدا مین ہزار مہینہ مسلح (اور غازی) بنا رہا تو مسلمانونکو اسپر تعجب ہوا۔ پس حق تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ ہمنے قرآنمجید شب قدر مین نازل کیا اور جانتے بھی ہو کہ شب قدر کیا ہے؟ شبقدر اُن ہزار مہینون سے بہتر ہے جنمین وہ شخص ہتیار بند اور مسلح فی سبیل اللہ رہا تھا۔ وہبؓ بن منبہ سے سلامہ سفیریؒ نے نقل کیا ہے کہ انکا نام حضرت شمعون تھا۔ اپنی قوم پر جہاد کرتے اور قتل کر کے انکا مال چھین لیتے تھے۔ کسیکے قابو مین نہ آتے اور زنجیر آہنی بھی انکو باندھ نسکتی تھی لوگ عاجز آگئے تو انکی بی بی سے کہا کہ انکو باندھکر ہمارے حوالہ کردو۔ تو ہم تمکو بہت مال دین۔ چنانچہ بی بی نے بحالتِ خواب انکو رسّی سے جکڑدیا مگر جب انکی آنکھ کھلی تو رسّی آنکے ہاتون اور پاؤن سے گر گئی اور بی بی سے گرفت کی۔ بی بی نے بات بنائی کہ مین نے تو تمھاری طاقت کی آزمائش کیلئے ایسا کیا تھا۔ پھر (دوسری دفعہ) موقع پاکر آہنی زنجیر سے جکڑا مگر بیدار ہوتے پر وہ آہنی زنجیر بھی گر پڑی اور پھر انھون نے بی بی سے بازپرس کی اسنے پھر بات بنائی کہ آہن کے بارہ مین بھی تمھاری قوت کا امتحان کرنا چاہا تھا۔ اسکے بعد بی بی نے پوچھا کہ دنیا مین کوئی چیز ایسی ہے بھی جو تمکو باندھ سکے؟ شمعون نے کہا کہ ہان میرے بال (مجکو باندھ سکتے ہین) آخر جب وہ سوئے تو بی بی نے انکے بالون سے انکو باندھا اور قوم کو بُلا بھیجا۔ قوم نے انکی ناک اور کان کاٹے اور آنکھین پھوڑ دین۔ حق تعالیٰ نے سبکو زمین مین دھنسا دیا اور عورت پر گرج کا عذاب نازل کیا۔ اور شمعون کی حالت پہلے سے بہتر بنادی۔ انھون نے ہزار مہینے اپنی قوم سے جہاد کیا تھا جسپر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا اور حق تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ ابن ابی حاتمؒ نے حضرت علیؓ بن عروہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار بزرگون کا تذکرہ کیا۔ جنھون نے اسّی برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے اور ذرا دیر بھی معصیت کے مرتکب نہ ہوئے۔ یعنی حضرت ایوب اور زکریا اور حزقیل اور یوشع علیہم السلام پس صحابہ کو اس سے تعجب ہوا تو جبرئیل آئے اور کہا کہ اے محمدؐ آپکی اُمت کو ان حضرات کے اسّی برس عبادت کرنے پر تعجب ہوا۔ لیجئے حقتعالیٰ نے آپ پر اس سے بھی بہتر نازل فرمایا۔ اور پھر سورہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ الآیہ پڑھی اور فرمایا کہ اسکے اور آپکی اُمت کے تعجب کے لئے بہترین چیز یہ ہے۔ پس آنحضرتؐ اس سے بہت مسرور ہوئے اور ترمذیؒ و حاکمؒ و ابن جریرؒ نے حضرت حسنؓ بن علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب مین بنی امیہ کو اپنے ممبر پر دیکھا تو آپکو رنج ہوا۔ اسوقت اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور سورہ قدر نازل ہوئی کہ جانتے بھی ہو شب قدر کیا ہے؟ ایک شب قدر بدرجہا بہتر ہے ان ہزار مہینون سے جنمین تمھارے بعد بنی امیہ حکومت کرینگے۔ قاسم حرانی کہتے ہین کہ ہمنے شمار جو کیا تو سلطنتِ بنی اُمیہ کا زمانہ پورا ایکہزار مہینے پایا۔

نہ کم نہ زیادہ۔ ترمذیؒ کہتے ہین کہ یہ حدیث غریب ہے اور مزنیؒ وابن کثیرؒ کہتے ہین کہ یہ حدیث نہایت درجہ منکر ہے۔ جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے اُمّتِ محمدیہ کو باوجودیکہ وہ جُملہ اُمتون سے عمل اور عمر مین کم ہین بہترین امت اور افضل قرار دیا ہے۔ اور اسکی صورت یہ قرار دی کہ اپنی فضل وکرم سے اِس اُمت کے اعمال کا اجر وثواب دوسری اُمتون کے اعمال کے اجر وثواب سے بہت زیادہ کردیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اسکو بصورت تمثیل بیان کیا اور اسکو بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمھاری عمرین گذشتہ اُمتون کے مقابلہ مین ایسی ہین جیسے نماز عصر اور غروب آفتاب کے درمیان کا وقت۔ اور تمھاری مثال اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کاریگرون سے کام لے اور کہے کہ کوئی ہے جو دوپہر تک ایک ایک قیراط اُجرت پر میرا کام کرے؟ چنانچہ یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ اسکے بعد اسنے کہا کہ کوئی ہے جو دوپہر سے لیکر نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر میرا کام کرے؟ چنانچہ نصاریٰ نے دوپہر سے لیکر نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر اسنے کہا کہ کوئی ہے جو نماز عصر سے لیکر غروب آفتاب تک دو دو قیراط اُجرت پر میرا کام کرے؟ سو تم وہ ہو جنھون نے نماز عصر سے غروب آفتاب تک کام کیا کہ (کام تھوڑا اور) اُجرت تمھارے لئے دوچند ہے۔ پس یہود ونصاریٰ ناراض ہوکر کہنے لگے کہ ہم کام مین تو سب سے زیادہ اور اُجرت مین سب سے کم؟ حق تعالیٰ نے فرمایا کیا تمھارے حق کے متعلق تمپر کچھ ظلم ہوا؟ جوابدیا کہ نہین فرمایا پھر (شکوہ اور اعتراض کیسا) یہ میرا فضل ہے جسکو چاہے دون" علاوہ ازین حق تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کے لئے سال مین بہتیرے مواقع عبادت ایسے تجویز فرمادیئے کہ ان موقعون پر جو کوئی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت اسکے حکم کیموافق اخلاص نیت کیساتھ انجام دیگا وہ بہتیرے ثواب جوکہ انپر مرتب ہین حاصل کریگا۔ چنانچہ ان مواقع مین افضل موقع شب قدر ہے کہ اسمین عبادت کرنا ہزار مہینون کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور اس شرف وفضیلت کے ساتھ اس شب کا مخصوص ہونا بچند وجوہ ہے۔ اوّل یہ کہ حق تعالیٰ نے اس شب مین قرآن مُبارک نازل کیا جسمین وہ تمام ضروریات موجود ہین جنکی انسان کو دینی ودنیوی سعادت حاصل کرنے مین حاجت پڑتی ہے اور وہ طریق مذکور ہے جسکی بدولت ہلاکتہائے ابدیہ سے نجات ملتی ہے۔ لہٰذا قرآن سب سے بڑی نعمت ہے جو نوع انسان کو نصیب ہوئی! اور ایسی نعمتِ جلیلہ ہے کہ جس زمانہ کے اندر اسکا وجود ہوگا وہ زمانہ بھی برکات کثیرہ اور انعامات متواترہ کا ہم آغوش ہوجائیگا۔ اور قیام وذکر دُعا وغیرہ جس عبادت کا بھی آمین حکم ہوگا وہ دوسرے وقت کی عبادت سے بدرجہا افضل وبہتر ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے اس شب مین قرآن مجید کو لوح محفوظ سے آسمانِ دُنیا پر نازل فرماکر بیت العزت مین رکھا۔ اسکے بعد جبرئیلؑ امین نے اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تیئیس سال کے اندر تدریجاً پہونچایا کہ واقعات کیموافق حسب ضرورت اسکا نزول ہوتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس متبارک رات سے لیکر سال آیندہ کی اسی رات تک ملک اور باشندگان ملک کے معاملات وواقعات اور رزق وعمر وغیرہ کے

متعلق جو کچھ بھی احکام ہیں وہ سب اسی شب میں حق تعالیٰ مقدر فرماتا۔ یعنی اپنے فرشتوں پر ظاہر کرکے انکی خدمات انجام دینے کا انکو مامور بناتا ہے کہ پورے سال کے لئے جو کچھ مقدر فرمایا ہے وہ تحریر میں آکر انکے حوالہ ہوجاتا اور انکو بتلا اور سمجھا دیا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ اس شب میں مقدرات کو تجویز فرماتا ہے۔ کیونکہ مقدرات کی تجویز تو آسمان و زمین کے پیدا ہونے سے بھی قبل ہوچکی ہے۔ چنانچہ حضرت حسنؒ بن فضل سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حق تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے قبل تقدیروں کی تجویز نہیں فرمائی؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں فرمادی ہے۔ سائل نے کہا پھر شب قدر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انہیں مقدرات کا انکے اوقات پر پہنچانا اور قضاء مقدر کا نافذ کرنا۔ "شب سوم اس شب میں فرشتے اور روح یعنی جبرئیل امین اپنے رب کی اجازت سے نازل ہوتے ہیں کہ وہ معاملات انجام دیں جو کہ بھلے ہوں یا برے اس سال کے لئے تجویز کردیئے گئے ہیں اور تاکہ ہر تاعدد قائم کیلئے استغفار کریں۔ چنانچہ بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب شب قدر ہوتی ہے تو گروہ ملائکہ میں حضرت جبرئیلؑ نزول فرماتے ہیں کہ ہر ایسے بندہ کیلئے دعا مانگتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ پھر جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ان پر اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو اس مزدور کا کیا معاوضہ ہونا چاہئے جس نے اپنا کام پورا کردیا ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اسکا معاوضہ یہ ہے کہ اسکی اجرت پوری دیجائے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو دیکھو میرے بندوں اور میری بندیوں نے میرا فرض جو ان پر تھا پورا کیا (کہ رمضان کے روزے رکھے) پھر دعاؤں کا شور مچاتے ہوئے (شہر سے) باہر آئے قسم ہے اپنی عزت و جلال اور کرم و علو اور اپنی رفعت مکانی کی کہ میں انکی دعا ضرور قبول کرونگا۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ جاؤ میں نے تمھاری مغفرت کردی اور تمھاری خطاؤں کو نیکیوں سے بدلدیا۔ پس تمامی مسلمان مغفور ہوکر واپس آتے ہیں۔" قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے غنیہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روی ہے۔ جب شب قدر آتی ہے تو حق تعالیٰ جبرئیلؑ کو زمین پر نازل ہونیکا حکم دیتا ہے اور سدرۃ المنتہےٰ پر رہنے والے ستر ہزار فرشتے نور کے علم لئے ہوئے انکے ساتھ ہوتے ہیں الغرض وہ زمین پر اُتر کر چار مقام پر اپنے جھنڈے نصب کرتے ہیں۔ یعنی کعبہ کے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے اور مسجد بیت المقدس اور مسجد طور سینا کے پاس۔ پھر جبرئیلؑ انکو حکم دیتے ہیں کہ وہ اِدھر اُدھر پھیلتے ہیں اور کوئی گھر یا حجرہ یا کوٹھری یا کشتی جسمیں کوئی مسلمان مرد یا عورت ہو نہیں چھوڑتے جسمیں داخل نہ ہوتے ہوں۔ بجز اس گھر کے جسمیں کتا ہو یا خنزیر یا شراب یا ایسا شخص جس پر زنا سے غسل واجب ہو یا کوئی تصویر۔ الغرض وہ فرشتے مساکن مسلمین میں داخل ہوکر تسبیح و تقدیس و تہلیل کرتے اور اُمت محمدیہ کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے رہتے ہیں یہانتک کہ فجر ہونے پر آسمان کیطرف چڑھجاتے ہیں آسمان دنیا کے فرشتے انکا استقبال کرتے اور پوچھتے ہیں کہ کہاں سے

تشریف لا رہے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ دنیا میں گئے تھے کہ آج کی شب اُمتِ محمدیہ کیلئے شبِ قدر تھی فرشتگان آسمانِ دنیا دریافت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کی حاجتوں کے متعلق کیا کیا؟ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں کہ جو اُنمیں نیکو کار تھے انکو بخشدیا اور جو بدکار تھے اُنکے متعلق صلحا کی سفارش قبول فرمائی۔ تب فرشتگان آسمان دُنیا اس انعام پر کہ حق تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کی مغفرت فرمائی اور اپنی رضا و خوشنودی بخشی شکر ادا کرنیکے لئے آواز بلند سے تسبیح و تقدیس و حمد و ثنا کرتے اور پھر دوسرے آسمان تک بطریق مشایعت انکے ساتھ جاتے ہیں اور اس آسمان کے فرشتوں کا یہی قصہ رہتا ہے۔ حتیٰ کہ جبرئیلؑ فرماتے ہیں کہ اے ساکنین سمٰوات اپنی اپنی جگہ واپس ہو جاؤ۔ تب ہر آسمان کے فرشتے اپنی مقام پر واپس آتے اور جبرئیلؑ اپنی ہمراہیوں کے سدرۃ المنتہیٰ پر پہونچتے ہیں۔ وہاں کے فرشتے بھی پوچھتے ہیں کہ تم کہاں گئے تھے؟ اور وہ جواب دیتے ہیں جو کہ اہلِ سمٰوات کو دیا تھا پس سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتے بھی اتنی بلند آواز سے تسبیح و تہلیل و ثنا کرتے ہیں کہ جنت الماویٰ تک آواز پہونچتی ہے اور پھر جنت النعیم تک اور پھر جنت الفردوس تک اور پھر جنت العدن تک اور عرش بھی اس آواز کو سُنتا اور تسبیح و تہلیل و ثنا ء رب العالمین میں اپنی آواز بلند کرتا ہے۔ اُس نعمت کے شکریہ میں جو اُمتِ محمدیہ کو عطا ہوئی اور عرض کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے اطلاع ہوئی ہے کہ رات آپنے صلحا اُمتِ محمدیہ کی مغفرت فرمادی اور گنہگاروں کے متعلق اُنکی شفاعت قبول فرمائی۔ حقتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے عرش تو نے سچ کہا اور اُمتِ محمدیہ کیلئے میرے ہاں وہ انعام ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر اسکا خیال گذرا۔"

اور چونکہ اس رات میں عامہ مومنین کی مغفرت ہوتی ہے لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رات میں طلب معافی کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ترمذیؒ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بتا دیجئے اگر مجھے علم ہو جائے کہ یہ شب قدر ہے تو اُسمیں کیا کہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی بار الٰہا آپکی ذات بڑی معاف کرنیوالی ہے اور آپ معافی کو محبوب سمجھتے ہیں لہذا میری خطائیں معاف کردیجئے۔" اور حضرت سفیانؒ کہتے ہیں کہ شب قدر میں دعا مانگنا نماز سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر یہ بھی کہا ہے کہ اگر تلاوت قرآن ہو اور دعا بھی تو زیادہ اچھا ہے۔" اور شب قدر کی عبادت (جسپر مغفرت کا وعدہ ہے) بعض علماء کے قول پر نماز تراویح سے حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ بیہقیؒ نے حضرت سعیدؓ بن مسیب سے روایت کی ہے کہ جو شخص شب قدر میں نماز عشاء کیلئے جماعت میں حاضر ہوا تو بیشک اسنے شب قدر کا کچھ حصہ حاصل کرلیا۔" چہارم یہ کہ شب قدر طلوع فجر تک سلامتی ہے کہ رات بھر فرشتے نیکو کاروں پر سلام کرتے رہتے ہیں اور اسمیں مسلمانوں کے لئے بشارتِ عظمیٰ ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل پر بچھڑے گاؤ کے بھنے ہوئے گوشت کے قصہ میں سات فرشتوں نے سلام کیا تو اس سے انکو اتنی مسرت ہوئی کہ ساری دنیا کی سلطنت ملنے پر بھی

ــــــــــــ
لفظ کا کل اعتبار نہیں اور مفہوم کے لحاظ سے بے جوڑ ہے کہ شب قدر خود دینی اُمتیہ کیلئے بھی یہی ثمرہ رکھتی ہے جو عباسیہ یا دیگر اقوام عرب و عجم کے لئے ۱۲

ہوتی۔ بلکہ حضرت خلیل اللہ پر جب فرشتون نے سلام کیا تو نارِ نمرودی بحکم خدا ٹھنڈی اور سلامتی بنگئی تو ہم پر فرشتون کے سلام کرنیکی برکت سے آتشِ جہنم ٹھنڈی اور سلامتی کیون نہ بنیگی؟ بلکہ اسمین ایک باریکی ہے یعنی فضیلت امتہ محمدیہ کا اظہار کہ وہان فرشتے حضرت خلیل اللہ پر نازل ہوئے تھے اور یہان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت پر نازل ہونگے۔ الحاصل وجوہ مذکورہ اور نیز دیگر وجوہات سے حق تعالیٰ نے اس رات کو خیر و برکات مین ہزار مہینون پر فضیلت بخشی ہے۔ امام رازیؒ کہتے ہین کہ (شب قدر کا باوجودیکہ وہ صورۃً دوسری راتون کے مثل ہے ہزار گونہ افضل ہونا) دو وجہ سے ہے۔ اوّل یہ کہ ایک ہی کام ہوتا ہے مگر بھلائی بُرائی کے متعلق اسکے حکم مختلف ہوتے ہین کیونکہ وجوہات جو اسمین پائی جاتی ہین وہ خود مختلف ہوتی ہین مثلاً جماعت کی نماز کو تنہا نماز پڑھنے پر ستائیس درجے فضیلت ہے۔ حالانکہ جماعت کی نماز کبھی صورۃً قلیل ہوتی ہے مثلاً امام کے ساتھ کوئی شخص دوسری رکعت مین شریک ہوا تو ایک رکعت اسکی کم ہوگئی (مگر پھر بھی جماعت کی فضیلت حاصل اور ستائیس۲۷ نمازون کا ثواب ملیگا)۔ اسیطرح مثلاً جس شخص کو سنگسار کیا جائے اسکے متعلق یون کہنا صحیح ہے کہ اسکو سنگسار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ زانی ہے۔ اور اگر یہی کلمہ کسی (پاکدامن) نصرانی کے متعلق کہو تو (باوجودیکہ وہ کافر اور مسلمان زانی سے زیادہ گنہگار ہے مگر یہ کلمہ) بہتان ہے جسپر تعزیر واجب ہے۔ اور اگر یہی کلمہ کسی پاکدامن مسلمان کو کہو تو تعزیر سے بھی اوپر (اسّی دُرّے) حد واجب ہوگی۔ تو دیکھو ہر موقع کا حکم مختلف ہوا حالانکہ (قول کی) صورت سب جگہ ایک ہے بلکہ یہی کلمہ اگر حضرت عائشہؓ کے بارہ مین کہا جائے تو کفر ہے اور اسلیئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ تم اس (کلمۂ بہتان درحق عائشہؓ) کو معمولی سمجھتے ہو حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے" اور وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ طعن ہے بی بی عائشہؓ کے حق مین جو مرجع علم ہین۔ اور طعن ہے حضرت صفوانؓ کے حق مین جو کہ بدری ہین۔ نیز طعن ہے جملہ اہل اسلام کی مان کے حق مین اور اولاد کو اپنی مان پر بہتان کے متعلق مطالبہ کا حق ہوتا ہے اگرچہ مان کافرہ ہو۔ بلکہ یہ طعن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین جنکی غیرت ساری مخلوق سے زیادہ ہے (کہ عیاذاً باللہ ایسی عورت کو آپؐ نے بی بی بنایا اور غیرت نہ آئی) بلکہ طعن ہے حکمتِ الٰہی پر اکہ اپنی نبی محبوب کا ایسی عورت سے نکاح کرایا) کیونکہ یہ نہین ہوسکتا کہ حق تعالیٰ آپکو چھوڑ دے کہ آپ کسی بدکار عورت سے نکاح کرلین۔ غرض اس سے ثابت ہوگیا کہ ثمرات بھی افعال ثواب و عذاب کے متعلق مختلف ہوا کرتی ہین کیونکہ انکی وجوہات مختلف ہوتی ہین۔ لہذا اگر ایک طاعت باوجود صورت مین کم ہونیکے بلحاظ ثواب طاعات کثیرہ کے مساوی ہوجائے تو کیا بعید ہے۔ دوّم یہ کہ حکمت واسعۂ خدا کا چونکہ مقصود یہ ہے کہ مخلوق کو طاعات کثیر کرنے کی رغبت دے لہذا کبھی طاعت کا ثواب دو چند فرمائیگا چنانچہ ارشاد ہے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کہ ایک مشقت کے ساتھ دو سہولتین ہین۔ اور کبھی ثواب دس گونہ اور کبھی سات سو گونہ فرمائیگا اور کبھی زمانہ کے لحاظ سے

[illegible]

سے اور بدری یعنی جنگ بدر مین شریک ہونیوالے صحابہ کا مغفور اور افضل الصحابہ ہونا محقق و منصوص ہے ۱۲ مترجم ۵ پھر گیا [illegible]

ثواب بڑھائیگا) اور کبھی جگہ اور مقام کے لحاظ سے۔ اور سبکا اصل مقصود یہی ہی کہ انسانِ مکلف کو طاعات کیطرف لائے اور دُنیا مین مشغول ہونیسے روکے۔ چنانچہ کبھی بیت اللہ اور زمزم کو فضیلت دی تمام شہرونپر (کہ مسجد حرام مین ایک رکعت کا ثواب برابر ہی ایک لاکھ رکعات کے) اور کبھی رمضان کو فضیلت بخشی تمام مہینونپر اور کبھی جمعہ کو شرف دیا باقی ایام پر اور کبھی شبِ قدر کو فضیلت دی تمام راتونپر۔ اور مقصود وہی ہی جو ہم لکھچکے ہین" ہان اس آیت مین مسلمانونکے لئے بشارتِ عظمٰی ہی۔ کہ حق تعالیٰ نے یہ تو فرمایا کہ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینون سے مگر یہ نفرمایا کہ کتنے درجے بہتر ہے۔ اسمین اشارہ ہوا کہ بے شمار درجے بہتر و افضل ہی۔ ابن ماجہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ماہِ رمضان آگئے اور اسمین ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس سے محروم رہا وہ ساری خوبیوں سے محروم رہا اور اسکی خوبیون سے وہی محروم رہیگا جو پورا بدنصیب ہو" نیز آپ نے فرمایا کہ جسکو شبِ قدر کی نماز با یمان و اخلاص نصیب ہوئی اُسکے اگلے پچھلے سارے گناہ بخشے گئے" اسمین بھی مختلف اقوال ہین کہ یہ شب کونسی ہے؟ مگر جمہور کی رائے یہ ہی کہ وہ شب رمضان کے اخیر عشرہ مین ہی خصوصاً طاق تاریخون مین۔ صحیحینؒ مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ سے روایت ہی کہ جب عشرۂ رمضان آتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کمر باندھتے اور راتون عبادت کرتے اور متعلقین کو جگایا کرتے تھے۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ قدر کو اخیر عشرہ کی طاق راتون مین تلاش کرو" اور چونکہ اعتکاف کے شروع ہونیسے مقصود شبِ قدر ہی کے برکات کا حاصل ہونا ہی لہذا آخر عمر مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف عشرہ اخیرہ ہی مین ہوا تھا۔ چنانچہ صحیحینؒ مین حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا۔ پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا ترکی قبہ مین۔ پھر اپنا سرِ مبارک نکال کر فرمایا کہ مین نے شبِ قدر کی تلاش مین عشرۂ اول کا اعتکاف کیا اور پھر عشرۂ متوسط کا اعتکاف کیا۔ اسکے بعد ہاتف میرے پاس آیا اور کہا کہ وہ شب تو عشرۂ اخیرہ مین ہے لہذا جسنے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہی اسکو چاہیے کہ عشرہ اخیرہ مین بھی اعتکاف کرے" اگر کسیکو شبہ ہو کہ جب اعتکاف کی مشروعیت شبِ قدر کی تلاش کیلئے ہی تو اعتکاف کو رات ہی کیساتھ مخصوص ہونا چاہیے تھا۔ جواب چونکہ مقصود یہ ہی کہ مسلمان اس شب کو ایسی حالت مین پائے کہ پوری یکسوئی کیساتھ بسوئے حق متوجہ ہو پس اگر اعتکاف صرف رات کے وقت مشروع ہوتا تو دن مین مشاغل دنیویہ اسکے دل کو متشوش بناتے اور یہ شب ایسی حالت مین حاصل نہوتی کہ یکسوئی اور تعلقات بشری سے کلی طور پر فراغ ہوتا۔ اور اس صورت مین وہ تجلیات الٰہیہ منکشف نہوتین جو اس شب مین جلوہ افروز ہوتی ہین" الحاصل یہ شب اگرچہ بالتعیین معلوم نہین مگر عشرہ اخیرہ ہی مین ہی۔ البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی علامتین بیان فرمائی ہین

تاکہ جو بندہ کو اس تک رسائی ہو سکے۔ چنانچہ علماء نے کہا ہی کہ وہ شب روشن اور چمکتی ہوئی صاف اور سکون والی ہوتی ہی۔ کہ نہ گرم ہوتی ہی نہ ٹھنڈی۔ اور اسکا چاند چمکتا ہوا بے غبار ہوتا ہی۔ اور صبح تک کوئی تارہ نہین ٹوٹتا۔ بعض کہتے ہین کہ اس رات مین سمندر کا پانی میٹھا ہوجاتا ہی۔ اور بعض کہتے ہین کہ اس شب کی صبح کو آفتاب زیادہ منوّر نہین ہوتا۔ اور بعض کہتے ہین کہ اس شب مین سارے درخت سجدہ مین گرجاتے ہین۔ یہ علامتین کبھی اکیسوین[۲۱] شب مین پائی گئین تو جسنے اس شب کو دیکھا اسنے یقین کرلیا کہ شب قدر اکیسوین شب ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث مین حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے شب قدر دکھائی گئی مگر بھلا دیگئی اور مین نے دیکھا کہ اسکی صبح کو پانی اور مٹی مین سجدہ کر رہا ہون۔ لہذا اسکو عشرۂ اخیرہ مین تلاش کرو۔ اور ہر طاق تاریخ مین تلاش کرو" حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہین چنانچہ اسی رات بارش ہوئی اور مسجد چونکہ چھپّر کی تھی لہذا ٹپکی اور میری آنکھون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپکی پیشانی مبارک پر پانی اور مٹی کا نشان تھا۔ اور یہ اکیسوین[۲۱] شب کی صبح کو ہوا" اور کبھی وہ علامتین ستائیسوین[۲۷] شب کو پائی گئین تو بعض صحابہ نے سمجھا کہ وہ ستائیسوین[۲۷] شب ہے۔ چنانچہ مسلم نے حضرت زر بن حبیشؓ سے روایت کی ہی کہ مین نے ابی بن کعبؓ سے کہا کہ تمھارے بھائی ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ جو شخص سارے سال شب بیداری کریگا وہ شب قدر پائیگا۔ حضرت ابی نے فرمایا کہ ابن مسعود کا منشا یہ ہوگا کہ لوگ اعتماد کرکے نہ بیٹھین ورنہ انکو معلوم ضرور ہے کہ شب قدر ماہ رمضان مین ہی۔ اور وہ بھی عشرۂ اخیرہ مین۔ اور عشرہ اخیرہ مین بھی خاص ستائیسوین شب کو۔ اسکے بعد قسم کھا کر کہا کہ یقیناً ستائیسوین شب ہے۔ مین نے کہا کہ اے ابو المنذر یہ کس وجہ سے کہتے ہو؟ فرمایا کہ اس علامت و نشانی کیوجہ سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہی کہ اسدن آفتاب بے شعاع طلوع کیا کرتا ہی" پس حق یہی ہی کہ وہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین دائر ہی کہ اسکی تعیین کا جزم و یقین نہین کیا جا سکتا۔ اس صورت مین مجملاً اقوال جو اسکے متعلق وارد ہین منطبق ہو جائینگے"

(لطیفہ) بعض علماء کا قول ہی کہ وہی رات شب قدر ہی جسمین بندہ کو حضورِ قلب نصیب ہو کہ اپنے رب کے اسرار کا مشاہدہ اور وصال کی لذّت حاصل کرے اور نسیم قُرب پائے اور حقائق اسپر منکشف ہون چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔ اگر محبوب پاس ہو تو ہر شب شب قدر ہی۔ جیسا کہ ہر یوم ملاقات جمعہ ہی۔ اور میرے نزدیک تو عید کا وہی دن ہی جسمین جمال محبوب کا ٹھنڈی آنکھ سے مجکو نظارہ نصیب ہو" اور حق تعالیٰ نے جو اس رات کو مخفی رکھا ہے تو اسکی بھی کئی وجہ ہین۔ اوّل یہ کہ اسکے حصول کی طمع اور شوق مین ماہ رمضان کی تمام راتین کوشش کیساتھ عبادت مین گذارین جیسا کہ ساعتِ قبولیت کو جمعہ کے سارے دن مین اور صلوٰۃ وسطیٰ کو پانچون نمازون مین اور اسم اعظم کو تمام اسماء حسنے مین اور اپنی رضا کو تمام عبادات مین مخفی کر دیا تاکہ سب ہی مین رغبت کرین اور اپنے

غصہ کو معاصی مین مخفی کر دیا تاکہ سب سے پرہیز کرین اور وقوع قیامت کا دن مخفی کر دیا تاکہ اسکے اور اسکی علامتوں کے اندیشۂ وقوع سے طاعتوں مین جدّ و جہد کرتے رہین۔ دوم یہ کہ گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے اگر مین شب قدر کو معین کر دیتا باوجودیکہ معصیت پر تمھاری دلیری سے واقف ہوں تو ممکن تھا کہ شہوتِ نفسانی اس شب مین بھی تمکو معصیت کیطرف کھینچتی اور تم معصیت مین گر تے۔ تو جان بوجھکر تمھارا معصیت مین پڑنا زیادہ سخت ہوتا انجان ہوکر معصیت کر نیسے۔ لہذا مین نے اسکو تم پر مخفی کیا (تاکہ اب اگر معصیت ہو تو شب قدر کو جان بوجھکر تو نہو) سوم تاکہ مسلمان اسکی تلاش و طلب مین کوشش کرے اور تلاش و سعی کا بھی اجر و ثواب حاصل کر سکے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

بیسوین بصیرت نصف شعبان کی شب یعنی شب برات کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ قسم ہے قرآن کی جسکے مضامین واضح ہین کہ ہمنے اسکو اُتارا ہے برکت والی رات مین کیونکہ ہم ڈرانیوالے ہین۔ اس رات مین جملہ (سالانہ) معاملاتِ عمر و رزق و موت و حیات وغیرہ ہماری طرف سے تجویز کیے جاتے ہین کیونکہ ہم اس شب مین اپنی خاص رحمت بھیجتے ہین اسلیے کہ اس شب مین جو کچھ مذکور ہوتا ہے اسکو ہم سنتے اور جو حالات صادر ہوتے ہین انکو جانتے ہین۔ اسمین اختلاف ہوا ہے کہ یہ رات کونسی ہے؟ چنانچہ حضرت ابن عباس رض اور مجاہد اور ابن جبیر رض کا قول ہے کہ شب قدر مراد ہے۔ اور یہی اکثر مفسّرین کا مذہب ہے مگر حضرت عکرمہ رح اور ایک جماعت کہتی ہے کہ شب برات مراد ہے۔ اور جالوگ فریقِ اوّل کے قول پر ہین یہ دلائل ہین۔ اوّل یہ کہ حقتعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ یعنی قرآن کو نازل کیا ہے شب قدر مین۔ اور یہان فرمایا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ہمنے اسکو نازل کیا ہے برکت والی رات مین۔ پس لابد برکت والی رات وہی شبِ قدر ہوئی کہ تناقض لازم آئے۔ محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر مین قتادہ رح سے روایت کی ہے کہ صحائف ابراہیمی یکم رمضان کی شب مین نازل ہوئے اور توریت چھٹی شب رمضان مین اور زبور بارہوین شب مین اور انجیل اٹھارہوین شب مین اور قرآن مجید چوبیس رمضان کی شب مین۔ پس شبِ مبارک اور شب قدر ایک ہوئی۔ دلیل دوم حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ماہِ رمضان ایسا مہینہ ہے کہ اسمین قرآن نازل کیا گیا۔ اسمین ظاہر فرمایا کہ قرآن کا نزول ماہِ رمضان مین ہوا۔ یہان ارشاد فرمایا کہ ہمنے اسکو نازل کیا برکت والی رات مین۔ پس ضرور ہوا کہ وہ رات رمضان مین ہو۔ اور جو اسکا قائل ہے کہ یہ برکت والی رات رمضان مین ہے وہ اسکا بھی قائل ہے کہ وہ شب قدر ہے نکہ دوسری رات۔ دلیل سوم یہ کہ اس شب کا نام شب قدر اسلیے ہوا کہ اسکی

قدر و منزلت اللہ کے نزدیک بہت ہی۔ اور ظاہر ہے کہ اسکی قدر و منزلت ذاتی نہین بلکہ اسلئے ہو کہ اس رات کوئی بڑا امر وقوع مین آیا ہی۔ اور وہ بڑا امر نزولِ قرآنمجید ہے کہ اسی سے نبوت محمدیہ ثابت ہوئی اور اسی سے وہ حق و باطل کھلا جو دوسری کتابون مین مخلوط تھا۔ اور اسی لئے حق تعالیٰ نے قرآنمجید کی شان مین وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فرمایا کہ دیگر کتبِ آسمانی کی محافظ ہی۔ پس اگر قرآن کا نزول کسی دوسری رات مین واقع ہوتا تو وہی رات شبِ قدر ہوئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ برکت والی رات جسمین قرآن نازل ہوا وہ شبِ قدر ہی ہے اور ممکن ہو کہ دوسرے فریق کیطرف سے اسکے دو جواب دیئے جاوین۔ اوّل یہ کہ برکت والی رات سے مُراد شب برات ہے اور اسمین قرآنمجید کے نازل ہونیکا یہ مطلب ہے کہ حق تعالیٰ نے اس رات مین قرآن کو لوحِ محفوظ کیجانب نازل فرمایا تاکہ اسمین لکھا جائے۔ اور شبِ قدر مین قرآنمجید کے نازل ہونیسے یہ مُراد ہی کہ اس شب مین لوح محفوظ سے آسمان دُنیا کیجانب نازل ہوا۔ لہذا دونون مین منافات نہ رہی۔ دوسرا جواب یہ کہ فریق اوّل کے دلائل اسوقت پُورے ہون جبکہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ کی ضمیر مفعولی کتاب یعنی قرآن کیطرف راجع ہو۔ لیکن اگر امر کیجانب راجع ہو جو حکمًا مذکور ہے اور اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اُسکی تفسیر کر رہا ہی تو دلیل انکی پوری نہوگی۔ چنانچہ ابوموسیٰ نے اپنی کتاب ترغیب و ترہیب مین اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کی تفسیر کے متعلق لکھا ہی کہ جو علماء کہتے ہین کہ یہ برکت والی رات شبِ قدر ہے تو وہ اَنْزَلْنٰهُ کی ضمیر ہ کو قرآن کیطرف راجع کرتے ہین کہ ہمنے اس کتابِ مبین یعنی قرآن کو نازل کیا ایسی رات مین جو مبارک ہی مومنین کے لئے۔ اور جو علماء کہتے ہین کہ وہ شبِ برات ہی تو ضمیر ہ کو امر کیطرف راجع کرتے ہین کہ ہمنے اپنا امر نازل کیا اِس مُبارک رات مین اور عمر و رزق و تمول و افلاس و عزت و ذلت و موت و حیات کے احکاماتِ قضا و قدر کو فرشتون یعنی جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل کے سپرد کیا تاکہ سال آیندہ تک اسکو میرے بندون اور بندیون پر نافذ و جاری کرین۔"

جاننا چاہئے کہ شبِ قدر کے بعد بندون کی عبادات و طاعات و حسنات کا بہترین وقت یہی پندرہ شعبان کی شب یعنی شبِ برات ہی۔ اور اسکی عظمت شان و رفعت مرتبت و عموم برکت کیلئے یہی آیت کافی ہی اور اسکی فضیلت پر اس آیت سے بوجوہ متعددہ استدلال ہوا ہی۔ اوّل یہ کہ اس شب مین بارگاہ الٰہی سے لوح محفوظ کیجانب قرآنمجید نازل ہوا۔ اور اسوجہ سے یہ شب صاحب شرف ہوگئی کہ زمانہ کے تمامی اوقات اگرچہ فی نفسہ مساوی ہین مگر جب اسکے کسی جزمین کوئی بابرکت امر واقع ہو جاتا ہی تو باقی اجزاء پر اسکا مرتبہ بڑھ جاتا ہی۔ چنانچہ یوم جمعہ باوجودیکہ باقی دنونکے مشابہ ہی مگر چونکہ اسمین بڑے بڑے امور واقع ہوئے لہذا اسکا شرف و اعزاز بڑھ گیا مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر دن جسپر آفتاب نے طلوع کیا جمعہ کا دن ہی کہ اسمین آدمؑ پیدا ہوئے اور اسیدن وہ جنت مین داخل ہوئے اور اسیدن وہ جنت سے

باہر ہوئے اور قیامت بھی جمعہ کے سوا اور کسیدن قائم نہوگی" اور یوم دوشنبہ اسوجہ سے عظیم الشان ہوا کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اور اسیدن آپ پر قرآن کا نزول ہوا۔ اور اسلیئے ان دونوں نعمتوں کی شکر گذاری مین آپ دوشنبہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ مسلمؒ نے حضرت ابو قتادہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے روزہ کی بابت دریافت کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ اسدن میری ولادت ہوئی اور اسیدن مجھپر قرآن کا نزول شروع ہوا" اسیطرح یوم عاشورا یعنی دسوین محرم کو فضیلت ہے کہ اسدن حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور انکی قوم کو غرق سے نجات دی اور انکے دشمنوں کو غرق کیا۔ اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسدن کا خود بھی روزہ رکھا اور دوسرون کو بھی حکم دیا۔ چنانچہ شیخینؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مین آکر یہودیونکو دیکھا کہ یوم عاشورا کا روزہ رکھتے ہین۔ آپنے پوچھا کہ آج کیا ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ انھون نے کہا کہ یہ دن بڑا باعظمت ہے کہ اسدن اللہ نے موسیٰؑ اور انکی قوم کو نجات بخشی اور فرعون اور اسکی قوم کو غرق کیا تھا لہذا موسیٰؑ نے شکر گذاری مین اسدن کا روزہ رکھا اور اسی لیئے ہم بھی اسکا روزہ رکھتے ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمھاری بہ نسبت حضرت موسیٰؑ کیساتھ زیادہ استحقاق ہمین ہے۔ چنانچہ آپنے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم کیا" دوئم یہ کہ اس شب مین ہر حکمت والا کام چھانٹ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بیہقی نے دعوات کبیر مین حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھسے کہا۔ جانتی بھی ہو آج کی شب (شب براءت مین) کیا ہوتا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا فرمایئے کیا ہوتا ہے یارسول اللہؐ؟ آپنے فرمایا کہ سال کے اندر جتنے بھی مرنیوالے ہین وہ سب اس رات مین لکھدیئے جاتے ہین اور بنی آدم کے اعمال اس شب مین اوپر لائے جاتے اور انکے رزق نیچے اتارے جاتے ہین حضرت عائشہؓ نے کہا کہ (جب شروع سال ہی مین آیندہ کا قصہ طے ہوجاتا ہے تو معلوم ہوا کہ) کوئی بھی جنت مین نہ جائیگا مگر اللہ کی رحمت سے۔ آپ نے فرمایا بیشک کوئی بھی ایسا نہین جو جنت مین چلا جائے بجز اللہ کی رحمت کے۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا اور نہ آپ یارسول اللہ؟ پس آپنے وسط سر پر ہاتھ رکھکر فرمایا اور نہ مین (جنت مین داخل ہوسکتا ہون) مگر یہ کہ اللہ ڈھانپ لے اپنی رحمت سے۔ یہ کلمہ تین مرتبہ فرمایا" اور چونکہ یہ ایسی رات ہے کہ اسمین اعمال بنی آدم حق تعالیٰ کیطرف چڑھائے جاتے ہین لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے دن مین روزہ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ نسائیؒ نے حضرت اسامہؓ سے روایت کی ہے کہ مین نے عرض کیا یا رسول اللہؐ جتنے روزے آپ ماہ شعبان مین رکھتے ہین اتنے کسی مہینہ مین بھی آپ کو رکھتے ہوئے نہین دیکھتا۔ آپنے فرمایا کہ اس مہینہ (کی فضیلت و بزرگی) سے لوگ غافل ہین یہ مہینہ رجب و رمضان کے درمیان ہے اور ایسا مہینہ ہے کہ اعمال خلق رب العالمین کیطرف اٹھائے جاتے ہین، لہذا مین چاہتا ہون کہ میرا عمل روزہ دار ہونیکی حالتمین اٹھایا جائے" نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسدن کے

روزہ کا حکم بھی فرمایا۔ چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت علی رضہ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب پندرہوین ۱۵ شعبان کی شب ہو تو شب مین عبادت کرو اور دن مین روزہ رکھو کہ حق تعالیٰ اس شب مین غروبِ آفتاب کے وقت آسمانِ دنیا کیطرف نزول فرماتا اور کہتا ہی کہ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا کہ مین اسکی مغفرت کردون؟ ہی کوئی رزق مانگنے والا کہ مین اسکو رزق دون؟ ہی کوئی مصیبت زدہ کہ مین اسکو عافیت بخشون؟ ہے کوئی ایسا ہے کوئی ایسا یہان تک کہ فجر طلوع ہوجاتی ہی۔" اگر کوئی شبہ کرے کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ تحریر بوقت شب ہوتی ہی اور شب روزہ کا وقت نہین۔ تو اسکا جواب یہ ہی کہ حق تعالیٰ روزہ کی برکت کو شب مین تحریر ہی کے وقت تک پہونچا دیتا ہی۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہی کہ تحریر دن ہی کیوقت ہوتی ہوا ور ان لکھے ہوے صحیفون کا فرشتون کے حوالہ ہونا شب کے وقت ہو جیسا کہ ایک حدیث مین آیا ہی جسکو ابن ابی الدنیا نے حضرت عطاء بن یسار رح سے روایت کیا ہی کہ جب شب برات ہوتی ہی تو ایک صحیفہ ملک الموت کے حوالہ کیا جاتا اور حکم ہوتا ہے کہ اس صحیفہ مین جنکے نام درج ہین انکی روحین قبض کیجیو۔ پس بندہ درختون کے پودے لگاتا اور عورتون سے نکاح کرتا اور مکانات تعمیر کرتا ہی حالانکہ اسکا نام مُردون مین لکھا ہوا ہی۔ سوم یہ کہ اس شب مین مغفرتین بکثرت ہوتی ہین چنانچہ ابن ماجہ رح نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رض سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شب برات مین حق تعالیٰ جلوہ افروز ہوتا اور مشرک اور کینہ ور کے سوا سبکی مغفرت فرما دیتا ہی۔" اور بیہقی رح نے حضرت راشد رح بن سعید سے مرسلاً روایت کی ہی کہ حق تعالیٰ چار راتون مین ہر نوع کے احسانات کا دروازہ کھولدیتا ہی۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی شب مین اور شبِ برات مین کہ جسمین سبکی عمر اور رزق اور جنکو حج نصیب ہوگا انکے نام لکھے جاتے ہین اور شب عرفہ یعنی نوین ذی الحجہ کی شب اذانِ فجر تک۔ جبریل ع میرے پاس آئے اور کہا کہ آج شب برات ہی جس مین حق تعالیٰ قبیلۂ بنی کلب کی بکریون کے بالون کی مقدار دوزخیون کو جہنم سے رہائی بخشیگا۔" امام شافعی رح فرماتے ہین کہ پانچ راتون مین دعا مستجاب ہوتی ہی۔ شب جمعہ۔ شب عید الفطر۔ شب عید الضحیٰ۔ شب یکم رجب اور شب برات۔ بیہقی رح نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور کپڑے اتار کر رکھے مگر باطمینان بیٹھے نہ تھی کہ اٹھکر اور کپڑے پہنکر روانہ ہوئے۔ مجھے بہت غیرت آئی اور گمان ہوا کہ آپ میری کسی سوکن کے پاس جارہے ہین۔ لہذا مین بھی آپکے پیچھے ہو لی۔ پس مین نے آپکو گورستانِ بقیع مین مومنین و مومنات اور شہدا کیلیے دعاء مغفرت کرتے پایا۔ اسوقت مین نے (دلمین) کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپ اپنے رب کی حاجت مین ہین اور مین اپنی دُنیا کی حاجت مین۔ پھر مین واپس ہوکر اپنے حجرہ مین آئی۔ میرا سانس چڑھا ہوا تھا۔ پیچھے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی آپہونچے اور فرمایا کہ سانس کا کیا حال ہو رہا ہی اے عائشہ رضہ مین نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپنے تشریف لاکر کپڑے اتارے مگر باطمینان بیٹھے بھی نہ تھے کہ اٹھے

اور کپڑے پہنکر روانہ ہوئے۔ مجھے بہت غیرت آئی اور یہ گمان ہوا کہ آپ میری کسی سوکن کے پاس جارہے ہین۔ یہان تک کہ مین نے آپ کو بقیع مین دیکھا کہ کر رہے تھے جو کچھ بھی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ای عائشہ کیا تمکو یہ خوف تھا کہ اللہ اور اسکا رسول تم پر ظلم کریگا؟ بات یہ ہوئی کہ میرے پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ یہ شب شب برات ہی اور اس رات مین بنی کلب کی بکریوں کے صوف اور بالوں کی مقدار خدا کے رہا کردہ دوزخی رہا ہونگے۔ البتہ جو مشرک یا کینہ ور ہوگا یا قطع رشتہ داری نہ سمجھیگا یا جو ٹخنہ سے نیچے لٹکتا ہوا کپڑا پہنے گا یا جو والدین کا نافرمان ہوگا یا جو شراب کا خوگر ہوگا اسکی طرف نگاہ رحمت نہ فرمائیگا"۔ اسکے بعد آپ نے اپنے کپڑے اتارے (اور سونیکا قصد کیا) پھر فرمایا کہ اے عائشہ شب عبادت مین گذار دینے کی مجھے اجازت دیتی ہو؟ مین نے عرض کیا کہ بہتر ہے۔ آپ پر میرے مان باپ قربان پس آپ کھڑے ہوئے اور دیر تک سجدہ مین رہے حتی کہ مجھے گمان ہوا کہ آپکا انتقال تو نہین ہوگیا۔ لہذا مین تحقیق کیلئے اٹھی اور آپکے تلوے پر اپنا ہاتھ رکھکر معلوم کیا کہ نبض مین حرکت ہی پس مین خوش ہوگئی اور مین نے سنا کہ سجدہ مین یہ دعا مانگ رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ یا اللہ مین پناہ پکڑتا ہون تیرے عفو کی تیرے عذاب سے اور پناہ پکڑتا ہون تیری خوشنودی کی تیرے غصہ سے۔ اور تیری پناہ چاہتا ہون تجھسے۔ تیری شان بہت بڑی ہی۔ مین تیری ثنا کا حق ادا نہین کرسکتا۔ تو ایسا ہی جیسا تو نے خود اپنی ثنا کی ہے"۔ جب صبح ہوئی تو یہ دعا کے لفظ مین نے آپ سے ذکر کئے۔ آپ نے فرمایا کہ ای عائشہ یہ دعا خود بھی سیکھو اور دوسرونکو بھی سکھاؤ۔ کہ جبریلؑ نے مجھے سکھائی اور سجدہ مین بار بار کہنے کا مجھے حکم دیا ہے"۔ اور ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کا کچھ حصہ نقل کیا اور کہا ہی کہ مین نے محمد یعنی امام بخاریؒ کو سنا کہ اس حدیث کو ضعیف کہتے تھے"۔ جاننا چاہیے کہ اس شب کی عبادت و بیداری یہ ہے کہ نفل نمازین پڑھے مگر بلا جماعت اور جتنی بھی ہوسکین بلا تعیین تعداد یا قرآن مجید کی تلاوت کرے یا حدیث شریف پڑھے یا سنے یا سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وغیرہ پڑھے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے لیکن اس شب مین جاگنے کیلئے ایک جگہ جمع ہونیکو اکثر علماء نے ناجائز کہا ہے۔ چنانچہ درمختار اور اسکے حاشیہ مین ہی کہ عید الفطر و عید الاضحی کی شب اور شب برات اور رمضان کے عشرہ اخیرہ کی راتون اور ذی الحجہ کے اول عشرہ کی راتون کا جاگنا اور عبادت کرنا تنہا تنہا مستحب ہے۔ کہ انمین کسی رات کی عبادت کیلئے مساجد مین جمع ہونیکو علماء نے صراحۃً مکروہ لکھا ہی" اور بحر الرائق مین ہی۔ اسی سے صلوۃ رغائب کیلئے جمع ہونیکی کراہت معلوم ہوگئی جسکا ماہ رجب کے پہلے جمعہ مین رواج ہورہا ہی اور معلوم ہوا کہ وہ بدعت ہی اور یہ جو بعض لوگ حیلہ نکال لیتے ہین کہ اسکو نفل اور کراہت سے نکالنے کے لئے اسکی نذر مانتے (اور اسکو واجب کرلیتے ہین) تو یہ حیلہ باطل ہی"۔ اور جو شخص شب برات مین طویل نماز پڑھنا چاہے تو مناسب ہے کہ صلوۃ التسبیح پڑھے جسکا

پڑھنا سُنّت سے ثابت اور اسکی فضیلت مذکور ہی۔ چنانچہ ابو داؤدؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا ای عباسؓ ے میری چچا کیا مین تمکو دس خصلتون کی عطا و بخشش سے باخبر و مطلع نکرون کہ جب تم اسکو کرو تو حق تعالی تمھارے اگلے اور پچھلے جدید و قدیم خطا و عمد چھوٹے اور بڑے چھپے اور کھلے سب گناہ بخشدے۔ پس چار رکعتین پڑھو کہ ہر رکعت مین الحمد اور کوئی سورت ہو اور پہلی رکعت کی قرأت سے فارغ ہوکر قیام ہی مین پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھو پھر رکوع کرو اور رکوع مین دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور دس مرتبہ یہی پڑھو پھر سجدہ کرو اور سجدہ مین دس مرتبہ اسکو پڑھو۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور جلسہ مین دس مرتبہ اسکو پڑھو۔ پھر دوسرے سجدہ مین جاؤ اور دس مرتبہ اسکو پڑھو۔ پھر اٹھکر جلسہ مین دس مرتبہ اسکو پڑھو۔ غرض ہر رکعت مین پچھتر مرتبہ تسبیح ہوئی اور چارون رکعتون مین یہی صورت ہو۔ اگر یہ نماز روزانہ پڑھسکو تو پڑھو ورنہ ہر جمعہ مین ایکبار اور یہ بھی نہ ہوسکے تو عمر بھر مین ایکمرتبہ ضرور پڑھلو" اور یہ جو ہندوستان کے اکثر شہرون مین رواج ہی کہ شب برات مین چراغ جلاکر گھرون اور دیوارون پر رکھتے اور ایکدوسرے پر بڑھنے کی کوشش کرتے اور آتشبازی و لہو ولعب کے لئے جمع ہوتے ہین یہ سب نہایت قبیح بدعت ہی کہ اسکی اصل معتبر یا غیر معتبر کسی کتاب مین بھی نہین اور کوئی ضعیف یا موضوع حدیث بھی اس بارہ مین مروی نہین۔ اور بلادِ ہند کے سوا نہ حرمین شریفین زَادَھُمَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا مین اسکا رواج ہے نہ ممالک غیر کے کسی شہر مین۔ بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ اسکو ہندوؤن کی رسم سے لیا گیا ہی کہ وہ دوالی کو چراغ جلاتے ہین کیونکہ اکثر رسومات اور بدعت شنیعہ ہندوستان مین زمانہ کفر کی بچی ہوئی رہگئین اور میل جول اور قُرب کی وجہ سے اور نیز اسلئے کہ مسلمانون نے ہند کی کافرہ عورتون کو بیبیان اور باندیان بنایا مسلمانون مین رائج و شائع ہوگئین علماء فرماتے ہین کہ مخصوص اور معین راتون مین بکثرت چراغ جلانیکی ایجاد بدعتِ شنیعہ ہی کہ روشنی کی کثرت زائداز ضرورت ہے۔ اور اسکے استحباب کی کوئی روایت بھی نہین۔ اور ایجاد روشنی کی ابتدا قوم برامکہ سے ہوئی کہ وہ آتش پرست تھے اور اسلام لانیکے بعد گذشتہ مذہبی کام کو داخل اسلام بنالیا کہ مقصود خفی وہی پرستش آتش ہی۔ محدث دہلویؒ نے اسیطرح بیان فرمایا ہے۔"

(تتمہ) اگر کسیکو شبہ ہو کہ یومِ جمعہ کو اسوجہ سے کہ حضرت آدمؑ اسمین پیدا ہوئے اور شبِ قدر اور شب برات کو اسوجہ سے کہ اسمین قرآن مجید کا نزول ہوا اگر فضل و شرف ملا اور کثرتِ عبادت بھی مشروع ہوئی اور اُس عبادت کا بڑا اجر قرار پایا تو ماہ ربیع الاول جسمین سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کہ آپ نہوتے تو نہ حضرت آدمؑ کا وجود ہوتا نہ قرآن کا نزول اتنی زیادہ مستحق تھا کہ عبادات خاصہ اسمین مشروع ہوتین۔ حالانکہ اس ماہ مین یوم جمعہ یا شبِ برات کیطرح کوئی عبادت مخصوصہ مشروع نہین اسکا جواب جوکہ مدخل مین مذکور ہی یہ ہے کہ شبِ قدر وغیرہ کو فضل

شرف صرف اُن با فضیلت افعال کیوجہ سے حاصل ہوا ہی جو انہین واقع ہوئے۔ اور ماہ ربیع الاوّل کو شرف اُس ذات بابرکات کے ظہور سے ہوا جسکے واسطہ اور سبب سے خود وہ اعمال وحسنات وقوع مین آئے جنکی وجہ سے شب قدر وغیرہ کو شرف وفضل حاصل ہوا تھا۔ یہ وجہ ظاہر ہے کہ اسمین شک کی گنجایش نہین۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ذات محمدی رحیم وشفیق ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید مین فرمایا ہی بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یعنی محمد اہل ایمان پر نہایت درجہ شفیق اور غایت مہربان ہین۔ پس آپکا اقتضار طبعی امت پر تخفیف تھی کہ جہان آپکے اسکی گنجایش پائی تو تخفیف کو ملحوظ رکھا۔ پس ماہ ربیع الاوّل کا فضل وشرف چونکہ آپ ہی کے اسمین ظہور کیوجہ سے ہوا لہٰذا امت کو زیادہ اعمال کا مکلف ومامور نہ بنایا بلکہ صرف اسپر متنبہ فرما کر اشارہ فرمادیا (کہ یہ مہینہ چونکہ میری ولادت کا ہے لہٰذا اسکو بھی طاعت وعبادت سے معمور کیجیو)۔ تیسری وجہ یہ ہی کہ ایام تشریق مین مسلمانان عالم پر روزہ حرام کیا گیا۔ کیونکہ حجاج ان ایام مین اللہ جل جلالہ کے مہمان ہین اور انکی عزت افزائی کیلئے تمامی دُنیا کی ضیافت ہوئی پھر کیا پوچھنا اُس زمانہ کا جسمین اُس ذات کا ظہور ہوا جسکے ہاتھون (احترام حجاج اور ضیافت عامہ) کی مشروعیت ہوئی چنانچہ بعض صحابہ نے آپکو اسطرح خطاب کیا کہ آپ نہوتے تو نہ ہم روزہ رکھسکتے اور نہ نماز پڑھسکتے اور نہ بیت اللہ کا حج کرسکتے۔ پس اعمال شاقہ کا اس مہینہ مین مامور نکرنا اور معمول کیموافق عبادت پر زیادتی کا نہونا ہی شایان کرم واحسان تھا کہ آپکی ولادت باسعادت کے مہینہ مین آپکی امت مرحومہ ضیافت عامہ مین ہی اور تمامی مسلمانون پر روزہ کی حرمت چونکہ صرف حجاج کی عزت افزائی کیلئے تھی کہ اللہ کے مہمان ہین اور اسکا انصرام حضرت خلیل اللہ اور آپکے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاتھون ہوا لہٰذا وہ ضیافت تین دن کی ہوئی۔ مگر ماہ ربیع الاوّل چونکہ ظہور فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا مہینہ ہے لہٰذا اسمین سارے مہینہ کی ضیافت ہوئی (اور تکثیر عبادت کی معافی ملی) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر نہ اسمین روزہ رکھنا حرام فرمایا اور نہ روزہ رکھنے کا حکم فرمایا کہ آپ رحمۃ للعالمین ہین خصوصاً مومنین کے لئے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہی۔ اور رحمت کاملہ کا اقتضا یہی تھا کہ امر ونہی دونو کے بارسے ہلکا اور سبکدوش رکھا جائے)۔ بندہ کے خیال ناقص مین یون آتا ہی کہ سرور عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ معلم کامل بنکر دنیا مین تشریف لائے تھے اسلئے اپنی یوم ولادت یا ماہ ولادت مین یوم جمعہ یا شب قدر کی سی فضیلت عبادت اور مخصوص طاعت کے مشروع نفرمانیسے امتہ کو اس امر کی تعلیم دی ہی کہ سال کے کسی دن یا مہینہ کی کسی تاریخ یا ہفتہ کے کسی دن مین کسی باعظمت واقعہ کا حدوث وظہور آئندہ اُس یوم وماہ وتاریخ کی فضیلت کیلئے علت اصلیہ کا حکم نہین رکھتا کہ قیاس کو دخل ہو کیونکہ ظاہر ہے سال بھر کا کوئی مہینہ اور کوئی تاریخ اور ہفتہ کا کوئی دن یا رات اس سے خالی نہین کہ جسمین کسی نبی کی ولادت یا وفات نہوئی ہو

ے پس اگر اسمین کوئی مخصوص عبادت مشروع ہوتی تو ایسا ہوتا جیسے نعمت پر شکر واجب اور شکر گزاری کی توفیق بھی چونکہ نعمت بلکہ اصل ہے کہ اسکی بدولت نعمتین حاصل ہوتی ہین اسلئے شکر کو بھی شکر واجب اور اس شکر پر بھی شکر واجب پس سلسلہ غیر متناہی ہوجاتا اور شکر کرنا امر محال بنجاتا جسطرح نعمت پر شکر واجب ہوا اور شکر پر باوجود سبب نعمت ہونیکے شکر واجب ہوا اسیطرح یوم جمعہ وشب قدر مین ظہور

ہالکو کھا واقعاتِ عظیمہ مین سے ہر دو سو واقعات ایسے ہیش نہ آئے ہون پس شرف و فضل اگر قیاسی ہوتا تو جمعہ اور شبِ قدر پر قیاس کرکے عمر بھر کا ہر دن اور ہر رات کسی نہ کسی جہت اور حدوث واقعات کیوجہ سے شرف و فضل اور یادگار موجب حزن و سرور بنجاتا اور اسکا نباہ و تحفظ طاقتِ بشری سے خارج اور ناممکن ہے پس جب خُلاصۂ موجودات کی ولادت کے مہینے اور یوم میں جمعہ اور شبِ قدر کیطرح کوئی مخصوص عبادت باظہار فضل و شرف آنحضرت اور صحابہ سے عمل میں نہ آئی تو معلوم ہوا کہ جمعہ اور شبِ قدر کے احکام شرعیہ نص کیوجہ سے ہیں - اور جب اسپر قیاس کرکے یوم ولادت محمدی کو یہ نہ کہسکے کہ اسدن یا ۱۲ ربیع الاول کی ایک نماز پچاس نماز و نکی برابر ہے تو دیگر وقائع کے یوم و شب پر تو یہ حکم کسطرح لگا سکتے ہیں اس تعلیم سے اُمتِ محمدیہ کو بندۂ خدا بننا آئیگا کہ جہان کسی افضلیت کا اظہار شریعت نے کیا اسکو افضل اور جسی جگہ کسی عبادت کا ثواب بڑھایا وہان بڑھا ہوا ثواب سمجھا اور جہان شارع علیہ السلام نے علماً یا عملاً کسیطرح کچھ بھی نہ فرمایا وہان اپنی عقل و قیاس سے فضل و شرف کا حکم نہ لگایا اور علم اسکا خدا کے حوالہ کیا کہ وہی خوب جانتا ہے کہ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل کیوں ہے؟ اور یومِ ولادتِ محمدی کو اس سے زیادہ افضل کیوں نہ مانا؟ واللہ اعلم و علمہ اتم -

اکیسوین بصیرت حج کا بیان

حق تعالی فرماتا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگون پر فرض قرار پایا جنھین وہان تک پہونچنے کی طاقت ہو - اور جو اسکا منکر ہوگا وہ اللہ کا کچھ نقصان نکریگا کہ اللہ تو دنیا بھر کے حج سے بے نیاز ہے اور کسیکے حج سے نہ اسکا کچھ بڑھے اور نہ گھٹے ،، علما نے کہا ہے کہ کسی شے تک سبیل ہونیکی استطاعت کا یہ مطلب ہے کہ اس تک پہونچنا ممکن ہو اور ممکن ہونا یہ ہے کہ تندرستی ہو اور درندے یا دشمن یا کھانا پانی نہ ملنے سے اندیشہ ہلاکت نہو اور اتنے مال پر قدرت ہو کہ زادراہ اور سواری خرید سکے اور سارے قرض ادا اور جملہ امانتین واپس کرسکے اور اگر کسیکا نفقہ واجب ہو تو جبتک اتنا مال نچھوڑ جائے کہ زمانہ سفر مین اسے کافی ہو اُسوقت تک حج فرض نہوگا کہ حقتعالی فرماتا ہے مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۝ دین کے بارہ مین اللہ نے تمپر تنگی نہین کی - نیز فرماتا ہے يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تمپر سہولت چاہتا ہے اور دشواری نہین چاہتا ،، بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اہل یمن حج کو جایا کرتے تو زادراہ ساتھ نہ لیتے اور کہا کرتے تھے کہ ہم متوکل ہین اور مکہ پہونچکر لوگون سے بھیک مانگتے تو حقتعالی نے یہ آیت نازل فرمائی وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ اور زادراہ لیا کرو کہ بہترین زادراہ (بھیک مانگنے سے) بچنا ہے حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سبیل (جسکی استطاعت پر فرضیتِ حج مشروط ہے) زادراہ اور سواری ہے ،، اسکے بعد حاکم نے کہا ہے کہ یہ روایت مسلم کی شرائطِ صحت حدیث کیموافق صحیح حدیث ہے ،، اور ابن التین کے نزدیک استطاعت سے یہ مراد ہے کہ خلافِ عادت کئے بغیر بیت اللہ تک پہونچسکے - پس

جسے پیدل چلنے کی عادت ہو تو سواری کے قابل پیسہ نہونیکی صورت مین بھی اسپر پیدل چلکر حج کرنا فرض ہوگا اور جسے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانیکی عادت ہو اور اسطرح بیت اللہ پہونچنا ممکن ہو تو اسپر بھی حج لازم ہوگا اگرچہ زادراہ بھی نہو۔ اور جسکی عادت ہو کہ سواری پر چلتا اور سوال سے بچتا ہے تو جبتک اسے زاد و راحلہ حاصل نہو اسپر حج فرض نہوگا۔ اور یہی مذہب زبیرؓ و عکرمہؓ اور ضحاکؓ کا ہے۔ اور قفالؒ نے حضرت جبیرؓ سے اور جبیر نے حضرت ضحاکؓ سے روایت کی ہے کہ اگر جوان و تندرست ہو مگر نادار تو اسپر لازم ہے کہ حج کو جانیوالے کی نوکری کرکے حج ادا کرے۔ کسینے سوال کیا تو کیا حق تعالیٰ نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کا بھی مکلف بنایا ہے؟ انھوں نے جوابدیا کہ اگر مکہ مین کسیکی میراث ہو تو کیا (زاد و راحلہ کے انتظار مین) اسکو چھوڑ بیٹھیگا؟ تب سائل نے کہا کہ بیشک نچھوڑیگا اگرچہ سُرینوں کے بل چلنا پڑے۔ جاننا چاہیے کہ چونکہ عنایت و لطفِ الٰہی متوجہ ہوئی کہ قلوبِ مسلمین مین اتفاق و الفت پیدا فرمائے اور عوام کی عبادت بھی خواص کی عبادات فاضلہ کے ضمن مین مقبول ہوجائے اور قلوبِ کفار مین شوکت و عظمتِ اسلام پیدا ہو لہذا نماز کیلئے جماعت کو مشروع کیا تاکہ روزانہ پانچ مرتبہ تمام اہل محلہ اپنی مسجد مین جمع ہوجاوین۔ اور جمعہ فرض کیا تاکہ ہر ہفتہ جملہ مسلمانان شہر بڑی سے بڑی مسجد مین جو کہ اپنے اندر شہر اور پورو دنکے تمام مسلمانون کو لے سکے جمع ہوجاوین اور حج فرض کیا تاکہ قریب و بعید شہرونکے جملہ مسلمان عمر بھر مین ایکمرتبہ اُس شہر مین جمع ہوجاوین جو انسانون کیلئے موجب ہدایت ہے۔ تاکہ منافع فاضلہ انکو حاصل ہون اور وہ یہان (قدرت حق کی کھلی نشانیان مشاہدہ کرین۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت۔ اور اپنے دین کا سرچشمہ اور اپنا قبلہ کہ جسکی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھا کرتے ہین۔ شعائرِ خدا و ہدی کی تعظیم اور اپنے اللہ سے ہر قسم کی بھلائی اور عفو خطایا کی رغبت کرتے اور گڑگڑاتے ہوئے ملاحظہ کرلین۔ کہ جب اس کیفیت کیساتھ ہمتین مجتمع ہونگی تو پھر رحمت و مغفرت کے نزول مین دیر نہ لگیگی۔ شرح السنہ مین حضرت طلحہؓ بن عبداللہ بن کریز سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان جتنا ذلیل و حقیر اور چھوٹا اور غضبناک۔ عرفہ کیدن ہوتا ہے کسی دن بھی اتنا نہین ہوتا کہ رحمتِ الٰہی کا نزول اور بڑے گناہون کی معافی و درگذر دیکھتا ہے بجز یوم بدر کے (کہ اسدن عرفہ سے بھی زیادہ ذلیل نظر آیا) صحابہؓ نے عرض کیا کہ بدر کیدن کیا نظر آیا تھا؟ آپ نے فرمایا اسنے دیکھا کہ جبرئیلؑ فرشتوں کو آگے بڑھا رہے ہین۔ نیز شرح السنہ مین حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل جلالہٗ آسمان دُنیا پر نزول فرماتا اور اہل عرفات سے فرشتون پر فخر کرتا ہے کہ دیکھو میرے بندے ہر دور و دراز راستہ سے پراگندہ بال غبار آلودہ شور مچاتے ہوئے میرے پاس آئے تمھین گواہ بناتا ہون کہ مین انکی مغفرت کرچکا۔ فرشتے کہتے ہین کہ یارب فلان شخص تو حرام کا مرتکب ہوتا تھا اور فلان شخص اور فلان عورت ایسا ایسا کیا کرتے تھے۔ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ ہان انکی بھی مغفرت کرچکا۔ فرمایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پس یوم عرفہ سے زیادہ کسیدن بھی دوزخ سے رہائی پانیوالے نہیں ہوتے"۔ اور ابن ماجہ نے حضرت عباسؓ بن مرداس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کے لئے دعا مغفرت فرمائی تو آپکو جواب ملا کہ مین سبکی مغفرت کرچکا بجز مظالم کے کہ مظلوم کا حق ظالم سے ضرور لونگا۔ آپنے عرض کیا کہ اے رب آپ چاہین تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مظلوم کو بدلہ مین جنت دیدین اور ظالم کو معاف کردین۔ پس شام کو کچھ جواب نملا۔ جب صبح کیوقت آپ مزدلفہ مین پہونچے تو پھر وہی دعا مانگی اور اسوقت آپکی درخواست منظور ہوئی۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اسوقت تبسم فرمانیکی تو حضرت کی عادت نہ تھی۔ کون بات پیش آئی جسنے حضرت کو ہنسایا؟ خدا آپکو ہمیشہ ہمیشہ ہنستا رکھے۔ آپنے فرمایا کہ دشمن خدا ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرماکر میری امت کو بخشدیا تو مٹی لیکر اپنے سر پر دوہتڑ مارنے اور ہائے واویلا کا شور مچانے لگا۔ اسکی وحشت وسراسیمگی دیکھکر مجھے ہنسی آگئی"۔ الغرض حج کی فرضیت اس آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی۔ نیز بروایت مسلمؒ جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو۔ اللہ نے تمپر حج فرض کیا ہے لہذا حج کرو۔ ایک شخص نے کہا کہ کیا ہر سال یا رسول اللہ؟ آپنے جواب ندیا۔ یہانتک کہ اسنے تین۳ مرتبہ یہی کہا۔ تب آپنے فرمایا کہ اگر مین کہدیتا ہان ہر سال تو اسیطرح (سالانہ) واجب ہوجاتا اور پھر تم سے اسکا نباہ نہوسکتا۔ اسکے بعد فرمایا کہ جتنا مین کہدیا کرون اس سے آگے نہ بڑھا کرو کہ تم سے پہلے لوگ اپنے پیغمبرون سے زیادہ سوال واختلاف ہی کرنیکی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ لہذا جس چیز کا مین تمھین حکم دیا کرون طاقت کے موافق اسکی تعمیل کیا کرو۔ اور جب کسی شے سے منع کیا کرون تو اسکو چھوڑ دیا کرو"۔ نیز آنحضرت نے حج کی ترغیب بھی دی ہے چنانچہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ آپنے فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ سائل نے کہا پھر کونسا عمل؟ آپنے فرمایا کہ راہ خدا مین جہاد کرنا۔ سائل نے کہا اور پھر اسکے بعد؟ آپنے فرمایا کہ حج مقبول۔ اور حج مقبول کا صلہ جنت ہے"۔ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک اپنے درمیان کی خطاؤن کا کفارہ ہے۔ اور حج مقبول کی جزا صرف جنت ہے"۔ اور حج مقبول کی علامت علماء نے یہ لکھی ہے کہ حج کے بعد صلاحیت بڑھجاے اور جن معصیتون مین مبتلا تھا حج سے واپسی کے بعد وہ چھوٹ جاوین۔ اور اصلاح نفس مین کوشش کرنے لگے اور صحبت بد کو چھوڑدی کہ جسنے حجر اسود کو بوسہ دیا گویا اسنے حق تعالیٰ اور اسکے رسول سے اسپر بیعت کی کہ انکے حکم کی تعمیل کریگا اور معاصی سے بچیگا۔ تو جسنے بیعت کو توڑا تو اپنا ہی نقصان کیا اور جسنے وعدہ اللہ سے کیا تھا پورا کیا تو اللہ اسکو اجر عظیم دیگا۔ ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حجر اسود کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ بروز قیامت اسے حق تعالیٰ لائیگا کہ اسکے دو آنکھیں ہونگی

جن سے دیکھیگا اور زبان ہوگی جس سے بولیگا۔ پس جسنے اسے چوما تھا اسکے لئے سچی شہادت دیگا"۔ ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ حجر اسود دست خدا ہے زمین پر تو جسنے اسے چوما اور ہاتھ لگایا گویا اسنے حق تعالیٰ سے مصافحہ کیا اور اسکا ہاتھ چوما"۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہین کہ حجر اسود دست خدا ہے زمین پر۔ تو جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت نصیب ہوئی اور پھر اس نے حجر اسود کا مس کیا تو اسنے بیعت کی اللہ سے اور اسکے رسول سے"۔ نیز حج وعمرہ کی ترغیب نسائی وغیرہ مین حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سے ظاہر ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیساتھ عمرہ بھی کیا کرو کیونکہ یہ دونون تنگدستی اور گناہون کو ایسا دور کر دیتے ہین جیسے بھٹی لوہے اور چاندی سونے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اور حج مقبول کا ثواب بجز جنت کے کچھ نہین"۔ اور جو شخص ادائے حج مین سستی کرے یا حج نکرے اسکے لئے آنحضرت نے وعید فرمائی ہے۔ چنانچہ ترمذیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اتنے زاد راہ اور خرچ سواری کا مالک ہو کہ بیت اللہ تک پہونچا سکے اور پھر حج نکرے تو اُسے اختیار ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر"۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ الآیہ "اللہ کیلئے حج کرنا بیت اللہ کا ان لوگونپر فرض ہے جو وہان تک پہونچنے کی طاقت رکھتا ہو"۔ اس حدیث کی سند مین کلام کیا گیا ہے"۔ اور دارمی مین حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جس شخص کو حج سے مانع کوئی ضرورت ظاہری (معتبر عند الشرع) یا جابر بادشاہ یا ایسا مرض نہو جو اٹھنے نہ دے اور وہ حج کئے بغیر مرجائے تو اسے اختیار ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر"۔ اسمین آپ اشارہ فرماتے تھے وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ کیطرف کہ جو کفر کرے[٥] تو اللہ بے نیاز ہے دنیا جہان سے"۔ حضرت ضحاکؒ کہتے ہین کہ آیتِ حج نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھیون مذاہب یعنی اہل اسلام نصاریٰ یہود ستارہ پرست آتش پرست اور بت پرستونکو جمع کرکے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمپر حج فرض کیا ہے لہذا حج کرو پس مسلمان فرضیت حج پر ایمان لائے اور باقی پانچون مذاہب نے آپکو جھٹلایا اور کہا کہ ہم اسے مانین اور نہ کعبہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھین اور نہ بیت اللہ کا حج کرین تب حق تعالیٰ نے وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ نازل فرمایا"۔ اور سعید بن منصورؒ نے حضرت عکرمہؓ سے روایت کی ہے کہ جب وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا الآیہ نازل ہوا۔ کہ جو اسلام کے سوا دوسرے دین کا طالب ہوگا وہ اس سے قبول نہوگا۔ تو یہود نے کہا کہ ہم بھی تو اہل اسلام ہین (کہ ایمان لائے ہین موسیٰ علیہ السلام پر) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اہل اسلام پر حج بیت اللہ فرض کیا ہے لہذا تم بھی کرو تو یہود نے کہا کہ ہمپر فرض نہین اور حج کرنیسے انکار کیا۔ تب حقتعالیٰ نے نازل فرمایا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ اور یہ قول سب سے زیادہ قوی ہے"۔ نیز حضرت سعیدؓ بن جبیر سے مروی ہے کہ میرا کوئی ہمسایہ اگر ایسی حالت مین مرے کہ حج کرنیکی اسمین طاقت تھی مگر اسنے حج نہین کیا تو مین اسکے جنازہ کی نماز نہ پڑھونگا"۔ اگر کوئی

[٥] کہ حج نکرنیکو لفظ کفر سے تعبیر کیا گیا ۱۲ مترجم

اعتراض کرے کہ ترکِ حج سے اسپر کفر کا حکم کیسے جائز ہوا؟ تو جواب یہ ہی کہ اس سے مقصود تغلیظ ہی یعنی وہ شخص کفر کے قریب پہونچ گیا اور ایسا عمل کیا جو حج کا انکار کرنیوالے کیا کرتے ہین - اسکی نظیر قول باری تعالیٰ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ہی اور روحین پہونچگئین رگِ گردن تک یعنی اس حالت کے قریب آگیئن ۵" یا مثلاً قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جسنے نماز کو عمداً چھوڑا وہ کافر ہوگیا" یعنی قریب بکفر پہونچگیا" حجۃ الاسلام فرماتے ہین کہ جو شخص حج کا قصد کرے اسپر لازم ہے کہ اوّل حج کے معنے سمجھے یعنی (افعال حج سے صلاحِ نفس کا سبق لے) - کہ اللہ تک پہونچنا بغیر اسکے ناممکن ہے کہ خواہشاتِ نفس سے پاک صاف بنے اور لذات سے باز آوے اور ضروریات پر اکتفا او رجملہ حرکات و سکنات مین اللہ کیلئے یکسوئی و تجرد اختیار کرے - اور اسیغرض کیلئے گذشتہ مذاہب مین درویشون نے خلوت اختیار کی اور مخلوق سے علیحدہ ہوکر پہاڑ کی چوٹیون مین سکونت رکھی اور اُنس باللہ کے حصول کی تلاش مین مخلوق سے توحش اختیار کیا اور اللہ واسطے موجودہ لذتون کو ترک کیا اور طمع آخرت مین مشقت والے مجاہدون کو اپنے نفس پر لازم کیا ہی - حق تعالیٰ نے ایسے لوگونکی قرآن مجید مین مدح فرمائی کہ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ یہ (انعام نصاریٰ پر) اسلئے ہی کہ انمین علماء اور درویش ہین اور یہ کہ وہ تکبر نہین کرتے" آخر جب یہ حالت جاتی رہی اور مخلوق اپنی خواہشات پر گری اور عبادتِ الٰہی کیلئے راتون جاگنا چھوڑ دیا اور کاہل بنگئی تو حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ راہِ آخرت کو واضح و زندہ اور پیغمبرونکے طریقہ کی تجدید کرین اور امت محمدیہ پر یہ انعام فرمایا کہ حج کو انکی رہبانیت و تجرد قرار دیا - کہ بیتِ عتیق کو شرافت بخشی اسکو اپنا گھر فرمایا اور بندون کا مرجع عبادت بنایا اور اسکی شان معظم کرنیکو اسکا اِردگرد حرمِ بیت قرار دیا اور میدانِ عرفات کو گویا کنارہٗ حوض کی نالی بنایا (کہ پانی کی آمد و رفت اسی سے ہوتی ہی) - اور اسجگہ شکار کرنا یا درخت کاٹنا حرام فرماکر اسجگہ کی عزت کو مستحکم کیا گویا وہ آستانہ شاہی ہی کہ ہر دور و دراز جگہ سے پراگندہ بال غبارآلود زائرین بحضور رب البیت جھکے اور اسکی جلالت کے سامنے دبے ہوئے عاجزانہ طرز سے اسکی عظمت کے سبب سرنگون اسکی تقدیس کرتے ہوئے کہ اسے نکوئی مکان اپنے اندر لے سکتا ہی اور نکوئی شہر اپنا باشندہ بنا سکتا ہی حاضر ہوتے ہین تاکہ کمال عبودیت و بندگی ظاہر او راسکا یقین و اعتقاد کامل انکو حاصل ہو اور اسیلئے حج مین وہ اعمال تجویز کیئے جن سے نہ نفس کو اُنس ہوتا ہی اور نہ انکے مفہوم و مقصود تک عقل کی رسائی ہوتی ہے مثلاً جمرات پر کنکریان مارنا اور صفا و مروہ کے درمیان باربار آمد و رفت کرنا - چنانچہ صحیحین مین حضرت عابس بن ربیعہ سے مروی ہی کہ انھون نے حضرت عمرؓ کو حجرِ اسود کا بوسہ لیتے اور یون فرماتے دیکھا کہ مین خوب جانتا ہون تو پتھر ہے - نہ نفع پہنچا سکتا ہی نہ نقصان - اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تیرا بوسہ لیتے

۵ بسطرح ہمارا محاورہ مین بولتے ہین اتنا پریشان ہوا کہ ناک مین دم آگیا ۱۲ مترجم

دیکھتا تو مین بھی تیرا بوسہ نہ لیتا" اور ایسے ہی اعمال سے کمالِ عبودیت وبندگی ظاہر ہوا کرتی ہے۔ دیکھو ظاہر ہے کہ زکوٰۃ نام ہے مال خرچ کرنیکا اور اسکی حکمت ہر شخص کی سمجھ مین آسکتی اور عقل خود ہی اسطرف مائل ہوتی ہے۔ اسیطرح روزہ نام ہی شہوت کے شکستہ کرنیکا جو کہ خدا کی دشمن اور شیطان کا آلہ ہی (کہ شہوت ہی کیواسطے وہ اپنا کام بناتا ہی)۔ اور روزہ مین تمامی مشاغل (خورونوش) چھوڑکر عبادت کیلئے فارغ ہوجاتا ہی (اور یہ سب عقل کیموافق فائدے ہین)۔ اسیطرح نماز نام ہے رکوع وسجدہ وغیرہ افعال سے خدا کے سامنے جھکنے کا کہ تواضع کیصورت ہی۔ اور نفوس کو تعظیم الٰہی کیساتھ انس وتعلق ہی۔ باقی رہا صفا مروہ کے درمیان چکر لگانا اور جمرات پر کنکریاں مارنا یا دیگر اعمال حج کہ انمین نہ نفس کو کوئی حظ ہی اور نہ طبیعت کو انس وتعلق اور نہ عقل کو انکے مفہوم ومقصود سمجھنے تک رسائی۔ پس انکی تعمیل کا محرک بجز اسکے کچھ نہین کہ وہ حکم خدا ہی اور آقا کے ارشاد کی تعمیل غلام پر بہرحال واجب ہے۔ اور انکی تعمیل مین عقل اپنے تصرف سے معزول اور نفس وطبیعت محل انس سے علٰحدہ ہی۔ کیونکہ جس فعل کی مصلحت عقل مین آنیوالی ہوتی ہی اسکی طرف طبیعت خود بخود کچھ نہ کچھ جھکا کرتی ہے اور یہ جھکنا اسکی تعمیل کیلئے محرک اور معینِ فعل بنجاتا ہے لہٰذا وہان کمال عبودیت واطاعت ظاہر نہین ہوتا اور مقتضاء حکمت الٰہی یہ ہی کہ مخلوق کی نجات ایسے اعمال کیساتھ وابستہ ہو جو طبیعت کے خلاف ہون اور انکی باگ صرف شریعت کے ہاتھ مین ہو۔ تاکہ ان اعمال مین فرمانبرداری وغلامی کے طرز ومقتضا پر چلین کہ امور تعبدیہ مین تزکیۂ نفس کے لئے زیادہ موثر وہی اعمال ہین جنکی حکمت عقل مین نہ آسکے اور انکا مقتضاءِ طبیعت وعادت کے خلاف ہونا ہی مقتضاءِ اظہار غلامی ہو اسکو سمجھنے کے بعد تم یہ بھی سمجھگئے ہوگے کہ حج کے افعال عجیبہ سے تعجب اسیلئے ہوتا ہی کہ امور تعبدیہ کے رازواسرار سے غافل ورنہ حکمت حج سمجھنے کو اتنا ہی کافی ہی (کہ اسمین عبودیت مخفیہ کا امتحان لینا مقصود ہی)۔ الغرض صاحب نصاب جب حج کا مقصود سمجھلے تو چاہئے کہ ارادہ حج پختہ اور مفارقت متعلقین ووطن اور ترکِ شہوات ولذات کا عزم کرے اور زیارت بیت اللہ کیطرف متوجہ ہو اور بیت اور رب البیت کی عظمت کو اپنے دلمین جگہ دے۔ اسکے بعد جو مال ظلماً لیا تھا وہ مظلومون کو دیکر معاملات کو صاف اور جملہ معصیتون سے سچی توبہ کرے کہ ہر مظلمہ اور وہ حق کہ جو ظلماً دبایا ہے وہ ایسی گرفت ہی جیسے قرض خواہ موجود ہو اور تمھارا گریبان تھامے چیخ رہا ہو کہ اے شخص کہان جانیکا قصد کر رہا ہے؟ کیا شاہی محل مین حاضری کا قصد کرتا اور اپنے گھر مین شاہی حکم کو معمولی سمجھکر برباد کر رہا اور مہمل چھوڑ رہا ہی؟ کیا نافرمان غلام بنکر شاہی آستانہ پر جاتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی کہ وہ تجھے قبول نکرے اور واپس کردے؟ اگر زیارت کی مقبولیت تجھے پسند ہی تو اول اسکے احکام پورے اور مظالم وحقوق کو ادا اور تمام معصیتون سے توبہ اور اپنے پس ماندگان کیطرف توجہ کا تعلق قلب سے قطع کو کہ جسطرح ظاہری منہ سے اسکے بیت کیطرف توجہ ہو اسیطرح قلب کے منہ سے اسکی ذات کیطرف توجہ ہو۔ اسکے بعد زاد راہ لے اور اسکو حلال طریقہ سے حاصل کر۔ اور جب

دیکھے کہ نفس اسکا خواہشمند ہے کہ زاد راہ مقدار مین زیادہ اور کم سے کم اتنا وافر ہو کہ سارا سفر ختم ہو کر بھی کچھ بچ رہے اور مقصود تک پہونچنے سے پہلے اسمین کسی قسم کی کمی یا فساد و نقصان پیش نہ آوے۔ تو اسکے ساتھ اسکا بھی خیال کرنا چاہئے کہ آخرت کا سفر اس سفر حج سے زیادہ طویل ہے اور اسکی زاد راہ تقوے و پرہیزگاری ہے اور تقوے کے سوا جن (ریا و بے احتیاطی کے) اعمال کو بھی زاد راہ سمجھے ہوئے ہے وہ سب مرنیکے وقت یہین رہ جائینگے اور وقت پر دغا دیجائینگے۔ جیسے تازہ پکا ہوا کھانا کہ سفر کی پہلی ہی منزل مین سڑنے اور بگڑنے لگتا اور مسافر بیچارہ بوقت ضرورت محتاج و پریشان رہجاتا ہے۔ لہذا ڈرنا چاہیے کہ توشۂ آخرت کیلئے اعمال ایسے نہون جو مرنیکے بعد ساتھ نہ دین اور نمود کی آمیزش اور کوتاہی کی کدورتین انکو باطل و بیکار بنا دین اسکے بعد جب سواری سامنے آوے تو دل سے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرکہ اسنے چوپاؤن کو مسخر و مطیع بنایا کہ وہ تکلیف کے متحمل ہون اور انسان کے سر سے مشقت کا بار ہلکا کرین اور اسوقت دار آخرت تک پہونچانیوالی سواری یعنی جنازہ کو یاد کر کہ اسپر سوار ہو کر تجھے قبر تک جانا ہوگا کیونکہ سفر حج سفر آخرت کے مشابہ ہے۔ اور اسوقت یہ بھی غور کر کہ آج اس سواری پر چڑھکر حج کا سفر کرنا کل کو جنازہ کی سواری پر سفر آخرت کیلئے توشہ و زاد راہ بننے کی قابلیت بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ کہ وہ سفر یقیناً پیش آنا ہے اور پھر احرام کے دو کپڑے یعنی تہبند اور چادر خریدتے وقت کفن کو یاد کرے کہ ایکدن اسمین لپیٹا جائیگا اور یہ بھی تصور کرے کہ احرام باندھکر تو ممکن ہے کہ کسیوجہ سے سفر تمام نہو اور بیت اللہ تک نہ پہونچ سکے مگر کفن پہنکر اللہ سے ملنا یقینی ہے۔ اور جسطرح لباس اور وضع بدلے بغیر زیارت بیت اللہ صحیح نہیں اسیطرح مرنیکے بعد دنیا کی وضع کو بدلے بغیر زیارت خدا نہوگی اور پارچہ احرام گویا پارچہ کفن ہی ہے کہ کفن کیطرح اسمین بھی سلا ہوا کپڑا نہیں ہوتا۔ وطن سے باہر نکلکر جب جنگل مین آئے تو میقات تک جتنے جنگل و بیابان اور خوفناک منظر نظر آوین انکو دیکھکر مرنے اور دنیا سے نکلنے پر میقات قیامت تک جتنے خوف و اندیشے اور مطالبے پیش آنیوالے ہین انکا دھیان کرے مثلاً ڈاکوؤن کے خوف سے منکر و نکیر کے سوال کا تصور کرے اور جنگل کے درندون سے قبر کے سانپ بچھوؤن کا دھیان کرے۔ اور اہل و اقارب سے جدا اور سفر مین اکیلا ہونیسے قبر کی تنہائی اور وحشت و پریشانی کو یاد کرے۔ اور پھر اپنے اعمال و اقوال کا وہ توشہ و ذخیرہ جمع کرے جو اندیشہ ہائے قبر مین کارآمد ہو اور میقات پر پہونچکر جب احرام باندھکر تلبیہ پڑھے تو لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کے معنی یہ سمجھ کہ یہ اللہ کی پکار پر حاضری اور تعمیل کا اقرار ہے لہذا مقبول بننے کی آرزو کر اور ڈر کہ کہین لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ نہ کہا جائے حضرت سفیانؒ بن عیینہ کہتے ہین کہ حضرت علیؓ بن حسینؓ جب حج کو گئے اور احرام باندھکر سانڈنی پر سوار ہوئے تو آپکے چہرہ کا رنگ زرد اور بدن مین لرزہ پڑ گیا کہ تلبیہ نہ پڑھ سکے کسینے عرض کیا کہ آپ تلبیہ کیوں نہین پڑھتے؟ جوابدیا کہ مجھے خوف ہے کہ لَا لَبَّيْكَ وَلَا سَعْدَيْكَ جواب

ندیا جائے۔ آخر جب (ہمت کرکے) تلبیہ پڑھا تو بیہوش ہوکر سواری سے گر پڑے۔ اور سارے حج مین بار بار یہی
قصّہ رہا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین حضرت ابو سلیمان دارانی کا رفیق حج تھا۔ احرام باندھکر وہ تلبیہ پڑھے بغیر
چلے حتی کہ جب ایک میل آگے بڑھگئے تو دفعتہً انکو غش آگیا اور افاقہ ہونے پر فرمایا کہ ای احمد حق تعالیٰ نے موسیٰ پر وحی
بھیجی تھی کہ بنی اسرائیل مین جو لوگ ظالم ہین ان سے کہدو کہ میرا ذکر کم کیا کرین کہ جو ظالم میرا ذکر کرتا ہی مین اسکو لعنت
کیساتھ یاد کرتا ہون۔ ای احمد مین نے سُنا ہی کہ جو شخص حرام پیسہ سے حج کرتا اور تلبیہ پڑھتا ہی تو حق تعالیٰ فرماتا ہے
کہ جبتک ظلم سے حاصل کیا ہوا مال واپس نکریگا اسوقت تک نہ تیری لبیک کہ معتبر ہے نہ سعدیک مقبول ہے پھر
اس اطمینان کی کیا صورت ہی کہ ہمسے ایسا نکہا جائیگا"۔ اور آواز تلبیہ بلند کرتے وقت نفخ صور اور مخلوق کی پکار
کو یاد کرے کہ سب اسکی تعمیل مین اپنی قبرون سے نکلینگے اور اللہ کے بلاوے پر دوڑے ہوئے میدان قیامت مین
جمع ہونگے پھر بعض انمین مقرب ہونگے اور بعض مردود و مبغوض۔ اور جیسے حجاج کو تردد ہوتا ہی کہ دیکھئے تکمیل حج
اور مقبولیت میسر آتی ہی یا نہین؟ اسیطرح اہل محشر امید و بیم کیحالت مین ہونگے۔ پھر جب بیت اللہ پر نگاہ پڑے
تو دلمین بیت اللہ کی عظمت اور ایسا رعب ہو کہ گویا رب البیت کو آنکھون سے دیکھ رہا ہی۔ اور اُسوقت یاد کرے
کہ قیامت کیدن تمامی مخلوق بامیدِ دخول جنت کیطرف دوڑ پڑیگی مگر پھر دو فریق ہوجائینگے۔ ایک کو داخلہ کی
اجازت ملیگی اور دوسرے فریق کا رُخ جنت سے پھیر دیا جائیگا۔ جیسا کہ حجاج مین ایک فریق وہ ہی جو مقبول بنالو
دوسرا فریق وہ ہی جو مردود قرار پایا۔ پھر طواف بیت اللہ کرے تو اسکو نماز سمجھکر پوری تعظیم اور حالت اُمید و
بیم اور محبت کو اپنے قلب مین جمع کرے۔ اور جب حجر اسود کو چُومے تو خیال کرے کہ اللہ سے اُسکی اطاعت پر بیعت
کر رہا ہون۔ لہٰذا ایفاء بیعت کا عزم مصمم کرے۔ اور جب ملتزم سے چپٹے اور پردہ ہائے کعبہ سے لپٹے تو جسطرح خطاوار
اُسکے دامن پکڑتا اور معافی کی التجا مین گڑگڑاتا ہی جسکی خطا کی تھی اسیطرح حاجی کو چاہئے کہ درخواستِ امان
اور طلب مغفرت مین اپنے اللہ کے سامنے گڑگڑائے اور ظاہر کرے کہ بجز تیرے کہین پناہ کیجگہ نہین۔ پھر صفا اور
کے درمیان دوڑتے وقت میدان قیامت کی ترازو کے دو پلڑون کو یاد کرے کہ کوہ صفا گویا پلڑہ ہی نیکیون کا
اور کوہ مروہ پلڑہ ہی بدیون کا۔ اور دونون پلڑون کا جھکاؤ اور اُٹھاؤ دیکھنے کیلئے اسیطرح اِدھر اُدھر چکر
لگائیگا کہ سزا و مغفرت کے درمیان سرگردان ہوگا۔ پھر عرفات مین ٹھیر کر دیکھے کہ کتنی مخلوق کا اژدحام ہی اور سبکی
آوازین بلند ہورہی ہین۔ ہر ملک کا آدمی موجود ہی اور سبکی زبانین مختلف ہین اور ہر ایک فریق زیارات مشاعر
مین اپنے نبی کے پیچھے اور انکی شفاعت کی متوقع ہوگی اور اُس چٹیل میدان مین سب ہی متردد ہونگے کہ دیکھئے مقبول
بنتے ہین یا مردود؟ جب ہر رکنِ حج مین اسطرح دھیان کریگا تو قلب مین عجز و تضرع اور توجہ الی اللہ قائم ہوگا
اور کامیاب و مرحوم گروہ مین محشور ہوگا۔ کیونکہ وہ مقام اشرف ہی"۔ مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہی

جم پیشوا کے پیچھے لگا ہوا اور انہیں کی رفتار پر چل رہا ہو تو اس نظارہ سے میدان قیامت کو یاد کرے کہ مختلف امتین اپنے انبیاء و ائمہ کیساتھ حاضر ہونگی کہ ہر اُمت اپنی

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ یوم عرفہ سے زیادہ کوئی دن نہیں کہ حق تعالیٰ بندوں کو جہنم سے آزادی بخشتا ہو۔ حق تعالیٰ اس روز پاس آتا اور جماعت حجاج سے فرشتوں پر فخر کرتا اور بصورت تعجب پوچھتا ہے کہ ان لوگوں کا منشا کیا ہے؟

جب زیارت بیت اللہ کی جسکے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے کہ بابرکت اور سبب ہدایت ہے مخلوق کیلئے اور جسکے متعلق صحیحین میں حضرت ابو ذر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے پہلی مسجد جو زمین پر قائم ہوئی وہ کونسی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مسجد الحرام۔ میں نے کہا کہ اسکے بعد کونسی ہے؟ آپنے فرمایا مسجد الاقصیٰ۔ میں نے کہا کہ دونوں میں کتنے زمانہ کا فصل ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ چالیس برس کا۔ اور پھر ساری زمین تمہارے لئے مسجد ہے کہ جہاں وقت نماز ہو جاوے وہیں پڑھ لو" اور حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک مکان بنا کر کہ اسکا نام بَیتُ المَعمُور ہے فرشتوں کو اسکے طواف کا حکم دیا اور پھر ملائکہ زمین کو حکم دیا گیا ایسکے مثل اور اسی مقدار کا ایک گھر زمین پر بناویں جسکا نام ہے ضراح۔ اور باشندگان زمین کو اسکے طواف کا حکم دیا جیسا کہ اہل آسمان بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں" اور مروی ہے کہ فرشتوں نے کعبہ کو حضرت آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار برس قبل بنایا تھا کہ فرشتے اسکا حج کرتے تھے۔ جب حضرت آدمؑ نے اسکا حج کیا تو فرشتوں نے کہا کہ اے آدمؑ قابل قبول حج کیجو کہ ہم تمسے دو ہزار برس پہلے سے اسکا حج کر رہے ہیں" اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے بجز مسجد حرام کے (کہ اسکی ایک نماز ایک لاکھ نماز کی برابر ہے) اور صحیحین میں حضرت ابو شریحؓ عدوی سے مروی ہے کہ انھوں نے عمر بن سعید سے جو کہ مکہ کیطرف (حملہ کیلئے) لشکر بھیج رہا تھا کہا کہ اے امیر مجھے اجازت دو کہ تمہیں وہ قول سناؤں جو فتح مکہ کے اگلے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جسکو میرے کانوں نے سنا اور قلب نے یاد رکھا اور فرماتے وقت میری آنکھوں نے آپکو دیکھا۔ سب سے پہلے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا کہ مکہ وہ جگہ ہے جسکو اللہ نے محترم بنایا ہے نہ کہ لوگوں نے۔ لہٰذا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو اسکو حلال نہیں کہ اسمیں خون بہائے یا درخت کاٹے اور اگر میری جنگ سے استدلال کرے تو اس سے کہدو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دیدی تھی مگر تمکو اجازت نہیں دی اور مجھے بھی گھڑی بھر کیلئے اجازت ہوئی کہ اب وہی حرمت قائم ہے جو کل گذشتہ میں تھی حاضرین کو چاہیے کہ غائبین کو پہونچا دیں" پھر ابو شریح سے کسینے پوچھا کہ یہ سنکر عمر بن سعید نے کیا جواب دیا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ جواب دیا۔ ہاں میں اسے تمسے زیادہ جانتا ہوں اے ابو شریح حرم کسی مجرم کو پناہ نہیں دے سکتا اور نہ کسی خونی مفرور کو اور نہ خائن مفرور کو" اور یہی دا احترام بیت اللہ) اس حدیث کا راز یہ ہے

جیسے ترمذیؒ نے حضرت عباسؓ سے روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے (ہجرت کرتے وقت) خطاب کیا کہ تو مقدس شہر ہی! اور اگر مجھے میری قوم تجھسے باہر نکرتی تو مین تیرے سوا کہین سکونت نکرتا۔" غرض جب اس پاک گھر کی زیارت کر چکے تو اب حرم مدینہ کے سفر کی طیاری کرے کہ نمازِ مسجد نبوی اور زیارت مزار میر بنی آدم سے سعادتِ عظمیٰ حاصل ہو۔ مسلمؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ نے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کا حرم قائم کیا اور اسکو محترم بنایا اور مین نے مدینہ کو حرم بنایا اور اسکے اندرونی زمین کو احترام دیا کہ اسمین بھی نہ خون بہایا جائے۔ نہ بقصدِ جنگ اسمین ہتھیار اُٹھایا جائے اور نہ کسی درخت کے پتے جھاڑے جائین بجز چارہ کے۔" اور بیہقیؒ نے ایک صحابی سے جو کہ اولاد خطاب مین تھے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جسنے بالقصد میری زیارت کی وہ بروزِ قیامت میری پناہ مین ہوگا۔ اور جسنے مدینہ مین سکونت اختیار کی اور اسکی تکلیفون پر صبر کیا تو بروز قیامت مین اُسکا گواہ اور شفیع ہونگا اور جسکا حرمِ مدینہ یا حرمِ مکہ مین انتقال ہوا تو حق تعالیٰ بروز قیامت اسکو امن والی جماعت مین محشور فرمائیگا۔" نیز حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعًا مروی ہی کہ (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے)۔ جسنے میری وفات کے بعد حج کیا اور پھر میری قبر کی زیارت کی تو وہ ایسا ہی جیسے میری زندگی مین میری زیارت کی۔" در مختار مین مذکور ہے کہ ہمارے مذہبِ حنفیہ مین مدینہ کا حرم نہین ہی۔ اور بقولِ راجح مکہ کو مدینہ پر فضیلت ہے بجز اس قطعہ زمین کے جو جسدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملصق ہی کہ اسکو ہر شے پر فضیلت ہی حتیٰ کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہی۔" ابن الحاج نے مدخل مین ابو الربیع کی شفاء الصدور سے نقل کیا ہی کہ سب سے پہلے حق تعالیٰ نے نورِ محمدی پیدا کیا۔ اور وہ نور حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ مین گرا اور اسوقت حق تعالیٰ نے اسکے چار حصے کیے ایک حصہ سے عرش کو پیدا کیا اور دوسرے سے قلم کو تیسرے سے لوح کو۔ اور پھر قلم سے فرمایا کہ چل اور لکھ۔ قلم نے کہا کہ اے رب کیا لکھون؟ حکم ہوا کہ جو کچھ بھی مین قیامت تک پیدا کرنے والا ہون اسکو لکھ۔ پس قلم تختی پر چلا اور لکھا یہان تک کہ مشیت الٰہی کو پورا کیا۔ اور چوتھا حصہ حق تعالیٰ کے سامنے گھومنے اور سجدہ کرنے لگا تب حق تعالیٰ نے اسکو بھی چار حصون پر تقسیم کیا کہ ایک حصہ سے عقل کو پیدا کیا اور دوسرے سے معرفت کو کہ بندون کے قلوب اسکے مسکن بنائے۔ اور تیسرے حصہ سے شمس و قمر اور نورِ بصر کو پیدا کیا اور اس نور کو انہین ودیعت رکھا پس عرش اور قلم اور لوح دن کی روشنی اور عقل اور معرفت اور شمس و قمر و ابصار سب کا نور نورِ محمدی سے ہے۔" نیز ابن الحاج نے دوسری جگہ لکھا ہی کہ جب حکمت والے خدا نے ذاتِ محمدیؐ کا پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر اُتریں اور وہ مٹی لیکر آوین جو زمین کا قلب اور اسکی زینت و نور ہی۔ پس جبرئیلؑ اور ملائکۂ فردوس اور ملائکۂ رفیق اعلیٰ سب زمین پر آئے اور جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی قبر شریف ہی یہان سے ایک مُٹھی خاک لی جوکہ سپید اور چکدار تھی۔ پھر اسکو آبِ تسنیم سے گوندھا اور نہر ہائے جنت مین اسکو ڈبویا گیا کہ وہ چمکدار موتی کیطرح صفا نور و شعاع والی بنگئی۔ پھر فرشتون نے اسکو عرش و کرسی کے گرد اور آسمانون اور زمین اور پہاڑون اور سمندرون مین گشت کرایا کہ تمامی فرشتون اور مخلوقات کو ذات محمدی اور فضیلت محمدیہ سے واقفیت ہوگئی۔ اس سے قبل کہ وہ حضرت آدمؑ سے واقف ہون۔ پھر جب حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو نور محمدی انکی پُشت مین رکھا کہ حضرت آدمؑ کو پُشت مین سے پرندکی سی ایک آواز سُنائی دی اور انھون نے پُوچھا کہ اے رب یہ آواز کیسی؟ فرمایا کہ یہ تسبیح ہی محمد کے نُور کی جو خاتم الانبیاء ہوگا کہ اسکو تمھاری صلب سے پیدا کرونگا پس قول و قرار کیساتھ اسکو لو اور پاک و صاف ارحامِ مادر کے سوا کہین اسکو امانت نہ رکھنا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ ای رب مین نے قول و قرار کیساتھ اسکو لیا اور پاک مردون اور پاکدامن عورتونکے سوا اسکو کہین حوالہ نکرونگا"۔ اسی کتاب مین مذکور ہے کہ مزار نبوی کی زیارت مستحب بلکہ بعض کے نزدیک صاحب استطاعت پر واجب ہی۔ اور زیارت قبر کے کیساتھ زیارت مسجد نبوی کی نیت کرنا بھی مناسب ہے کہ حضرت نے فرمایا ہی۔ میری اس مسجد مین ایک نماز دوسری مسجدونکی ہزار نمازون سے بہتر ہے۔ بجز مسجد حرام کے۔ اور مسجد حرام مین ایک نماز میری مسجد کی سو نمازون سے افضل ہی"۔ اسکو احمد اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہی۔ امام ابن ہمام لکھتے ہین کہ بندۂ ضعیف کے نزدیک اولیٰ یہ ہی کہ صرف زیارت قبر نبوی کی نیت کری کہ جب مدینہ مین آئیگا تو زیارت مسجد نبوی خودہی حاصل ہوجائیگی۔ یا فضل خدا کا طالب و متوقع ہوکر پھر کبھی دوسرا سفر بہ نیت زیارت مسجد نبوی مستقل کری کہ (اخصا قبر مطہر کی نیت کرنے مین) سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم بھی زیادہ ہی اور حضرت کا ارشاد کہ جو شخص میری زیارت کیلئے میرے پاس آیا کہ بجز میری زیارت کے اور کوئی حاجت اسے نہین لائی تو مجھپر حق ہی کہ بروز قیامت اسکا شفیع ہون"۔ اسکی موافقت کر رہی ہی"۔ اور یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ اہتمام سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدونکے لئے یعنی مسجد حرام اور میری یہ مسجد۔ اور مسجد اقصی"۔ تو اسکا مطلب جو احیاء العلوم مین بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہی کہ مسجدون مین بجز ان تین مساجد کے اور کسی مسجد کیجانب سفر کا اہتمام نہ کیا جائے کہ اجر انھین تین مسجدون مین زیادہ ہی اور باقی مسجدین سب اجر مین برابر ہین۔ اب یہ اعتراض بھی نہوسکیگا کہ سفر کا اہتمام تو کسی عزیز و رشتہ دار کی ملاقات اور تحصیل علم وغیرہ اور مزارات مثلاً قبر نبوی و قبر ابراہیمی اور زیارت ائمہ کیلئے بھی کیا جاتا ہی۔ الحاصل مدینۂ منورہ کا جب سفر کرے تو راستہ مین آنحضرت پر درود کی کثرت رکھے اور جب مدینۂ طیبہ کی دیوارون اور درختون پر نگاہ پڑے تو کہے اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِکَ فَاجْعَلْہُ لِیْ وِقَایَةً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْٓءِ الْحِسَابِ[۵] اور داخل شہر ہونیسے قبل چاہ حرہ سے غسل کرکے خوشبو لگائے اور پاک صاف کپڑے پہنے۔ اور جب شہر مین داخل ہو تو تواضع و تعظیم کیساتھ داخل ہو اور کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

[۵] الٰہی یہ تیرے رسول کا حرم ہی پس اسکو میرے لئے جہنم سے بچاؤ اور عذاب و سوءِ الحساب سے امان بنا ۱۲

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا[1] پھر مسجد مبارک میں حاضر ہوا ور ایکطرف کھڑے ہو کر دو رکعت (تحیۃ المسجد) پڑھے۔ پھر قبر مطہر پر حاضر ہوا ور سامنے کے رخ کھڑا ہو کر سلام کرے اور پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پیش کرے۔ اسکے بعد روضہ میں آکر دو رکعت پڑھے اور بکثرت دعا مانگے۔ اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو جبلِ اُحد پر جائے اور قبورِ شہداء کی زیارت کرے۔ نیز مستحب ہے کہ روزانہ جنت البقیع میں جائے اور رشتہ دارانِ آنحضرت اور صحابہ کرامؓ کے مزارات کی زیارت کرے۔ اور ہر شنبہ کو مسجد قبا میں جاکر نماز پڑھے۔ غرض تمام مساجد اور مشاہدِ مدینہ پر حاضری دے اور جن کنووں سے آنحضرت وضو کرتے اور پانی پیتے تھے تبرکاً اور طلبِ شفا کیلئے وضو بھی کرے اور پئے بھی اگر احترام رکھتا ہوا مدینہ میں قیام کرسکے تو اسکی بڑی فضیلت ہے چنانچہ مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کا جو شخص مدینہ کی مصیبت و شدت پر صبر کریگا بروز قیامت میں اسکا گواہ بنونگا" پھر جب واپسئ وطن کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھے اور پھر جو چاہے دعا مانگ کر قبر نبوی پر حاضر ہو اور سلام بھیجے اور دعا مانگے اور حق تعالیٰ سے درخواست کرے کہ بعافیت وطن پہونچائے اور کہے غَیْرَ مُوَدِّعٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ[2] اور کوشش کرے کہ آنسو جاری ہوں کہ یہ علامتِ قبولیت ہے اور مناسب ہے کہ آنحضرت کے ہمسایہ یعنی اہل مدینہ کی مالی خدمت کرے اور پھر بصورت حزن و ملال بارگاہ محمدی کی مفارقت پر حسرت کرتا ہوا واپس ہو اور واپسی کے آداب یہ ہیں کہ اونچی زمین پر چڑھے تو تکبیر کہکر یہ دعا پڑھے اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ[3] اور جب وطن قریب آجائے تو سواری کو تیز کرے اور یہی دعا پڑھے۔ نیز کسی کو روانہ کرے کہ وہ اسکی آمد کی اطلاع عزیزوں اور دوستوں کو دیدے کہ اچانک گھر پہونچنا ممنوع ہے۔ اور وطن میں داخل ہو کر سب سے پہلے مسجد میں آئے اور مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھے۔ اسکے بعد گھر میں جائے اور وہاں بھی دو رکعت پڑھے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ تکمیلِ عبادت اور سلامتی کیساتھ واپسی نصیب فرمائی اور عمر بھر حمد و شکر اور ان معاصی سے بچنے کی سعی میں لگا رہے جنسے اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ ؎

بائیسویں۲۲ بصیرت قربانی کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ (اے محمد ہم نے تمکو عطا فرمائی حوض کوثر لہٰذا خاص اپنے رب کے لئے معظم (یعنی بقرعید) کے دن نماز پڑھو شکر گذاری میں جو تمکو عطا کیا

---

[1] بنام خدا اور طریقہ رسول اللہ پر داخل ہوا) اے پروردگار مجھ نصیب کر سچا داخلہ اور نکال سچا نکالنا اور تجویز فرما میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ مددگار ۱۲ مترجم

[2] بالکل رخصت ہو کر نہیں جاتا یا رسول اللہ دوبارہ بھی حاضری کا قصد رکھتا ہوں) ۱۲ مترجم

[3] ہم واپس لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت گذار سجدہ کناں اپنے رب کے شکر گذار بنکر، اللہ نے سچا کیا اپنا وعدہ اور مدد کی اپنے بندے کی اور

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا[۱] پھر مسجد مبارک مین حاضر ہوا ور ایکطرف کھڑے ہو کر دو رکعت (تحیۃ المسجد) پڑھے۔ پھر قبر مطہر پر حاضر ہوا ور سامنے رُخ کھڑا ہو کر سلام کرے اور پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام پیش کرے۔ اسکے بعد روضہ مین آکر دو رکعت پڑھے اور بکثرت دعا مانگے۔ اور مستحب ہی کہ پنجشنبہ کو جبلِ اُحد پر جائے اور قبورِ شہداء کی زیارت کرے۔ نیز مستحب ہے کہ روزانہ جنت البقیع مین جائے اور رشتہ دارانِ آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کے مزارات کی زیارت کرے۔ اور ہر شنبہ کو مسجد قبا مین جا کر نماز پڑھے۔ غرض تمام مساجد اور مشاہدِ مدینہ پر حاضری دے اور جن کنوون سے آنحضرتؐ وضو کرتے اور پانی پیتے تھے تبرکًا اور طلبِ شفا کیلئے وضو بھی کرے اور پئے بھی اگر احترام رکھتا ہوا مدینہ مین قیام کرسکے تو اسکی بڑی فضیلت ہی چنانچہ مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت کا جو شخص مدینہ کی مصیبت و شدت پر صبر کریگا بروز قیامت مین اسکا گواہ ہونگا" پھر جب واپسیٔ وطن کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ مسجد نبوی مین نماز پڑھے اور پھر جو چاہی دعا مانگ کر قبر نبویؐ پر حاضر ہوا ور سلام بھیجے اور دعا مانگے اور حق تعالیٰ سے درخواست کرے کہ بعافیت وطن پہونچائے اور کہے غیرَ مُوَدِّعٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اور کوشش کرے کہ آنسو جاری ہون کہ یہ علامتِ قبولیت ہی اور مناسب ہے کہ آنحضرتؐ کے ہمسایہ یعنی اہل مدینہ کی مالی خدمت کرے اور پھر بصورت حزن و ملال بارگاہ محمدی کی مفارقت پر حسرت کرتا ہوا واپس ہو اور واپسی کے آداب یہ ہین کہ اونچی زمین پر چڑھے تو تکبیر کہکر یہ دعا پڑھے آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ؕ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَہَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ[۲] اور جب وطن قریب آجائے تو سواری کو تیز کرے اور یہی دعا پڑھے۔ نیز کسیکو روانہ کرے کہ وہ اسکی آمد کی اطلاع عزیزون اور دوستون کو دیدے کہ اچانک گھر پہونچنا ممنوع ہی۔ اور وطن مین داخل ہو کر سب سے پہلے مسجد مین آئے اور مکروہ وقت نہو تو دو رکعت نماز پڑھے۔ اسکے بعد گھر مین جائے اور وہان بھی دو رکعت پڑھے اور حق تعالیٰ کا شکر یادا کرے کہ تکمیلِ عبادت اور سلامتی کیساتھ واپسی نصیب فرمائی اور عمر بھر حمد و شکر اور ان معاصی سے بچنے کی سعی مین لگا رہے جنسے اعمال حبط ہوجاتے ہین۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ ؕ

بائیسوین[۲۲] بصیرت قربانی کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ ہُوَ الْاَبْتَرُ[۱] اے محمد ہمنے تمکو عطا فرمائی حوض کوثر لہذا خاص اپنے رب کے لئے معظم (یعنی بقر عید) کے دن نماز پڑھو شکر گذاری مین جسم [illegible]

---

[۱] بنام خدا اور طریقہ رسول اللہ پر داخل ہوا) اے پروردگار مجھ نصیب کر سچا داخلا اور نکال سچا نکالنا اور تجویز فرما میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ مددگار ۱۲ مترجم [۲] بالکل رخصت ہو کر نہین جاتا یا رسول اللہ دوبارہ بھی حاضری کا قصد رکھتا ہون) ۱۲ مترجم [۳] ہم [illegible] تائب عبادتگذار سجدہ کنان اپنے رب کے شکرگذار بنکر [illegible] اللہ نے سچا کیا اپنا وعدہ اور مدد کی اپنے بندہ کی اور [illegible]

اور قربانی کرو۔ بیشک جو تمسے بغض رکھتا اور تمکو منقطوع النسل کہتا ہی وہی مقطوع النسل ہی۔ منقول ہے کہ عاص بن وائل سہمی مسجد حرام مین داخل ہورہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے تھے کہ باب بنی سہم کے پاس دونون ملے اور باتین ہوئین۔ سرداران قریش کا مجمع مسجد مین بیٹھا تھا۔ عاص جب فارغ ہوکر مسجد مین آیا تو انھون نے پوچھا کہ کس سے باتین کررہے تھے؟ کمبخت نے جواب دیا کہ اسی مقطوع النسل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے باتین کررہا تھا۔ اِن ایام مین آنحضرت کے صاحبزادہ کا انتقال ہوا تھا اسلئے بصورت طعن آپکو نسل بریدہ کے خطاب سے یاد کیا۔ آنحضرت کو یہ کلمہ سنکر بہت رنج ہوا۔ اور چونکہ عادتِ الٰہی یہ ہی کہ کفار جب کوئی کلمہ حضرت کی شان مین کہتے جس سے حضرت کو قلق ہوتا تو حق تعالیٰ خود اسکے جواب کا کفیل ہوتا اور انکی بدگوئی پر خود اپنے محبوب کو تسلی دیتا کہ غم دُور ہوجائے اور نعمت عظیمہ کی بشارت سُناتا کہ آپ بشاش وخوش ہوجائین۔ اسی لئے عاص کے اس کلمہ پر یہ سورت نازل کی اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ الخ اور نزول کی کیفیت صحیحین مین حضرت انس سے اسطرح مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر اونگھ کی حالت (جو کہ بوقتِ وحی ہوا کرتی تھی) طاری ہوئی۔ (افاقہ کے بعد) آپ نے مسکراتے ہوئے سر اُٹھایا۔ ہمنے دریافت کیا کہ کس بات پر ہنسی آئی یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ مجھپر وحی نازل ہوئی اور پھر سورہ کوثر پڑھکر فرمایا کہ جانتے بھی ہو کوثر کیا چیز ہی؟ ہمنے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتا ہی۔ فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جسکا میرے رب نے مجھسے وعدہ فرمایا وہ بڑی خوبیون والی حوض ہی کہ اسپر بروز قیامت میری اُمت آئیگی اور ستارہ ہائے آسمان کی شمار کیموافق اس کے آبخورے ہونگے۔ انمین ایک شخص کو دھکے دیکر وہان سے ہٹا دیا جائیگا مین کہونگا کہ ای رب یہ تو میرا اُمتی ہے۔ حق تعالیٰ فرمائیگا تمھین کیا خبر کہ تمھارے بعد اسنے کیا کیا نئے کام کئے پھر آپ بھی اسکو حوض سے دُور کرینگے جیسے کوئی اونٹ کو دُور کیا کرتا ہی۔ مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حوض کی لمبائی ایلہ سے عدن تک کی مسافت سے بھی زیادہ طویل ہی اور دودھ و برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہی۔ اسکے آبخورے ستارونکی تعداد سے زیادہ ہین۔ اور مین غیرونکو اس سے دُور کرونگا جیسے کوئی دوسرونکے اونٹ کو اپنی حوض سے دھکے دیتا ہی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا اُسروز آپ ہمین پہچان لینگے؟ آپ نے فرمایا کہ ہان تمھاری ایک خاص شناخت ہوگی جو کسی اُمت مین نہ پائی جائیگی کہ وضو کے اثر سے تمھارے مُنہ اور ہاتھ پاؤن روشن ہونگے اور اس حالت پر تم میری پاس حوض کوثر پر آؤگے۔ علماء نے لکھا ہی کہ حضرت کے بعد نئے نئے کام کرنیوالے شخص سے مُراد وہ مرتدین ہین جو آنحضرت کے زمانہ مین اسلام لائے اور آپکے بعد مُرتد و کافر ہوگئے مثلاً مسیلمہ کذاب کے متبعین۔ پس آنحضرت انکو اس بنا پر کہ آپکی زندگی مین مسلمان تھے انکو آواز دینگے اور اُسوقت آپکو اطلاع دیجائیگی کہ آپکے بعد یہ لوگ مُرتد ہوگئے

ے نسل بریدہ کہ جسکی اولاد زندہ نرہی اور آگے کو نسل نہ چلے ۱۲ مترجم

تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو بعض اہل عرب مرتد ہوگئے اور نفاق پھیل پڑا اور ابوبکرؓ کو ایسی کوفت پیش آئی کہ مستحکم اور ٹھوس پہاڑون پر پڑتی تو وہ بھی پھٹ جاتے اور بیٹھ جاتے۔ ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو ایک بڑے لشکر کا افسر بناکر مسیلمہ کی قوم بنی حنیفہ کی سرکوبی کیلئے بسوئے یمامہ بھیجا۔ پس مسیلمہ کو حق تعالیٰ نے مطعم بن عدی کے غلام حضرت وحشی کے ہاتھون قتل کرایا۔ جنھون نے اپنے کفر کے زمانہ مین حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ چنانچہ حضرت وحشی کہا کرتے تھے کہ مین نے بزمانہ جاہلیت بہترین خلق (حضرت حمزہؓ) کو شہید کیا اور زمانۂ اسلام مین بدترین خلق (مدعی نبوت مسیلمہ کذاب) کو قتل کیا۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ ان ہٹ ہٹ کام کرنیوالون سے مراد وہ بدعتی مسلمان ہین جو بدعت کیوجہ سے کافر اور خارج از اسلام نہین ہوئے۔ مثلاً خوارج وروافض اور مبتدعین اور کبیرہ گناہون کے مرتکبین کہ انکی موت توحید پر ہوئی مگر بدعات وکبائر سے توبہ نہین کی اس قول کی بناء پر حوض سے دھکے ملنے والے دائمی جہنمی نہونگے۔ بلکہ بدعات وکبائر کی سزا مین انکو حوض سے محرومی ہوگی اور پھر حق تعالیٰ انپر رحم فرماکر جنت مین داخل کریگا۔ چنانچہ ابوعمرؓ بن عبداللہ نے فرمایا ہے کہ جسنے بھی دین مین کوئی بدعت نکالی جیسے خوارج وروافض اور مبتدعین سو انکو حوض سے دھکیلا جائیگا۔ اور اسیطرح جنہون نے حد سے زیادہ ظلم اور حق پوشی اور علانیہ گناہ کبیرہ کیا انکو بھی" اور چونکہ اداء شکر حسبِ نعمت واجب ہے اسلئے حقتعالیٰ نے آنحضرتؐ کو عطاءِ کوثر پر دو طرحکے شکر کا حکم فرمایا۔ ایک بصورت نماز کہ اسمین اعضاء اور قلب دونون سے شکر ادا ہوتا ہے۔ اور حوض کوثر چونکہ ایسا انعام ہے کہ اُمت بھی حضرتؐ کے طفیل اس سے متمتع ہوگی اسلئے اسکی نماز شکر کے لئے مناسب ہوا کہ اُمت کو ساتھ لیکر اور ایسے دن پڑھی جائے جس مین تمامی اُمت کیلئے سرور وشادمانی مسنون ہے۔ یعنی بقرعید کا دن کہ اجتماع کا داعی اور قلب وسماعت رکھنے والے کیلئے موجب عبرت ہے۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین مین لکھا ہے کہ جب شب عید آئے کہ صبح کو عیدگاہ مین جانے کی طیاری اور عید کی خوشیان منانیکا انتظار ہو تو قبر مین سونا یاد کرے جو دو نفخ صور کے درمیان ہوگا۔ اور جب صبح عید نظر آئے کہ لوگ اپنے گھرون اور محلون سے طرح طرح کے لباس پہنکر مختلف حالتون سے نکلین تو قبرون سے اٹھنا یاد کرے کہ اہل قبور بھی جب زندہ ہوکر اٹھینگے تو انکی حالتین اور لباس بھی اعمال کیموافق مختلف ہونگے کہ متقی نیکو کار اچھی ہیئت ووضع مین قیمتی وبے بہا لباس کے اندر ناز کے ساتھ چلینگے کہ نہ غم ہوگا نہ حزن۔ اور مجرمین جہنم کیطرف ہانکے جائینگے کہ انکے دل مختلف احزان وغموم سے لبریز ہونگے اور انکی وضع وصورت طرح طرح کی ذلت وخواری پر مشتمل ہوگی۔ اسیطرف چنانچہ اشارہ کررہا ہے یہ قول باری یَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِیۡنَ اِلَی الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا ۝ وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وِرۡدًا ۝ یاد کرو جبکہ ہم چلائینگے پرہیزگارونکو رحمن کیطرف مہمان بناکر۔ اور ہنکائینگے مجرمونکو جہنم کیطرف گھاٹ پر آنیوالے اونٹونکی طرح"

اور جب دیکھے کہ نماز کی صفین بھر گیئن اور مخلوق مجتمع ہوگئی تو روز حشر کو یاد کرے جبکہ تمامی مخلوقات خدائے قہار کے حضور مین کھڑی ہوگی کہ چھپی ہوئی باتین ساری ظاہر اور دلونکے راز مکشوف ہوجاینگے۔ اور جب عیدگاہ سے مخلوق کی واپسی دیکھے کہ کسیکی قسمت مین گھر ہے اور کسیکی قسمت مین حجرۂ مسجد اور کسیکے نصیب مین سرا۔ تو اسوقت خدائے منان کے سامنے سے دوزخ وجنت کیطرف مخلوق کی واپسی کو یاد کرے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ الآیہ جسدن قیامت قائم ہوگی تو اسدن لوگ متفرق ہوجائینگے کہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ باغ کیطرف شادان وفرحان چلائے جائینگے اور جنہون نے کفر کیا اور ہماری آیتون کو جھٹلایا وہ عذاب مین حاضر کئے جائینگے؛ نیز غنیہ مین لکھا ہے کہ چار قومونکی چار عیدین ہین۔ ایک عید قوم ابراہیم کی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَنَظَرَ نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ الآیہ۔ ابراہیم کی قوم اپنی عید مین شہر سے باہر نکلی۔ تو ابراہیمؑ کھسک گئے اور بیماری کا عذر کرکے انکے ساتھ عیدگاہ نگئے کیونکہ آپ انکے مذہب پر نہ تھے۔ جب قوم روانہ ہوچکی تو آپنے تبر ہاتھ مین لیا اور (بتخانہ مین جاکر) انکے بتون کو توڑا اور تبر کو بڑے بت کی گردن پر لا رکھا۔ جب وہ قوم عیدگاہ سے واپس آئی اور بتونکی یہ گت دیکھی)۔ تو کہنے لگی کہ یہ حرکت ہمارے معبودونکے ساتھ کسنے کی؟ وہ بڑا ہی ظالم شخص ہے الخ" الغرض حضرت خلیل اللہ کو رب کے بارہ مین غیرت آئی کہ بتونکے توڑنے مین ہاتھ سے مجاہدہ کیا اور رب العالمین کی ولایت وحکومت کا عقیدہ دلمین مضبوط کیا تو حق تعالیٰ نے آپکو خلت سے نوازا اور آپکے ہاتھ پر مردہ پرندونکو زندہ کیا اور آپکی صلب سے انبیاء ورسل نکالے اور آپکو افضل الخلق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جد امجد بنایا۔ دوسری عید قوم موسیٰؑ کی ہے جسکو حقتعالیٰ نے فرمایا ہے مَوْعِدُکُمْ یَوْمُ الزِّیْنَۃِ اور سحر اور معجزہ کے باہم مناظرہ کا وقت زینت (یعنی عید) کا دن ہے" اور بعض علماء کا قول ہے کہ اسکو زینت کا دن اسلئے کہا کہ موسیٰ اور انکی قوم کو اسدن حق تعالیٰ نے فرعون اور اسکی قوم کی ذلت وخواری کے ذریعہ زینت بخشی۔ بہرحال فرعون اور اسکی قوم کیساتھ ۷۲ یا ۷۳ ساحر روانہ ہوئے جنکے پاس ستر سو لاٹھیان اور رسیان تھین کہ رسیون سے لپٹی ہوئی لاٹھیون مین پارہ بھرکر انکو رسیون سے لپیٹ دیا تھا۔ چونکہ ریت گرم تھا اور دن چڑھے آفتاب کی تمازت تیز ہوگئی اسلئے پارہ مین سیلان پیدا ہوکر لاٹھیان دوڑنے لگین اور دیکھنے والون کو یون معلوم ہوا کہ سانپ دوڑ رہے ہین سیدنا موسیٰؑ کو خوف لاحق ہوا یعنی اپنی قوم کے متعلق اندیشہ ہوا کہ وہ اس شعبدۂ سحر کو حق نہ سمجھ بیٹھین کہ مرتد بنکر ایمان غارت ہو۔ حق تعالیٰ نے موسیٰؑ سے فرمایا تم اپنی لاٹھی ڈالدو کہ ساحر جو ڈھونڈ بنا رہے ہین سبکو وہ نگل جائیگا۔ چنانچہ موسیٰؑ نے لاٹھی کو ڈالا اور وہ بڑے اونٹکی برابر اژدہا بنگیا کہ آگ کی طرح چمکتی ہوئی ہیبتناک دو آنکھین رکھتا تھا ساحرون نے رسیون اور لاٹھیون کا جو سحر بنایا تھا وہ سبکا یکدم لقمہ بنا گیا اور نہ اسکا پیٹ پھولا نہ اسکی رفتار مین کمی

آئی اور نہ طول وعرض بڑھا۔ جادوگر جنکے سردار کا نام سمعون تھا یہ دیکھکر خدا کے سامنے سجدہ مین گرے اور سب نے بیک زبان کہا کہ ہم ایمان لائے ہارونؑ اور موسیٰؑ کے پروردگار پر۔ اسکے بعد وہ اژدہا فرعون کے لشکر و قوم پر جھپٹا اور وہ سب بھاگ گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ انمین سے پچاس ہزار مرگئے۔" تیسری عید سیدنا عیسےٰؑ اور انکی قوم کی عید ہے جو اس آیت مین مذکور ہے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا الآیہ۔ ای اللہ ای ہمارے رب ہمپر نازل فرما ایک خوان آسمان سے کہ وہ دن عید قرار پائے ہمارے اگلون اور پچھلون کیلئے اور نشانی بنے تیری طرف سے۔" اسکا قصہ یہ ہے کہ حوارئین نے ایکمرتبہ حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ تمھارے رب کو کیا یہ بھی طاقت ہے کہ ہمپر آسمان سے ایک خوان اُتارے؟ حضرت عیسےٰؑ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور بلا کی درخواست نکرو کہ اگر خوان اُتارا گیا اور تمنے اسکو جھٹلایا تو عذاب نازل ہوجائیگا۔ حوارئین نے کہا۔ ہمتو اسمین سے کھانا چاہتے ہین کہ ہمین بھوک لگ رہی ہے اور اپنے قلوب کو سکون و اطمینان دلانا چاہتے ہین کہ جس ایمان و تصدیق کیطرف تم ہمکو بلارہے ہو اسکا حق اور تمھارا اتجابی ورسول ہونا محقق ہوجائے۔ اور جب ہم اپنی قوم کیطرف جائینگے تو اس خوان کے نزول پر گواہی دینگے۔ حواری وہ بارہ شخص تھے جنپر حضرت عیسیٰؑ کا بیت المقدس مین گذر ہوا اور انھون نے آپکی تصدیق کی تھی۔ کپڑے دھونا انکا پیشہ تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام نے انکو توحید و اطاعت الٰہی کیطرف بلایا اور فرمایا کہ ہے کوئی جو کفر وعصیان کے مقابلہ مین اللہ کا ساتھی ہوکر میری مدد کرے؟ تو انھون نے جوابدیا کہ ہم ہین اللہ کے مددگار چنانچہ اپنے ذریعۂ معاش کو چھوڑکر حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہولئے کہ جدھر وہ جاتے انکے ساتھ پھرتے اور عجائبات و معجزات جو انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے وہ دیکھتے مثلاً جب بھوک لگتی اور کھانیکی ضرورت پیش آتی تو حضرت عیسیٰؑ اپنے ہاتھ ڈالکر ہر شخص کیلئے دو دو روٹیان اور اسیقدر اپنے لئے زمین سے نکالتے۔ اور حضرت جبریلؑ کو دیکھتے کہ انکے ساتھ چلتے اور عجائبات دکھاتے اور طرح طرح سے انکی تائید و امداد کرتے حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کو مختلف معجزات دکھاتے رہے مگر انکی تکذیب و مخالفت ہی بڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ ایکدن بنی اسرائیل کے پانچہزار لطرق نے حوارئین کیساتھ ہوکر حضرت عیسیٰؑ سے خوان کا سوال کیا اور حضرت عیسےٰؑ نے دعا مانگی کہ ای اللہ ای ہمارے رب ہمپر نازل فرما ایک خوان آسمان سے کہ عید قرار پائے ہمارے اگلون اور پچھلون کیلئے۔ مطلب یہ تھا کہ انکے لئے بھی عید قرار پائے جو خوان کے نزول پر اسوقت موجود ہین۔ اور انکے لئے بھی عید قرار پائے جو ہمارے بعد آئینگے۔ اور وہ خوان نشانی بنے تیری طرف سے۔ اور ہمکو خوان عطا فرما کہ تو بہتر روزی رسان ہے۔" حق تعالیٰ نے جوابدیا کہ مین تمپر خوان نازل کرونگا مگر (یہ یاد رہے) کہ اسکے نازل ہوئے پیچھے جو کوئی کفر کریگا تو اسکو ایسی سزا دونگا کہ دنیا جہان مین کسیکو ایسی سزا نہ دونگا۔" چنانچہ بیوم یکشنبہ آسمان سے ایک خوان اُتارا جسمین تازہ مچھلی اور چپاتیان اور کھجورین تھین۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ خوان مین بھنی ہوئی مچھلی تھی کہ اسکے سر کے پاس نمک رکھا تھا اور دُم کے

پاس سرکہ اور پانچ روٹیان تھین کہ ہر روٹی پر ایک زیتون تھا اور پانچ انار اور چند چھوارے اور انکے گرد گندنہ کے علاوہ ہر قسم کی ترکاریان چنی ہوئی تھین۔ بعض کا قول ہی کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے صحابہ سے جو کہ باغیچہ مین بیٹھے ہوئے تھے دریافت فرمایا کہ تم مین کسیکے پاس کچھ ہے بھی؟ اسپر شمعون دو چھوٹی مچھلیان اور پانچ روٹیان لائے اور ایک شخص کچھ ستو لایا۔ حضرت عیسیٰؑ نے مچھلیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے علیحدہ رکھے۔ اور روٹیان توڑ کر علیحدہ رکھین اور ستو علیحدہ۔ پھر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی اور حق تعالیٰ سے دعا مانگی پس صحابہ پر اونگھ کیطرح بیخودی طاری ہوئی اور پھر آنکھ جو کھولی تو وہ کھانا اتنا زیادہ پایا کہ گھٹنوں تک پہونچ گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ بسم اللہ کہکر کھاؤ اور اٹھاؤ مت۔ نیز حکم دیا کہ حلقہ باندہکر بیٹھین۔ چنانچہ اسیطرح بیٹھکر اور بسم اللہ پڑھکر سب نے کھایا کہ سیر ہوگئے۔ حالانکہ پانچہزار نفر تھے۔ شکم سیر ہوکر حمد خدا کرتے ہوئے اٹھے اور خوان پر جتنا کھانا تھا ویسا ہی رہا اور خوان انکی نظرون کے سامنے آسمان کیطرف اٹھا لیا گیا۔ جس فقیر نے بھی اسدن کھایا وہ ہمیشہ کیلئے غنی اور ہر اپاہج تندرست اور ہر بیمار صحت یاب ہوگیا۔ حضرت مقاتل فرماتے ہین کہ حضرت عیسیٰؑ نے قوم سے دریافت کیا کہ کھا چکے؟ سب نے کہا کہ ہان کھا چکے۔ آپنے فرمایا کہ کچھ اٹھاؤ مت۔ سب نے وعدہ کیا کہ نہین اٹھائینگے۔ مگر اسنے باوجود چوبیس ۲۴ رطل کی مقدار اٹھا لیا۔ غرض یہ دیکھکر وہ لوگ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے کہ انکے پاس آسمانی خوان کا بچا ہوا طعام موجود تھا مگر انکی قوم انکے پیچھے پڑی رہی یہانتک کہ انکو مرتد بنادیا اور وہ اللہ کے اور نزولِ خوان کے منکر بنگئے تب حق تعالیٰ نے جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے خنزیر کی شکل مین مسخ کردیا۔ وہ سب مرد تھے کہ ان مین نہ کوئی بچہ تھا نہ عورت"۔ اور چوتھی عید امتہ محمدیہ کی عید ہے۔ ماحصل عطاء کوثر پر ایک شکر بصورتِ نماز ہوا اور دوسرا شکر بصورتِ قربانی کہ شکر کبھی عبادتِ بدنی سے ہوتا ہی جیسے نماز اور کبھی عبادتِ مالیہ سے ہوتا ہی جیسے قربانی۔ علاوہ ازین قربانی مین اتباعِ سنتِ ابراہیمی ہی کہ ابن ماجہ مین حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپنے فرمایا تمھارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہی۔ عرض کیا کہ اسمین ہمارا کیا نفع؟ آپنے فرمایا کہ ہر بال کے بدلہ ایک نیکی۔ عرض کیا اور صوف؟ آپنے فرمایا ہر صوف کے بدلہ بھی ایک نیکی"۔ اسلیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی ہمیشہ قربانی کیا کرتے اور امت کو بھی ترغیب دیتے اور اسکی عظمتِ شان بیان فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ترمذیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہی کہ مدینہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قیام دس برس رہا۔ ہر سال آپ قربانی کرتے تھے"۔ اور ابوداؤد نے حضرت مخنفؓ بن سلیم سے روایت کی ہی کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ عرفات مین تھے تو مین نے آپکو یہ فرماتے سنا صاحبو۔ ہر سال ہر ایک گھر والے پر ایک قربانی اور ایک عتیرہ واجب ہے۔ اور جانتے بھی ہو کہ عتیرہ کیا چیز ہے؟ عتیرہ وہ ہی جسکو تم رجبیہ کہتے (اور ماہ رجب مین

ذبح کیا کرتے) ہو"۔ ابو داود رح کہتے ہین کہ عتیرہ منسوخ ہوچکا اور اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ اور ترمذی رح نے
حضرت عائشہ رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ ابن آدم کا بروز قربانی کوئی عمل بھی
قربانی سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب نہین اور قربانی کیا ہوا جانور بروزِ قیامت اپنی سینگون اور بالون
اور کھریون سمیت آئیگا۔ اور اسکا خون زمین پر گرنیسے پہلے اللہ کے نزدیک خاص مرتبہ پاتا ہے۔ لہٰذا خوشدلی
کے ساتھ قربانی کیا کرو"۔

اور ملتِ ابراہیمی مین قربانی کی مشروعیت کا سبب جو قرآنِ مجید مین مذکور اور اکابر نے مفصل بیان کیا ہے یہ ہے
کہ حضرت ابراہیم نے خواب مین اپنے بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا۔ جب صبح ہوئی کہ آٹھوین ذالحجہ تھی تو سارے دن تک
اور فکر مین رہے کہ یہ حکم منجانب اللہ ہے یا شیطانی وسوسہ؟ اسلیئے ۸ ر ذالحجہ کا نام یوم الترویہ (شک کا دن)
ہے۔ دوسری شب مین پھر وہی خواب دیکھا اور صبح ہوئی تو اسکا یقین ہوگیا کہ یہ خواب سچی اور اللہ ہی کیطرف سے
ہے نکہ شیطان کی طرف سے لہٰذا ۹ ر ذالحجہ کا نام یومِ عرفہ (واقفیت کا دن) ہوا۔ حضرت ابن عباس رض کا قول ہے
کہ حضرت ابراہیم نے دلمین نذر مانی تھی کہ اگر اولاد نرینہ ہوئی تو اسکو اللہ کے نام پر قربانی کرونگا۔ پھر
چند روز گذرنے پر اس نذر کو بھول گئے تو ایکدن آپنے خواب دیکھا گویا کوئی کہہ رہا ہے کہ ای ابراہیم!
حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی نذر کو پورا کرو اور وہ نذر اپنے فرزند کا اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا ہے"۔ حضرت
ابراہیم کی گھبراکر آنکھ کھلگئی۔ اور متواتر سات رات یہی خواب دیکھا تو حضرت اسمٰعیل کے ذبح کا عزم مصمم کیا
اور انسے فرمایا کہ رسی اور چھری لیلو کہ اس پہاڑ کی گھاٹی مین چلکر لکڑیان لے آوین اور برواۓ یون فرمایا
کہ چلو اللہ کے نام پر ایک مینڈھا ذبح کر آوین۔ غرض جب دونون مکہ سے باہر آئے تو شیطان نے انسانی
شکل بناکر کہا کہ آج بھی اگر آلِ ابراہیم کو فتنہ مین نہ ڈالا تو پھر کبھی اسکی اُمید نہین اسلیئے اول آپ کی زوجہ
(حضرت ہاجرہ رض) کے پاس آیا اور کہا کہ تمھین خبر بھی ہے ابراہیم اپنے بیٹے کو کہان لیگئے؟ حضرت ہاجرہ رض نے
جواب دیا کہ اس پہاڑ کی گھاٹی سے لکڑیان چننے کیلئے لیگئے ہین۔ شیطان نے کہا کہ نہین واللہ وہ تو انکو ذبح کرنیکو
لیگئے ہین۔ حضرت ہاجرہ رض نے فرمایا کہ ہرگز نہین انکی رحمدلی اور محبتِ پدری ہرگز اسکو مقتضی نہین شیطان
نے کہا۔ انکا خیال تو یہ ہے کہ اللہ نے انکو اسکی بابت حکم دیا ہے۔ حضرت ہاجرہ رض نے فرمایا۔ اگر انکے رب نے اسکا حکم دیا
ہے تو اس سے کیا بہتر کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کرین۔ غرض یہان سے ناکام واپس ہوکر حضرت اسمٰعیل کے پاس آیا
جو کہ اپنے باپ کے پیچھے جارہے تھے۔ اور کہا کہ صاحبزادہ جانتے بھی ہو کہ تمھارے باپ تمھین کہان لئے جارہے
ہین؟ آپنے جواب دیا کہ اس جنگل سے اہلِ خانہ کیلئے لکڑیان چنکر لا ئینگے۔ شیطان نے کہا کہ نہین واللہ انکا قصد
صرف تمھین ذبح کرنا ہے۔ حضرت اسمٰعیل نے کہا کہ یہ کیون؟ شیطان نے کہا۔ اسلیئے کہ انکے رب نے انکو حکم دیا ہے۔ آپنے

فرمایا اگر ایسا ہی تو حکم ربی کی موافقت ضرور کرنی چاہیے کہ مین بھی اسپر راضی اور خوش ہون پھر حضرت اسمٰعیلؑ نے شیطان کو سات دفعہ کنکریان مارین اور اسی لئے رمی جمار سُنّت قرار پائی۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ پر بھی قابو نہ چلا تو شیطان نے حضرت ابراہیمؑ کیطرف توجہ کی اور کہا کہ بڑے میان کہان کا ارادہ کیا ہے؟ آپنے فرمایا کہ ایک ضرورت کیلئے اس تلہٹی کا قصد ہے۔ شیطان نے کہا واللہ مین جانتا ہون کہ شیطان نے خواب مین آکر تمکو بیٹے کے ذبح کرنیکا حکم دیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ دُور ہو اے دشمن خدا۔ واللہ مین ضرور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ غرض یہان سے بھی ناکام واپس اور مقصود سے نااُمید ہوگیا۔ پہاڑی تلہٹی مین جب حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ تنہا رہگئے تو آپنے فرمایا کہ صاحبزادہ مین نے خواب مین دیکھا کہ تمکو ذبح کر رہا ہون۔ اب سوچکر بتاؤ کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ نے عرض کیا کہ ابا جان کر ڈالئے جسکا آپکو حکم ہوا ہے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائینگے پس دونون نے جب حکم الٰہی کے سامنے سر جھکا یا اور حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا تو بیٹے نے کہا کہ ابا جان میرے بازو اور اطراف باندھ دیجئے تاکہ تڑپون نہین اور اپنے کپڑونکو سمیٹ لیجئے مبادا میرے خون کا کوئی دھبّہ اُسپر آپڑے کہ میرا اجر کم اور اُدھر اس دھبّہ کو دیکھکر والدہ مغموم ہون اور اپنی چھری کو تیز کر لیجئے اور بعجلت میری حلق پر چلایئے تاکہ جان نکلنے مین آسانی ہو کہ مرنا بڑا کٹھن ہے۔ اور جب آپ والدہ کے پاس جائین تو انکو میرا اسلام پہونچا دین اور اگر مناسب خیال فرمائین تو میرا کرتہ والدہ کے حوالہ کردین کہ عجب نہین اس سے انکو تسلی و سکون ہو۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرماکر کہ بیٹا حکم الٰہی کی تعمیل مین تم اچھے مددگار ثابت ہوئے وہی کیا جسطرح بیٹے نے کہا تھا۔ اور پھر انکی گردن پر چھری رکھکر بار بار چلایا۔ مگر چھری نے انکی گردن مین اثر نکیا اور خراش بھی نہوئی۔ اُسوقت آسمان و زمین کے فرشتے اور طیور و وحوش اور سمندر مین مچھلیان تک اس واقعہ پر چیخ اُٹھے۔ اور بحضور علیم و خبیر عاجزانہ عرض کیا کہ اے ہمارے معبود اے ہمارے آقا اے ہمارے مولا۔ بوڑھے بزرگ پر ترس کھائیے اور صغیر سن بچہ کا بدل قبول فرمالیجئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دو تین مرتبہ پھر چھری کو پتھر سے رگڑ ملکر تیز کیا اور چار بار گردن پر چلایا مگر ہر دفعہ بیکار ثابت ہوئی کہ ذرا کاٹ نہ سکی۔ یہ دیکھکر بیٹے نے کہا کہ ابا جان مجھے مُنہ کے بل زمین پر لٹایئے کیونکہ آپکی نظر میرے چہرے پر پڑتی ہے تو شفقت پدری آپکے اور حکم الٰہی کے درمیان حائل ہوجاتی ہے۔ اور میرا بھی اسمین یہ نفع ہے کہ چھری کو دیکھکر گھبراؤنگا نہین چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اوندھے مُنہ لٹاکر چھری کو انکی گدّی پر چلایا مگر چھری نے پھر بھی کام ندیا۔ حق تعالیٰ نے چھری کو گویائی بخشی اور اُسنے کہا کہ اے ابراہیمؑ مین دو حکم کے درمیان ہون کہ خلیل کہتا ہے کاٹ۔ اور رب جلیل کہتا ہے مت کاٹ۔ اور مین جلیل کی ہون نکہ خلیل کی۔ اور انکی گردن کیسے کاٹ سکتی ہون جبکہ نور محمدی انکی پیشانی مین چمک رہا ہے۔ پس حضرت جبرئیلؑ کو (جنتی دُنبہ بصورتؑ) فدیہ و بدل دیکر حق تعالیٰ

اور تا قیامت نظر آئینگے - اور آخرت مین امت کیوجہ سے آپ کا آوازہ جدا بلند ہوگا کہ صحیحین مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھپر امتین پیش ہوئیں تو کوئی نبی جارہا تھا اور اسکے ساتھ ایک ہی شخص تھا اور کسی نبی کے ساتھ دو شخص تھے - اور کسیکے ساتھ چند اشخاص تھے - اور کسی نبی کیساتھ ایک بھی نہ تھا - مجھے ایک جم غفیر نظر آیا جسنے افق آسمان کو گھیر لیا تھا تو مینے تمنا کی کہ کاش یہ میری امت ہو - مجھسے کہا گیا کہ یہ موسیٰ ہین اپنی جماعت مین ہے پھر مجھسے کہا گیا کہ اور دیکھو - تب بہت سی جماعتین نظر آئین جنھون نے افق گھیر رکھا تھا - پھر مجھسے کہا گیا کہ ایسا ہی کسی کو دو اور دیکھو - پس مینے جماعتہائے کثیرہ کو دیکھا جنھون نے افق کو گھیر رکھا تھا - تب مجھسے کہا گیا کہ یہ تمھاری امت ہے اور انکے ساتھ ستر ہزار اور ہین جو انکے آگے ہین کہ وہ جنت مین بلا حساب داخل ہونگے - اور وہ وہ ہین جو نہ شگون لیتے ہین دمنتر پڑھتے ہین نہ داغ دیتے ہین - اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہین" پس حضرت عکاشہؓ بن محصن اٹھے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ دعا کردیجئے کہ حق تعالیٰ مجھے انہین بنادے - چنانچہ آپنے دعا کی کہ یا اللہ انکو انہین بنادیجئے - پھر دوسرے صحابی اٹھے اور کہا کہ اللہ سے دعا کردیجئے مجھے بھی انہین بنادے - آپنے فرمایا کہ عکاشہ تم سے سبقت لیگیا (مراد جو ہونا تھا وہ ہولیا تم انہین نہین)۔

(فائدہ) جاننا چاہئے کہ یہ سورت باوجودیکہ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت ہے مگر اسکے بھی معارضہ کا اور اس جیسی سورت بنانیکا مطالبہ اس قوم سے کیا گیا جنکو کلام کی بندش و مضمون نگاری مین پوری دستگاہ تھی تو سب عاجز ہوگئے - بعض نے کہا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے معارضہ کی جرأت کرکے ایک سورت گھڑی تھی اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْجَمَاهِرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَهَاجِرْ اِنَّ مُبْغِضَكَ رَجُلٌ فَاجِرٌ یعنے تجھے گروہ ہائے کثیر عطا کئے پس نماز پڑھ اپنے رب کے لئے اور وطن چھوڑ - تجھسے بغض رکھنے والا فاجر شخص ہے" مگر جسکو عربی زبان سے ادنے مناسبت بھی ہوگی اسپر مخفی نہین کہ اوّل تو یہ کلام اسی سورت سے ماخوذ ہے کہ اسیکے الفاظ لیلئے ہین - علاوہ ازین جو صنعتین اور لطائف و دقائق جنکو ماہرین کلام نے بیان کیا ہے اس سورت قرآن مین موجود ہین انہین سے ایک برائے نام بھی اس من گھڑت کلام مین نہین ہے - علاوہ ازین وہ سورت تین آیتون سے مرکب ہے کہ ہر آیت مین ایک مخفی و غائب امر کی اطلاع ہے - چنانچہ کوثر کو جب کثرت خلفائے اولاد پر حمل کیا جائے کہ اولادِ محمدی کی کثرت اور آخر زمانہ تک انکا منقطع نہونا مراد ہے تو ایک غیب کی اطلاع ہوئی کہ وقوع بھی ویسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا تھا - پھر دوسری آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ مین مسلمانون سے افلاس کے دور ہونے اور انکے تونگر بننے کا جدا اشارہ ہے کہ انکو قربانیون کے ذبح کرنیکی قدرت حاصل ہوگی حالانکہ اسوقت غایت درجہ مفلس و نادار اور محتاج تھے اور ایسا ہی وقوع مین آیا جیسا کہ فرمایا - پھر تیسری آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ مین اسکی اطلاع ہے

کہ آپ سے بغض رکھنے والے کی جڑ بنیاد جاتی رہیگی کہ ایک بچہ بھی ایسا نہو گا جو اسکی طرف منسوب ہو سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا۔ اور مسیلمہ کے اس بیہودہ کلام مین جب ان خوبیون مین سے کچھ بھی نہین تو اسکو سورتِ مذکورہ کا معارض و مقابل کیسے کہہ سکتے ہین؟ واللہ اعلم بالصواب

تیئسوین ۲۳ بصیرت ذکرِ الٰہی کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہی یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۹ ۳ ۲ ع ۲ "اے ایمان والو ذکر کرو اللہ کا بکثرت اور اسکی تسبیح کرو صبح و شام" جاننا چاہیے کہ بندہ کے قلب پر معصیتون کے ارتکاب سے زنگ آجاتا ہی۔ پس شیطان اسپر قبضہ جماتا اور وسوسے ڈالتا اور وہ امور اسکے سامنے آراستہ کرتا ہے جو بارگاہِ الٰہی سے دُور کرنیوالے ہین اور یہ قلب شیطان کے ہاتھو مین ایسا ہوجاتا ہی جیسے کھیلنے والے کے ہاتھ مین گیند ہوتی ہی کہ وہ جسطرح چاہتا ہی اسکو لڑھکاتا ہی۔ اور یہی کھلا خسارہ ہی۔ پس بندہ کی خوش نصیبی و شرافت یہ ہے کہ ذکر الٰہی بکثرت کرے اور اس سے زبان کو تر رکھے کہ اسکے قلب کی صیقل ہوتی رہے اور وہ شیطان کے دھوکون سے محفوظ اور مقربانِ الٰہی کے زمرہ مین شامل رہے۔ بیہقی نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ ہر چیز کی صیقل جدا ہوتی ہی۔ اور قلوب کی صیقل ذکر اللہ ہی اور عذاب الٰہی سے نجات دینے والی ذکر اللہ سے زیادہ کوئی چیز نہین۔ صحابہ نے عرض کیا کہ نہ جہاد فی سبیل اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ ہان بلکہ یہ بھی نہین کہ مارتے مارتے "تلوار ٹوٹ جائے" اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جہاد محض وسیلہ ہی کہ اس سے قُربِ حق حاصل ہوتا ہی۔ اور ذکر اللہ مقصود بالذات ہی جبکہ اسمین استغراق فی المذکور حاصل ہوجاے۔ چنانچہ بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "شیطان ابن آدم کے قلب پر گھٹنے ٹیکے بیٹھا رہتا ہی۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہی تو شیطان پیچھے ہٹجاتا ہی اور جب وہ غافل ہوجاتا ہی تو پھر وسوسہ ڈالتا ہی۔" اور بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حقتعالیٰ فرماتا ہی کہ مین بندہ کے ساتھ ہوتا ہون جبکہ وہ میرا ذکر کرتا اور اسکے لب میرے ذکر مین حرکت کرتے ہین" اور اسکا سبب یہ ہی کہ انسان ذکر الٰہی کیوقت بشریت کی پستی سے ترقی کرکے اُفقِ ملائکہ سے جاملتا ہی۔ پس اسمین تقرب الٰہی کی صلاحیت آجاتی ہی اور یہی سبب ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتی ہے تو فرشتے انکو گھیر لیتے ہین اور رحمت انکو ڈھانپ لیتی اور سکینہ کا انپر نزول ہوتا اور حق تعالیٰ اپنی جماعت مین انکا ذکر کرتا ہی" چنانچہ بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہ کے کچھ فرشتے ہین جو بہ تلاشِ اہلِ ذکر راستون مین گشت کرتے رہتے ہین۔ اور جب کسی قوم کو اللہ کا ذکر کرتا ہوا پاتے ہین تو دوسرے فرشتونکو آواز دیتے ہین کہ دوڑو تمھارا مقصود یہان موجود ہی پس سارے فرشتے آسمانِ دنیا تک انکو اپنے پرون سے گھیر

لیتے ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ پس حق تعالیٰ حالانکہ خود زیادہ جانتا ہی مگر فرشتون سی دریافت فرماتا ہی کہ میرے بندے کیا کہہ رہی تھے؟ وہ جواب دیتے ہین کہ آپکی تسبیح و تکبیر اور حمد و تمجید بیان کر رہے تھے۔ حقتعالیٰ فرماتا ہی کیا انھون نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہین کہ نہین واللہ آپکو دیکھا نہین۔ حق تعالیٰ فرماتا ہی اگر مجھے دیکھتے توکیا ہوتا؟ وہ کہتے ہین کہ اگر آپکو دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ آپکی عبادت اور تعظیم و تسبیح کرتے۔ فرماتا ہی اور میرے بندے مانگ کیا رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہین کہ آپ سے جنت مانگ رہی تھے۔ فرماتا ہی کہ کیا انھون نے جنت کو دیکھا ہی؟ وہ کہتے ہین کہ نہین واللہ اسکو دیکھا نہین۔ فرماتا ہی اگر اسکو دیکھ پاتے توکیا ہوتا؟ وہ کہتے ہین کہ اگر دیکھ پاتے تو اسکی حرص و خواہش و رغبت اس سے بھی زیادہ کرتے۔ حقتعالیٰ فرماتا ہی۔ اور پناہ کس شے سی چاہتے تھے؟ فرشتے کہتے ہین کہ جہنم سے۔ فرماتا ہی کہ انھون نے کیا جہنم کو دیکھا ہی؟ عرض کرتے ہین نہین یارب اسکو دیکھا نہین۔ فرماتا ہی کہ اگر اسکو دیکھ پاتے توکیا ہوتا؟ عرض کرتے ہین کہ اگر اسکو دیکھ پاتے تو اس سے بھی زیادہ ڈرتے اور اس سے بھاگتے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پھر حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین تمھین گواہ کرتا ہون انکو مین نے بخشدیا۔ حضرتؐ نے فرمایا پس انمین کا ایک فرشتہ عرض کرتا ہی کہ فلان شخص تو انمین شامل نہ تھا کسی دوسری غرض کے لئے آیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہی وہ ایسے لوگ ہین کہ انکے پاس بیٹھنے والا بھی ناکام نہین رہتا۔" یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے مجلس ذکر مین بیٹھنے کی رغبت دلائی اور باغیچہ جنت سی تشبیہ دی۔ اور جو شخص مجلس سے ذکر الٰہی کئے بغیر اٹھے اسکے لئے وعید فرمائی اور اسکو مردار لوتھ کیساتھ تشبیہ دی ہی۔ چنانچہ ترمذیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہی کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب باغہائے جنت پر تمھارا گذر ہوا کرے تو کچھ کھاؤ پیو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ باغہائے جنت کیا ہ؟ آپ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کے حلقے۔" اور ابوداؤدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جو لوگ کسی مجلس سے اللہ کا ذکر کئے بغیر اٹھ جاتے ہین وہ گویا مردار گدھے کی لوتھ پر سے اٹھتے ہین۔ اور ایکوقت اسکا افسوس کرینگے۔" نیز حضرتؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اہل ذکر سے فرشتون پر فخر کرتا ہی۔ چنانچہ مسلمؒ نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی ہی کہ حضرت معاویہؓ کا ایک روز مسجد مین ایک حلقہ پر گذر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کس غرض سے بیٹھے ہو؟ جوابدیا کہ ذکر اللہ کیلئے۔ آپ نے فرمایا تمکو قسم ہے خدا کی کیا محض اسلئے بیٹھے ہو؟ انھون نے کہا واللہ بجز اسکے کوئی غرض نہین ہے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ سنو مین نے تمکو جھوٹا سمجھکر قسم نہین دلائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مجھ جیسی قرابت رکھنے والا روایت حدیث مین مجھسے[لہ] کم کوئی شخص نہین ہی۔ (اور پھر اسکے بعد یہ روایت نقل کی)
اکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صحابہ کے ایک حلقہ پر گذرے تو دریافت کیا کہ تم لوگ یہان کس غرض سے بیٹھے ہو؟ عرض کیا تاکہ اللہ کو یاد کرین اور ہمکو اسلام کی جو ہدایت اور انعامات آپنے بخشے انکا شکر کرین

لہ کہ باوجود قرابت قریبہ کے بھی ...

حضرت نے فرمایا تمہیں قسم ہے خدا کی (سچ بتاؤ) کیا محض اسلئے بیٹھے ہو؟ عرض کیا کہ واللہ بجز اسکے اور کسی کام کیلئے نہیں بیٹھے۔ آپ نے فرمایا کہ سنو تمکو جھوٹا سمجھکر میں نے قسم نہیں دلائی۔ مگر بات یہ ہے کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھکو اطلاع دی کہ حق تعالیٰ شانہٗ تمھاری وجہ سے فرشتوں پر فخر ومباہات فرمارہا ہے"۔

اسکے بعد جاننا چاہئے کہ ذکر کی چار صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ذکر محض زبان پر ہو اور قلب غافل ہو سو یہ ذکر اگرچہ عدم ذکر سے ضرور افضل ہے مگر اسکا نفع کم ہے۔ دوم یہ کہ ذکر اپنی جگہ قلب میں کرلے مگر بہ تکلف کہ اگر کوشش وتوجہ قائم رہے تو قلب بھی ذکر میں مشغول رہے اور اگر اسکو چھوڑ دیا جائے تو غافل رہے۔ سوم یہ کہ قلب ذکر کیساتھ اتنا مانوس ہو جائے کہ اب بغیر کوشش کے جدا نہیں ہو سکتا۔ یہ درجہ نصیب ہو تو زہے قسمت۔ چہارم مذکور کے اندر استغراق اور تمامی ماسوی اللہ سے حتّٰی کہ ذکر سے بھی بے خبری ہو جائے۔ امام بخاری رحؒ نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ حقتعالیٰ فرماتا ہے جو میرے ولی کا دشمن ہوا میں نے اسکے ساتھ اعلان جنگ کیا۔ اور فرائض سے زیادہ بندہ نے میرا قرب کسی چیز سے بھی حاصل نہیں کیا۔ اور بندہ بذریعہ نوافل میرا قرب بڑھاتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اسکو محبوب بنالیتا ہوں۔ اور جب محبوب بنالیتا ہوں تو میں ہی اسکی سماعت بنجاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور اسکی بصارت بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پاؤں بنجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر مجھسے مانگتا ہے تو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو ضرور پناہ دیتا ہوں۔ اور مجھے اپنے ارادہ کے پورا کرنے میں تردد نہیں ہوتا جتنا اس مومن کی جان نکلنے میں تردد ہوتا ہے جو کہ موت پسند نہیں کرتا اور اسکا رنج بھی گوارا نہیں اور جان کا لینا بھی ضروری ہے" اور جب بندہ ترقی پاتا ہے تو فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ مسلمؒ نے حضرت حنظلہؓ بن الربیع الاسیدی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ مجھے ملے اور پوچھا کہ اے حنظلہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ حنظلہؓ تو منافق ہو گیا۔ ابو بکرؓ نے کہا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ہم سے جنّت ودوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو گویا جنّت ودوزخ آنکھ کے سامنے ہوتی ہے مگر جب وہاں سے آکر بی بی بچوں اور جائداد کے دھندوں میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں (یہ حالت اگر نفاق نہیں تو کیا ہے)۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ ہمکو بھی ایسا ہی پیش آتا ہے۔ پس میں اور ابو بکرؓ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں آئے اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ کیا بات کہی؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ جب ہم آپکے پاس ہوتے اور جنت ودوزخ کا آپ ہم سے ذکر فرماتے ہیں تو گویا وہ نظر کے سامنے ہوتی ہیں مگر جب رخصت ہوکر بی بی بچوں اور جائداد کے دھندے میں لگ جاتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ تمھاری جو حالت میری پاس ہوتی ہی اگر وہ ہروقت رہے تو تمھارے بستروں پر اور راستوں مین فرشتے تمسے مصافحہ کرین۔ مگر ای حنظلہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ تین بار یہی فرمایا۔" حجۃ الاسلام نے فرمایا ہی کہ جب ذکر اللہ سے انسیت حاصل ہو جاتی ہی تو ذکر اللہ کے سوا ہر شے سے انقطاع ہو جاتا ہے۔ اور ماسوی اللہ ہر وہ چیز ہے جو مرنیسے جُدا ہو جائے۔ پس ظاہر ہے کہ قبر مین نہ کنبہ ساتھ جاتا ہی نہ مال نہ اولاد نہ رشتہ دار۔ بجز ذکر اللہ کے کوئی چیز ساتھ نہین دیتی پس اگر ذکر کیساتھ مانوس ہوا تو بعدِ مرگ تمامی موانع دُور ہو جانیکے سبب ذکر اللہ کیساتھ لذت پاتا اور مزے اُڑاتا ہی کہ زندگی مین تو ایسی حاجات وضروریات پیش آتی رہتی تھین جو ذکر اللہ سے روک دیتی تھین مگر مرنیکے بعد کوئی روکنے والی چیز باقی نہین رہی لہذا گویا محبوب کے ساتھ خلوت نصیب ہو کر رشک کے قابل حالت بنگئی اور اس قید خانہ سے رہائی ملگئی جسکی وجہ سے اپنے محبوب سے محروم تھا۔ اور اسلیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روح القدس نے میرے قلب مین پھونکا کہ جس سے چاہی محبت کر آخر وہ ایکدن چھوٹنے والا ہے۔" اس سے مُراد آپکی وہ تمام چیزین ہین جنکو دُنیا سے تعلق ہے کہ مرتے وقت اسکے حق مین تو بمقتضائے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ[1] گویا ساری دنیا فنا ہو جاتی ہی۔ اگرچہ دنیا اپنے وقت مقررہ ومکتوب پر فنا ہو گی مگر مرنیوالا جب اسکو ہمیشہ کیلیے چھوڑ گیا تو گویا دُنیا ہی فنا ہو گئی اور ذکر اللہ کا انس ایسی چیز ہے کہ مرنیکے بعد بھی انسان اس سے لذت اُٹھاتا کہ جوارِ الٰہی مین پہونچیگا اور ذکر سے لقا کیطرف ترقی پائیگا جبکہ قبروں سے مُردے اٹھائے اور سینوںکی چھپی باتین ظاہر کیجائینگی۔ اسکے بعد حجۃ الاسلام فرماتے ہین کہ ذکر اللہ ہی کے شرف کیوجہ سے شہادت کا مرتبہ بڑا قرار پایا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور خاتمہ سے مراد دُنیا سے کوچ اور حق تعالیٰ کے پاس جانا ہی کہ قلب حقتعالیٰ مین مستغرق ہو اور غیر اللہ کے حجاب تعلقات منقطع ہون۔ پس بندہ مین جب یہ قدرت آتی ہی کہ اپنی فکر وخیال کو حقتعالیٰ کیساتھ مستغرق کرے تو صفِ قتال مین شہید ہوئے بغیر دوسری طرح نہین مرسکتا کیونکہ اسنے اپنی جان مع اہل ومال واولاد بلکہ ساری دنیا کی خواہش کو قطع کر دیا کہ ان چیزونکو زندگی ہی کیلئے چاہا کرتا تھا اور جب حق تعالیٰ کی محبت ورضا جوئی مین زندگی اسکے نزدیک بے وقعت بنگئی تو مرنے اور شہید ہونیسے زیادہ اللہ کیساتھ تجرد کہان حاصل ہو گا؟ لہذا شہادت کا بڑا مرتبہ ہوا اور بیشمار فضائل اسکے مروی ہین منجملہ انکے یہ کہ جب جنگِ اُحد مین حضرت عبد اللہ رض بن عمر انصاری شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے صاحبزادہ حضرت جابر رض سے کہا کہ ای جابر تمھین خوشی کی بات سناؤن؟ جابر رض نے عرض کیا کہ ضرور سنائیے یا رسول اللہ۔ حق تعالیٰ آپکو خوشی کی باتین سناتا رہی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمھارے باپ کو زندہ

[1] جو کچھ زمین پر ہے سب ہی فنا ہونیوالا ہی اور باقی ...

کرکے اپنے سامنے بٹھایا کہ انکے اور حقتعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ اے میرے بندہ جو چاہے مجھسے خواہش کرو کہ مین اسکو پورا کرون۔ انھون نے عرض کیا کہ بارالٰہا یہ خواہش ہے کہ مجھے دنیا مین دوبارہ بھیجدیجے کہ آپکا اور آپکے نبیؐ کے راستہ مین دوبارہ قتل کیا جاؤن" حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حکم تو ازل سے نافذ ہے کہ موت کے بعد دنیا کیطرف واپسی نہوگی" الغرض شہید کے حال کو چونکہ اسکے قال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی سے موافقت ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا اسکا کوئی مقصود نہین اور مقصود ہی معبود ہوا کرتا ہے اور معبود کو اِلٰہ کہتے ہین لہٰذا شہید گویا بزبان حال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا قائل ہے کہ بجز اللہ کے کوئی مقصود نہین" امام رازیؒ فرماتے ہین کہ ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے اور کبھی قلب سے اور کبھی اعضا سے۔ پس زبانی ذکر تو یہ ہے کہ اللہ کی حمد و تسبیح کرین اور اظہار عظمت کرین اور قرآن مجید پڑھین اور ذکر قلبی کی تین صورتین ہین۔ اول حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے دلائل مین غور کرے اور انمین جو شبہ پیدا ہو اسکے جواب مین فکر کرے۔ دوم انسان کے مکلف ہونیکی کیفیت کے دلائل مین اور نیز حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی اور وعد و وعید مین غور کرے کہ جب مکلف ہونیکی کیفیت سمجھ مین آجائیگی اور تعمیل حکم کرنے مین جو وعدہ اور نکرنے مین جو وعید ہے اسکو سمجھ لیگا تو امر کی تعمیل اور ممنوع سے پرہیز آسان ہوجائیگا۔ سوم مخلوقات الٰہی کے اسرار اور رموز مین غور کرے حتیٰ کہ ہر ذرہ عالم قدس کے سامنے رکھا ہوا ایک چمکدار آئینہ بنجائے کہ جب اسکی طرف دیکھے تو اسکی شعاع بصر مخلوقات سے منعکس ہوکر عالم جلال کیطرف پہونچے اور اس مقام کی کہین انتہا نہین اب رہا ذکر اعضا سو وہ یہ ہے کہ بدن کے تمامی اعضا اُن اعمال مین منہمک ہون جنکے وہ مامور ہین اور جن معصیتون کی ممانعت ہے ان سے بالکلیہ خالی ہون باین وجہ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ مین حق تعالیٰ نے نماز کو (جو کہ افعال اعضاء کا مجموعہ ہے) ذکر فرمایا۔ لہٰذا حکم اُذْکُرُوْنِیْ کہ میرا ذکر کرو۔ تمام طاعات کو شامل ہوا" اور اسلیئے حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ اُذْکُرُوْنِیْ یعنی مجھے یاد کرو میری طاعت کرکے" پس ذکر کو مجمل رکھنا ہی مناسب تھا تاکہ ہر قسم کا ذکر اسمین داخل ہوجائے"

(تہلیل کی فضیلت کا بیان) ابن ماجہؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور سب سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" اور شرح السنہ مین حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰؑ نے دعا مانگی کہ اے میرے رب مجھے وہ بات تعلیم کیجئے کہ جس سے آپکا ذکر کرون اور آپکو پکارون۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ عرض کیا کہ بارالٰہا یہ تو آپکے تمامی بندے کہتے ہین مین تو ایسی تعلیم چاہتا ہون جو میرے ہی لئے خاص ہو۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اگر ساتون آسمان اور میرے سوا انکی ساری آبادی اور ساتون زمین سب ایک پلڑہ مین رکھے جاوین اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑہ مین ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سبھی جھک جائیگا

صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسنے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ روزانہ سَو بار پڑھا اسے دس غلام آزاد کرنے کی برابر اجر ملیگا اور سَو نیکیاں لکھی جاوینگی اور سَو گناہ مٹا دیئے جاوینگے اور تمام دن شیطان سے حفاظت رہیگی اور کوئی بھی اس سے افضل عمل لیکر نہ آئیگا بجز اسکے جو اسکو زیادہ تعداد مین پڑھے۔

(تسبیح وتحمید وتکبیر کی فضیلت کا بیان) مسلمؒ نے حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے افضل کلمات چار ہین سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ جس کلمہ سے بھی چاہو ابتدا کرو۔ کوئی حرج نہین"۔ اور ترمذیؒ نے حضرت عمرؒ بن شعیب سے روایت کی ہی وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسنے سَو مرتبہ صبح اور سَو مرتبہ شام کو سبحان اللہ پڑھا گویا اسنے سَو حج کئے۔ اور جسنے سَو مرتبہ صبح وشام اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھا اسنے گویا راہِ خدا مین سَو گھوڑون پر مجاہدین کو سوار کیا۔ اور جسنے سَو مرتبہ صبح وشام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا اسنے گویا اولادِ اسمٰعیلؑ مین سَو بردے آزاد کئے۔ اور جسنے سَو مرتبہ صبح وشام اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھا تو اس دن اس سے زیادہ عمل لانیوالا کوئی نہوگا بجز اسکے جو اتنا یا اس سے زیادہ پڑھے"۔ اور صحیحینؒ مین حضرت علیؓ سے مروی ہی کہ حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین چکی پیسنے سے ہاتھ کو جو تکلیف پہونچتی ہی اسکا شکوہ کرنیکے لئے حاضر ہوئین کیونکہ انکو اطلاع ملی تھی کہ حضرتؐ کے پاس غلام باندیان آئی ہین (لہذا توقع تھی کہ کوئی باندی ملجائیگی جو چکی پیس لیا کریگی)۔ مگر اتفاق سے آنحضرتؐ نہ ملے اور حضرت فاطمہؓ ضرورت کا حضرت عائشہؓ سے تذکرہ کرکے چلی آئین۔ آنحضرتؐ کے تشریف لانے پر حضرت عائشہؓ نے صاحبزادی صاحبہ کے آنیکا آپ سے تذکرہ کیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور ہم اپنے بسترون پر پہنچ چکے تھے (آپکو دیکھکر) ہم اُٹھنے لگے تو آپنے فرمایا کہ لیٹے رہو اور پھر میرے اور حضرت فاطمہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ آپکے قدمِ مبارک کی خنکی میرے شکم پر محسوس ہوئی۔ اسکے بعد فرمایا کہ تم دونون کو مین ایسی بات بتاؤن جو اس سے بدرجہا بہتر ہے جو تم مانگتے تھے۔ جب بستر پر آیا کرو تینتیس ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھا کرو اور تینتیس ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہ یہ تمھارے لئے خدمتگار سے زیادہ مفید ہی"۔

(فائدہ) بعض احادیث ذکر مین جہر کو مقتضی ہین مثلاً وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ اور اگر بندہ میرا ذکر مجمع مین کرتا ہی تو مین اسکا ذکر اس سے بہتر مجمع مین کرتا ہون"۔ اسکو شیخینؒ نے روایت کیا ہی۔ اور بعض حدیثین اخفاءِ ذکر کو مقتضی ہین مگر دونون مین تطبیق یہ ہے کہ اشخاص اور احوال کے اختلاف پر حکم مختلف ہوجاتا ہی۔ چنانچہ قراءتِ قرآن مین جہر اور اخفا کی حدیثون مین بھی یہی تطبیق ہی پس حدیث خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ

بہتر ذکر وہ ہی جو خفی ہو" یہ حکم اس موقع کیلئے ہی جہان نمود کا یا نمازیون یا سونیوالون کی تکلیف کا اندیشہ ہو
اور اگر ایسی صورت نہو تو بعض علماء کے نزدیک جہر افضل ہی کہ اسمین مشقت زیادہ ہی اور فائدہ متعدی ہے
یعنی سُننیوالونکو بھی ہوتا ہی - نیز ذاکر کا قلب بیدار و ہوشیار ہوتا اور اسکا خیال و فکر یکسو ہوجاتا اور کانون کو
اپنی طرف پھیر لیتا اور نیند کو دُور کرتا اور نشاط کو بڑھاتا ہی - فتاوے خیریہ مین اسیطرح لکھا ہی -

(تتمہ) جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ اپنے بندون پر نہایت رحیم اور مہربان ہی کہ بندہ جب اس سے دُعا مانگتا ہے
تو ضرور قبول فرماتا ہی - چنانچہ ارشاد ہی اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ مین دُعا والیکی دُعا قبول کرتا ہون
جبکہ وہ مجھسے دعا مانگتا ہی" اور دعا سے زیادہ کوئی شے حق تعالیٰ کے نزدیک باعزت نہین کہ یہ عبادت کا
مغز ہے کیونکہ خضوع جو کہ عبادت مین اصل مطلوب ہے دعا مین بدرجہ اتم پایا جاتا ہی بیہقی رح نے حضرت سلمان رض سے روایت
کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا رب نہایت حیا اور کرم والا ہی - اسکو شرم آتی ہی کہ بندہ
اسکی طرف ہاتھ اُٹھائے تو وہ انکو خالی لوٹائے" لیکن مخفی نرہے کہ قبولیت دُعا کے چند آداب ہین جنکی رعایت
دعا مین ضروری ہی - اوّل دُعا مانگنے والیکا خور و نوش اور لباس حلال چاہیے ہو کہ مسلم نے حضرت ابوہریرہ رض سے
روایت کی ہے - فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ پاکیزہ ہی اور صرف پاکیزہ ہی چیز کو قبول فرماتا ہے
اور حق تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم دیا جو مرسلین کو دیا کہ یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا
ای پیغمبرو پاک چیزین کھاؤ اور نیک عمل کرو - اور فرمایا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
اے ایمان والو کھاؤ پاک رزق جو ہمنے تمکو دیا - پھر آنحضرت نے فرمایا کہ ایک شخص دور و دراز کا سفر کرکے آتا اور
پریشان حال غبار آلود بسوئے آسمان ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتا ہی - ای میرے اللہ ای میرے اللہ - اور حال یہ ہے
کہ اسکا کھانا حرام اسکا پینا حرام اسکا لباس حرام اور حرام غذا سے اسکی پرورش ہی تو اسکی دُعا کیسے قبول
ہوسکتی ہے" دوسرا ادب یہ ہی کہ تہ دل سے دعا مانگے کہ ترمذی رح نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے - اللہ سے دُعا مانگا کرو قبولیت کا یقین رکھکر - اور جان لو کہ غافل و بیخبر
قلب کی دعا قبول نہین ہوتی" سوم یہ کہ خوشحالی اور بدحالی دونون حال مین دُعا کرتا رہے کہ ترمذی رح نے حضرت
ابوہریرہ رض سے روایت کی ہی - کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے پسند ہو کہ حق تعالیٰ مصیبتون کے
وقت اسکی دعا قبول فرمائے تو اسکو چاہئے کہ خوشحالی مین بکثرت دُعا کیا کرے" چہارم دعا مین ہتھیلیان
چہرہ کیطرف رکھے اور فارغ ہوکر انھین مُنہ پر پھیرے کہ ابوداؤد رح نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہے
اللہ سے مانگا کرو ہتھیلیان پھیلا کر نکہ ہاتھ اُلٹے کرکے! اور جب دُعا سے فارغ ہوجاؤ تو انکو مُنہ پر پھیر لیا کرو"
حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین - دُعا و سوال کیصورت یہ ہے کہ ہاتھون کو مونڈھونکے سامنے تک اُٹھاؤ - اور

استغفار مین ایک انگلی سے اشارہ کرو اور ابتہال یہ ہی کہ دونون ہاتھون کو دراز کرو اور بروایتے ابتہال کی صورت اسطرح بتائی کہ دونون ہاتھ اٹھا کر ہتیلی کی پشت کو مُنہ کے رُخ کرلیا" پنجم یہ کہ عاجزانہ اور خوف و رغبت کیساتھ دعا مانگے کہ حق تعالی فرماتا ہی اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً نیز فرماتا ہی اِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ششم ثناء خدا اور درود بر نبیؐ سے ابتدا کرے کہ ترمذی وغیرہ نے حضرت فضالہؓ بن عبید سے روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور نماز پڑھکر دعا مانگی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای نمازی تو نے عجلت کی جب نماز پڑھکر بیٹھا تھا تو اول اللہ کی حمد کرتا مناسب شان اور مجھپر درود پڑھتا اور پھر دعا مانگتا" راوی کہتا ہی اسکے بعد ایک اور شخص آیا اور اسنے نماز پڑھکر اللہ کی حمد کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ تو آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا ای نمازی اب دعا مانگ کہ قبول ہوگی" اور ترمذیؒ نے حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ دعا معلق رہتی ہی آسمان و زمین کے درمیان اور اوپر نہین چڑھتی جبتک کہ اپنے نبی پر درود نہ پڑھے" ہفتم یہ کہ دُعا آہستہ مانگے کہ حقتعالی فرماتا ہی اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اور صحیحینؒ مین حضرت ابوموسیٰؓ اشعری سے روایت ہی کہ سفر مین ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے کہ بعض لوگ باآواز بلند تکبیر کہنے لگے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنی جانونکو مشقت مین نہ ڈالو کہ تم کسی بہرہ یا غائب کو نہین پکارتے بلکہ سمیع و بصیر کو پکار رہے ہو اور وہ تمھارے ساتھ ہی۔ اور جس ذات کو پکار رہے ہو وہ تمھاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ تمھارے قریب ہی" حضرت ابوموسیٰؓ کہتے ہین کہ مین آنحضرتؐ کے پیچھے تھا اور دلمین لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ رہا تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ای عبداللہ بن قیس کیا تم کو جنت کا ایک خزانہ تمھین بتا دون؟ مین نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ ضرور بتلایئے۔ آپنے فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ ہشتم یہ کہ کسی ایسے عمل کا واسطہ دیکر حق تعالیٰ سے دعا مانگے جو خالص اللہ واسطے کیا ہو اور اسمین ریا کا شائبہ بھی نہوا ہو کہ صحیحینؒ مین حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تین آدمی جا رہے تھے کہ بارش نے انکو گھیر لیا اور وہ پہاڑ کے ایک غار کیطرف مڑے (اور اسمین بیٹھ گئے)۔ یکایک دہانہ غار پر ایک پتھر آپڑا اور تینون شخص غار مین بند ہوگئے۔ اسوقت ایک نے دوسرے سے کہا کہ سوچنا چاہیے اگر کوئی نیک عمل کیا ہو تو اسکا واسطہ دیکر اللہ سے دُعا مانگین کہ غار کا مُنہ کھولدے۔ پس ایک نے کہا کہ بارالہا میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میری اولاد بھی تھی کہ سبکی کفالت میرے ذمہ تھی یگر میرا معمول تھا کہ جب شام کو گھر آکر (جانورون کا) دودھ دوہتا تو بچون سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلایا کرتا۔ ایکمرتبہ اتفاق سے مجھے آنے مین دیر ہوگئی اور جب آیا تو والدین کو سوتا ہوا پایا۔ حسب عادت مین نے دودھ دوہا

اور اسکو لیکر والدین کے سرہانے آکھڑا ہوا کہ بچے میرے قدمون مین کھڑے چیخ رہے تھے مگر مجھے والدین کا (کچی نیند) جگانا بھی گوارا نہ تھا اور ان سے پہلے بچونکو پلانا بھی گوارا نہ تھا۔ یہان تک کہ اسی حالت مین صبح ہوگئی۔ پس اگر تیرے نزدیک میرا یہ عمل خالص تیری ذات کے لئے تھا تو (پتھر ہٹا کر) اتنا حصّہ کھولدے کہ آسمان نظر آنے لگے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اتنا کھولدیا کہ آسمان انکو نظر آنے لگا۔ دوسرے نے کہا کہ بار الٰہا میری ایک چچا زاد بہن تھی کہ مجھے اسکے ساتھ اتنی محبت تھی جتنی کسی مرد کو کسی عورت کیساتھ ہو سکتی ہے۔ مین نے اسکو طلب کیا مگر اسنے انکار کیا کہ جبتک سَو دینار اسکو نہ دون وہ میری خواہش پوری نکریگی۔ چنانچہ مین نے دوڑ دھوپ سے سَو دینار جمع کئے اور وہ لیکر اپنی محبوبہ سے ملا۔ جب مین (مجامعت کیلئے) اسکے پاؤن کے درمیان بیٹھا تو اسنے کہا کہ اے بندۂ خدا اللہ سے ڈر اور مُہر کو ناحق مت کھول۔ یہ سُنکر مین فوراً کھڑا ہو گیا۔ پس اگر تیرے علم مین میرا یہ فعل خاص تیری ذات کے لئے تھا تو پتھر کا کچھ حصّہ کھولدے۔ چنانچہ دوسرا حصّہ بھی کُھلگیا۔ تیسرے نے کہا کہ ایکمرتبہ مین نے سَولہ رطل چاولوں کی اُجرت پر ایک مزدور لیا اور جب وہ اپنا کام کرچکا تو اسنے کہا کہ میری اُجرت لاؤ۔ جب مین نے اسکی اُجرت پیش کی تو وہ اُسے چھوڑکر چلا گیا۔ پس مین نے اسکے حق کو زراعت مین لگا یا اور برابر اسکو ترقی دیتا رہا حتّٰی کہ مین نے گائے کا ایک گلّہ اور ایک غلام چروا ہا اس سے فراہم کر لیا۔ مدّت کے بعد وہ مزدور میرے پاس آکر کہنے لگا کہ اللہ سے ڈر اور مجھ پر ظلم نکر اور میرا حق مجھے دیدے۔ مین نے جواب دیا کہ یہ گلّہ گاؤ مع چروا ہے کے لیجاؤ۔ اُسنے کہا کہ اللہ سے ڈر اور مجھسے مذاق نکر۔ مین نے کہا کہ مین تجھسے مذاق نہین کر رہا بلکہ سچ کہہ رہا ہون۔ چنانچہ وہ اسکو لیکر چلا گیا پس اے میرے اللہ اگر تیرے علم مین میرا یہ عمل خالص تیری ذات کے لئے ہوا تو جتنا پتھر باقی رہگیا ہے اسکو بھی کھولدے۔ چنانچہ اللہ نے اسکو بھی کھولدیا۔" نہم یہ کہ دعا کیلئے اوقات متبرکہ کی تلاش کرے مثلاً سال مین یوم عرفہ اور مہینون مین ماہِ رمضان اور ہفتہ مین یوم جمعہ اور ساعاتِ شب مین وقت سحر حق تعالیٰ فرماتا ہے وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ اور سحر کیوقت وہ استغفار کرتے ہین۔" صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ ہر شب جبکہ تہائی رات باقی رہتی ہے تو حق تعالیٰ آسمانِ دُنیا کیطرف نزول فرماتا اور کہتا ہے کہ ہے کوئی جو دُعا مانگے پس مین اسکی مغفرت کرون"؟ دہم جسکو حجۃ الاسلام نے باطنی ادب فرمایا اور وہی قبولیت کے بارہ مین اصل ہے۔ توبہ اور تلافی ظلم اور پوری ہمت کیساتھ حقتعالیٰ کیطرف توجہ کرنا ہے کہ قبولیت کا سبب قریب یہی ہے۔ چنانچہ حضرت کعبؓ احبار سے مروی ہے۔ بزمانہ موسیٰ علیہ السلام لوگون مین قحط پڑا تو حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لیکر بارش کی دُعا کیلئے بیرون شہر آئے مگر بارش نہولی۔ اسیطرح تین مرتبہ دعاء بارش مانگی مگر بارش نہوئی۔ تب حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ مین نہ تمھاری دُعا قبول کرون اور نہ تمھارے ساتھیون کی دعا کیونکہ تم مین ایک چغلخور موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے دریافت کیا کہ اے رب وہ کون شخص ہے؟ کہ اسکو

ہم اسے قبول کرون۔ ہے کوئی جو مجھسے سوال کرے پس مین اُسے عطا کرون ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت چاہے پس مین

اپنے مین سے نکال باہر کرین۔ حقتعالی نے فرمایا کہ اے موسیٰ بھلا خود ہی چغلخوری سے منع کرون اور خود ہی چغلی کھاؤن (کہ چغلخور کو بتانا اسکی چغلی کھانا ہی تو ہے) پس حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم سب بجناب باری توبہ کرو چغلخوری سے پس انکی توبہ کے بعد حق تعالیٰ نے مینھ برسایا۔" حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہین مجھے روایت پہونچی ہے کہ بنی اسرائیل مین ایکمرتبہ سات برس کامل قحط رہا کہ مخلوق کوڑی کے اوپر سے مردار اور اپنے بچونکو کھانے لگی۔ یہ حالت ہونے پر وہ لوگ پہاڑونکی طرف جا کر روتے اور چلاتے تھے۔ آخر حق تعالیٰ نے انبیاء بنی اسرائیل کیطرف وحی بھیجی کہ اگر پیدل چلتے چلتے تمھارے گھٹنے گھس جائین اور (دعاؤن مین) اونچا اٹھتے اٹھتے تمھارے ہاتھ آسمان تک پہونچ جائین اور زبانین (مانگتے مانگتے) تھک کر گونگی ہو جاوین تب بھی نہ تمھارے کسی دعا گو کی مین دعا قبول کرونگا اور نہ کسی رونے والے پر ترس کھاؤنگا جبتک کہ ظلم سے حاصل کئے ہوئے مال مظلومون کو واپس ندو۔ چنانچہ انھون نے ایسا کیا اور اسیدن بارش ہو گئی"۔ اور نیز مروی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دعاء بارش کیلئے باہر نکلے اور جب آپکے ساتھی تنگدل ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ جسنے کوئی گناہ کیا ہو وہ چلا جائے چنانچہ سب چلے گئے اور بجز ایک شخص کے جنگل مین کوئی نہ رہا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا کہ کیا تجھسے کوئی گناہ نہین ہوا؟ اُسنے کہا کہ واللہ مجھے کوئی گناہ یاد نہین بجز اسکے کہ ایکدن مین نماز پڑھ رہا تھا ایک عورت مجھپر گذری اور مینے اپنی اس آنکھ سے اسکو دیکھا۔ جب وہ آگے بڑھ گئی (تو مجھکو تنبہ ہوا کہ افسوس نماز کے اندر نامحرم کی نظر بازی کی) لہٰذا مینے انگلی ڈالکر اس آنکھ کو نکالا اور اُسی عورت کے پیچھے اسے پھینکدیا۔ حضرت عیسےٰ نے فرمایا کہ اچھا تم اللہ سے دعا کرو اور مین تمھاری دعا پر آمین کہون چنانچہ اسنے دعا مانگی پس آسمان پر گھٹا چھائی اور اتنی بارش ہوئی کہ سب سیراب ہو گئے"۔ الغرض جب دعا مین آداب مذکورہ جمع ہو جائینگے تو حق تعالیٰ تین باتون مین سے ایک بات اسے ضرور عطا فرمائیگا جنکا ذکر احمد نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمان دعا مانگتا ہے جب کہ اسمین نہ کوئی گناہ ہو نہ قطع رحم تو حق تعالیٰ اسے تین باتون مین سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے۔ (۱) یا دنیا ہی مین اسکی مراد پوری کرتا ہے (۲) یا آخرت کیلئے اسکو ذخیرہ بناتا ہے اور (۳) یا اسی درجہ کی کوئی مصیبت آنیوالی اس سے ہٹا دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ تب تو ہم بکثرت دعا مانگینگے۔ حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ بھی بکثرت عطا فرمائیگا"۔ غرض لازم ہے کہ بندہ اپنے رب سے چھوٹی بڑی ساری ضرورتین مانگے کیونکہ حق تعالیٰ کو سوال کیا جانا پسند ہے اور اس بندہ سے وہ ناخوش ہوتا ہے جو اس سے سوال نکرے چنانچہ بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو اپنے رب سے اپنی حاجت مانگنی چاہئے کہ جوتہ کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اسکا بھی سوال کرے"۔ نیز حدیث مین آیا ہے کہ مظلوم کی دعا رد نہین ہوتی اور روزہ دار کی دعا وقت افطار اور عادل حاکم کی دعا اور مسافر اور حاجی کی دعا جبتک کہ گھر نہ پہونچ جائے اور مجاہد

کی دعا جبتک کہ فارغ نہو جائے اور مریض کی دعا جبتک کہ تندرست نہو جائے اور مسلمان کی دعا اپنے مسلمان بھائی کیلئے غائبانہ اور جو شخص اللہ کا اسم اعظم لیکر دعا کرتا ہے ان سبکی دعا بھی قبول ہوتی ہے ترمذی نے حضرت بریدہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسطرح دعا مانگتے سنا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَسْمَآئِکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ط پس حضرت نے فرمایا کہ اسنے اللہ کا وہ اسم اعظم لیکر دعا مانگی جس سے دعا قبول اور مراد عطا ہوتی ہے اور ابو داؤدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ مسجد میں بیٹھا اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا کہ اسنے اسطرح دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَسْئَلُکَ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسنے اللہ سے وہ اسم اعظم لیکر دعا مانگی کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاتی ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے اور جب سوال کیا جاتا ہے تو ضرور عطا ہوتا ہے" اور احمد نے حضرت سعدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ذوالنونؑ (یونس علیہ السلام) کی دعا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے یہ تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہ جو مسلمان بھی ان کلمات سے دعا مانگیگا وہ ضرور قبول ہوگی" ابن ماجہ نے حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جسکی کوئی حاجت ہو خواہ اللہ سے یا کسی بشر سے تو اسے چاہئے کہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اسکے بعد اللہ کی ثنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ ط سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ہ

چوبیسوین بصیرت کسب معاش اور طلب رزق حلال کا بیان

حق تعالی فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ط ای ایمان والو کھاؤ حلال رزق جو تمکو حقتعالی نے دیا اور اسکا شکر کرو اگر یہ صحیح ہے کہ تم عبادت تمہیں

لہ الہی میں تجھسے سوال کرتا ہون تیری نام کیوا سطے سے کہ تو اللہ ہے بجز تیرے کوئی معبود نہین تو ایک ہے بے نیاز ہے کہ جسکے د کوئی بیٹا نہ وہ کسیکا بیٹا اور نہ اسکا کوئی ہمسر ۱۲ ؎ الہی مین تجھسے سوال کرتا ہون کہ تیری ہی لئے حمد ہے کوئی معبود نہین بجز تیرے۔ تو شفقت والا ہے محسن ہے پیدا کرنیوالا ہے آسمانون اور زمین کا۔ ای عزت والنعام والے۔ ای حی وقیوم مین تجھسے سوال کرتا ہون ۱۲ ؎ کوئی معبود نہین بجز تیرے۔ تو پاک ہے۔ واقعی مین ظالمون مین سے ہون ۱۲ ؎ کوئی معبود نہین مگر اللہ بردبار باعزت۔ پاک ہے اللہ مالک عرش عظیم کا اور سب تعریف اللہ رب العالمین کیلئے ہے الہی مین تجھسے سوال کرتا ہون تیری رحمت کے ضرورات کا اور تیری مغفرت کے سبابک

اسکو مخصوص رکھتے اور اسکا اقرار کرتے ہو کہ نعمتون کا عطا کرنیوالا وہی ہی" جاننا چاہیے کہ حرام شے نجس ہے کر کھانے مین اسکا استعمال کرنیوالا جنت مین بجائیگا اور آگ ہی اسکے لئے مناسب ہے کہ اسے نجاست سے صاف کرے چنانچہ احمد نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جنت مین وہ گوشت نہ جائیگا جو حرام سے پیدا ہوا اور جس گوشت نے حرام سے پرورش پائی ہوا اسکے مناسب آگ ہی ہی" اور جو حرام پیسیہ اپنے لباس مین لگایا تو جبتک وہ لباس اسکے بدن پر رہیگا حق تعالیٰ اسکی نماز قبول نہ فرمائیگا۔ کہ بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہی جسنے کوئی کپڑا دس درہم مین خریدا کہ ایک درہم اسمین حرام کا تھا تو جبتک یہ کپڑا اسکے بدن پر رہیگا حق تعالیٰ اسکی نماز قبول نہ فرمائیگا۔ پھر حضرت ابن عمرؓ نے اپنی انگلیاں دونوں کانون مین دیکر فرمایا کہ بہرے ہو جاوین اگر مین نے حضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سُنا ہو" اور جو حرام پیسیہ خیرات کیا جاتا ہی وہ بھی قبول نہیں ہوتا کہ شرح السنہ مین حضرت عبداللہ ؓ بن مسعود سے مروی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بندہ مال حرام کماتا اور اسمین سے خیرات کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسے قبول نہین فرماتا۔ اور جو اس سے خرچ کرتا ہی اسمین برکت نہین دیجاتی۔ اور جو اپنے بعد چھوڑ جاتا ہی وہ اسکے لئے توشۂ جہنم بنتا ہی۔ حق تعالے بدی کو بدی سے نہین مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹایا کرتا ہے کیونکہ گندی چیز گندی کو مٹا نہین سکتی" اور مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی مال کو قبول کرتا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم دیا ہے جو مرسلین کو دیا تھا کہ فرمایا۔ یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اى پیغمبرو کھاؤ پاک چیزین اور عمل کرو نیک۔ یَا اَیُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ اى مومنو کھاؤ پاک چیزین جو ہمنے تمکو رزق بنا کر دین پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ ایک شخص لمبا سفر کرے پراگندہ حال غبار آلود کہ آسمان کیطرف اپنے ہاتھ اُٹھائے ای رب ای رب۔ مگر کھانا اسکا حرام پانی اسکا حرام لباس اسکا حرام اور غذا پائی اسنے حرام تو ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو" اور یہی وجہ ہی کہ حلال کی طلب کو فرض بنایا گیا ہی۔ چنانچہ بیہقی نے حضرت عبداللہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ فرائض کے بعد حلال کی طلب بھی فرض ہی" اور جبتک بندہ مشتبہ سے نہ بچیگا متقی نہ بن سکیگا۔ کہ ترمذی نے حضرت عطیہؓ سعدی سے روایت کی ہی۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ متقی کے درجہ پر نہین پہونچ سکتا جبتک کہ بے اندیشہ چیز کو اندیشہ والی چیز (مین پڑ نیکے) خوف سے چھوڑ نہ دے" اور بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایک غلام خراج ادا کرتا اور ابوبکرؓ اسے کھایا کرتے تھے۔ ایکدن وہ غلام کچھ لایا اور ابوبکرؓ نے اسکو کھالیا۔ غلام نے کہا آپکو خبر بھی ہے کہ یہ کیسا تھا؟ آپنے فرمایا کہ کیسا تھا؟ اسنے کہا مین نے جاہلیت مین ایک شخص کو غیب کی بات بتائی تھی

اور مین اس فن کو جانتا بھی نہ تھا مگر اس سے چال چلی تھی۔ آج وہ شخص مجھے ملا اور یہ مجکو دیا۔ سو وہی تھا جسکو آپ نے نوش فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ یہ سنکر ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ حلق مین ڈالا اور جو کچھ پیٹ مین تھا سب قے کر کے باہر نکالدیا۔" اور یہ اسلیئے کہ اگر کوئی حرام چیز قلب تک پہونچیگی تو اسکو فاسد اور تاریک بنا دیگی پس عبادت کرنا گران گذریگا اور معصیتون کیطرف رغبت ہوگی۔ اور اسیلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشتبہ سے بھی روکا ہی کہ جو مشتبہ مین گریگا وہ حرام مین بھی آپڑیگا۔ چنانچہ صحیحین مین حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ اور انکے درمیان مشتبہات ہین۔ کہ بہتیرے آدمی انکو نہین جانتے۔ پس جو شخص شبہات سے بچا اسنے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ رکھا۔ اور جو شبہات مین گرا وہ حرام مین آپڑا۔ جیسے چروا ہا جو باڑ کے آس پاس چرائے تو قریب ہی کہ اسکے جانور باغ کے اندر بھی آپڑین۔ ہر بادشاہ کی ایک باڑ ہوتی ہی اور حق تعالیٰ کی باڑ اسکے محرمات ہین۔ سنو بدن مین ایک ٹکڑا ہے کہ جب وہ سنورتا ہی تو سارا بدن سنورتا ہی اور جب وہ بگڑتا ہی تو سارا بدن بگڑتا ہی۔ اور وہ قلب ہے۔" اور اسیلئے محتاط مسلمانون نے شبہات سے بچنے مین حد کردی ہی چنانچہ مروی ہی کہ ایک بزرگ نے ابدال کو کھانا دیا مگر انھون نے نکھایا۔ بزرگ نے سبب پوچھا تو ابدال نے کہا کہ ہم خالص حلال کھایا کرتے ہین اور اسیلئے ہمارے قلوب مستقیم اور ہمارا حال قائم رہتا اور ہم ملکوت اور آخرت کا مکاشفہ کرتے رہتے ہین۔ اور اگر ہم تین دن بھی یہ کھالین جو تم کھاتے ہو تو ہمین علم الیقین حاصل نہ رہے اور خوف و مشاہدہ ہمارے قلوب سے بالکل جاتا رہے۔ بزرگ نے کہا کہ مین تو ہمیشہ روزہ رکھتا اور ہر مہینہ تیس ۳۰ قرآن ختم کیا کرتا ہون۔ ابدال نے فرمایا کہ ایک گھونٹ جو تمنے مجھے پیتے دیکھا ہی میرے نزدیک تمھاری تین ۳ سو رکعتون مین تیس ۳۰ ختم قرآن سے زیادہ پیارا ہی۔ انکا وہ گھونٹ جنگلی ہرنی کے دودھ کا تھا۔" حضرت احمدؒ بن حنبل اور یحییٰؒ ابن معین مین مدت کا دوستانہ تھا مگر حضرت احمد نے اتنی بات پر اسکو قطع کر دیا کہ یحییٰ کو یہ کہتے سنا کہ مین کسی سے کچھ مانگتا نہین۔ اور اگر شیطان بھی (بلا سوال) مجھے کچھ دے تو وہ بھی کھا لونگا۔ آخر یحییٰ نے معذرت کی کہ مین نے تو مذاق مین کہا تھا۔ حضرت احمدؒ نے فرمایا کہ واہ میان دین کو مذاق مخول بناتے ہو؟ کیا تمھین معلوم نہین کہ کھانا بھی جزو دین بلکہ ایسا دین ہی کہ حقتعالیٰ نے اسکو عمل پر مقدم رکھا ہی۔ چنانچہ فرماتا ہی کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا حلال کھاؤ اور نیک کام کرو۔" یزید بن ہارون کہتے ہین کہ ابو حنیفہؒ سے زیادہ مین نے کسیکو محتاط نہین دیکھا۔ ایکدن وہ کسیکے دروازہ پر دھوپ مین بیٹھے تھے۔ مین نے کہا کہ حضرت سایہ مین آجاؤ تو کیا مضائقہ ہے؟ آپنے فرمایا کہ صاحب خانہ کے ذمہ میرے چند درہم قرض ہین اور مین پسند نہین کرتا کہ اسکے صحن خانہ کے سایہ مین بیٹھنے کا نفع اٹھاؤن۔" حسنؒ بن زیاد سے منقول ہی کہ حضرت امام صاحبؒ نے اپنے شریک تجارت کے پاس ایکمرتبہ کچھ سامان بھیجا جسمین ایک کپڑا

عیب والا تھا۔ اور کہدیا کہ اسکو بیچو تو اسکا عیب بیان کر کے بیچنا۔ شریک نے اسکو بیچا اور عیب کا بیان کرنا بھول گیا۔ اور یہ بھی معلوم نہوا کہ خریدار کون تھا؟ امام صاحبؒ کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپنے سارے مال کی قیمت خیرات کر دی جسکی مقدار تیس ۳۰ ہزار درہم تھی اور شریک سے شرکت کو قطع کر لیا"۔ منقول ہے کہ کوفہ کی بکریوں مین ایک بکری غصب شدہ مخلوط ہوگئی تو امام صاحب نے دریافت کیا کہ بکری کی عمر کتنی ہوا کرتی ہی؟ لوگوں نے بتایا کہ سات برس پس امام صاحب نے سات برس تک بکری کا گوشت کھانا چھوڑ دیا (کہ مبادا وہی غصب شدہ بکری ذبح ہو اور اسکا گوشت کھانیکو ملے)۔ انھین دلونمین آپنے ایک سپاہی کو دیکھا کہ اسنے گوشت کھایا اور جو بچا وہ کوفہ کی نہر مین پھینکدیا (جسے مچھلیون نے کھالیا) تو امام صاحبؒ نے مچھلی کی عمر معلوم کر کے اتنی مدت تک مچھلی کا کھانا بھی متروک رکھا۔ یہی وجہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام اپنی ہاتھون کا کسب اور محنت کا کمایا ہوا کھاتے تھے چنانچہ بخاری نے حضرت مقدادؓ بن معدیکرب سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اپنی ہاتھونکے کسب سے بہتر کسینے نہین کھایا۔ اور اللہ کے پیغمبر حضرت داؤدؑ بھی اپنی ہاتھونکی محنت کا کھاتے تھے"۔ اختیار مین مذکور ہے کہ تمامی انبیاء علیہم السلام کسب کیا کرتے اور اسمین سے کھایا کرتے تھے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے کھیتی کی اور خود اسکو پانی دیا خود کاٹا خود گاہا خود پیسا اور خود ہی گوندھا خود اسکی روٹی پکائی اور کھائی۔ حضرت نوح علیہ السلام نجاری کا پیشہ کرتے اور ابراہیم علیہ السلام بزاز تھے۔ داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے اور سلیمانؑ کھجور کے پتون کی ٹوکریان بناتے تھے۔ اور ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بکریان چرائی ہین۔ اور احیاء العلوم مین مذکور ہی کہ حضرات صحابہ بری و بحری تجارت اور کھجور کے باغات مین محنت و مزدوری کیا کرتے تھے۔ یہی حضرات مقتدا و امام ہین لہذا انکا اقتدا کرنا چاہیئے۔ اور اس جماعت کیطرف التفات بھی نہ کرنا چاہیئے جو کسب کے منکر مساجد مین بیٹھگئے کہ لوگون کے مال کیطرف نگاہ ہین دراز کین اور نام رکھا اپنا متوکل حالانکہ وہ متوکل نہین بلکہ حدود شریعت سی باہر نکلے ہوئے ہین کہ ارشاد الٰہی وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ کے لفظون کو تھاما مگر معنے اور حقیقت سے ناواقف رہی کیونکہ اس سے مراد بارش ہی جو پیداوار رزق کا سبب ہے۔ پس اگر آسمان سی رزق اور غلہ بلا کسب کے اترا کرتا تو کسب اور اسباب معاش مین دوڑ دھوپ کرنیکی ہمین تاکید نکیجاتی۔ حالانکہ حق تعالی نے فرمایا ہی فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ پس جب نماز جمعہ ادا ہوچکے تو زمین مین پھیل جاؤ اور فضل خدا یعنی معاش طلب کرو۔ دوسری آیت مین ارشاد ہی لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ تمپر کچھ گناہ نہین اسمین کہ تلاش کرو اپنے رب کا فضل"۔ ابوداؤدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہی کہ ایک انصاری نے حاضر خدمت نبوی ہو کر سوال کیا۔ آپنے فرمایا کہ گھر مین کچھ ہے بھی؟ انصاری نے کہا کہ ہان ایک کمبل ہی کہ کچھ حصہ اسکا بچھا لیتے

ہین اور باقی سب ملکر اوڑھ لیتے ہین۔ اور ایک قعب ہی کہ اسمین پانی پیتے ہین آپ نے فرمایا کہ دونون چیزین میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ لائے اور آپ نے انکو اپنے ہاتھ مین لیکر نیلام کیا کہ کون خرید تا ہی؟ ایک شخص بولا کہ خریدتا ایک درہم مین خریدتا ہون۔ آپ نے فرمایا کہ ہے کوئی جو اس سے زیادہ دے؟ دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا تو ایک شخص نے کہا کہ مین دو درہم مین لیتا ہون۔ آپ نے اسکے حوالہ کیا اور دو درہم اس سے لیکر انصاری کو دیئے۔ اور فرمایا کہ ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر مین ڈالدو۔ اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خریدو اور اسکو لیکر میرے پاس آؤ چنانچہ وہ کلہاڑی لیکر آئے تو آنحضرت نے اپنے ہاتھ سے اسمین لکڑی ٹھونکی اور انصاری کو دیکر فرمایا کہ جاؤ لکڑیان کاٹو اور بیچو اور پندرہ دن تک مین تمکو نہ دیکھون۔ چنانچہ وہ گئے کہ لکڑیان کاٹتے اور بیچتے رہے جب دس درہم کما لئے تو حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے اور چند درہم کا کپڑا خریدا اور چند کا طعام۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمھارے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ بروز قیامت بھیک کا داغ اپنے چہرہ پر لیکر آؤ۔ بھیک مانگنا مناسب نہین مگر تین شخصون کیلئے۔ لاچار محتاج ہو۔ یا وحشت خیز قرض مین دبا ہوا ہو یا دردناک خون کا مرتکب ہوا ہو۔" لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ صاحبزادہ کسب حلال کے ذریعہ سے فقر کو دفع کر کہ جو شخص مفلس ہوجاتا ہی اسمین تین عیب پیدا ہوجاتے ہین۔ دین اسکا پتلا پڑجاتا عقل اسکی کمزور ہوجاتی اور مروت وعزت اسکی جاتی رہتی ہی اور ان تینون سے بڑی بات یہ کہ لوگ اسکو حقیر سمجھنے لگتے ہین۔ حبان بن عبد اللہ سے منقول ہی کہ ہارون رشید خلیفہ سیرگاہ مین مقیم تھے اور انکے ساتھ بنی ہاشم کے ایک شخص سلیمان بن ابی جعفر بھی تھے۔ ہارون رشید نے انسے فرمایا کہ تمھارے پاس ایک گانیوالی کنیز تھی اسے ہمارے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ حاضر ہوئی اور اسنے گایا مگر اسکا گانا خلیفہ کو پسند نہ آیا تو فرمایا کہ تجھے کیا ہوگیا؟ کنیز نے کہا کہ یہ سارنگی میری نہین ہی (اسلئے گانا ٹھیک نہوسکا)۔ خلیفہ نے خادم کو حکم دیا کہ اسکی سارنگی لیکر آئے چنانچہ وہ سارنگی لایا۔ اتفاق سے راستہ مین اسکو ایک بوڑھا شخص ملا جو گٹھلیان چن رہا تھا۔ خادم نے اس سے کہا کہ بڑے میان ہٹو راستہ چھوڑو۔ بوڑھے نے جو سر اوٹھایا تو سارنگی پر نظر پڑی اسلئے اسے چھینکر زمین پر مارا۔ خادم نے بوڑھے کو پکڑ کر چودھری کے حوالہ کیا اور کہا کہ اسکو حراست مین رکھو کہ امیر المومنین اسکو طلب کرینگے۔ اسکے بعد ہارون رشید کے پاس پہونچا اور کہا کہ میرا گذر ایک بوڑھے شخص پر ہوا جو کھجور کی گٹھلیان چن رہا تھا مین نے اس سے کہا کہ راستہ چھوڑ۔ اسنے سر اٹھایا تو سارنگی پر نظر پڑی لہذا مجھسے چھینکر اسکو زمین پر مارا اور توڑ دیا۔ ہارون رشید کو یہ سنکر جوش آیا اور غصہ کے مارے آنکھین سرخ ہوگئین۔ سلیمان بن ابی جعفر نے کہا کہ اے امیر المومنین غصہ ہونے کی کیا ضرورت ہی؟ چودھری کو حکم دیدیجیے کہ اسکی گردن اوڑا کر دجلہ مین پھینکدے۔ ہارون نے کہا کہ نہین اول اسکو بلا کر مناظرہ کرینگے۔ چنانچہ قاصد نے بڑے میان کو پیام پہونچایا

کہ چل امیر المومنین بلاتے ہین۔ بڈھے نے کہا بہت اچھا۔ قاصد نے کہا کہ سوار ہوجا۔ بوڑھے نے کہا کہ نہین پیادہ نہین ہوتا۔ غرض پیدل آیا اور دروازہ محل پر کھڑا ہوگیا۔ ہارون کو جب اطلاع ہوئی کہ بڑے میان آگئے تو مصاحبین سے مشورہ کیا کہ کونسی صورت بہتر ہے؟ جو چیزین خلاف شرع ہمارے سامنے موجود ہین انکو اٹھوا کر بوڑھے کو مجلس مین بلایا جائے۔ یا یہ کہ ہم خود دوسری مجلس مین اٹھ چلین کہ جہان کوئی چیز خلاف شرع نہو۔ مصاحبین نے کہا کہ زیادہ مناسب یہی ہے کہ خود دوسری مجلس مین چل بیٹھین چنانچہ سب باشرع مجلس مین آئے اور بوڑھے کو حاضری کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اندر آئے اس حالتمین کہ انکی آستین مین گٹھلیون کا تھیلا تھا۔ خادم نے بوڑھے سے کہا کہ اسکو آستین سے نکالکر امیر المومنین کے حضور مین چل۔ مگر بوڑھے نے کہا کہ اس سے تو میرا رات کا کھانا چلیگا۔ خادم نے کہا کہ رات کو تجھے ہم کھلا دینگے۔ بوڑھے نے کہا کہ مجھے تمھارے کھانیکی حاجت نہین۔ آخر ہارون نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ خادم نے کہا کہ اسکی آستین مین گٹھلیان موجود ہین مین نے اس سے کہا کہ انکو پھینکدے اور امیر المومنین کے پاس چل۔ ہارون نے کہا کہ نہین رہنے دو۔ اگر نہ پھینکے نہ سہی۔ الغرض بڈھے نے داخل ہو کر سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ ہارون نے کہا کہ بڑے میان جو فعل تمنے کیا اسپر دلیری تمکو کیسے ہوئی؟ بوڑھے نے کہا کہ کونسا کام اور ہارون کو یہ کہتے شرم آتی تھی کہ میری سارنگی کو توڑ دیا (اسلئے باربار یہی کہتا رہا کہ جو بھی تمنے کیا)۔ آخر کار جب ہارون کا زیادہ اصرار ہوا تو بوڑھے نے کہا کہ مین نے تمکو اور تمھارے باپ دادا کو ممبر پر چڑھکر یہ آیت پڑھتے سنا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیہ۔ اللہ حکم کرتا ہے انصاف اور احسان کا اور رشتہ دارون کو دینے کا اور منع فرماتا ہے بیحیائی اور خلاف شرع کام اور ظلم اور زیادتی سے۔ پس چونکہ مین نے خلاف شرع چیز دیکھی لہذا اسکو توڑ دیا۔ ہارون رشید کو اسوقت یہی کہتے بن پڑی کہ اچھا کیا توڑ دیا۔ آخر جب بوڑھا باہر نکلا تو خلیفہ نے خادم کو تھیلی دی اور کہا کہ بوڑھے کے پیچھے پیچھے جا۔ اگر اسکو دیکھے کہ وہ باہر نکلکر کہتا ہے کہ مین نے امیر المومنین سے یون کہا اور امیر المومنین نے مجھسے یون کہا تب تو اسکو کچھ ندیجو اور اگر اسکو دیکھے کہ وہ کسی سے بات نہین کرتا تو تھیلی اسکو دیدیجو۔ چنانچہ خادم دربار سے نکلا تو دیکھا کہ بڈھا ایک گٹھلی مین مشغول ہے جو زمین مین اندر گھسگئی ہے کہ اسکو نکالنے کی کوشش کررہا ہے اور کسی سے بات نہین کرتا۔ خادم نے کہا کہ امیر المومنین فرماتے ہین کہ یہ تھیلی لیلو۔ بوڑھے کہا کہ امیر المومنین سے کہدیجو کہ اسے وہین پہنچا دو جہان سے لی ہے (کہ یہ تمھارا حق نہین بلکہ بیت المال کی چیز ہے)۔ اِتنا کہکر پھر اپنی گٹھلی نکالنے مین عرق ریزی کرنیلگا کہ یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ مین دنیا کی حالت یہ سمجھتا ہون کہ وہ جسکے ہاتھون مین ہے تو جتنی زیادہ ہوتی ہے اسیقدر اسکے افکار اور پریشانیونکو بڑھاتی ہے۔ جو لوگ دنیا کی عزت کرتے ہین وہ انکو ذلیل کرتی ہے اور جنکے نزدیک دنیا حقیر ہے تو دنیا انکی عزت کرتی ہے۔ جب تجکو کسی شے کی ضرورت نہ ہے تو اسے چھوڑ کر الگ ہو

اور وہ مشغلہ اختیار کر جسکا تو محتاج ہے" جاننا چاہئے کہ اخبار میں مذکور ہی سب سے بہتر ذریعہ معاش تجارت ہے اور پھر زراعت اور پھر صناعت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی حرفہ امان ہی فقر و ناداری سے اور بعض علماء نے زراعت کو تجارت پر فضیلت دی ہی کہ زراعت کا نفع عام ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی "مسلمان جو بیج بوتا یا درخت لگاتا ہی کہ اس سے انسان یا چوپایہ یا پرند کھاتا ہی تو وہ اسکے لئے صدقہ بنتا ہی" ہان اپنے نفس پر پوری شفقت کا مقتضا یہ ہی کہ تجارت مین چند باتون کا لحاظ رکھے۔ اوّل جو کمائے اسمین نیت یہ ہو کہ بھیک مانگنے سے بچونگا اور لوگون کے مال کی حرص و طمع سے باز رہونگا اور دین مین اس سے مدد ملیگی اور اہل و عیال کا گذران ہوگا کہ ابو نعیم نے حلیہ مین حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کی ہی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "جسنے حلال دنیا اس نیت سے کمائی کہ بھیک مانگنے سے بچے اور اہل و عیال پر خرچ کرے اور ہمسایہ پر ترس کھائے تو وہ حق تعالی سے ملیگا کہ اسکا چہرہ شب چہاردہم کے چاند کیطرح روشن ہوگا۔ اور جسنے حلال دنیا کو جمع کرنے اور دوسرون پر فخر کرنیکے لئے کمایا تو وہ حقتعالی سے ملیگا کہ وہ اسپر غضبناک ہوگا" دوم بازار دنیا اسکے لئے بازار آخرت سے مانع نہو۔ پس شروع دن تا دوکان پر جانیکے وقت تک بازار آخرت مین رہے یعنی مسجد مین مقیم اور اذکار و اوراد مین مشغول رہے کہ ان لوگون مین شامل ہو جنکے حق مین حقتعالی فرماتا ہی فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ "کہ ان گھرون مین جنکے بلند ہونیکی اور اسکی کہ انمین اللہ کا نام لیا جائے اللہ نے اجازت دی ہی وہ لوگ رہتے ہین جنکو ذکر اللہ سے نہ تجارت غافل بناتی ہی نہ خرید و فروخت" اسکی تفسیر مین مذکور ہے کہ یہ لوگ لوہار اور موچی تھے اور حالت انکی یہ تھی کہ ایک شخص ہتوڑا اٹھاتا یا ستاری چبھوتا اور اذان کی آواز کان مین پڑتی تو اتنا بھی گوارا نکرتا کہ گھن پر مارے یا ستاری باہر نکالے اسیجگہ چھوڑکر فوراً نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ سوم یہ کہ ناپ اور تول مین کمی نکرے کہ حق تعالی فرماتا ہی اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ "پوری ناپ دیا کرو اور نقصان دینے والے نہ بنو" دوسری جگہ ارشاد ہے وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَہُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ "اور سیدھی ترازو تولا کرو اور لوگونکو انکی چیزین ناقص دیا کرو اور زمین مین فساد پھیلاتے نہ پھرو" اور جو شخص کم تولیگا اسکو بربادی لاحق ہوگی کہ حق تعالی فرماتا ہی وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ الآیہ "بربادی ہی ان کمی کرنیوالون کیلئے کہ جب وہ ناپ کر لیتے ہین تو پورا لیتے ہین اور جب ناپکر یا تولکر دیتے ہین تو کم دیتے ہین" یہی وجہ ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی چیز خریدی تو قیمت کے تولنے والے کو فرمایا کہ "تولکر اور جھکتا ہوا دو" ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ ایک اس

بدلے بربادی نہ خریدو۔ اور جب وہ کوئی چیز لیتے تو ایک دانہ کم کرکے لیتے اور جب دوسریکو دیتے تو ایکدانہ بڑھا کر دیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اسپر افسوس جو دانہ کے بدلہ ایسی جنّت کو بیچے جسکا عرض ساتون آسمان اور زمین کی برابر ہے۔" چہارم سچ بولے اور دوکان چلانیکے لئے قسمین نہ کھائے۔ ترمذیؒ نے حضرت عبیدؓ بن رفاعہ سے روایت کی ہے وہ اپنے والد حضرت رفاعہ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے۔ تاجر بروزِ قیامت فاجر بنا کر اٹھائے جائینگے بجز اسکے جو محتاط اور نیکوکار اور سچا رہا۔" اور دارمیؒ نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ راستگو امانت دار تاجر نبیون صدیقون اور شہیدون کیساتھ ہوگا۔" اور مسلمؒ نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ تین شخص ہین کہ ان سے بروزِ قیامت حق تعالیٰ نہ کلام کریگا نہ انکی طرف نظر فرمائیگا نہ انکو پاک بنائیگا اور انکے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ ابوذرؓ نے کہا کہ بڑے نامراد اور خسارہ والے ہین وہ کون لوگ ہین یارسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا کہ ٹخنہ سے نیچے ازار لٹکانیوالا۔ اور احسان جتانیوالا اور اپنی دوکان کو جھوٹی قسمون سے رواج دینے والا۔" صحیحینؒ مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ قسم کھانا دوکان کو رواج دینے والی چیز ہے مگر برکت کو مٹانیوالی۔" اور کاشتکار کو اسکا خیال رکھنا لازمی ہے کہ دوسرے کی ذرّہ برابر زمین بھی ناحق نہ لے کہ ایسا کریگا تو اسکو ساتوین زمین تک دھنسایا جائیگا۔ چنانچہ بخاریؒ نے حضرت سالمؓ سے روایت کی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جسنے زمین کا کچھ ذرا حصّہ بھی ناحق لیا تو اسکو بروزِ قیامت ساتون زمین تک دھنسایا جائیگا۔"

(فائدہ) اگر کوئی کہے کہ اس بیان سے تو یہ معلوم ہوا کہ امور مذکورہ کی رعایت رکھکر کسبِ معاش مین مشغول ہونا افضل ہے۔ اور شرح السنہ مین حضرت جبیرؓ بن نفیر سے مرسلاً مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وحی نہین کی گئی کہ مال جمع کرو اور تاجرین مین ہو۔ ہان یہ وحی کی گئی ہے کہ تسبیح وحمد کرو اپنے رب کی اور سجدہ کرنیوالون مین ہو اور اپنے رب کی عبادت کرو یہان تک یقین حاصل ہوجائے اور حضرت سلمانؓ فارسی سے کسینے عرض کیا کہ ہمین کچھ وصیت کیجئے تو انھون نے فرمایا جس سے ہوسکے کہ حج یا غزوہ کرتا ہوا اور اپنے رب کی مسجد کو آباد رکھتا ہوا مرے تو مناسب ہے کہ ایسا کرے۔ اور تاجر یا خائن بنکر نہ مرے۔" (اس سے معلوم ہوا کہ تجارت وکسب نکرنا افضل ہے) تو جواب جیسا کہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم مین فرمایا ہے یہ ہے کہ لوگونکی طبیعتین مختلف ہوتی ہین۔ لہٰذا مطلقاً یہ کہنا صحیح نہین کہ تجارت ہر شے سے افضل ہے بلکہ اسمین تفصیل ہے کہ تجارت سے یا تو معاش بقدرِ کفایت حاصل کرنا مقصود ہوگا یا ثروت حاصل کرنا یا کفایت

سے زیادہ کمانا - پس اگر کفایت سے زیادہ کی طلب اس لئے نہین ہی کہ مال کو کثیر بنا کر اور جمع کر کے خیرات و صدقات مین صرف کریگا تب تو مذموم ہے کہ دنیا پر متوجہ ہونا ہی اور اسکی محبت ہر خطا کی جڑ ہے - پھر اگر اس تکثیر مال کے ساتھ ظلم اور خیانت کا بھی مرتکب ہوا تو ظلم اور فسق ہی - اور حضرت سلمانؓ کے اس قول سے کہ تاجر و خائن بنکر نہ مر" یہی مراد ہے کہ زیادہ مال کی طلب کے لئے تجارت نکر - لیکن اگر اپنے نفس اور اولاد کیلئے بقدر کفایت معاش حاصل کرنا تجارت سے مقصود ہو اور بھیک مانگ کر بھی اتنا کما سکتا ہو جتنا تجارت سے تو اب بھیک مانگنے سے بچنے کیلئے تجارت کرنا افضل ہوگا - اور اگر سوال کی ضرورت نہ پیش آوے بلکہ بلا سوال ہی اسکو ملتا رہی تب بھی کسب کرنا افضل ہوگا جو کچھ مل رہا ہی وہ اسلیئے مل رہا ہی کہ یہ بزبان حال بھیک مانگ رہا اور اپنے افلاس کی لوگون مین ڈھونڈی پیٹ رہا ہی - پس اپنی حال کو چھپانا اور ہر قسم کی بھیک سے بچنا بیکاری سی بلکہ عبادات بدنیہ مین مشغول ہونے سے بھی افضل و بہتر ہے - ہان کسب کا ترک چار شخصون کیلئے افضل ہی - ایک[1] وہ عابد جو ہر وقت عبادات بدنیہ مین مشغول ہو - دوم[2] وہ شخص جسکو سیر باطنی نصیب ہے اور علوم احوال و مکاشفہ مین عمل قلب حاصل ہو - سوم[3] وہ عالم جو علم ظاہری کی تربیت مین مشغول ہو کہ لوگ اس سے دین کا نفع اٹھاوین مثلاً مفتی یا مفسر یا محدث وغیرہ - چہارم[4] وہ شخص جو مسلمانون کے مصالح عامہ مین مشغول اور انکے امور کا متکفل ہو مثلاً سلطان اور قاضی اور گواہ وغیرہ کہ انکی گذران کے لئے ان اموال سی حصہ نکالا جائیگا جو مصالح عامہ کیلئے فراہم ہون یا ان اوقاف سے ملیگا جنکے مصرف علماء و فقراء ہون - لہذا انکا اپنے کام مین مشغول رہنا کسب معاش مین مشغول ہونیکی بہ نسبت افضل ہوا - اور اسلیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی کی گئی کہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید مین مشغول رہو اور سجدہ کرنیوالون مین ہو - اور یہ وحی نہین ہوئی کہ تاجرون مین سے ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین چارون حالات مذکورہ موجود تھے مع ان اوصاف کے جو احاطۂ بیان سے باہر ہین - اور یہی وجہ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو صحابہ نے آپکو ترک تجارت کا مشورہ دیا کہ مشغولیت تجارت سی ضروریات عامہ مین خلل واقع ہوتا تھا لہذا آپ بیت المال سی بقدر کفایت معاش لیتے تھے اور اسکو فضل سمجھتے تھے - پھر جب وقت وفات آیا تو اسکو بیت المال مین واپس کر دینیکی وصیت فرمائی مگر ابتدا مین اسکا لینا ہی آپنے اولی سمجھا - واللہ اعلم و علمہ اتم -

پچیسوین[25] بصیرت نکاح کا بیان

حق تعالی فرماتا ہی وَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۔ نکاح کرلو جو عورتین بھی تمہین پسند آوین دو دو تین تین اور چار چار" جاننا چاہیے کہ حق تعالی نے حضرت آدمؑ اور حواؑ کو پیدا فرما کر چاہا کہ ان سے اولاد ہو اور مختلف خاندان اور قبائل بنین اور باہم تعارف ہو - چنانچہ فرماتا ہی اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى الایہ - ہمنے تمکو پیدا کیا ایک نر اور مادہ سی اور تمکو خاندان اور قبائل بنایا تاکہ باہم تعارف رہو"

اور یہ فائدہ بغیر نکاح کے حاصل نہین ہوسکتا لہذا نکاح کو حق تعالیٰ نے مشروع اور زنا کو حرام فرمایا نیز نکاح مین اور بھی فوائد ہین۔ اوّل نکاح نوع انسان و نسلِ انسانی کے بقا کا سبب ہے کہ اسکی وجہ سے نہ ایکدوسرے پر ظلم کرتا ہے۔ نہ خون ریزی ہوتی ہے نہ نسب ضائع ہوتے ہین اور جو مسلمان امن و تحفظ نسب کے سبب یعنی نکاح کے حصول کی سعی کریگا تو اسکو کئی اجر حاصل ہونگے اوّل نکاح سے اُمتِ محمدیہ کی جماعت کی تکثیر پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروز قیامت فخر فرمائینگے (کہ میری اُمت تعداد مین بھی سبکی اُمتون سے زیادہ ہے)۔ چنانچہ ابوداؤدؒ نے حضرت معقلؓ بن یسار سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ نکاح کیا کرو ایسی عورتون سے جو شوہر کو محبوب رکھین اور اولاد زیادہ ہو کہ مین تمھاری کثرتِ تعداد سے دوسری اُمتون کا مقابلہ کرونگا۔ دوّم یہ کہ نکاح سے ایسی اولاد حاصل ہونیکا احتمال ہے جس سے مرنیکے بعد نفع پہونچے اور وہ دعا کرے والدین کے لئے چنانچہ مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے عمل بھی ختم ہوجاتے ہین مگر تین عمل جاری رہتے ہین ایک صدقۂ جاریہ دوّم علم جس سے مخلوق نفع اُٹھائے۔ سوّم اولاد صالح کہ مرحوم باپ کے لئے دعا کرے"۔ اور احمدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ ایک نیکوکار بندہ کا جنت مین درجہ بلند فرماتا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب یہ مجکو کیسے ملگیا؟ ارشاد ہوتا ہے اسلئے کہ تمھارے صاحبزادہ نے تمھارے لئے دعائے مغفرت کی ہے سوّم اگر اولاد قبل بلوغ مرجاتی ہے تو بروزِ قیامت والدین کی سفارش کرتی ہے۔" بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب مومن کا مین دُنیوی محبوب (یعنی بیٹا یا بیٹی) قبض کرلون اور وہ صبر کرے تو اسکا معاوضہ جنت کے سوا کچھ نہین"۔ حکایت ہے کہ ایک بزرگ کو نکاح کرنیسے گریز تھا۔ ایکدن سوکر آنکھ کھلی تو یہ کہتے ہوئے اُٹھے میرا نکاح کردو میرا نکاح کردو۔ چنانچہ نکاح ہوا اور کسینے وجہ پُوچھی تو فرمایا کہ عجب نہین حق تعالیٰ اولاد عطا فرماکر اسے قبض فرمالے کہ وہ آخرت مین میرا پیش خیمہ اور وسیلۂ نجات قرار پائے۔ اسکے بعد فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا گویا قیامت قائم ہے اور مین بھی مخلوق کے ساتھ حاضر ہون اور مجھے اتنی شدید پیاس لگی ہے کہ گردن کٹی جاتی ہے۔ اور ساری مخلوق کی پیاس کا یہی حال ہے۔ دفعۃً ہمکو بچے نظر آئے کہ لوگون کے بیچ مین گھستے اور آتے جاتے ہین کہ نورانی رومال انپر پڑے ہین اور نقرئی صراحیان اور طلائی گلاس ہاتھون مین لئے ہوئے جماعتون مین گھُسکر کچھ لوگونکو پلاتے اور اکثر کو چھوڑ جاتے ہین۔ مین نے بھی ایک بچہ کیطرف ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ مین بھی پیاس سے بیتاب ہورہا ہون اسلئے مجھے بھی پلاؤ۔ بچہ نے کہا کہ ہماری جماعت مین تمھارا کوئی بچہ نہین ہے اور ہم صرف اپنے باپ کو پلائینگے مین نے کہا کہ تم کون ہو؟ بچہ نے کہا ہم مسلمانون کے نابالغ مرنیوالے بچے ہین

منجملہ انکے ایک فائدۂ نکاح حق تعالیٰ کے اس ارشاد مین ہی نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ
تمھاری عورتین تمھاری کھیتی ہین پس جسطرح چاہو اپنی کھیتی مین آؤ اور اپنے لئے اولاد کو وسیلۂ مغفرت بنا کر)
آگے بھیجدو" دوسرا فائدہ یہ ہی کہ نکاح سے نظر اور شرمگاہ زنا سے محفوظ رہتی ہی۔ شیخین رح نے حضرت عبداللہ رض
بن مسعود سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اے گروہ نوجوانان جسے نکاح کی استطاعت
ہو اُسے چاہئے کہ نکاح کرلے کہ اس سے نگاہ نیچی اور شرمگاہ باعفت رہتی ہی اور جسمین استطاعت نہو اُسے
روزے رکھنے لازم ہین کہ یہ اُسکا سربند ہی" اور ظاہر ہے کہ زنا گناہِ کبیرہ ہے اور اسیلئے شیطان کا اُسکے لشکر مین اتنا
مقرب نہین بنتا جتنا زنا کرانیوالا شیطان مقرب بنتا ہی۔ چنانچہ صحیحین مین حضرت اسامہ رض بن زید سے روایت
ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ مین عورتون سے زیادہ کوئی فتنہ مردو نکے لئے چھوڑکر نہین جاتا"
مروی ہی کہ ابلیس اطراف زمین مین اپنا لشکر پھیلاتا اور اُن سے کہتا ہی کہ تم مین جو کوئی کسی مسلمان کو گمراہ
کریگا مین اسکے سر پر تاج رکھونگا پس جسکا فتنہ انمین بڑا ہوتا ہی وہی ابلیس کا زیادہ مقرب بنتا ہی چنانچہ
ایک آتا اور کہتا ہی کہ مین فلان شخص کے پیچھے لگا رہا یہان تک کہ اسنے اپنی بی بی کو طلاق دیدی۔ ابلیس کہتا ہے
کہ تو نے کچھ بڑا کام نہین کیا کہ وہ دوسری عورت سے نکاح کرلیگا۔ پھر دوسرا آتا اور کہتا ہی کہ مین فلان مسلمان
کے پیچھے پڑا رہا یہان تک کہ اسکے اور بھائی کے درمیان عداوت ڈالدی۔ ابلیس کہتا ہی کہ تو نے بھی کچھ نہین کیا۔
کہ وہ اس سے صلح کرلیگا۔ پھر تیسرا آتا اور کہتا ہی کہ مین فلان شخص کے ساتھ لگا رہا یہان تک کہ اسنے زنا کرلیا۔
ابلیس کہتا ہی کہ ہان تو نے واقعی کام کیا۔ پس اسکو اپنے پاس بلاتا اور اسکے سر پر تاج رکھدیتا ہی" تیسرا فائدہ نکاح
مین یہ ہی کہ اہل وعیال کے حقوق کی ذمہ داری ومحافظت اور عورتون کی بدمزاجی پر صبر اور انکی اصلاح کی سعی
وکوشش اور انکے لئے کسب حلال کی محنت ومشقت اور تربیتِ اولاد کا مجاہدہ وریاضت ہی۔ کہ ان سب مین
اجرِ عظیم ہے چنانچہ مسلم رح نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ ایک
دینار وہ ہی جسے تو راہ خدا مین خرچ کرے اور ایک وہ ہی جسے غلام آزاد کرنے مین صرف کرے اور ایک وہ ہی جسے
مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ ہی جسے اپنے متعلقین پر خرچ کرے۔ ان چارون مین بڑا اجر اُسی دینار
کا ہی جسے گھر والون پر خرچ کیا" اور شیخین رض نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی ہی کہ میرے پاس سوال کرتی
ایک عورت آئی جسکے ساتھ دو لڑکیان تھین مگر میرے پاس بجز ایک چھوارہ کے کچھ نہ تھا۔ وہی مین نے
اُسے دیدیا اور اُسنے دو ٹکڑے کرکے اپنی دونون لڑکیون کو بانٹ دیا اور خود کچھ نہ کھایا۔ اسکے بعد اُٹھکر چلی
گئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مین نے آپ سے اسکا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص ان
لڑکیون مین مبتلا ہوتا اور انکے ساتھ احسان کرتا ہی تو یہ اسکے لئے جہنم سے آڑ بنجاتی ہین" اور ترمذی رح

نے حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "انسان کا اپنے لڑکے کو ادب سکھانا اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ خیرات کرے" حکایت ہے کہ ایک عابد اپنی بی بی کیساتھ حسنِ معاشرت رکھتے تھے جب بی بی کا انتقال ہو گیا تو لوگون نے ان سے دوسرے نکاح کو کہا مگر انھون نے انکار کیا اور فرمایا کہ تجرد و یکسوئی سے میرے قلب کو راحت ملتی ہے اور خیالات منتشر نہین ہوتے۔ چند روز کے بعد خود درخواست کی کہ میرا نکاح کر دو اور وجہ بیان کی کہ مین نے انتقال زوجہ کے ایک جمعہ بعد خواب مین دیکھا کہ گویا آسمانون کے دروازے کھولے گئے اور امین سے اترکر آدمی لگاتار ہوا مین چل رہے ہین۔ ایک اترتا ہوا میری طرف دیکھکر اپنے پیچھے والے سے کہتا ہے کہ یہی ہے وہ منحوس۔ دوسرا کہتا ہے کہ ہان یہی ہے۔ پھر تیسرا بھی یہی کہتا اور چوتھا اسکی تائید کرتا ہے۔ مجھے ہیبت کے سبب انسے دریافت کرتے ڈر معلوم ہوا۔ مگر جب آخری شخص کا مجھپر گذر ہوا جو کہ نوجوان تھا تو مین نے اس سے پوچھا کہ میان وہ منحوس کون ہے جسکی طرف تم اشارہ کر رہے ہو؟ اسنے جواب دیا کہ تو ہی تو ہے۔ مین نے کہا اسکا کیا سبب؟ اسنے کہا کہ ہم تیرے عمل کو مجاہد فی سبیل اللہ کے اعمال مین شامل کرکے اوپر لیجایا کرتے تھے مگر ایک جمعہ سے ہمکو حکم ہے کہ تیرے عمل کو نیچے رہجانیوالون مین رکھا کرین۔ ہمین خبر نہین کہ تو نے کیا نئی بات کی (جسکا یہ وبال ہے۔ غرض عابد نے نکاح کیا اور دو یا تین بیبیان مدت العمر ان سے جدا نہوئین" اخبار الانبیاء مین مذکور ہے کہ چند آدمی حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئے اور حضرت یونسؑ نے انکی دعوت کی۔ مہمانون نے دیکھا کہ جب آپ گھر مین آتے جاتے ہین تو آپکی عورت زبان درازی سے آپکو ایذا پہونچاتی ہے اور آپ سکوت فرماتے ہین۔ انکو تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تعجب نکرو۔ بات یہ ہے کہ مین نے حق تعالی سے عرض کیا تھا کہ "جو سزا آپ مجھے آخرت مین دینا چاہتے ہین وہ دنیا ہی مین پوری فرما دیجئے۔ تو حق تعالی نے فرمایا کہ تمھاری سزا فلان عورت ہے لہذا تم اس سے نکاح کرو چنانچہ مین نے اس سے نکاح کرلیا اور اس تکلیف پر جسکو تم نے دیکھا صبر کرتا ہون" پھر جاننا چاہیے کہ اختلافِ حالات کی بناپر نکاح کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے کہ اگر زنا مین پڑنیکا اندیشہ ہو اور نکاح کئے بغیر اس سے بچنا ناممکن ہو تو نکاح کرنا فرض ہے۔ اور اگر بی بی پر ظلم و حق تلفی کا خوف ہو تو مکروہ ہے۔ اور اعتدال کی صورت مین حضرت داؤد ظاہری اور انکے ہمخیال علماء کے نزدیک وطی اور نان نفقہ پر قدرت رکھنے والے کیلئے فرض ہے کہ حق تعالی بصیغۂ امر فرماتا ہے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ نکاح کرو جو عورت پسند آئے۔ اور دوسرے مشائخ مین اختلاف ہے مگر اصح یہ ہے کہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ اور ہمارے نزدیک نکاح کرنا اقرب الی العبادۃ ہے اور اسکی مشغولیت اس تجرد و خلوت نشینی سے بھی افضل ہے جو محض عبادت کیلئے ہو مگر امام شافعیؒ کے نزدیک مباح ہے کہ عبادت کیلئے تجرد افضل ہے اور انکی دلیل قول باری وَسَيِّدًا وَحَصُورًا ہے۔ یحییٰ علیہ السلام کی مدح فرمائی کہ باوجود قدرت کے وہ عورت کے پاس نہین گئے۔ کہ حصور کے یہی معنی ہین۔ اور علماءِ حنفیہ کا استدلال شیخینؓ کی روایت سے ہے جو کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے

کہ تین صحابہ آنحضرت کی عبادت کا حال معلوم کرنیکے لئے ازواج مطہرات کے پاس حاضر ہوئے اور جب انکو بتایا گیا تو آپکی عبادت کو گویا انھوں نے قلیل سمجھا اور کہا کہ کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ آپکے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ پس ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کرونگا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ دنکو روزہ رکھا کرونگا کسیدن بھی نہ چھوڑونگا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدہ رہونگا اور کبھی نکاح نکرونگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ انکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم ہی ہو جنھوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ واللہ میں تم سب میں زیادہ اللہ سے ڈرنیوالا اور پرہیزگار ہوں۔ با اینہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جسنے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ میرا نہیں۔" رہا حضرت یحیٰی بن زکریا کا حال سو وہ اُس زمانہ کی شریعت میں افضل اور قابلِ مدح تھا کہ ہمارے مذہب میں رہبانیت منسوخ ہو چکی۔ چنانچہ احمدؒ نے حضرت ابو اُمامہؓ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایک لشکر میں گئے تھے کہ ایک غار پر جسمیں کچھ پانی جمع تھا اور سبزی و شادابی تھی ایک شخص کا گذر ہوا اور انکے دلمیں خیال آیا کہ یہیں قیام کرتا اور دنیا سے علیحدہ رہتا تو بہتر تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکی اجازت چاہی تو آپنے فرمایا کہ میں یہودیت اور نصرانیت دیکر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو آسان حنیفیت دیکر بھیجا گیا ہوں۔ اور قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اللہ کے راستہ میں صبح کا ایک چکر یا شام کا ایک چکر دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور صفِ جہاد میں تمہارا کھڑا ہونا ساٹھ برس کی نمازوں سے افضل ہے۔" حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر اُمت کی رہبانیت ہے۔ اور میری اُمت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔" اور مناسب ہے کہ نکاح میں چند امور کا لحاظ رکھا جائے اوّل بی بی نیکبخت اور دیندار ہو کہ شوہر کے لئے دین و دنیا کی مدد گار رہے شیخین نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ عورت سے نکاح چار وجہ سے کیا جاتا ہے یا اسکے مال کیوجہ سے یا اسکے حسب نسب کیوجہ سے یا اسکے حسن و جمال کیوجہ سے اور یا اسکی دینداری کیوجہ سے۔ پس دیندار پر ہاتھ مارو۔" نزہۃ المجالس میں لکھا ہے کہ بغداد میں ایک شخص نے چچا زاد بہن سے نکاح کیا اور عہد و پیمان کر لیا تھا کہ اسپر دوسری عورت نہ لائیگا۔ ایکدن اسکی دوکان پر ایک عورت نے آکر درخواست کی کہ میرے ساتھ نکاح کر لو۔ اسنے اپنی زوجہ سے جو عہد پیمان کیا تھا اسکا ذکر کیا مگر اس عورت نے جب اصرار کیا اور کہا کہ اچھا ہفتہ میں صرف ایکدن میرے لئے رکھو تو اسنے نکاح کر لیا اور آٹھ مہینے اسی حالت پر گذر گئے۔ ایکدن پہلی بی بی کو شوہر کی کوئی بات اوپری معلوم ہوئی تو اسنے اپنی کنیز کو بھیجا کہ دیکھے شوہر کہاں جاتا ہے؟ اور جب وہ ایک مکان میں داخل ہوا تو کنیز نے پڑوسیوں سے حال دریافت کیا اور انھوں نے کہدیا کہ انھوں نے نکاح کیا ہے۔ کنیز نے واپس آکر حال سُنایا اور عورت نے اُس کنیز کو منع کر دیا

کہ کسیکو خبر نکرے۔ چندروز بعد وہ شخص انتقال کر گیا تو اسکی چچا زاد بہن نے کنیز کو پانچسو دینار دیکر انکی بی بی کے پاس بھیجا کہ یہ اسکو دیجو اور کہیو کہ فلان شخص (یعنی شوہر) کا انتقال ہو گیا خدا تمکو صبر اور صبر کا اجر بخشے اور انہون نے آٹھ ہزار دینار ترکہ مین چھوڑے تھے کہ سات ہزار انکے بچہ کے حصہ مین آئے اور ایکہزار میرے اور تمھارے ہوئے۔ (لہذا پانچسو حاضر کرتی ہون قبول کرو)۔ کنیز جب یہان آئی اور پیام کہسنایا روپیہ پہونچایا تو اسنے ایک کاغذ دیکر کہا کہ روپیہ واپس لیجاؤ اور یہ پرچہ میرے شوہر کی چچا زاد بہن (یعنی سوکن) کو دینا۔ دیکھا تو اسمین مہر کی معافی لکھی ہوئی تھی"۔ عبداللہ واسطی فرماتے ہین کہ مین نے میدانِ عرفات مین ایک عورت کو یہ کہتے سنا مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ "جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنیوالا نہین اور جسے وہ گمراہ کرے اسکو کوئی ہدایت دینے والا نہین"۔ مین سمجھگیا کہ یہ راستہ بھول گئی ہے لہذا مین نے اس سے پوچھا کہ اے عورت کہان سے آرہی ہے؟ اُسنے کہا سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مین سمجھگیا کہ یہ بیت المقدس کی رہنے والی ہے۔ پھر مینے پوچھا کہ آنیکا کیا سبب ہوا؟ اُسنے کہا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا مین سمجھگیا کہ حج کیلئے آئی ہے۔ پھر مین نے پوچھا کہ تیرے شوہر بھی ہے؟ اُسنے کہا وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ مین سمجھگیا کہ بتانا نہین چاہتی۔ پھر مین نے کہا کہ میرے اونٹ پر سوار ہو جاوگی؟ اُسنے کہا وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ مین سمجھ گیا کہ سوار ہو جاوگی۔ پس جب اسنے سوار ہونیکا قصد کیا تو کہا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ مین سمجھ گیا کہ بوجہ عفت کے مجھے ہٹانا چاہتی ہے لہذا مین نے ادھر سے منہ پھیر لیا۔ اور جب وہ سوار ہو گئی تو مین نے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اسنے کہا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ۔ مینے پوچھا کہ تیرے اولاد بھی ہے؟ اُسنے کہا وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ۔ مین سمجھگیا کہ اولاد بھی ہے۔ پھر مین نے پوچھا کہ بچون کے نام کیا ہین؟ اسنے کہا وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ۔ مین سمجھ گیا کہ بچون کے نام موسیٰ اور ابراہیم اور داؤد ہین۔ پھر مین نے کہا کہ انکو کس جگہ تلاش کرون؟ اسنے کہا وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ مین سمجھ گیا کہ وہ قافلہ کے راہبر ہین۔ پھر مینے کہا کہ اے مریم کچھ کھاؤگی نہین؟ اسنے کہا اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ مین سمجھگیا کہ روزہ سے ہے۔ غرض جب ہم اسکے بچون تک پہونچے تو مان کو دیکھکر وہ رونے لگے۔ عورت نے کہا فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ جس سے اشارہ تھا کہ بازار سے کھانا منگاؤ (کہ افطار کا وقت قریب آیا)۔ مین نے بچون سے انکی مان کا قصہ دریافت کیا تو انھون نے کہا کہ تین دن ہوئے ہمراستہ بھول گئی تھین اور انھون نے نذر مانی ہے کہ بجز قرآن کے کوئی کلام نکرینگی (لہذا اپنی ہر ضرورت آیت قرآن کے اشارہ سے ظاہر کرتی ہین)۔

پھر مین نے بچون کو دیکھا کہ رو رہے ہین تو مین نے وجہ پوچھی۔ انھون نے کہا کہ والدہ کی حالت نزع کی ہے۔ مین اسکے پاس گیا اور مزاج پرسی کی تو اسنے جوابدیا وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور پھر انتقال کر گئی۔ اسی رات مین نے اسے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم کہان ہو؟ تو جوابدیا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ یعنی بیشک پرہیزگار جنتون اور نہرون مین ہین سچی نشستگاہ مین شاہ با اقتدار کے پاس ؛، پس اگر یہ حکایت صحیح ہے تو اسمین ہر جگہ پر قرآنمجید کا استعمال محل کلام ہے اور میرے نزدیک یہ شان کلام اللہ کے لائق نہیں "۔ اور اگر بی بی بدکار و فاجرہ ہوئی تو کیسی ہی خاندانی اور مالدار و حسین کیون نہو دنیا مین بھی شوہر کا مُنہ کالا کریگی اور آخرت مین بھی اسکے دل کو پریشان رکھیگی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ واقعی تم عورتونکی چالین بڑی ہین۔ مسلم نے حضرت ابوسعید رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا ایک شیرین اور سبز چیز ہے۔ اور حق تعالیٰ نے تمھین یہان نائب بناکر آباد کیا ہے تاکہ دیکھے کہ کیسے عمل کرتے ہو؟ پس دنیا سے بچو اور عورتون سے بچو کہ بنی اسرائیل کا اول فتنہ انھین کے متعلق تھا ؛، حکایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو تین مقبول دعائین دی گئین ۱ اسکے ایک بی بی تھی جس سے اولاد تھی۔ بی بی نے کہا کہ ان دعاؤن مین سے ایک دعا میرے لئے کردو۔ اسنے کہا بہتر ہے بتا کیا چاہتی ہے؟ اسنے کہا کہ اللہ سے دعا کرو مجھے بنی اسرائیل مین سب سے زیادہ حسین عورت بنادے۔ چنانچہ اسنے دعا مانگی اور وہ ایسی ہی ہوگئی۔ جب عورت کو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل مین اس جیسی کوئی نہین تو شوہر سے رُخ پھیر لیا۔ خاوند کو غصہ آیا اور اب بد دعا کی تو وہ کُتیا بنگئی کہ بھونکنے لگی۔ جب ۲ دو دعائین عورت ہی کے متعلق ہو چکین تو اب بچے آئے اور کہنے لگے کہ ہماری مان کُتیا بنگئی اور لوگ ہمکو عار دلاتے ہین یہ ہم صبر نہین کرسکتے لہذا اللہ سے دعا کرو کہ ہماری مان کو پہلی حالت پر لے آوے۔ چنانچہ اسنے دعا کی اور وہ جیسی تھی پھر ویسی ہوگئی۔ غرض ساری دعائین عورت ہی مین خرچ ہوگئین ؛، حضرت جعفر صادق رض سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص کا معاملہ حق تعالیٰ کیساتھ اچھا تھا۔ انکی بی بی چونکہ نہایت حسین اور صاحب جمال تھی لہذا وہ اسکو قفل مین بند رکھتے تھے۔ ایکدن کوئی جوان اسکی نظر پڑا اور اسکی محبت عورت کے دلمین اور عورت کی محبت نوجوان کے دلمین بیٹھگئی پس عورت نے قفل کی دوسری کُنجی بنائی اور رات یا دنمین جب وقت بھی چاہتا وہ نوجوان اسکے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ مدت دراز تک دونون مخفی ملتے رہے کہ شوہر کو جو کہ بنی اسرائیل مین سب سے زیادہ عابد و زاہد شخص تھا اسکی خبر بھی نہوئی۔ ایکدن بی بی سے کہنے لگا کہ تیرا رنگ میری طرف سے کچھ بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ دلمین طرح طرح کے خیالات آتے ہین مگر اصل سبب نہین سمجھ سکا کہ کیا ہے؟ اور چونکہ جب اسنے اس عورت سے نکاح کیا تھا تو وہ باکرہ اور کواری تھی اسلئے شوہر نے کہا کہ مین چاہتا

کہ قسم کھا کر مجھسے یون کہو کہ میرے سوا کسی شخص سے واقف نہین۔ اور بنی اسرائیل مین قاعدہ تھا کہ ایک پہاڑ کے پاس جا کر اپنے مقدمات فیصل کیا کرتے اور حلف اُٹھایا کرتے تھے۔ وہ پہاڑ شہر سے باہر تھا اور اسکے پاس ایک نہر بہی تھی کہ وہان جا کر جو شخص جھوٹی قسم کھاتا تو وہ ہلاک ہوجایا کرتا تھا۔ عورت نے کہا اگر مین پہاڑ کے پاس چلکر قسم کھالون تب تو تمھارا دل صاف ہوجائیگا؟ شوہر نے کہا کہ ہان بیشک۔ عورت نے کہا کہ بہتر ہے۔ جب تم کہو مین تیار ہون۔ الغرض شوہر جب کسی کام کو گیا تو وہ جوان آیا اور عورت نے سارا قصہ اس سے بیان کر کے یہ بھی ظاہر کیا کہ پہاڑ کے پاس جا کر حلف کرونگی مگر نہ جھوٹے حلف کی ہمت ہے اور نہ حلف سے گریز وانکار کی طاقت ہے۔ نوجوان نے حیران ہوکر پوچھا کہ پھر کروگی کیا؟ عورت نے کہا کہ کل علی الصباح ایک گدھا ساتھ لیکر تم کرایہ والونکے سے کپڑے پہنو اور دروازۂ شہر پر آبیٹھو۔ پہاڑ پر جاتے وقت مین شوہر سے کہونگی کہ گدھا کرایہ پر لیلے لہذا جب وہ تم سے کرایہ کا معاملہ کرے تو جلدی کرنا اور مجھے گود مین اُٹھا کر گدھے پر سوار کر دینا پھر مین اسطرح قسم کھاؤنگی کہ مجھے کسی نے ہاتھ نہین لگایا بجز تیرے اور اس کرایہ والے نوجوان کے۔ جوان نے اسکو پسند کیا اور چلا گیا۔ جب شوہر آیا اور بی بی سے کہا کہ چلو پہاڑ پر قسم کھاؤ تو عورت نے کہا کہ پیدل چلنے کی تو مجھ مین طاقت نہین ہے۔ خاوند نے کہا کہ بہتر ہے باہر چلو۔ اگر کوئی کرایہ والا ملگیا تو تمھارے لئے سواری لیلونگا۔ جب دونون دروازۂ شہر پر آئے تو عورت نے جوان کو منتظر کھڑا دیکھا اور بلند آواز سے پکارا کہ نصف درہم پر پہاڑ تک کے لئے گدھا کرایہ پر دیگا؟ اسنے کہا کہ ہان ہان۔ اور آگے بڑھکر عورت کو اُٹھایا اور گدھے پر سوار کر کے ساتھ ہو لیا۔ پہاڑ تک پہنچکر عورت نے نوجوان سے کہا کہ مجھے گدھے سے اوتار کہ پہاڑ پر چڑھون۔ اور جب نوجوان اسکیطرف بڑھا تو عورت نے اپنے آپکو زمین پر گرا دیا کہ بدن کھلگیا اور نوجوان کو برا بھلا کہنے لگی۔ اسنے کہا کہ واللہ میری تو کچھ خطا نہین ہے۔ اسکے بعد عورت نے پہاڑ کیطرف ہاتھ بڑھا کر اسکو پکڑا اور قسم کھائی کہ جب سے میری اور تمھاری واقفیت ہوئی ہے اسوقت سے نہ تمھاری نگاہ کی طرح کسی انسان نے مجھے دیکھا اور نہ ہاتھ لگایا بجز تمھارے اور بجز اس کرایہ والے جوان کے۔ اسپر پہاڑ کو ایک شدید زلزلہ آیا کہ قریب تھا اپنی جگہ سے ٹل جائے مگر بنی اسرائیل نے اسکو نہ مانا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ انکی چال ایسی ہے کہ قریب ہے اس سے پہاڑ بھی ٹلجائے۔ حیاۃ الحیوان مین علامہ دمیری نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایکمرتبہ ابلیس سے ملاقات ہوئی جو پانچ گدھون کو انپر بوجھ لادکر ہنکار رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ بوجھ کیسے ہین؟ اسنے کہا کہ مال تجارت ہے اور خریدارون کی تلاش ہے۔ آپنے فرمایا کہ کس قسم کا مال تجارت ہے؟ اسنے کہا کہ ایکمین تو ظلم ہے۔ آپ نے کہا کہ اسے کون خریدیگا؟ ابلیس نے کہا کہ سلاطین اور دوسرے مین کبر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے کون خریدیگا؟ ابلیس نے کہا کہ دہقانی لوگ۔ اور تیسرے مین حسد ہے۔ آپ نے

فرمایا کہ اسے کون خریدیگا؟ ابلیس نے کہا کہ علماء۔ اور چوتھے میں خیانت ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کون خریدیگا؟ ابلیس نے کہا کہ تجارت پیشہ سوداگر۔ اور پانچویں میں فریب و مکر ہے۔ آپ نے فرمایا اور اسے کون خریدیگا؟ ابلیس نے کہا کہ عورتیں۔" ابن الہمام فرماتے ہیں کہ کسی عورت کے ساتھ اگر صرف اسکے مال یا حسب یا جاہ کیوجہ سے نکاح کیا جائے تو وہ شرعاً ممنوع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جسنے کسی عورت سے نکاح کیا اسکے جاہ کیوجہ سے تو حق تعالیٰ بجز ذلت کے اسے کچھ نہ دیگا۔ اور جسنے نکاح کیا عورت کے مال کیوجہ سے تو حق تعالیٰ بجز افلاس کے اسے کچھ نہ دیگا۔ اور جسنے نکاح کیا اسکے حسب کیوجہ سے تو حق تعالیٰ بجز رذالت کے اسے کچھ نہ دیگا اور جسنے نکاح کیا کہ بجز حصول عفت و صلہ رحمی و غض بصر کے اور کچھ مقصود نہیں تو حق تعالیٰ زوجین کو برکت عطا فرمائیگا بلکہ اسمیں اسکو اجر بھی ملیگا کہ مسلم نے حضرت ابوذر رضی سے روایت کی ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تمھارے جماع کرنے میں بھی صدقہ کا اجر ہے۔ صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پوری تو کریں اپنی شہوت اور پاویں اسمیں اجر! آپنے فرمایا بھلا اگر حرام جگہ پر قضاء شہوت کرتا تو گناہ ہوتا یا نہیں؟ اسیطرح جب حلال جگہ اسکو صرف کیا تو اسمیں اجر بھی ہوگا۔" دوم یہ کہ عورت فرمانبردار اور تمام امور میں خیرخواہ ہو کہ شوہر جب اسے دیکھے تو مسرور ہو۔ ابن ماجہؒ نے حضرت ابوامامہ رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ کے بعد مومن کیلئے دیندار بی بی سے زیادہ اچھی چیز کوئی نہیں کہ کسی کام کا اسے حکم دے تو وہ تعمیل کرے اور اسکیطرف نظر کرے تو خوش ہو اور اسکے متعلق کوئی قسم کھالے تو عورت اسے پورا کرے۔ اور شوہر کہیں چلا جائے تو پس غیبت اسکی جان و مال کے متعلق خیرخواہ رہے۔" عورت کیلئے اطاعت شوہر اسلئے ضروری ہے کہ حق تعالیٰ نے شوہر کو بی بی کا سر دھرا اور افسر بنایا ہے کہ فرمایا ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ مرد سر دھرے ہیں عورتوں کے۔" اور ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر میں کسیکو حکم دیتا کہ کسیکو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔" پس عورت جسقدر اپنے خاوند کی اطاعت کریگی اسیقدر خوش نصیب ہوگی کہ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رض سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جب عورت پنجگانہ نماز پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور پاکدامن ہو اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔" اور اگر شوہر کی نافرمان ہوئی تو نامراد ذریاںکا ہوئی کہ صحیحینؒ میں حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی مرد اپنی بی بی کو بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے کہ شوہر غصہ کیساتھ رات گذارے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔" اور ایک روایت میں آیا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ جو مرد اپنی بی بی کو بستر پر بلاتا اور وہ انکار کرتی ہے تو آسمان والا اس عورت پر غصہ رہتا ہے جبتک کہ وہ شوہر کو راضی نکرے

ترمذیؒ نے حضرت معاذؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت دُنیا مین اپنے شوہر کو ایذا پہونچاتی ہی تو وہ حور جو (جنّت مین) اسکی بیوی ہی کہتی ہی کہ اسکو ایذا مت پہونچا خدا تجھے قتل کرے یہ تو تیرے پاس چند روزہ مہمان ہی کہ عنقریب ہمارے پاس آنیوالا ہی۔" احیاء العلوم مین حکایت لکھی ہے کہ سیاح زمانہ نے اپنی سیاحت مین حضرت الیاسؑ سے ملاقات کری تو انھون نے نکاح کا امر کیا اور تجرد سی منع فرمایا اور پھر کہا کہ چار عورتون سے نکاح نہ کیجیو۔ خلع والی سے اور شنخی خوران سی۔ اور فاحشہ سے اور نافرمان سی۔ خلع والی سے وہ عورت مراد ہی جو ہر وقت بلا وجہ شوہر سے خلع و علیحدگی کا سوال کرتی رہے۔ اور شنخی خوران وہ جو متاع دنیا پر فخر کرے اور دوسرون پر بڑھے چڑھے۔ اور فاحشہ وہ جو آشناؤن سی واقفکار ہو جسکے حق مین حق تعالے نے وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ فرمایا ہی اور نافرمان وہ جو شوہر پر غالب ہو کام مین بھی اور کلام مین بھی۔" اور ظاہر ہے کہ عورت ناقص العقل پیدا کی گئی ہی کہ اسکی پیدائش پسلی سے ہی اور پسلی مین کجی ہی چنانچہ صحیحینؒ مین حضرت ابوسعید خدریؓ سی مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحی مین عیدگاہ تشریف لائے اور عورتون پر گذر ہوا تو فرمایا کہ ای جماعتِ نسوان خیرات دو کہ مین نے جہنم مین تمکو زیادہ تعداد مین دیکھا ہے عورتون نے کہا کہ یا رسول اللہ اسکی کیا وجہ؟ فرمایا کہ تم لعن طعن زیادہ اور خاوند کے احسانات کا کفران کرتی ہو کہ باوجود عقل اور دین مین ناقص ہو نیکے ہوشیار مرد کی عقل لیجانیوالا تمسی زیادہ مین نے کوئی نہین دیکھا عورتون نے کہا کہ ہمارے دین اور عقل مین کیا نقصان ہی؟ آپؐ نے فرمایا کیا ایک عورت کی شہادت مرد کی شہادت سے نصف نہین ہی؟ عورتون نے کہا کہ بیشک ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ نقصان عقل ہی کا سبب ہے اور عورت بحالت حیض نہ نماز پڑھسکتی ہی نہ روزہ رکھ سکتی ہی۔ عورتون نے کہا۔ ہان یہ بھی ہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ نقصان دین ہی۔" اور صحیحینؒ مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مین عورتونکے ساتھ نرمی و چشم پوشی کی وصیت کرتا ہون کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہین اور پسلی مین بھی سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر کی پسلی ہی اگر اسے سیدھا کرنیکی کوشش کروگے تو وہ ٹوٹ جائیگی اور رہنے دوگے تو ٹیڑھی رہیگی لہذا عورتونکے ساتھ حسن سلوک کی وصیت قبول کرو۔" پس مرد کو لازم ہے کہ عورت سے ملاطفت و نرمی کا برتاؤ کرے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ عورتون سے خوبی کا برتاؤ رکھو۔" اور ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سی روایت کی ہی کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ سفر مین تھی کہ آنحضرتؐ کیساتھ دوڑی اور آپ سے آگے نکل گئی مگر بعد مین جب میرا بدن بھاری ہوگیا اور پھر آپکے ساتھ دوڑی تو آپ جیت گئے اور فرمایا کہ یہ اسکا بدلہ ہی۔" اور صحیحینؒ مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ واللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مین نے دیکھا کہ دروازہ حجرہ پر کھڑے ہوجاتے اور حبشی غلام مسجد مین نیزہ کے کرتب کرتے تو آنحضرتؐ مجھے

اپنی چادر مین چھپا لیتے کہ مین آپکے کان اور گردن کے درمیان سے انکا کھیل دیکھتی اور آپ کھڑے رہتے یہان تک کہ مین خود ہی وہان سے چلی آتی "پس کھیل کی شوقین نو عمر لڑکی کا مرتبہ دیکھو (کہ حضرت کے نزدیک کیا کچھ تھا)" ہان اگر عورت مین کوئی خلاف شرع یا بے غیرتی کی بات دیکھے تو اسکی اصلاح کرے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ الآیہ اور جن عورتون کی نافرمانی کا تمکو خطرہ ہو انکو نصیحت کرو اور ان سے ہمبستری مین علیحدگی اختیار کرو اور انکو مارو۔ پس اگر وہ تمھارا کہنا مان لین تو اب انپر کوئی سبیل "تلاش نکرو" اور مار نیسے مراد وہ مارنا ہے کہ شدید نہو۔ ترمذیؒ نے حضرت عمرؓ بن احوص سے روایت کی ہے کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع مین سُنا کہ اوّل اللہ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا کہ وصیت قبول کرو عورتونکے ساتھ اچھے برتاؤ کی کہ وہ تمھاری قیدی ہین اور اسکے سوا تمھین کوئی اختیار نہین۔ ہان اگر فحش کی مرتکب ہون تو ان سے ہمبستری چھوڑدو اور ایسی مار دو جو گہری نہو۔ پس اگر وہ فرمانبردار بنجاوین تو اب انپر کوئی راہ نہ ڈھونڈو" اور اسکی تائید ابوداودؒ کی روایت سے ہوتی ہے جو حضرت ایاسؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اللہ کی بندیون کو مارا مت کرو۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ عورتین خاوندونکے سر چڑھ گئین اور مار نہ پڑنے کیوجہ سے انکی دلیری بڑھگئی تب آپنے مارنیکی اجازت دی۔ مگر پھر عورتونکی آپکے متعلقین کے پاس بکثرت آمدرفت ہوئی کہ اپنے خاوندون کی شکایت کرتی تھین تب حضرت نے صحابہ سے فرمایا کہ اکثر عورتین میرے گھر آکر اپنے شوہرونکی شکایت کرتی ہین وہ لوگ (جوکہ عورتون کو مارتے ہین) اچھے نہین اور اگر کوئی عورت سیدھی نہو تو بس وہ کرے جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِہِمَا فَابْعَثُوْا الآیہ۔ اور اگر زوجین کی ناموافقت کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ خاوند کے خاندان سے بھیجو اور ایک پنچ عورت کے خاندان سے کہ اگر وہ پنچ اصلاح کا ارادہ کرینگے تو حق تعالیٰ اُن دونون مین موافقت پیدا کردیگا" پھر صلاحیت و اطاعت کے بعد خوبصورتی کا درجہ ہے کہ اس سے دونون مین محبت و الفت رہتی ہے چنانچہ احمد نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ مین نے ایک عورت کو پیام دیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھسے دریافت کیا کہ ایک نظر اسے دیکھ بھی لیا ہے؟ مینے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا ایک نظر دیکھ لینا چاہئے کہ اس سے تم مین موافقت رہنے کی توقع ہے" احیاء العلوم مین لکھا ہے کہ بعض بزرگون نے یہان تک احتیاط کی ہے کہ اپنی بیٹیون کا دکھائی بغیر نکاح ہی نکرتے تھے کہ مبادا دھوکہ دہی نہو۔ حضرت اعمشؓ فرماتے ہین کہ جو نکاح بھی بغیر دیکھے وقوع پاتا ہے اسکا انجام غم اور پریشانی ہوتی ہے" مروی ہے کہ بزمانہ عمرؓ بن الخطاب ایک شخص نے نکاح کیا اور خضاب لگالیا تھا (کہ جوان سمجھا جائے) جب خضاب دھلگیا تو عورت والون نے اُسپر دعوی کیا کہ ہمنے تو جوان سمجھکر نکاح کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے شوہر کو ضرب کی سزا دی اور فرمایا کہ تونے

دھوکہ دیا" مروی ہی کہ حضرت بلالؓ اور صہیبؓ نے ایک عربی خاندان مین پیام نکاح دیا اور جب انسے دریافت کیا گیا کہ آپ کون حضرات ہین؟ تو بلالؓ نے فرمایا کہ مین بلال ہون اور یہ میرے بھائی صہیب ہین۔ اول ہم گمراہ تھے۔ پھر ہمکو حق تعالی نے ہدایت دی۔ پہلے ہم غلام تھے پھر ہمکو حق تعالی نے آزادی بخشی۔ پہلے ہم نادار تھے پھر ہمکو حق تعالی نے تونگر بنایا لہذا اگر نکاح کرو تو الحمد للہ اور اگر سوال رد کرو تو سبحان اللہ عرب نے کہا کہ نہین تمھارا نکاح ضرور ہوگا۔ حضرت صہیبؓ نے فرمایا بھی کہ ای بلال معیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو غزوات کو رنامے ہمسے ہوئے تھے انکا بھی ذکر کر دیا ہوتا مگر حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ خاموش رہو مین نے سچ سچ کہدیا اور سچ ہی سے نکاح ہوگا" تیسری بات یہ کہ عورت اپنی گھر سے باہر نہ نکلے اور غیر مرد اسکے پاس نہ آوین مسلمؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہی۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان عورت کی صورت بنکر آتا ہی پس جب کوئی عورت پسند آئے اور اسکی طرف میلان ہو تو چاہیے کہ اپنی بی بی کے پاس آئے اور مجامعت کرلے کہ اس سے نفس کا میلان جاتا رہیگا" ترمذی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب عورت اور مرد تنہا ہوتے ہین تو تیسرا انمین شیطان ہوتا ہی" نیز حضرت جابرؓ سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جن عورتونکے شوہر پردیس مین ہون انکے پاس نہ جایا کرو کہ شیطان خون کیطرح رگو نمین چلتا پھرتا ہے۔ ہمنے عرض کیا اور آپکے بھی یارسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہان میرے بھی۔ مگر اللہ نے میری مدد فرمائی لہذا مین محفوظ رہتا ہون" پس اگر شوہر نے اجازت دی کہ غیر مرد اسکے پاس آتے ہین تو یہ غیرت اور حمیت کے بالکل خلاف ہی اور غیرت مومن کیلئے ایمان کا ایک ضروری جز ہی۔ صحیحینؒ مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ حق تعالی باغیرت ہی اور مومن کو بھی غیرت آتی ہی اور اللہ کی غیرت یہ ہی کہ مومن اس فعل کا مرتکب نہو جسے اللہ نے حرام کیا ہی" اور صحیحینؒ مین حضرت مغیرہؓ سے مروی ہی کہ سعدؓ بن عبادہ نے کہا کہ اپنی بی بی کے پاس اگر اجنبی مرد کو دیکھ پاؤن تو تلوار سے اسکی گردن اڑا دونگا۔ اسکی اطلاع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ سعد کی غیرت پر کیا تمکو تعجب ہے؟ واللہ سعد سے زیادہ غیرتمند مین ہون اور حق تعالی کو غیرت مجھسے بھی زیادہ ہی اور غیرت الٰہی اسکا سبب ہے کہ ہر چھپی اور کھلی بیحیائی کو حرام فرمادیا اور عذر کو پسند کرنیوالا بھی اللہ سے زیادہ کوئی نہین اور اسیلئے ڈرانے اور بشارت دینے والے پیغمبر بھیجے۔ اور مدح کو پسند کرنیوالا بھی اللہ سے زیادہ کوئی نہین اور اسیوجہ سے حق تعالی نے جنت کو پیدا فرمایا (کہ ہر جنتی اسکی مدح وثنا کریگا)" غیر مرد کو داخلہ کی اجازت دینا بیغیرتی کے علاوہ انجام کار افسوس و پشیمانی کا بھی سبب ہے کیونکہ اسمین خیانت کا مضمون بہت ہے۔ دمیری نے اہل سیر سے نقل کیا ہی کہ بنی اسرائیل مین بزمانہ عیسےؑ ایک شخص اسحاق نام تھا اور اسکی چچا زاد بہن (جو کہ اسکی بی بی تھی) اپنے وقت کی سب سے زیادہ حسینہ تھی

کہ اسحاق اسکا شیدا تھا۔ وہ مرگئی اور اسحاق اسکی قبر کو جا چمٹا کہ ایک مدت گذر گئی مگر اسکے دیدار کا شوق کم نہوا ایکدن حضرت عیسیٰؑ کا اسپر گذر ہوا اور دیکھا کہ وہ اسکی قبر پر بیٹھا رو رہا ہی تو دریافت فرمایا کہ اسحاق کیون رو رہا ہے؟ اسحاق نے کہا کہ ای روح اللہؑ یہ میری چچازاد بہن اور میری بی بی تھی اور مجھے اس سے بیحد محبت تھی۔ اسکا انتقال ہوگیا اور یہ اسکی قبر ہے۔ مجھے اسکے بغیر صبر نہین آتا اور مجھے اسکی جدائی نے ہلاک کر ڈالا حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کیا تو چاہتا ہی کہ مین باذن خدا اِسے زندہ کردون؟ اسحاق نے کہا کہ ہان یا روح اللہ۔ آپ قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ ای صاحب قبر بحکم خدا اُٹھ کھڑا ہو۔ پس قبر شق ہوی اور ایک سیاہ فام غلام جسکے ناک کے نتھنون اور آنکھون اور چہرہ کے سوراخون سی آگ نکل رہی تھی یہ کہتا ہوا اُٹھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عیسیٰ رُوحُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُهٗ وَعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اسحاق نے کہا کہ ای روح اللہ یہ وہ قبر نہ تھی جسمین میری زوجہ مدفون ہوی اور دوسری قبر کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ بلکہ وہ تو یہ ہی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیاہ فام کو واپسی کا حکم دیا اور وہ مُردہ ہوکر گر پڑا۔ پھر آپ نے اسکی قبر مین اسکو دفن کیا اور دوسری قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ ای صاحب قبر بحکم خدا اُٹھ کھڑا ہو۔ پس ایک عورت اپنے مُنہ سے مٹی جھاڑتی ہوی اُٹھی تو حضرت عیسیٰؑ نے دریافت کیا کہ یہی ہے تیری بی بی؟ اسحاق نے کہا کہ جی ہان یہی ہی یا روح اللہ۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے اسکا ہاتھ پکڑ اور لیجا۔ چنانچہ وہ اسکو لیکر چلا گیا۔ پھر اسحاق پر نیند کا غلبہ ہوا اور عورت سے کہنے لگا کہ تیری قبر پر جاگتے جاگتے مرتا ایسا ہو جاتا ہون کہ ذرا آرام کرلون۔ عورت نے کہا بہتر ہے۔ پس اسحاق اُسکی ران پر اپنا سر رکھکر سو گیا۔ اسکے سوتے مین ایک شاہزادہ کا عورت پر گذر ہوا جو صاحب حُسن وجمال اور حسین تھا اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار تھا۔ عورت اسکو دیکھکر فریفتہ ہوی اور اُٹھکر اسکی طرف لپکی۔ شاہزادہ کی نظر عورت پر پڑی تو وہ بھی اسکے دلمین گھر کر گئی۔ پس عورت نے آکر کہا کہ مجھے اپنے ساتھ لیچلو۔ شاہزادہ نے اُسے اپنے گھوڑے پر پیچھے کی طرح سوار کرلیا اور دونون وہان سے چلدیئے۔ اسحاق کی آنکھ کھُلی تو عورت کو نہ پایا اور اسکی تلاش مین گھوڑے کے نقش قدم پر چل پڑا یہان تک کہ دونوکو گھوڑے پر سوار پالیا اور شاہزادہ سے کہا کہ میری بی بی اور چچازاد بہن مجھے دیدو۔ عورت نے اسحاق کے شوہر ہونیکا انکار کیا اور کہا کہ مین تیری بی بی نہین بلکہ شاہزادہ کی کنیز ہون۔ اسحاق نے جوابدیا کہ نہین تو تو میری بی بی اور چچازاد بہن ہی۔ عورت نے کہا کہ مین تو تجھے پہچانتی بھی نہین۔ اور مین تو شاہزادہ کی لونڈی ہون۔ تب شاہزادہ نے اسحاق سی کہا کہ میری کنیز کو کیا تو بگاڑنا چاہتا ہی؟ اسحاق نے کہا کہ واللہ یہ تو میری بی بی ہے اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم نے اسکے مرنیکے بعد بحکم خدا اسکو زندہ کیا ہی۔ الغرض وہ اسی منازعت مین تھے کہ حضرت عیسیٰؑ آپہونچے۔ اسحاق نے آپکو دیکھکر کہا کہ ای روح اللہ کیا یہ میری بی بی نہین ہی۔ جسے آپنے بحکم خدا زندہ کیا تھا؟ آپنے فرمایا کہ ہان وہی ہی۔ عورت نے کہا کہ اے روح اللہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہی۔ مین تو شاہزادہ کی کنیز ہون

اور شاہزادہ نے بھی کہا کہ ہان یہ تو میری کنیز ہے۔ حضرت عیسےٰ ع نے فرمایا کیا تو وہی نہین ہی جسے باذن خدا مینے زندہ کیا تھا؟ عورت نے کہا کہ نہین واللہ اے روح اللہ مین وہ نہین ہون۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جو ہمنے تجھے دیا وہ واپس لیگئی یہ سنتے ہی وہ مردہ ہوکر گر پڑی اور اسکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہی جسے حقتعالی نے کفر پر موت دی اور پھر اسکو زندہ کیا اور اسلام پر موت دی وہ اُس حبشی غلام کو دیکھے۔ اور جو ایسی عورت کو دیکھنا چاہے جسے حق تعالیٰ نے ایمان پر موت دی اور اسکو زندہ کیا اور کفر پر موت دی تو وہ اُس عورت کو دیکھے۔" اسکے بعد اسحاق نے اللہ سے عہد کیا کہ کبھی نکاح نکریگا اور جنگل و بیابان مین روتا ہوا عمر بھر پھرتا رہا۔" البتہ غیرت کسی شک و شبہ کیجگہ ہو لی چاہئے کہ بلا وجہ ہونا برا ہے۔ نسائی رح نے حضرت جابر بن عتیک سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ ایک غیرت حق تعالیٰ کو محبوب ہی اور ایک غیرت حق تعالیٰ کو ناپسند ہی پسند وہ ہی جو شبہ کیموقع پر ہو اور ناپسند وہ ہی جو بلاوجہ ہو۔ اسیطرح ایک تفاخر اللہ کو ناپسند ہے اور ایک تفاخر پسند ہی۔ تو جو تفاخر پسند ہے وہ جہاد کے موقع پر ہے یا صدقہ کیوقت دوسرون سے بڑھنا اور ناپسند وہ ہی جو بطور فخر و تکبر ہو۔ اور ایک روایت مین ہی کہ ناپسند تفاخر وہ ہی جو ظلم و زیادتی کیلئے ہو۔" ہان اگر عورت کو باہر جانیکی ضرورت پیش آوے تو جانیکی اجازت ہی۔ مگر پردہ کیساتھ چادر مین لپٹی ہوئی کہ عطر وغیرہ کی خوشبو نہ لگائے ہو۔ حق تعالیٰ فرماتا ہی یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ الآیہ اے پیغمبر کہدو اپنی بیبیون اور بیٹیون اور مسلمانونکی بیبیون سے کہ اپنی چادرون کو اپنے بدن پر لپیٹ لیا کرین یہ زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائین پس ایذا نہ پہونچائی جائین۔" اور ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ رض سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ ہر آنکھ زنا کرتی ہی۔ اور عورت جب عطر لگا کر مجمع پر گذرے تو وہ ایسی ہی۔ ایسی ہی۔ یعنی فاحشہ ہی۔" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو مسجدونمین جانیکی اجازت دی تھی مگر اِس زمانہ مین بوڑھی عورتون کے سوا سب کے لئے ممنوع ہی کہ بزمانہ صحابہ رض بھی ممانعت کو پسند کر لیا گیا تھا۔ بلکہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسکا علم ہو جاتا جو آپکے بعد عورتون نے طرز اختیار کیا تو آپ بھی انکو باہر نکلنے کی ممانعت فرماتے۔" ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رض سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتون کو مسجدونمین آنیسے نہ روکو۔ ہان پھر بھی انکے گھر انکے لئے بہتر ہین۔" چہارم یہ کہ عقد نکاح مسجد مین ہو۔ اور دف بجا کر اعلان کر دیا جائے کہ ترمذی نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی ہی فرمایا

لہ یعنی چادر یا برقع اوڑھکر نکلنے سے پتہ لگ جائیگا کہ شریف زادیان اور پردہ نشین ہین۔ یا ہر پھرنیوالیان باندیان نہین ہین لہذا کوئی شخص اس شناخت کے بعد ایسی حرکت نکر سکیگا جس سے انکو ایذا پہونچے ۱۲ مترجم

لہ اس سے معلوم ہوا کہ بزمانہ نبوت بھی عورتونکا مسجد مین جانا گو غلبۂ صلاح اور ضرورت حصول برکات کیوجہ سے جائز تھا مگر اندیشۂ فتنہ کیوجہ سے بہتر نہ تھا۔ لہذا بعد مین صلاح کے کم اور ضرورت کے گم ہونیکی وجہ سے پردہ مین بیٹھا رہنا ضروری اور مساجد تک مین جانا ممنوع ہو گیا ۱۲ منہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نکاح کا اعلان کرو۔ اور مسجدون مین کرو۔ اور دف بجایا کرو۔" ابن ماجہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک عزیز انصاریہ کا نکاح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پوچھا کہ لڑکی کو رخصت کر دیا؟ عزیزون نے کہا کہ ہان کر دیا۔ آپنے فرمایا اُسکے ساتھ کسی گانیوالی لڑکی کو بھی بھیجا؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ نہین۔ آپنے فرمایا کہ انصار مین عشقیہ رنگ ہے اسلئے بہتر تھا کسیکو بھیجدیتے جو کہتا اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ۔" پھر نکاح کے بعد حسب استطاعت ولیمہ کرے کہ صحیحین مین حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (کے کپڑون پر زردی کا دھبہ دیکھکر پوچھا کہ یہ کیسا ہے؟ عرض کیا کہ مین نے کھجور کی گٹھلی کے ہموزن سونے پر ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ آپنے فرمایا کہ حق تعالیٰ مُبارک فرمائے۔ ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو۔" اور ولیمہ پہلے دن ہونا چاہیئے یا دوسرے دن کہ ترمذی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن کا ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن کا سنت اور تیسرے دن کا محض سُنانیکے لئے (کہ لوگ مُنکر تعریفین کرین) اور جو سناویگا برتاؤ کریگا حق تعالیٰ بھی اُس سے سُناویگا برتاؤ کریگا۔" اور ولیمہ مین اُمراء و فقراء سبکو بلائے کہ صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرا کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جسمین امرا کو بُلایا جاوے اور فقراء کو چھوڑا جائے۔ اور جسنے ضیافت قبول نہ کی اُسنے اللہ و رسول کی نافرمانی کی۔" اور ضیافت ولیمہ کا قبول کرنا واجب ہے کہ مسلم نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت مین کوئی شخص بُلایا جائے تو ضرور قبول کرے۔ پھر چاہے کھائے اور چاہے نہ کھائے۔" ہان ضیافت فخر و نمود کے لئے ہو تو قبول نہ کرے کہ احمد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تفاخر کرنے والونکی نہ ضیافت قبول کیجائے نہ کھانا کھایا جائے۔" احمد کہتے ہین کہ وہ شخص مُراد ہین جو فخر و نمود کے لئے ایک دوسرے پر بڑھنا چاہین۔ اسیطرح فاسق کی ضیافت نہ قبول کیجائے کہ بیہقی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ ضیافت فساق کھانیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔" اسیطرح جہان خلاف شرع کام ہو رہا ہو وہ ضیافت قبول نہ کیجائے۔ ابن ماجہ نے حضرت سفینہؓ سے روایت کی ہے حضرت علیؓ نے ایک شخص کو مدعو کیا اور کھانا پکوایا۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی بُلا لیجئے کہ ہمارے ساتھ نوش فرما لیتے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کو بھی بُلایا اور آپ تشریف لائے۔ چوکھٹ پر ہاتھ رکھا تو پردہ

لہ یعنی چادر یا بُرقع اوڑھکر نکلنے سے پتہ لگجائیگا کہ شریف زادیان اور پردہ نشین ہین۔ باہر پھرنیوالی یا مذیان نہین ہین۔ لہذا کوئی شخص اس شناخت کے بعد ایسی حرکت نکر سکیگا جس سے انکو ایذا پہونچے ۱۲ مترجم ۲ؔ اس سے معلوم ہوا کہ بزمانہ نبوت عورتون کا مسجد مین جانا گو غلبہ صلاح اور ضرورت حصول برکات کیوجہ سے جائز تھا مگر اندیشہ فتنہ کیوجہ سے بہتر نہ تھا لہذا ابعد مین صلاح کے کم اور ضرورت کے گم ہونیکی وجہ سے بھی پردہ مین بیٹھا و بنا ضروری اور مساجد تک مین جانا ممنوع ہوگا) ۱۲ منہ

نظر پڑا جو (آرائش کی غرض سے) گوشہ مکان میں لٹکا ہوا تھا۔ یہ دیکھکر آپ واپس ہو گئے۔ فاطمہؓ کہتی ہیں کہ میں آپکے پیچھے گئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ واپس ہونیکی کیا وجہ ہوئی؟ آپ نے فرمایا کہ نبی کو ایسے گھر میں داخل ہونا زیبا نہیں جہاں نقش و نگار ہوں" اور بغیر بلائے کھانیکے لئے جانے سے بچو کہ ابوداود نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جو شخص ضیافت میں بلایا گیا اور نہ گیا۔ اسنے اللہ و رسول کی نافرمانی کی اور جو بغیر بلائے گیا وہ چور بنکر گیا اور ڈاکو بنکر نکلا۔ صحیحین میں حضرت ابن مسعودؓ انصاری سے مروی ہے کہ ابو شعیب انصاری نے اپنے غلام سے کہ نان پز تھا پانچ مہمانوں کا کھانا پکانیکے لئے کہا کہ مع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ آدمیوں کی دعوت کرنا چاہتے تھے۔ جب کھانا تیار ہوا (اور حضرت تشریف لائے تو) فرمایا کہ اے ابو شعیب ایک شخص ہمارے پیچھے لگ لیا ہے اگر چاہو تو اجازت دو اور چاہو چھوڑ دو۔ ابو شعیب نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ اسکو بھی اجازت ہے" پنجم بیبیوں میں عدل کرے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ بالکل ایک طرف نہ جھک پڑو کہ دوسری کو گویا ادھر میں لٹکا ہوا چھوڑ دو۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جسکے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ عدل نہ کرے تو قیامت کے دن آئیگا کہ ایک جانب اسکی (فالج زدہ شخص کیطرح) گری ہوئی ہوگی" اور بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مرض وصال میں دریافت کرتے تھے کہ کل کہاں ہونگا؟ اور پرسوں کہاں ہونگا؟ آپ کا مقصود حضرت عائشہؓ کی باری کا دن دریافت کرنا تھا۔ پس ازواج مطہرات نے آپکو اجازت دی کہ جہاں خواہش ہو وہاں قیام فرماویں چنانچہ آپ حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے آئے حتی کہ وہیں وصال فرمایا" اور عدل و مساوات صرف باری اور نفقہ کے متعلق ہے کہ محبت اور میلان قلب میں مساوات کرنا طاقت بشریہ سے خارج ہے پس اسمیں مساوات نہوئی تو شوہر سے مواخذہ نہوگا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ اور تم میں ہرگز طاقت نہیں کہ عورتوں میں (ہر قسم کا پورا عدل کرسکو" ابوداود نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں میں باری مقرر کرتے۔ اور مساوات رکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے پس اسپر مجھے ملامت نہ کیجو۔ جو میرے اختیار اور طاقت بشریہ سے باہر ہے اور تیرے اختیار میں داخل ہے"۔ پھر اگر دو ہاجن کے بعد کنواری سے نکاح کرے تو اسکے پاس سات دن رہکر باری تقسیم کرے۔ اور اگر دو ہاجن ہی سے نکاح کرے تو تین دن اسکے پاس رہکر پھر باری تقسیم کرے کہ صحیحین میں ابو قلابہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ سنت یہ ہے جب دو ہاجن پر کنواری

دلھن لائے تو سات دن اُسکے پاس رہکر باری تقسیم کرے۔ اور جب دُہاجن کو منکوحہ بنا کر لائے تو اسکے پاس تین دن رہکر پھر تقسیم کرے" ابو قلابہ کہتے ہین کہ مین چاہون تو کہسکتا ہون کہ حضرت انس رضؓ نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا (اور یہ حکم مذکور آنحضرتؐ ہی کا فرمایا ہوا ہے) واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

چھبیسوین بصیرت جہاد کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ "جو لوگ قتل کئے گئے اللہ کے راستہ مین انکو مُردہ مت سمجھ بلکہ وہ زندہ ہین کہ رب کے پاس انکو رزق دیا جاتا ہے۔ خوش ہین اسمین جو اللہ نے انکو عطا فرمایا اپنے فضل سے" تفسیر خازن مین لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت شہداء اُحد کے بارہ مین نازل ہوئی اور روایت ابن عباس بھی اسپر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ تمھارے بھائی جب اُحد مین شہید ہوئے تو حق تعالیٰ نے انکی روحونکو سبز پرندون کا لباس دیا کہ جنّت کی نہرون پر جائین اور جنّت کے پھل کھائین اور آن زرین قندیلون مین بسیرا کرین جو عرش کے سایہ مین لٹکی ہوئی ہین۔ جب انکو اپنے خور و نوش اور خوابگاہ کی راحت ملی تو کہنے لگے کہ ہے کوئی جو ہمارے (زندہ) بھائیون کو ہمارا یہ پیام پہنچائے کہ ہم جنّت مین زندہ ہین تاکہ وہ جنّت سے بے پروا نہ ہنین اور جنگ کیوقت مُنہ نہ پھیرین۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھارا پیام انکو مین پہنچاؤنگا اور یہ آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ الایہ نازل فرمائی" اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جسنے راہِ خدا مین جہاد کیا اور اسکی رضاجوئی مین جان دی تو اسکے صلہ مین حق تعالیٰ نے دنیا کی دنیا کی حیات فانیہ سے زیادہ راحت بخش اور دائمی حیات طیبہ اور وہ نعمتین عطا فرمائین جنکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ چنانچہ آیت جو تلاوت کی گئی ہے وہ اسپر دلالت کر رہی ہے۔ اور خازن مین مروی ہے کہ حضرت معاویہ نے جب قبور شہداء کے اوپر نہر جاری کرنی چاہی تو اعلان عام کیا۔ ان شہداء مین جو کسیکا عزیز ہو وہ اسکی نعش کو نکال کر دوسری جگہ دفن کردے حضرت جابر رضؓ کہتے ہین کہ اسپر ہمنے اپنے اقارب کو نکالا تو انکے بدن تر و تازہ پائے۔ انمین سے ایک کی اونگلی پر کُدال پڑی تو خون بہہ پڑا۔ بغوی نے بلا سند حضرت عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب احد سے واپس ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر پر گذر ہوا جو قتل ہوئے پڑے تھے۔ آپنے ٹھیر کر انکے لئے دُعا کی اور پھر یہ آیت پڑھی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ "مومنین مین بعض وہ ہین جنھون نے سچا کر دیا وہ عہد جو اللہ سے کیا تھا" اسکے بعد آپنے فرمایا مین گواہ ہون کہ یہ شہداء روز قیامت اللہ کے پاس گواہ بنینگے۔ انکے پاس آکر انکی زیارت کیا کرو اور سلام پڑھا کرو کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے تا قیامت جو کوئی بھی انکو سلام کریگا یہ اسکا جواب دینگے" بلکہ شہید

اپنے اللہ سے تمنا کرتا ہے کہ دنیا مین دوبارہ اسکو بھیجدے کہ دوبارہ راہِ خدا مین اسکو قتل کیا جائے۔ چنانچہ ترمذی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے ملے در انحالیکہ مین مغموم بیٹھا تھا۔ آپنے پوچھا کیا سبب ہے کہ تمکو شکستہ دل دیکھ رہا ہون؟ مین نے کہا کہ یا رسول اللہؐ والد صاحب جنگ اُحد مین شہید ہوگئے اور اہل و عیال بھی چھوڑی اور قرض بھی چھوڑا۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمھارے باپ سے جسطرح ملاقات کی اگر کہو تو وہ خوش خبری سُناؤن؟ مین نے عرض کیا کہ ضرور سُنائیے۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے تو پس پردہ کلام فرمایا مگر تمھارے والد کو زندہ کرکے بالمواجہہ بات کی اور فرمایا کہ اے میرے بندے خواہش ظاہر کر کہ مین عطا کرون۔ تمھارے والد نے کہا کہ اے رب میری تمنّا یہ ہے کہ آپ مجھے زندگی بخشین کہ دوبارہ قتل کیا جاؤن۔ حقتعالیٰ نے فرمایا یہ حکم تو نافذ ہو چکا کہ دنیا کی طرف دوبارہ واپسی کسیکی نہوگی۔" پس یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا الایہ" اور شہید فرشتون سے کہتا ہے کہ ہماری قوم کو پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے پس وہ ہمسے راضی ہوا اور ہمین راضی کر دیا۔" صحیحین مین منقول ہے کہ قبیلہ رعل و ذکوان اور بنی لحیان نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہی تو آپنے وہ ستر انصاری انکے ساتھ کر دئے جنکا نام ہمنے قُرّاء رکھا تھا کہ دن بھر لکڑیاں کاٹتے اور رات بھر نمازین پڑھتے تھے جب وہ حضرات بیر معونہ پر پہونچے تو لیجانیوالون نے انکے ساتھ غدر کیا اور انکو شہید کر دیا۔ اسکی اطلاع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو مہینہ بھر تک آپنے صبح کی نماز مین قنوت پڑھی کہ قبائل رعل و ذکوان اور عصیہ و بنی لحیان پر بد دعا فرماتے تھے حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ان قراء کے متعلق مدتون ہمنے آیت قرآن پڑھی جو بعد مین منسوخ ہوگئی اور وہ یہ تھی بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ہماری قوم کو پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے پس وہ ہمسے خوش ہوا اور ہمکو خوش کر دیا۔ انکا قصہ محمد بن اسحاق نے مشائخ اہل علم سے روایت کیا ہے یہ ہے کہ ابو براء یعنی عامر بن مالک بن جعفر نے جسکا خطاب مُلَاعِبُ الْاَسِنَّہ (نیزون کی بھال سے کھیلنے والا) تھا اور جو بنی عامر بن صعصعہ کا سردار تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر کچھ ہدیہ پیش کیا مگر آپنے قبول نکیا اور فرمایا کہ مین مشرک کا ہدیہ قبول نہین کرتا۔ پھر آپنے اسپر اسلام پیش کیا اور اسلام کے منافع اور جو نعمتین اہل اسلام کیلیے حق تعالیٰ نے تجویز فرمائی ہین بیان فرمائین اور قرآن پڑھکر سُنایا۔ مگر وہ نہ تو اسلام لایا اور نہ صاف انکار کیا بلکہ یون کہا کہ اے محمدؐ جس مذہب کیطرف تم بلاتے ہو واقعی وہ جمیل ہے پس اگر اپنے چند صحابہ کو اہل نجد کیطرف بھیجدو کہ تمھارے مذہب کی انکو دعوت دین تو اُمید ہے کہ وہ تمھاری بات قبول کرلین آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے اپنے صحابہ پر اہل نجد کیطرف سے اندیشہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ اسکا ذمہ مین لیتا ہون۔ کچھ اندیشہ نہ فرمائیے اور انکو ضرور بھیجیئے کہ وہ آپکے مذہب کی انکو دعوت دین چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی سعد کے ایک شخص منذر بن عمرو کو مع ستر حضرات کے جو بہترین مسلمین تھے اور جنکو قراء کہا جاتا تھا اسکے ساتھ روانہ کر دیا انہین مین حضرت حرث بن صمہ

اور حرام بن ملحان اور عروہ بن اسماء بن الصلت اور نافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی اور حضرت ابوبکرؓ کے آزاد شدہ غلام عامر بن فہیرہؓ بھی تھے۔ یہ قصہ ماہ صفر ۴ھ میں غزوۂ احد کے چار مہینہ بعد پیش آیا۔ بالغرض وہ حضرات رخصت ہوکر جب بیر معونہ میں اُترے جو کہ ارض بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان واقع ہے۔ تو باہم مشورہ کرنے لگے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم کا پیام کون پہنچائے؟ حرام بن ملحان نے کہا کہ میں پہنچاؤنگا چنانچہ رسول اللہ صلعم کا والانامہ جو کہ اس بستی کے سردار کے عامر بن طفیل کے نام تھا ساتھ لیا اور ان لوگوں کے پاس آئے تو عامر بن طفیل نے والانامہ پر نگاہ بھی نہ ڈالی حضرت حرام بن ملحان نے کھڑے ہوکر کہا کہ اے باشندگان بیر معونہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں کہ تمکو پیام پہونچاتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بندہ اور رسول ہیں۔ پس ایمان لے آؤ اللہ اور اسکے رسول پر" یہ سنکر گوشۂ مکان سے ایک شخص نیزہ لئے ہوئے نکلا اور حضرت حرام کی کوکھ میں مارا کہ دوسری جانب نکل گیا حضرت حرام نے یہ کہتے ہوئے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں اپنی مراد کو پہونچا" گر گئے۔ پھر عامر بن طفیل نے بنی عامر کو آواز دی کہ مسلمانوں کو قتل کریں مگر انھوں نے اطاعت نکی اور کہا کہ ابو براء کی ذمہ داری میں ہم غدر نکرینگے کہ ہمارا ان سے عہد وپیمان ہے۔ تب عامر نے بنی سلیم کے قبیلان عُصَیّہ اور رِعل اور ذکوان کو آواز دی اور وہ اسکی آواز پر دوڑ پڑے۔ مسلمانوں پر چھا گئے اور انکی سواریوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ قراء نے جب یہ حال دیکھا تو خود بھی تلواریں نکال لیں اور اتنا لڑے کہ سب شہید ہوگئے۔ بجز کعب بن زید کے کہ انمیں رمق باقی تھی مگر دشمن (مردہ سمجھکر) انکو چھوڑ گئے تھے سو وہ مدتوں زندہ رہکر غزوۂ خندق میں شہید ہوئے قراء میں دو صحابی یعنی حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور ایک قبیلۂ بنی عمرو بن عوف کے انصاری کہ جو کہ چرانیکے لئے اونٹوں کو لیکر جنگل گئے ہوئے تھے اس سانحہ کی اسطرح خبر ہوئی کہ پرندوں کو قیام گاہ پر اڑتا ہوا دیکھا۔ سلئے کہنے لگے کہ واللہ انکے اڑنیکی تو کوئی خاص وجہ ہے۔ پھر وہ دونوں اسطرف آئے کہ دیکھیں کیا قصہ ہوا؟ دیکھا تو سارے رفقا کو خون میں ڈوبا ہوا اور سواریوں کو جو دشمن کے قبضہ میں آچکی تھیں کھڑا ہوا پایا۔ پس انصاریؓ نے عمرو بن امیہ سے کہا کہ فرمائیے کیا رائے ہے؟ عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلکر اطلاع کرنی چاہئے۔ انصاری نے کہا کہ لیکن میں تو منذر بن عمرو کے مقتل سے ہٹنا نہیں چاہتا چنانچہ دشمنوں سے جنگ کرنے لگے اور آخر وہ بھی وہیں شہید ہوگئے۔ عمرو بن امیہ کو زندہ گرفتار کرلیا گیا مگر جب دشمنوں کو معلوم ہوا کہ وہ قبیلہ مضر کے ہیں تو عامر بن طفیل نے انکو چھوڑ دیا اور عامر کی ماں نے ایک بردہ آزاد کرنیکی جو منت مانی تھی اسمیں حضرت عمرو کو انکی پیشانی کے بال کاٹکر آزاد کردیا۔ عمرو بن امیہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا قصہ سنایا حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ ابو براء کا کام معلوم ہوتا ہے اور مجھے پہلے ہی ناگوار گذرا اور اندیشہ ہوا تھا۔ ابو البراء کو یہ خبر پہونچی تو چونکہ درحقیقت وہی قراء کو اپنی ذمہ داری پر لایا تھا اسلئے عامر بن طفیل کے غدر اور اسکی وجہ سے آنحضرت کو جو تکلیف پہونچی اسکا بہت رنج ہوا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ بھی انھیں شہداء بیر معونہ میں تھے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ عامر بن طفیل پوچھا کرتا تھا کہ وہ کون تھا جسے قتل ہونیکے بعد میں نے آسمان و زمین کے درمیان چڑھتے ہوئے دیکھا کہ آسمان سے بھی گویا پرے نظر آیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ عامر بن فہیرہ تھے۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ ابوبراء کے بیٹے ربیعہ کو جب معلوم ہوا کہ عامر بن طفیل نے اسکے باپ کی پناہ کو توڑا اور غدر کیا تو اسنے عامر بن طفیل پر حملہ کر کے نیزہ مارا کہ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔" غرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت حدیثوں میں فضائل شہادت بیان فرمائے ہیں چنانچہ مسلم میں حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کہ راہِ خدا میں جہاد اور اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہے۔ ایک شخص نے اُٹھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں راہ خدا میں قتل ہو گیا تو بھلا میری خطائیں بھی معاف ہو جائینگی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ صبر اور نیت ثواب کیساتھ راہ خدا میں پیٹھ پھیرے بغیر آگے بڑھتا ہوا قتل کیا جائے۔ یہ مجھے جبریل نے بتایا ہے" اور ابن ماجہ نے حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہید کیلئے اللہ کے ہاں چھ خوبیاں ہیں۔ پہلی ہی دفعہ میں اسکی مغفرت ہو جائیگی جنت میں اپنا مقام دیکھ لیگا۔ عذاب قبر سے محفوظ اور فزع الاکبر سے مامون رہیگا۔ اس کے سر پر تاجِ وقار رکھا جائیگا جسکا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ بہتر حوریں اسکی زوجیت میں دیجائینگی اور ستر عزیزوں کی بابت اسکی شفاعت قبول کیجائیگی" یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے جب فضائل شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے تو جنگ کفار کے لئے طیار ہو گئے حتّٰی کہ شہادت پائی۔ مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بدر میں کفار سے پہلے پہونچے تو جب لشکر کفار آیا اسوقت حضرت نے فرمایا کہ صاحبو اُٹھو جنت کے لئے جسکا عرض ساتوں آسمان و زمین کی برابر ہے۔ عمیر بن حمام نے بخ بخ کہا (جو عرب میں مسرت کے موقع پر بولا جاتا ہے) حضرت نے فرمایا کہ بخ بخ کہنے کا کیا سبب؟ عمیر نے کہا کہ یا رسول اللہ یا میں تمنا کہ اہل جنت بنجاؤں" آپ نے فرمایا کہ تم اہل جنت ہوگے۔ راوی کہتا ہے کہ پس عمیر نے اپنی تھیلی سے چند چھوارے نکالکر کھانا شروع کیا اور پھر فرمایا کہ اتنی دیر بھی اگر زندہ رہا کہ چھوارے کھالوں تو بہت زندہ رہا۔ اسلئے باقی چھوارے پھینککر جنگ میں مشغول ہو گئے حتّٰی کہ شہید ہوئے"! نیز مسلم نے حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ ہائے جنت تلواروں کی چھاؤں کے نیچے ہیں۔ پس معمولی وضع کے ایک شخص نے اُٹھکر کہا کہ اے ابوموسیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے کیا تمنے سُنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ پس انھوں نے اپنے رفقاء کے پاس جاکر کہا کہ لو بھائیو میرا اسلام قبول کرو۔ اور پھر اپنی تلوار کا نیام توڑکر پھینکدیا اور تلوار لیکر دشمن کیطرف چلے کہ وار پر وار کرتے رہے حتّٰی کہ شہید ہو گئے" یافعی کہتے ہیں کہ عبدالواحد بن زید نے فرمایا ہم جہاد میں تھے کہ ایک شخص نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الایہ اللہ نے مومنوں سے انکی جانوں کو خرید لیا

اس قیمت میں کہ انکے لئے جنت ہے" یہ سنکر ایک لڑکا اٹھا اور کہا کہ میں نے اپنی جان و مال کو اللہ کے ہاتھ بیچا اس معاوضہ میں کہ میرے لئے جنت ہو۔ آخر بلاد روم میں پہنچکر ہمنے اسکی آواز سنی وَاشَوْقَاهُ اِلَی الْعَیْنَاءِ الْمَرْضِیَّۃِ۔ محبوبہ عیناء کا بہت اشتیاق ہے۔ میں نے یہ سمجھکر کہ شاید اسکی عقل میں فتور آگیا اس سے دریافت کیا کہ عیناء کون ہے؟ اسنے کہا میں سو رہا تھا کہ (خواب میں) مجھسے کہا گیا کہ عیناء کے پاس چلو۔ پھر مجھے ایک سبز و شاداب باغ نظر آیا جسمین ایسے شفاف پانی کی نہر تھی کہ نام کو بھی بدبو نہ تھی اور اسپر چاند جیسی حوریں بیٹھیں تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھکر کہا اے شوہر عیناء آئے تشریف لائے۔ میں نے پوچھا کیا عیناء تم میں ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں ہم تو ان کی خدمتگار ہیں آگے تشریف لیجائے۔ پھر مجھے دودھ کی نہر نظر آئی جسکے مزہ میں فرق نہ آیا تھا اور اسپر ستاروں کی مانند حوریں بیٹھیں تھیں۔ انھوں نے کہا کہ اے عیناء کے شوہر آئے تشریف لائیے۔ میں نے پوچھا کیا عیناء تم میں ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں ہم تو انکے خدمتگار ہیں۔ آگے تشریف لیجائے۔ پھر مجھے سفید براق ایک خیمہ نظر آیا۔ جسکے دروازہ پر ایک جوان لڑکی بیٹھی تھی کہ اس سے زیادہ حسین عورت میں نے نہیں دیکھی۔ مجھے دیکھکر وہ مسکرائی اور کہا کہ اے عیناء تمھارے شوہر تشریف لے آئے۔ پس میں خیمہ کے اندر گیا اور دیکھا کہ موتیوں کے جڑاؤ طلائی تخت پر عیناء بیٹھی ہے۔ مجھے دیکھکر اسنے کہا مرحبا اے مقرب خدا بشارت پاؤ کہ تم ہمارے پاس روزہ افطار کروگے۔ اسپر میری آنکھ کھلگئی۔ عبدالواحد کہتے ہیں کہ پس وہ لڑکا دن بھر جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوگیا"۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کا محاصرہ کیا تو ایک سیاہ فام غلام آپکے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھپر اسلام پیش کیجئے۔ پس وہ اسلام لایا اور کہا کہ یا رسول اللہ میں ایک یہودی کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اب ان بکریوں کو کیا کروں؟ آپنے فرمایا کہ انکے منہ پر مٹی ڈال کہ وہ خود اپنے مالک کی طرف چلی جائینگی چنانچہ اسنے انکے منہ پر مٹی پھینک کر کہا کہ جاؤ اپنے مالک کے پاس۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئیں گویا ہانکنے والا انکو لئے جا رہا ہے۔ پھر وہ غلام شریک جنگ ہوا اور قتل ہوگیا۔ لوگ اسکی نعش کو حضرت کے پاس لائے تو حضرت نے اُدھر سے منہ پھیر لیا۔ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکا کیا سبب؟ آپنے فرمایا۔ میں نے اسلئے منہ پھیرا کہ اسکے ساتھ اسکی بی بی حور ہے جو اسکے منہ سے مٹی جھاڑ رہی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ اسکے منہ پر خاک ڈالے جس نے تمھارے منہ پر خاک ڈالی اور قتل کرے جسنے تمھیں قتل کیا"۔

شہادت کی چند قسمیں ہیں کہ دارمی نے حضرت عتبہؓ بن عبدالسلمی سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقتول تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ مومن جسنے راہ خدا میں جان و مال سے جہاد کیا اور دشمن سے لڑا حتی کہ قتل ہوگیا۔ یہ تو امتحان شدہ شہید ہے کہ عرش الٰہی کے نیچے خیمہ میں جگہ پائیگا اور اسپر حضرات انبیاء کو صرف درجۂ نبوت ہی کی فضیلت ہوگی۔ دوم وہ مومن جسکے اعمال نیک و بد دونوں طرح کے ہیں کہ جسنے جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کیا اور دشمن سے لڑا یہانتک کہ قتل ہوگیا

اسنے وہ بات حاصل کی جو خطاؤن کو محو کردیگی کہ تلوار خطاؤن کی مٹانیوالی چیز ہے۔ اسکو اجازت ہوگی کہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو۔ سوم وہ منافق جسنے جان و مال سے جہاد کیا اور دشمن سے لڑا یہان تک کہ قتل کیا گیا پس یہ جہنم مین جائیگا کہ تلوار نفاق کو نہین مٹاتی۔" پھر ایک شہادت بلا قتال بھی ہوتی ہے کہ مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ تم شہید کسے کہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو راہِ خدا مین قتل کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس حساب سے تو میری امت مین شہدا بہت ہی کم ہوئے بلکہ جو راہِ خدا مین قتل کیا جائے وہ بھی شہید اور جو راہِ خدا مین مرجائے وہ بھی شہید اور جو طاعون مین مرے وہ بھی شہید اور جو پیٹ کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید۔" اور شہید کو ثواب شہادت اسوقت ملیگا جبکہ اللہ کا بول بالا کرنیکے لئے ہو کہ جہاد سے مقصود یہی ہے۔ لہذا جو شخص کسی دوسری یعنی دنیوی غرض کے لئے قتل ہوا تو اسکا اعتبار نہین کہ صحیحین مین حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر کہا کہ کوئی تو مال غنیمت کیلئے شریک جنگ ہوتا ہے اور کوئی نام آوری کیلئے اور کوئی اسلئے کہ لوگ اسکو صاحب مرتبہ سمجھین پس ان مین جنگ فی سبیل اللہ کسکی ہے؟ حضرت نے فرمایا جو اسلئے جنگ کرے کہ اللہ کا بول بالا ہو وہ فی سبیل اللہ ہے۔" اور سب سے افضل وہ ہے کہ خود بھی قتل ہوجائے اور گھوڑا بھی ہلاک ہوجائے کہ ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن حبشیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین عمل کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ نماز جسمین قیام طویل ہو۔ پھر اسنے پوچھا کہ بہترین صدقہ کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس غریب کا صدقہ جو عرقریزی سے کمائے۔ پھر اسنے دریافت کیا کہ ہجرت کونسی افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جسنے اپنی جان و مال سے مشرکون پر جہاد کیا۔ پھر اسنے پوچھا کہ شہادت کونسی افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جسکا خون بہا دیا جائے اور اسکا گھوڑا بھی ہلاک کردیا جائے۔" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی افضلیت شہادت کیوجہ سے شہادت کی تمنا کیا کرتے تھے چنانچہ صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے لوگ اسپر راضی نہین ہوتے کہ میرے ساتھ نہ چلین اور اتنا میرے پاس نہین کہ سبکو سواریان دون۔ اگر یہ نہوتا تو مین کسی چھوٹے لشکر کا بھی جو راہِ خدا مین جہاد کو روانہ ہو ساتھ دئے بغیر نہ رہتا اور قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے مجھے تمنا ہے کہ راہِ خدا مین قتل کیا جاؤن اور پھر زندہ کیا جاؤن اور پھر قتل کیا جاؤن اور پھر زندہ کیا جاؤن اور پھر قتل کیا جاؤن اور پھر زندہ کیا جاؤن اور پھر قتل کیا جاؤن۔"

مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کی شہادت حاصل نہین ہوئی کہ اس مین شوکت اسلام کی شکستگی اور نظام دین کا اختلال تھا لہٰذا آپ کی ذات والا بواسطہ صاحبزادہ حسینؓ بن علیؓ

سہ کہ کفار کو گستاخی کا موقع ملتا اور کہتے کہ ہمنے مدعی نبوت کو قتل کر ڈالا ۱۲ مترجم

شہید کربلا کے کہ آپکی ذات کے آئینہ تھے ظاہری شہادت بھی متصف ہوئی تاکہ ذاتِ محمدی جملہ کمالات بشریہ اور فضائل انسانیہ کی جامع قرار پائے اور کوئی کمی نہ رہے اور شہادت حسینی چونکہ (بالواسطہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شہادت تھی اسلئے بذریعہ وحی کے آپکو اسکی اطلاع دیگئی اور جگہ بھی دکھلائی گئی اور ظہور شہادت کیوقت آپ پریشان حال غبار آلود میدانِ کربلا میں تشریف بھی لائے کہ حضرت حسین اور انکے رفقا کا خون جمع کرنیکو دستِ مبارک میں شیشہ لئے ہوئے تھے اور حضرت حسین کو آنحضرت کا صاجزادہ دو وجہ سے کہا گیا۔ ایک پہلے یہ کہ آپکے نواسہ تھے اور نواسہ بیٹے کے حکم میں ہے۔ کہ اسی بنا پر حضرت عیسےٰ ابن مریم کو اولادِ یعقوب میں شمار کیا گیا۔ دوسرے دوم اسلئے کہ آنحضرت نے انکو بیٹا کہکر پکارا ہے کہ ترمذی میں حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک رات کسی ضرورت سے مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آنحضرت ایک چیز لپیٹے ہوئے کہ معلوم نہیں وہ کیا چیز تھی باہر تشریف لائے۔ جب مین ضرورت سے فارغ ہولیا تو دریافت کیا کہ کیا چیز ہے جسے آپ لپیٹے ہوئے ہیں؟ اسپر آپنے اسے کھولا تو مین نے دیکھا کہ حسن اور حسین آپکے کولھون پر لپٹے ہوئے ہین پس آپ نے فرمایا کہ یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہین۔ یا اللہ مجھے انکے ساتھ محبت ہے پس تو بھی انسے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔ اور حضرت حسین کا ذاتِ محمدی کیلئے آئینہ ہونا اس بنا پر ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ بہت زیادہ مشابہ تھے۔ چنانچہ ترمذی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ حسن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ سینہ سے لیکر سر تک زیادہ مشابہت تھی اور حسین کو نیچے کے حصہ بدن مین آپکے ساتھ زیادہ مشابہت تھی۔ یا آنحضرت کو بذریعہ وحی اسکی خبر دینا اور جگہ دکھانا سو بیہقی نے حضرت ام الفضل بنت الحارث سے روایت کیا ہے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ رات مجھے ایک بڑی ناگوار خواب نظر آئی ہے۔ آپنے پوچھا کہ کیا دیکھا؟ ام الفضل نے کہا بہت ہی ناگوار خواب ہے کہ زبان سے ادا نہین ہوتی)۔ آپنے فرمایا آخر بتاؤ تو کیا ہے؟ عرض کیا مین نے دیکھا گویا آپکے بدن مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹا اور میری گود مین لا رکھا گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خواب اچھی ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کے لڑکا پیدا ہوگا اور تمھاری گود مین آئیگا۔ چنانچہ حضرت حسین پیدا ہوئے اور مین نے انکو اپنی گود مین لیا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ایکدن مین نے حاضر خدمت ہوکر حسین کو آپکی گود مین رکھدیا۔ ذرا دوسری طرف التفات کرکے جو مین نے دیکھا تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری پائے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا بات ہوئی؟ فرمایا کہ جبرئیل نے آکر مجھے اطلاع دی ہے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت قتل کریگی۔ مین نے کہا اسکو؟ جبرئیل نے کہا کہ ہاں اسیکو۔ اور سرخ مٹی بھی میرے پاس لائے۔" نیز بغوی نے اپنی معجم مین حضرت انس سے روایت کی ہے کہ بارش پر جو فرشتہ تعینات ہے اسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے حقتعالےٰ

سے اجازت چاہی اور حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کہ اسوقت حضرت اُم سلمہؓ کے گھر تھے اُم سلمہؓ سے فرمایا کہ دروازہ کا خیال رکھیو کہ کوئی آوے نہین پس حضرت اُم سلمہؓ دروازہ پر بیٹھی تھین کہ دفعۃً حسینؓ آئے اور لپک کر حضرتؐ پر آکودے حضرتؐ انکو چومنے اور مونھ سے لگانے لگے تو فرشتہ نے کہا کہ آپکو اس بچہ سے بہت محبت ہی؟ آپ نے فرمایا کہ ہان۔ فرشتہ نے کہا کہ آپکی اُمت اسکو قتل کریگی اور آپ چاہین تو وہ جگہ بھی آپکو دکھادون جہان اسکو قتل کیا جائیگا۔ چنانچہ ایک نرم زمین کی سُرخ مٹی لاکر آپکو دکھائی۔ اُم سلمہؓ نے اسکو کپڑے مین باندھ لیا۔ ثابتؓ کہتے ہین کہ ہم اسیوقت کہا کرتے تھے کہ وہ زمینِ کربلا ہی۔ اور ایک روایت مین ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُم سلمہؓ سے فرمایا جب یہ مٹی خون بنجائے تو سمجھ لیجو کہ میرا بیٹا مقتول ہوا۔ پس مین نے مٹی کو بوتل مین رکھ لیا (تاکہ خون بنتا نظر آسکے)۔ اور خون جمع کرنیکے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا شہادت کے بعد تشریف لاتا احمد اور بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہی کہ مین نے عین دوپہر کیوقت ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ پریشان ہین اور چہرۂ مبارک پر غبار اور ہاتھ مین بوتل ہی کہ اسمین خون بھرا ہوا ہے مین نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہی؟ فرمایا کہ حسینؓ اور اسکے ساتھیون کا خون ہی۔ آج سارے دن مین اسکو اُٹھاتا رہا۔ پس مین نے خواب کا وقت یاد رکھا اور پھر معلوم ہوا کہ اُسیدن حضرت حسینؓ قتل ہوئے۔

آپکی شہادت کا قصہ یہ ہے کہ یزید بن معاویہ حسب بجاۂ حسب ۶۰ھ حاکمِ دمشق ہوا تو لوگونکو اپنی بیعت کی تاکید کی یہان تک کہ ولید بن عقبہ کو جو کہ مدینہ مین اسکا نائب تھا حضرت حسینؓ بن علیؓ سے بیعت لینے کی بھی تاکید لکھی۔ چنانچہ ولید نے ان سے بیعت کا مطالبہ کیا مگر آپ نے یزید کے فاسق و ظالم ہونیکی وجہ سے انکار کر دیا۔ اور چوتھی شعبان کو مدینہ سے روانہ ہوکر یا مِن ولمان مکہ مین تشریف لائے اور وہین قیام فرمالیا۔ اہل کوفہ کو جب اسکی اطلاع ملی تو انکی جماعت کثیرہ نے حضرتِ حسینؓ کو لکھا کہ آپ یہان تشریف لائین تو ہم آپکی مدد مین جان و مال اور جو کچھ بھی ہماری پاس ہی سب خرچ کرنیکو موجود ہین۔ اور اسمین بہت مبالغہ کیا حتّٰی کہ متواتر اسی مضمون کے تقریبًا ڈیڑھ سو خطوط آپکے پاس مختلف جماعتونکی طرف سے پہونچے۔ انکے قول پر آپکو اعتماد ہوا اور آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلمؓ بن عقیل کو اہل کوفہ کیطرف روانہ فرماکر انکی نصرت و حمایت کی اہلِ کوفہ کو ترغیب دی مسلمؓ بن عقیل نے کوفہ پہونچکر مختار بن عبید کے مکان پر قیام کیا اور کثیر مخلوق نے کہ بارہ ہزار سے زیادہ تھے انکے ہاتھ پر حضرت حسینؓ سے بیعت کرلی۔ اسکی خبر نعمان بن بشیر کو پہونچی جو (یزید کیطرف سے) کوفہ کے حاکم اور صحابی رسول اللہ تھے۔ تو انھون نے اہل کوفہ کو دھمکایا (کہ یزید کی بغاوت نکرو) مگر وہ باز نہ آئے حضرت نعمان تو خاموش ہو گئے مگر مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید نے اہل کوفہ کی بیعت اور نعمان کی چشم پوشی و درگذر کی اطلاع بذریعہ تحریر کے یزید کو دیدی۔ یزید نے فورًا نعمان کو معزول کیا اور انکی جگہ عبیداللہ

بن زیاد والئی بصرہ کو حاکمِ کوفہ مقرر کیا۔ چنانچہ ابن زیاد بصرہ سے روانہ ہوا اور کوفہ میں رات کیوقت عربی لباس میں داخل ہوا کہ لوگوں نے سمجھا حضرت حسینؓ تشریف لے آئے اسلئے کہ آپکی تشریف آوری کا انتظار ہو رہا تھا۔ پس ابن زیاد کے پاس آکر سلام کیا اور کہا مرحبا اے صاحبزادہ رسول اللہؐ مبارک ہو تشریف آوری۔ ابن زیاد یہ سُنتا ہوا آگے بڑھا اور دار الامارہ میں داخل ہوا صبح ہوئی تو اہلِ کوفہ کو جمع کر کے اپنا پروانہ تقرری پڑھکر سُنایا اور یزید کی مخالفت سے منع کیا حتیٰ کہ تدبیر سے جماعت مسلم بن عقیل کو منتشر کر دیا۔ مسلم بن عقیل رنگ بدلا ہوا دیکھکر ہانی بن عروہ کے مکان میں جا چھپے اور عبید اللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کے ماتحت دستہ فوج بھیجکر ہانی کو گرفتار اور عام روساء کوفہ کو قید کر لیا۔ جب حضرت مسلم کو اسکا علم ہوا تو آپ نے عَلَم نکالا (اور جنگ کی طیاری کی)۔ چالیس ہزار اہل کوفہ عَلَم کے نیچے جمع ہو گئے اور دار الامارہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد نے روسار کوفہ کو جو کہ اسکے پاس قید تھے حکم دیا کہ اپنے خاندان و برادری کو ترغیب دیں کہ مسلم کا ساتھ چھوڑ دیں آخر اس تدبیر سے تمام اہلِ کوفہ نے حضرت مسلمؓ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بجز پانچسو نفر کے کہ وہ ساتھ رہے مگر پردۂ شب پڑنے پر وہ بھی چلدیئے اور مسلم بن عقیل تنہا رہگئے۔ اہلِ کوفہ کیطرف سے ناامید ہو کر آپ وہاں سے چلے اور ایک عورت کے مکان پر اترے جسکا نام طوعہ تھا۔ اسنے حضرت مسلم کو ٹھیرایا اور ہر طرح اعانت کی مگر اسکے بیٹے نے جو کہ محمد بن اشعث کا آزاد کردہ غلام تھا ابن زیاد سے مخبری کر دی اور اسنے عمر بن حریث اور محمد بن اشعث کو بھیجکر حضرت مسلم کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت مسلم اپنی تلوار لیکر بارادۂ جنگ باہر آئے مگر محمد بن اشعث باتیں بناکر آپکو ابن زیاد کے پاس لیگیا۔ ابن زیاد نے آپکی گردن کاٹ دی اور ہانی کو سولی پر چڑھایا۔ یہ سانحہ ۳ رذی الحجہ ۶۰ھ کو ہوا اور حضرت مسلمؓ ہی کے ساتھ آپکے دونوں صاحبزادے محمدؓ اور ابراہیمؓ بھی قتل کیے گئے۔ یہی دن تھا کہ حضرت حسینؓ کوفہ جانیکو مکہ سے چلے کہ مسلم بن عقیل نے آپکی تشریف آوری پر اصرار کیا تھا۔ آپکے سامانِ سفر باندھنے پر حضرت ابن عباسؓ نے آپکو روکا اور اہلِ کوفہ نے آپکے والد بزرگوار حضرت علیؓ کیساتھ جو بدعہدی اور آپکے بڑے بھائی حضرت حسنؓ سے جو بیوفائی کی تھی اسکو یاد دلایا (مگر آپ نہ مانے)۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا تم جائے بغیر نہیں مانتے ہو تو متعلقین کو یہاں چھوڑ دو اور ساتھ نہ لیجاؤ۔ مگر حضرت حسینؓ نے یہ بھی نہ مانا۔ اسوقت ابن عباس روئے اور زبان سے نکلا "واحبیباہ"۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی آپکو کوفہ جانیسے روکا اور آخر وہ بھی روئے اور آپکی پیشانی پر بوسہ دیکر کہا کہ اے شہید مظلوم تمکو اللہ کے سپرد کرتا ہوں"۔ حضرت حسینؓ کو انکے بھائی حضرت حسنؓ نے اپنی شہادت کی شب میں یہ وصیت کی تھی کہ احمقان کوفہ سے بچتے رہنا۔ ایسا نہو کہ تمہیں بڑھاؤ چڑھاؤ دکھا کر میدانِ جنگ میں لاویں اور پھر دشمن کے حوالہ کر کے چلدیں کہ ندامت اٹھانیکے علاوہ کہیں جائے فرار بھی نہ ملے۔ آپکے سوتیلے بھائی محمد بن حنیفہ کو آپکے سفرِ

کوفہ کی اطلاع اسوقت ملی کہ سامنے طشت رکھے ہوئے وضو کر رہے تھے۔ تو وہ اتنا روئے کہ طشت آنسوؤں سے بھر گیا۔
غرض مکہ میں کوئی باقی نہ رہا جو آپکی روانگی پر محزون نہوا ہو۔ الحاصل آپ روانہ ہو گئے اور راستہ میں فرزدق سے
ملاقات ہوئی تو آپنے اہل کوفہ کی حالت دریافت کی۔ فرزدق نے یہ کہکر کہ واقفکار سے دریافت کیا۔ عرض کیا
کہ اے صاحبزادہ رسول اللہؐ انکے دل تمھارے ساتھی ہیں مگر تلواریں بنی اُمیہ کی ساتھی ہیں۔ اور قضا وقدر کا
نزول آسمان سے ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ کہکر آپکو رخصت کیا۔ اور آپ آگے چلے کہ اپنے چچازاد بھائی
مسلم بن عقیل کے ساتھ جو گذرا اس سے بیخبر تھے۔ شہرِ قادسیہ سے تین منزل ورے پہونچکر حُر بن یزید تمیمی سے ملاقات
ہوئی اور اسنے کہا کہ واپس تشریف لیجائیے کیونکہ کسی قسم کی بھلائی اور خیریت کی توقع نہیں۔ اسکے بعد سارا قصہ
سنایا اور ابن زیاد کے آنے اور آپکے لئے مستعد و آمادہ ہونیکی بھی اطلاع دی۔ چنانچہ آپنے واپسی کا قصد کیا۔
مگر مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے کہا کہ واللہ ہم واپس نہونگے یہاں تک کہ اپنے بھائی کا انتقام لیں یا خود بھی
قتل ہو جاویں۔ حضرت حسینؓ یہ فرماکر کہ پھر تمھارے بعد مجھے بھی زندگی کا لطف نہیں آگے بڑھے اور جب کوفہ سے
دو منزل ورے پہونچے تو حر بن ریاحی جو ابن زیاد کے ایکہزار ہتیار بند سوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا آپکو ملا اور
کہا کہ مجھے ابن زیاد نے تمھاری گرفتاری کیلئے بھیجا اور حکم دیا ہے کہ ابن زیاد کے پاس پہونچائے بغیر تمکو ہرگز
نہ چھوڑوں مگر واللہ مجھے اس حکم کی تعمیل ناگوار ہے۔ آپنے فرمایا کہ میں اس شہر میں اُسوقت آیا ہوں جبکہ
باشندگان شہر کے بکثرت خطوط میرے پاس پہونچے۔ پس اگر تم لوگ اپنی بیعت پر قائم رہو تو میں تمھارے شہر میں
چلوں ورنہ واپس ہو جاؤں۔ حر نے کہا کہ واللہ ان خطوط اور پیامہائے طلبی کی مجھے بالکل اطلاع نہیں اور کوفہ کی
طرف آپکا جانا بھی ناممکن کہ میں تمسے جدا نہونگا جبتک کہ تمکو ابن زیاد کے پاس نہ پہونچا دوں۔ بغرض ہی
گفتگو کہ طول ہوا اور حضرت حسینؓ نے کوفہ کے راستہ سے رخ پھیر کر ۲ محرم ۶۱ھ کو کربلا میں پڑاو کیا یہاں اُترنیکے
بعد آپنے اس جگہ کا نام پوچھا تو معلوم ہوا کربلا ہے۔ اسوقت آپنے فرمایا کہ یہ کرب اور بلاء کا مقام ہے۔ غرض
سب قافلہ نے یہاں اُترکر اونٹوں کے بوجھ اُتار لئے اور حر نے مع اپنی لشکر کے آپکے مقابل پڑاو کیا۔ اسکے بعد
یزید کی بیعت کے مطالبہ میں حضرت حسینؓ کے پاس ابن زیاد کا خط آیا جسکو پڑھکر آپنے پھینکدیا اور قاصد سے
فرمایا کہ میرے پاس اسکا کچھ جواب نہیں قاصد نے ابن زیاد کے پاس جاکر آپکا جواب نقل کیا اور اسنے غیظ میں
آکر لشکر مرتب کیا جسکا سپہ سالار عمر بن سعد حاکم رَے تھا۔ عمر بن سعد نے چاہا بھی کہ اس خدمت سے معافی
دیجائے مگر ابن زیاد نے جب یہ کہا کہ یا جنگ پر جاؤ گے ورنہ رَے کی حکومت چھوڑنی پڑیگی تو وہ حکومت رَے کو ترجیح
دیکر حضرت حسینؓ سے جنگ کرنیکو بائیس ہزار سوار و پیادے لیکر چلا اور دریائے فرات کے کنارہ یہ لشکر اتر کر حضرت
حسینؓ اور انکے رفقاء کو پانی تک پہونچنے کا راستہ ندیا۔ عمر بن سعد کے لشکر میں اکثر وہی لوگ تھے جنھوں نے امام

حسینؓ کو خطوط لکھے اور آپسے بیعت کی تھی۔ غرض حضرت حسینؓ اور انکے رفقاء پر جب تین دن پانی بند رہا تو ایک لشکری نے آپسے کہا کہ یہ پانی ایسا ہی جیسے وسطِ آسمان کہ (باوجودیکہ سامنے نظر آتا ہی مگر) اسمین سے ایک قطرہ بھی تم نہین چکھ سکتے اور پیاس کے مارے تمھارے دم نکل جائینگے حضرت حسینؓ نے اسکے لئے بد دعا کی کہ یا اللہ اسکو پیاس ہی سے ہلاک کر۔ چنانچہ اسکو مرض لاحق ہوا کہ کتنا ہی پانی پیا مگر اسکی پیاس نہ بجھی اور آخر پیاس کے مارے اسکا دم نکلگیا۔ نیز حضرت حسینؓ نے جب پینے کیلئے پانی مانگا تو ایک شخص آپکے اور پانی کے درمیان آکھڑا ہوا اور آپکے ایک تیر مارا جو آپکی ذقن کے نیچے لگا۔ اسوقت آپنے فرمایا کہ یا اللہ اسے پیاس کے عذاب مین مبتلا کر چنانچہ فوراً اسنے شور مچایا کہ ہائے۔ پیٹ مین آگ لگ رہی ہی اور کمر پر خنکی ہی اور باوجودیکہ اسکے سامنے برف اور پنکھے اور اسکے پیچھے کافور (سب ہی کچھ راحت کے سامان موجود تھے) مگر وہ چیختا رہا کہ ہائے پیاس۔ ستو اور پانی اور دودھ اسکو اتنی مقدار مین دیا جاتا تھا کہ پانچ آدمی پیتے تو سیر ہوجاتے مگر وہ اسکو بھی پیکر پیاس کا غل مچاتا! اور پھر اتنا ہی اسکو پلایا جاتا تھا۔ یہان تک کہ اسکا پیٹ پھٹگیا اور دُنیا سے رخصت ہوا۔ الغرض جب حضرت حسینؓ کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ جنگ کئے بغیر نہ رہینگے تو رفقا سے فرمایا کہ اپنے مختصر لشکر کے گرد خندق کھود دو اور صرف ایک راستہ رکھین کہ اسی راستہ سے جنگ ہو۔ ادھر ابن سعد کے لشکر نے بھی طیاری کی اور حضرت حسینؓ کو چارطرف سے گھیرلیا۔ دونون مین سخت جنگ ہوئی اور حضرت حسینؓ کے لشکری یکے بعد دیگرے میدان جنگ مین آکر لڑتے اور شہید ہوتے رہے۔ جب پچاس نفر سے زیادہ شہید ہوگئے تو اسوقت حضرت حسینؓ پکارے کہ ہے کوئی فریاد رس جو اللہ واسطے ہماری مدد کرے؟ اور ہے کوئی غیرتمند جو حرم رسول اللہؐ کی حفاظت کرے یہ سنکر حُر بن ریاحی اپنے گھوڑے پر سوار آپکی طرف آیا اور کہا کہ اے صاحبزادہ رسول اللہؐ مین ہوں پہلا شخص جو آپکے مقابلہ کو نکلا تھا۔ اور اب مین آپکا ساتھی ہون لہذا اجازت دیجئے کہ آپکی اعانت مین شہید ہوجاؤن۔ کیا عجب ہے کہ کل قیامت کیدن آپکے نانا کی شفاعت کا مستحق بن سکون۔ اسکے بعد حُر نے لشکر ابن سعد پر حملہ کیا اور لڑتا رہا یہان تک کہ شہید ہوگیا اور اسکے ساتھ اسکا بھائی اور بیٹا اور آزاد کردہ غلام بھی شہید ہوا۔ پھر جنگ ہوتی رہی یہان تک کہ حضرت حسینؓ کے جملہ رفقاء اور بچے اور بھائی اور اعزہ شہید ہوگئے اور آپ تن تنہا باقی رہگئے۔ اسوقت آپ دستِ مبارک مین برہنہ شمشیر لیکر میدان کارزار مین آئے اور رجز یہ اشعار پڑھے کہ "انا ابن علی الخیر من ال ہاشم + کفانی بھذا مفخرا حین افخر + وجدی رسول اللہ اکرم من مشی۔ ونحن سراج اللہ فی الناس یزھر + وفاطمۃ امی سلالۃ احمد + وعمی یدعی ذا الجناحین جعفر + وفینا کتاب اللہ انزل صادقا + وفینا الھدی والوحی والخیر یذکر +

۵ مین فرزند علی ہوں جو سادات ہاشم مین بہترین ہین اگر مین فخر کرون تو میرے فخر کیلئے یہی کافی ہی۔ اور میرے نانا اللہ کے پیغمبر ہین جو ساری دُنیا سے افضل ہین۔ اور ہم مخلوق مین اللہ کے چمکتے ہوئے چراغ ہین اور فاطمہؓ میری والدہ ہین جگر گوشہ محمدؐ اور میرے [illegible]

آپ دیر تک جنگ اور جو بھی آپکی طرف آتا اسکو قتل کرتے رہے یہان تک کہ بہتیرون کو قتل کیا مگر آپکے بھی متعدد زخم پہونچے کہ ہر طرف سے تیر برستے تھے۔ آخر شمر ذوالجوشن سکونی ایک دستہ فوج لیکر آپکے اور آپکی حرم کے درمیان حائل ہوگیا۔ اُسوقت آپ نے للکارا کہ اے گروہ شیطان تمھارے ساتھ جنگ تو مین کر رہا ہون۔ عورتون نے تمھارا کیا بگاڑا ہے کہ انسے تعرض کرتے ہو؟ اسپر شمر نے اپنی جماعت کو عورتون سے باز رکھا اور کہا کہ حسینؓ پر ٹوٹ پڑو۔ چنانچہ وہ تیر اور نیزے برساتے ہوئے آپ پر یکدم ٹوٹ پڑے۔ اور کسی بد نصیب نے تیر مارا کہ آپکے حلق پر لگا اور آپ زمین پر گر گئے۔ شمر نے چہرۂ مبارک پر تلوار ماری اور سنان بن انس نخعی نے نیزہ کا وار کیا۔ خولی بن یزید گھوڑے سے اُترا کہ سر مُبارک کو تن سے جدا کرے مگر اسکے ہاتھوں مین رعشہ پڑگیا۔ تب اسکا بھائی شبل ابن یزید اُترا اور سر مُبارک کو تن سے جُدا کر کے اپنے بھائی خولی کے حوالہ کیا۔ یہ عاشوراء کا دن تھا۔ یعنی ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ اور اُسوقت حضرت حسینؓ کی عمر چھپّن سال پانچ مہینہ اور پانچ دن تھی۔ آپکا سر مُبارک جب ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اسنے سر کو طشت مین رکھا اور ہاتھ کی چھڑی آپکے دندان مبارک پر مار کر کہنے لگا کہ مین نے اس جیسا حسین نہین دیکھا۔ ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے کہ زید بن ارقم نے جو کہ اسوقت ابن زیاد کے پاس بیٹھے تھے فرمایا کہ اپنی چھڑی علیحدہ رکھ کہ واللہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اکثر مرتبہ ان دونون ہونٹون کے درمیان بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اور یہ کہکر حضرت زیدؓ رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا تیری آنکھونکو رونا رکھے۔ اگر تو بوڑھا نہوتا کہ بہکنے لگا ہے تو مین تیری گردن اُڑا دیتا۔ زیدؓ یہ کہتے ہوئے وہان سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ لوگو آج کے بعد سے غلامی کی ذلت تمھارے نصیب مین قرار پائی کہ تمنے فاطمہؓ کے پوت کو قتل کیا۔ واللہ تمھارے بھلے آدمی قتل کئے جائینگے اور اشرار و بدترین آدمی غلام بنائے جائینگے۔ پس پھٹکار اسپر جسنے ذلت وعار کو پسند کیا۔ اسکے بعد فرمایا کہ اے ابن زیاد اس سے زیادہ غصہ دلانے والی بات تجھے سناتا ہون کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی داہنی ران پر حضرت حسنؓ کو بٹھایا اور بائین ران پر حضرت حسینؓ کو اور پھر دونون کے وسط سر پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ یا اللہ مین ان دونون کو تیری اور دیندار اہل اسلام کی ودیعت بناتا ہون۔ پس اب تو دیکھ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ودیعت وامانت کا تیرے پاس کیا انجام ہوا؟ اسکے بعد ابن زیاد نے حضرت حسینؓ کے سر مبارک اور گرفتار شدہ مستورات اور باقی ماندہ بچون اور اہل بیت کو یزید بن معاویہ کیطرف روانہ کردیا۔ یزید نے اہل شام کو جمع کیا اور سر مبارک کو اپنے سامنے رکھکر بید کی چھڑی سے ٹھکرانے لگا کہتے ہین کہ سر مُبارک کے قریب کوئی شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہونچا اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ ۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ تو حق تعالیٰ نے سر کو گویائی بخشی اور اس سے آواز آئی کہ اصحاب کہف سے زیادہ تعجب خیز میرا مقتول ہونا اور یہان لایا جانا ہے۔ یزید کے پاس قیصر روم کا ایلچی بیٹھا ہوا تھا۔

۵ کیا تیرا گمان ہے کہ غار اور کتبہ والے ہماری نشانیوں مین عجب چیز تھے؟

جب اسکو معلوم ہوا کہ یہ سر حضرت حسینؓ کا ہی تو تعجب کے ساتھ کہنے لگا کہ ایک جزیرہ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دراز گوش کا کھر ہی کہ اسپر گرجا تعمیر کردیا گیا اور ہر سال چار طرف سے لوگ اسکی زیارت کو آتے ہین پس گواہ رہو کہ تمھارا مذہب باطل ہی۔ نیز ایک ذمی نے کہا کہ میرے اور داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر اجداد کا واسطہ ہے مگر یہودی میرا احترام کرتے ہین اور تمنے اپنے نبی کے صاحبزادہ کو قتل کرڈالا۔ بخاری مین حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ کوفہ کے کسی شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ مچھر کا خون پاک ہی یا ناپاک؟ آپنے دریافت کیا کہ تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟ اسنے کہا کہ عراق کا باشندہ ہون۔ آپنے حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو اس شخص کو کہ مچھر کے خون کے متعلق سوال کرتا ہی اور یہی بلین کہ صاحبزادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرڈالا حالانکہ حضرتؐ کو مینے یہ فرماتے سُنا کہ یہ دونون (حسنینؓ) میرے دنیوی پھول ہین۔ رہا یہ مسئلہ کہ حق تعالیٰ بروز قیامت قاتلین حسینؓ کیساتھ کیا برتاو کریگا؟ اسکے متعلق ہم کچھ نہین کہہ سکتے۔ ہان البتہ یہ ضرور ہوا کہ اہل بیت کا خون مباح سمجھنے کی سزا مین ستر ہزار کے دو چند آدمی انکے قتل کیے گئے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسکی خبر بھی دیچکے تھے چنانچہ حاکم نے متعدد اسنادون سے روایت کیا ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جبرئیل نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی۔ یحییٰ بن زکریاؑ کے خون کے بدلہ مین نے ستر ہزار قتل کیے اور حسینؓ بن علیؓ کے خون کے بدلہ ستر ہزار کے دوچند قتل کرونگا۔ زہریؒ کہتے ہین کہ قاتلین حسینؓ مین ایک بھی ایسا نہین بچا جسے دُنیا مین عذاب نہوا ہو۔ کوئی قتل کیا گیا اور کوئی اندھا ہوا اور کسیکا مُنہ کالا ہوا اور کسیکی چند ہی روز بعد سلطنت جاتی رہی۔ ابوالشیخ نے لکھا ہی کہ لوگو نمین تذکرہ ہوا کہ ایسا کوئی نہین کہ اسنے قتل حسینؓ مین اعانت کا کوئی حصہ لیا ہو اور مستقبل کسی بلا مین مبتلا نہوا ہو۔ یہ سُنکر ایک بُڈھے نے کہا کہ اعانت تو مینے بھی کی تھی مگر مجھے کچھ بھی نہوا۔ ذرا دیر بعد وہ چراغ درست کرنے جو اُٹھا تو آگ لگی اور وہ چیخا کہ ہائے آگ لگی آگ لگی۔ پھر بھاگ کر نہر فرات مین غوطہ مارا مگر آگ نہ بُجھی اور مرگیا۔ نیز مروی ہی کہ ایک شخص نے سر مبارک کو گھوڑے کی دوال مین لٹکایا تھا تو چند روز کے بعد اسکا مُنہ رال سے زیادہ سیاہ ہوگیا۔ کسینے کہا کہ تیرا مُنہ تو عرب مین نہایت تر و تازہ تھا۔ جواب دیا کہ جبسے مینے وہ سر اُٹھایا ہی کوئی رات ایسی نہین گذری کہ دو شخص آتے ہون جو کہ میرا بازو پکڑ کر شعلہ زن آگ پر لیجاتے اور مجھے اسمین دھکا دیتے ہین کہ مین اوندھے مُنہ اسمین جا پڑتا ہون اور وہ آگ مجھے جھُلستی ہے۔ اسیکا اثر ہے جو تمھین نظر آتا ہی۔ اسکے بعد بُرے حالون مرگیا۔ سبط بن الجوزی نے واقدی سے روایت کی ہی کہ ایک بڈھا قتل حسینؓ مین شریک تھا اور اندھا ہوگیا تھا۔ اِس سے نابینا ہونیکا سبب پوچھا گیا تو اسنے کہا مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آستین چڑھائے اور تلوار ہاتھ مین لئے ہوئے ہین۔ سامنے چمڑا[1] ہی۔ اور قاتلین حسینؓ مین سے دس نفر آپکے سامنے مذبوح پڑے ہوئے ہین۔ اسکے بعد آپنے اُس بڈھے پر لعنت کی اور رو سیاہ ہونیکی بد دعا دی۔ پھر خون حسینؓ

[1] چمڑا جو واجب القتل کی گردن کاٹتے وقت ڈالی جاتی ہی ۱۲ منہ

مین سلائی بھر کر اسکی آنکھ مین لگادی کہ صبح کو اُٹھا تو آنکھون سے اندھا تھا۔" خلاصہ یہ کہ سانحہ شہادت علیہ السلام مین مصیبت عظمےٰ اور حادثہ جانکاہ ہی کہ باوجود مدتہائے دراز گذر جانیکے اسکا ذکر قائم ہے۔ اور اسکے تذکرہ سے دل ٹکڑے ہوئے جاتے اور بدن کا رُوان رُوان کانپا جاتا اور لکھنے سے زبان قلم شق ہوئی جاتی ہی۔ باینہمہ اللہ و رسول پر ایمان لانیوالے پر لازم ہی کہ جب اسکو سُنے تو صبر کرے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے کہ صبر کا اجر بیشمار حاصل اور اس گروہ مین شامل ہو جنکے حق مین حق تعالیٰ فرماتا ہی۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۵ اور اس روایت پر عمل کرے جسے احمدؒ نے حضرت حسینؓ سے روایت کیا ہی وہ اپنے نانا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ جس مسلمان مرد یا عورت کو کوئی صدمہ پہونچے اگرچہ اسکا زمانہ بعید ہو جائے مگر جب بھی وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھیگا اللہ تعالیٰ ہر دفعہ اسے صبر کا نیا ثواب عطا فرمائیگا اور اسیقدر اجر دیگا جتنا بروز صدمہ (صبر کرنے پر) دیا تھا۔" اور لازم ہے کہ ظالم بدعتی جو کہ حُبِ اہلِ بیت کے اظہار مین گریہ و ماتم کرتے اور مُنہ چھاتی پیٹتے اور کپڑے پھاڑتے ہین وہ آج سے بچے کہ ایسے لوگون سے حسینؓ کے نانا بیزار ہین۔ چنانچہ شیخینؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسنے مُنہ پیٹا اور گریبان پھاڑا اور جاہلیت کی باتین زبان سے نکالین وہ ہمارا نہین۔" نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ حضرت ابو موسےؓ کو جب غشی طاری ہوئی تو انکی بی بی اُم عبد اللہؓ با آواز چیخنے لگین انکو ہوش آیا تو فرمایا کیا تجھے معلوم نہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی۔ "مین اس سے بیزار ہون جو (کریاکرم کیطرح) سر منڈائے اور با آواز بلند روئے اور کپڑے پھاڑے" اور روضۂ حسینؓ کی تصویر یعنی تعزیہ وغیرہ بنانے سے کہ وہ گریہ و بکا مین مُعین ہین بہت بچے کہ تعزیہ جال ہے شیطان کا کہ جاہلون کو اسکے سجدہ اور پرستش کیثرت مبتلا گمراہ کرتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہو رہا ہی۔ اسکی مثال اُن صلحاء کی سی ہی جو آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان گذرے کہ انکی وفات کے بعد انکے متبعین نے جب ان کا اقتدا کیا اور عبادتِ الٰہی مین انکی روش پر چلے تو ابلیس نے انکے پاس آکر کہا کہ ان بزرگونکی اگر تصویر بنا کر سامنے رکھ لیا کرو تو نشاط و سرور زیادہ ہوگا اور عبادت کا شوق بڑھیگا۔ پس انھون نے انکی تصویرین بنالین پھر انکے بعد دوسرے آئے تو انسے ابلیس نے کہا کہ تمسے پہلے تو انکی پرستش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ انکو اسکا یقین آگیا اور وہ تصویرون کی عبادت کرنیلگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی طرف اشارہ فرمایا ہی۔ مسلمؒ نے حضرت جندبؓ سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مین نے یہ فرماتے سُنا کہ لوگو سُنو تمسے پہلے لوگ اپنے انبیا اور صلحاء کی قبرونکو مسجد قرار دیا کرتے تھے۔ پس تم قبرون کو مسجد مت بنانا کہ مین تمکو اس سے منع کرتا ہون۔" صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے تو آپکی ایک بی بی

۵ اور بشارت سنا دو (اے محمدؐ) انعامات الٰہی کی ان صبر کرنیوالونکو کہ جب انکو مصیبت پہونچتی ہی تو وہ کہتے ہین سچ یہ کہ ہم اللہ ہی کے ہین اور ہم

نے گرجا کا ذکر کیا جسکا نام ماریہ تھا۔ اور ام سلمہؓ و ام حبیبہؓ چونکہ حبشہ ہو آئی تھیں لہذا وہ اسکی خوبصورتی کا اور اسکے اندر رکھی ہوئی تصویرون کا ذکر کرنے لگین تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا۔ ہان انکا یہی رنگ تھا کہ جب انمین کوئی نیکو کار انتقال کرتا تو وہ اسکی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے پھر اسکی تصویرین کھینچنے لگے۔ وہ لوگ بدترین مخلوق ہین" نیز اس سے بھی بچو کہ عورتون کا (ماتمی سیاہ یا سبز)۔ لباس پہنو اور اپنی صورت کو جسے حق تعالیٰ شانہ نے احسن تقویم فرمایا ہے (داڑھی اکھاڑے قائم کر کے) شیر اور بندر کی سی صورت بناؤ یا اسی قسم کے دوسرے کھیل تماشے کرو کہ ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے "لعنت فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس مرد پر جو عورتون کے سے کپڑے پہنے اور اُس عورت پر جو مردون کے سے کپڑے پہنے" اور ڈھول نقارے اور تاشے باجے بجانے اور بازارون مین ناچنے کودنے اور تبرا بازی اور اسلاف پر لعن طعن سے بھی بچو کہ یہ سب بڑی معصیتین ہین۔ ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "جب مال غنیمت کو ذاتی دولت قرار دیا جائے اور امانت کو مال غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے اور پڑھنا پڑھانا دین کیلئے نہ رہے اور مرد اپنی عورت کا غلام بنجائے اور ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو مقرب بنائے اور باپ سے متنفر ہو اور مسجدون مین غل غپاڑہ مچنے لگے اور فاسق فاجر اپنے قبیلہ کا سردار ہو اور کمینہ اپنی قوم کا چودھری اور آدمی کی عزت اسکے شر سے بچنے کیلئے کیجائے اور گانیوالیان اور گاجے باجے علانیہ ہونے لگین اور شراب کا استعمال اور پچھلے لوگ اگلون پر لعن طعن کرنے لگین تو انتظار کرو۔ سرخ آندھی اور زلزلہ اور زمین مین دھسنے اور صورت بدلنے اور پتھر برسنے اور طرح طرح کے عذابون کا جو پے در پے اسطرح نازل ہونگے جیسے ہار کی لڑی ٹوٹے اور دانے اوپر تلے برسنے لگین" پس اگر یہ افعال اہلبیت کیلئے ہمارے مذہب مین جائز ہوتے تو اول خود اہلبیت پر اور دوسرے نمبر مین ساری مسلمانون پر واجب ہوتا کہ سردار عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یہ افعال کرین۔ علاوہ ازین قرآن و حدیث مین امور مذکورہ مین سے کسی ایک کا بھی کہین ثبوت نہین۔ پس جسکا یہ خیال ہے کہ ان امور کا مرتکب ہو کر محبت اہل بیت کا بیج اپنے قلب مین بوتا ہے تو فردائے قیامت کو اسے معلوم ہوگا کہ یہ محبت حقیقت مین اہل بیت کی عداوت تھی۔ کیونکہ تو انکی محبت صرف انکے نانا کی اطاعت سے حاصل ہو سکتی ہے کہ کتاب و سنت کو جسکی حضرتؐ پر وحی ہوئی مانا جائے۔ ان مدعیان محبت کی مثال نصاریٰ کی سی ہے کہ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الآیہ۔ اللہ فرمائیگا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کیا تمنے لوگون سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری مان کو معبود سمجھو اللہ کے سوا۔ وہ کہینگے کہ تیری ذات پاک ہے مجھسے نہین ہو سکتا تھا کہ ایسی بات کہون جسکا مجھے حق نہین۔ اگر مین نے ایسا کہا ہوگا تو تجھے علم ہوگا کہ تو علم رکھتا ہے جو میرے دل مین ہے اور مجھے علم نہین جو تیرے دل مین ہے۔ بیشک تو غیب سے پورا واقف ہے۔

مین نے تو ان سے وہی کہا تھا جسکا تو نے مجھے مامور بنایا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو رب ہے میرا اور رب ہے تمھارا۔ اور مین انکی حالت کا اسوقت تک گواہ ہون جب تک کہ انمین رہا مگر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تو ہی انکا نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ

ستائیسوین بصیرت اخلاص کی فضیلت اور نمود کی مذمت کا بیان

حقتعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا پس جو آخرت مین اپنے رب کی زیارت کی تمنا رکھتا ہو اسے چاہئے کہ عمل نیک کی سعی کرے اور اخلاص حاصل کرے کہ رب کی عبادت مین کسیکو شریک نہ بنائے"، جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور سب سے اچھی صورت عطا فرمائی پالا اور پرورش کیا اور زمین کی ساری پیداوار کو اسکے نفع کیلئے تجویز کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اللہ وہ ہے جسنے پیدا کیا تمھارے لئے جو کچھ بھی زمین مین ہے سب۔ پس وہی انسان کا آقا اور حاکم ہے۔ اسکے سوا دوسرا کوئی نہیں۔ لہذا اگر چاہتے ہو کہ وہ راضی ہو اور بشاشت کیساتھ اسکی ملاقات نصیب ہو تو وحدہ لاشریک کے لئے عمل خالص کرنا چاہئے کہ نمود اور سمعہ کے شائبہ سے قطعاً خالی ہو۔ کیونکہ نمود کیلئے کوئی کام کرنا شرك فی العمل ہے کہ احمدؒ نے حضرت شدادؓ بن اوس سے روایت کی ہے مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جسنے لوگونکے دکھانیکو نماز پڑھی اسنے شرک کیا اور جسنے دکھانیکے لئے صدقہ دیا اسنے شرک کیا"۔ البتہ اسکو شرکِ اصغر کہتے ہیں (دوزخ میں خلود کا سبب نہیں ہے) کہ احمدؒ نے حضرت محمودؓ بن لبیب سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمپر زیادہ اندیشہ شرکِ اصغر کا ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ شرک اصغر کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ریا و نمود" اور حق تعالیٰ کو شرک سے زیادہ کوئی چیز ناگوار نہیں اگرچہ شرک اصغر ہی کیون نہو۔ یہی وجہ ہے کہ جس عمل مین ریا و نمود کی آمیزش ہوتی ہے وہ حبط ہو جاتا ہے اور کچھ کام نہیں آتا کہ حق تعالیٰ کو اسکی حاجت نہیں۔ چنانچہ احمدؒ نے حضرت ابو سعیدؓ بن ابی فضالہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حق تعالیٰ بیوم قیامت جسمین کوئی شبہ نہیں مخلوق کو جمع فرمائیگا تو ایک ندا دیجائیگی کہ جسنے ایسے عمل مین کہ جسے اللہ واسطے کرنا چاہئے تھا کسیکو شریک کیا ہے تو وہ اسی سے اسکا ثواب مانگے کہ اللہ سب مین زیادہ شرک سے بے نیاز ہے" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر اسی شرک کا اندیشہ بھی ہوا۔ چنانچہ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت شدادؓ بن اوس ایکدن رونے لگے! ور کسینے سبب پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سُنی تھی وہ یاد آگئی۔ مینے حضرتؐ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ

اپنی اُمّت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خوف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکی اُمّت کیا آپکے بعد شرک کرنے لگیگی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ مگر نہ آفتاب کو پوجینگے نہ ماہتاب کو نہ پتھر کو نہ بُت کو بلکہ اعمال میں نمود برتنے لگینگے۔ اور شہوتِ خفیہ یہ ہوگی کہ ایک شخص روزہ رکھیگا اور کسی خواہش پر نظر پڑیگی تو روزہ توڑ دیگا"۔ ابن ماجہؒ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم عیسیٰ مسیح اور دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ فرمایا کہو تو وہ چیز بتاؤں جسکا مجھے تمپر مسیح الدجال سے زیادہ اندیشہ ہے؟ ہمنے عرض کیا کہ ضرور بتایئے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شرک خفی ہے۔ کہ ایک شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو اور دوسرے شخص کو دیکھے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے تو نماز کو طویل کر دے"۔ اور چونکہ اس شرک سے بچنا بہت مشکل ہے بجز اسکے جسے حق تعالیٰ توفیق دے۔ اسلئے صحابہ جب اسکی وعید سنتے تو رونے لگتے تھے۔ بیہقیؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب مسجد نبویؐ میں آئے اور حضرت معاذؓ بن جبل کو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں۔ پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سُنی تھی اُسنے رولا دیا۔ آپکو یہ فرماتے سُنا تھا کہ ذرا سا ریا بھی شرک ہے اور جسنے اللہ کے کسی ولی سے عداوت رکھی اُسنے اللہ کو اعلانِ جنگ کیا۔ بیشک اللہ محبوب سمجھتا ہے اُن چھپے حال نیک و پرہیزگار بندوں کو جنکی یہ حالت ہے کہ چلے جایئں تو انکی تلاش نہیں ہوتی اور چلے آویں تو انھیں کوئی بُلاتا اور پاس بٹھاتا نہیں۔ انکے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ ہر ظلمت و غبار والی زمین سے انکا ظہور ہوگا۔ اور سب سے بڑے فتنہ والے وہ لوگ ہیں جو نمود کیلئے عمل کرتے ہیں کہ لوگوں کے دل انکی طرف جھکیں اس پر وہ ہیں وہ دنیاءِ دُنی کا شکار کرتے ہیں"۔ اللہ انپر ایسا فتنہ ڈالیگا کہ حلیم و بردبار بھی حیران رہجائیگا۔ ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو دنیا کو دین کیساتھ مخلوط کر دینگے۔ لوگوں کے دکھانیکو بھیڑ کی کھالیں پہنینگے۔ انکی زبانیں قند سے زیادہ شیرین اور انکے دل بھیڑیوں کی مانند ہونگے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا میرے (کرم اور چشم پوشی کی) وجہ سے مغرور ہوئے جاتے ہیں؟ کیا مجھپر دلیر بنے جاتے ہیں؟ قسم ہے اپنی ذات کی کہ انپر ایسا فتنہ بھیجونگا جو بردبار سے بردبار کو بھی حیران بنا چھوڑیگا"۔ پس جو شخص آخرت کا طالب ہو اور اسکی سعی کا حق ادا کرے تو ضروری ہے کہ اسکا عمل اللہ واسطے ہو اور اسمیں نمود کا کچھ بھی حصّہ نہو کہ اس سے بہتیرے دُنیوی کام بھی بنینگے اور مصیبتوں سے نجات پائیگا اور شیطان کا تسلط بھی نہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ سب پر تسلط کر لونگا بجز تیرے منتخبؔ بندوں کے"۔ صحیحینؒ میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تینؔ آدمی جا رہے تھے کہ انکو بارش نے آ دبایا۔ پس وہ

ؔ اور خوبصورت بندے وہی ہیں جو خدا کی پرستش کریں نکہ ریا کار جو کہ عبادت مخلوق کیلئے کریں ۱۲ مترجم

پہاڑ کے ایک غار کیطرف گئے اور (اندر بیٹھنے کے بعد) غار کے دہانہ پر ایک پتھر آگرا جسنے انکو (قبر کیطرح) بند کر دیا۔ اُسوقت ایک نے دوسرے سے کہا کہ سوچو اگر کوئی عمل خالص اللہ کے واسطے کیا ہو تو اسکا واسطہ دیکر اللہ سے دعا مانگو کیا عجب ہے کہ پتھر ہٹجائے اور غار کھلجائے۔ ایک نے کہا کہ یا اللہ میرے ماں باپ زندہ مگر بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے بچے بھی تھے جنکا بار معاش میرے اوپر تھا۔ مین جب شام کو گھر آتا تو جانورونکا دودہ دوہکر پہلے اپنے ماں باپ کے پاس جاتا اور بچون سے پہلے انکو پلایا کرتا تھا۔ ایکدن درخت کے مشغلہ مین مجھے دیر ہوگئی اور رات سے پہلے گھر نہ آسکا۔ دیکھا تو ماں باپ سوگئے تھے۔ عادت کے موافق مینے دودھ دوہا اور اسے لیکر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہوا کہ انکا جگانا بھی گران گذرتا تھا اور ان سے پہلے بچونکو دودہ پلانا بھی ناگوار تھا۔ بچے میرے پاؤنکے پاس کھڑے شور مچارہے تھے (مگر مینے پروا نکی۔ حتیٰ کہ اسی حالت مین صبح ہوگئی۔ پس اگر تیرے علم مین میرا یہ عمل خاص تیری ذات کے لئے ہوا تو اتنا دہانہ غار کھولدے کہ ہمین آسمان نظر آنیلگے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فوراً اتنا کھولدیا کہ آسمان دکھائی دینے لگا۔ دوسرے نے کہا کہ بار الٰہا میری ایک چچا زاد بہن تھی۔ جس سے مجھے اتنی محبت تھی کہ ایک مرد کو ایک عورت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اتنی ہی ہوسکتی ہے۔ پس مین نے اُس سے وصال کی درخواست کی تو اسنے انکار کیا اور کہا کہ جبتک سَو دینار نددیگا کامیاب نہوگا۔ پس مین نے بدقت تمام سو دینار جمع کئے اور وہ لیکر اس سے ملا۔ جب مین (بغرض مجامعت) اسکے پانوؤن کے درمیان بیٹھا تو اسنے کہا کہ اے بندۂ خدا اللہ سے ڈر اور (بکارت کی) مُہر کو مت کھول۔ پس مین کھڑا ہوگیا۔ بار الٰہا اگر تیرے علم مین میرا یہ عمل خاص تیرے لئے ہوا ہے تو دہانہ غار کو ہمارے لئے کھولدے۔ چنانچہ فوراً کچھ حصہ اَور کھلگیا۔ تیسرے نے کہا کہ بار الٰہا۔ مینے ایک فرقؔ چاول اُجرت پر ایک مزدور رکھا تھا۔ جب وہ کام کر چکا تو کہنے لگا کہ میرا حق میرے حوالہ کر۔ مینے اسکا حق اسکے سامنے رکھدیا مگر وہ (کسی بات پر ناراض ہوا) اور چھوڑکر چلا گیا۔ مینے اسے کھیتی مین لگایا حتیٰ کہ مین نے اسکی قیمت مین گائے کا گلہ اور انکا چرواہا (غلام) جمع کرلیا۔ پس آخر وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈرا اور مجھپر ظلم نکر اور میرا حق مجھے دیدے۔ مین نے اس سے کہا کہ لے یہ گلۂ گاؤ اور چرواہا لیجا۔ اسنے کہا کہ اللہ سے ڈر اور مجھسے مذاق نکر۔ مینے کہا کہ مین مذاق نہین کرتا واقعی یہ گلۂ گاؤ اور چرواہا لیجا چنانچہ وہ لیکر چلا گیا۔ پس اگر تیرے علم مین میرا یہ عمل خالص تیرے واسطے ہوا ہے تو باقی دہانۂ غار بھی کھولدے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اسکو بھی کھولدیا۔" اسرائیلیات مین حکایت منقول ہے کہ ایک عابد مدتون اللہ کی عبادت کرتا رہا۔ چند لوگون نے اسکے پاس آکر کہا کہ یہان ایک قوم اللہ کو چھوڑکر درخت کی پرستش کیا کرتی ہے۔ عابد کو یہ سُنکر غصہ آیا اور کندھے پر کلہاڑا رکھکر اس درخت کو قطع کرنے چلا۔ راستہ مین بڈھے کی صورت بنکر ابلیس ملا اور کہا کہ تمپر اللہ کی رحمت ہو کہان کا ارادہ کیا؟ عابد نے

ؔ ایک پیمانہ ہے جسمین غلہ بھر کر لین دین ہوتا ہے ۱۲

کہا کہ اس درخت کے قطع کرنیکا قصد رکھتا ہون۔ ابلیس نے کہا بھلا اس درخت سے تمھین کیا واسطہ؟ عبادت اور
اصلاحِ نفس کا مشغلہ چھوڑ کر دوسرے مشغلہ مین لگتے ہو؟ عابد نے کہا کہ یہ بھی تو عبادت ہے۔ ابلیس نے کہا کہ مین
وہ درخت ہرگز نہ کاٹنے دونگا۔ آخر دونون مین لڑائی ہونیلگی۔ عابد نے ابلیس کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور
سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ ابلیس نے عابد سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ تمسے کچھ بات کرلون۔ یہ سنکر عابد اٹھ کھڑا ہوا تو ابلیس
نے کہا کہ ای شخص اللہ نے اسکو تمپر فرض نہین کیا۔ کیونکہ تم تو اسکی پرستش کر نہین رہے ہے (کہ تمپر گناہ ہو)۔ اور
دوسرون کا تمپر بوجھ بار نہین اور اطرافِ عالم مین اللہ کے بہتیرے نبی ہین۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کو
اسطرف بھیجدیتا اور وہ نبی اِس درخت کے کاٹنے کا لوگون کو حکم دیتا۔ عابد نے کہا کہ نہین مین تو اس درخت
کو ضرور کاٹونگا۔ اور پھر دونون مین لڑائی ہونیلگی۔ آخر عابد پھر غلبہ پا اور ابلیس کو پچھاڑ کر اسکے سینہ پر چڑھ بیٹھا
ابلیس عاجز ہو کر کہنے لگا کہ اگر منظور کرو تو میرے تمھارے درمیان ایک فیصل کن معاہدہ ہو جو تمھارے لئے اِس سے
زیادہ مفید و بہتر ہے۔ عابد نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ ابلیس نے کہا پہلے مجھے چھوڑ دو کہ اسے بیان کرون۔ عابد نے
اسے چھوڑ دیا اور ابلیس نے کہا کہ ای شخص تو ایک فقیر شخص ہے کہ تیرے پاس کچھ نہین اور تیرا بوجھ بار دوسرون
پر ہے کہ وہ تیری خدمت کرتے ہین۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی اسکا خواہشمند ضرور ہوگا کہ اپنے بھائیون پر
فوقیت لیجائے اور اپنے ہمسایون کی اعانت کرے اور خود بھی شکم سیر ہو کر کھائے اور لوگون سے مستغنی و
بے نیاز بنجائے۔ پس عابد نے کہا کہ ہان خواہش تو ہے۔ ابلیس نے کہا تو بس اپنی جگہ واپس ہو اور میرے ذمہ ہے
کہ روزانہ تیرے سر کے نیچے ۲ دو دینار رکھ جایا کرونگا کہ ہر صبح کو انھین اٹھالے اور اپنے نفس اور اہل عیال
پر خرچ اور بھائیون پر خیرات کر کہ یہ تیرے لئے بھی زیادہ مفید ہے اور تیرے مسلمان بھائیون کیلئے بھی نافع
ہے۔ اور درخت کے کاٹنے سے کیا نفع کہ اسکی جگہ دوسرا بو یا جاسکتا ہے۔ اور کاٹنے سے پرستش کرنیوالون کا کچھ
بھی نقصان نہین اور نہ اسکا کاٹنا تیرے مسلمان بھائیون کے لئے کچھ فائدہ مند۔ عابد نے اسکی بات مین غور
کیا اور کہنے لگا کہ بڈھا کہتا تو سچ ہے۔ نہ تو مین نبی ہون کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو۔ اور نہ مجھے
اللہ نے اسکے کاٹنے کا حکم دیا کہ نہ کاٹنے سے نافرمان قرار پاؤن اور جو صورت بڈھا بیان کر رہا ہے اس کا
نفع بہت زیادہ ہے۔ لہذا ایفاء عہد کا حلفیہ وعدہ لیکر عابد اپنی عبادت گاہ کو واپس ہو گیا۔ رات گذرنے کے
بعد جب صبح ہوئی تو سر کے پاس ۲ دو دینار رکھے ہوئی پائے اور انکو لے لیا۔ دوسرا اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا
مگر جو تھا دن ہوا تو کچھ بھی نہ پایا۔ اسوقت پھر اسکو غصہ آیا اور کلھاڑا کندھے پر رکھکر چلا۔ کہ بڈھے کی
صورت بنکر پھر ابلیس ملا اور کہنے لگا کہان تشریف لیچلے؟ عابد نے کہا کہ اس درخت کو قطع کردونگا۔ ابلیس نے
کہا کہ جھوٹا ہے تو تجھ مین اتنی طاقت نہین ہے اور نہ اس درخت پر تجھے دسترس ہے۔ پس عابد نے اسے پکڑا کہ

ل کہ آلۂ شرک کو شکست و نابود کردیا جائے تاکہ شرک کرنا بند ہوجائے ۱۲ مترجم

کہ اسکے ساتھ پہلے کا سا برتاؤ کرے مگر ابلیس نے کہا کہ بس میاں وہ بات دُور گئی۔ اور پھر ابلیس نے اسے پکڑ کر زمین پر پچھاڑ دیا کہ عابد صاحب چڑیا کیطرح اسکے پاؤں میں پڑے ہوئے نظر آئے۔ ابلیس چھاتی پر چڑھکر کہنے لگا کہ یا تو درخت کاٹنے کے خیال سے باز آ ورنہ تجھے ذبح کر ڈالونگا۔ عابد نے جب دیکھا کہ اسکے مقابلہ کی طاقت نہیں تو کہنے لگا کہ ہاں تم جیت گئے اب مجھے رہائی بخشو اور اتنا بتادو کہ آخر اسکی کیا وجہ کہ اول میں تم پر غالب آیا تھا اور اب تم مجھ پر غالب آئے۔ ابلیس نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ اول تجھے اللہ واسطے غصہ آیا تھا اور تیری نیت تھی حصول آخرت۔ لہذا اللہ نے مجھے تیرا مسخر بنا دیا۔ اور اسمرتبہ تجھے اپنے نفس کے لئے اور دُنیا کیلئے غصہ آیا کہ (دو دینار ملنے بند ہوگئے) لہذا میں نے تجھی پچھاڑ دیا"۔ منقول ہی کہ ایک شخص زنانہ لباس میں نکلتا اور جہاں کہیں شادی وغمی میں عورتوں کا مجمع ہوتا وہاں جایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایکدن عورتوں کے مجمع میں یہ بھی موجود تھا کہ کسیکا موتی چوری ہوگیا۔ اہل خانہ نے کہا کہ دروازہ بند کردو جبتک سبکی تلاشی نہ لے لیں کوئی نکلنے نہ پائے۔ چنانچہ ایک ایک کی تلاشی لیگئی یہانتک کہ اس مرد کے پاس جو عورت تھی اسکی باری آگئی تب اسنے اخلاص کیساتھ اللہ سے دعا مانگی کہ اگر اس رسوائی (اور پردہ فاش ہونیکی ذلت) سی نجات مل گئی تو پھر آئندہ کبھی ایسا نکرونگا۔ چنانچہ وہ موتی اس کے پاس والی عورت کے پاس ملگیا اور اہل خانہ نے اعلان کیا کہ بس اب اس شریف بی بی کی تلاشی مت لو کہ موتی پاگیا"۔

اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عمل قلیل اور حقیر ہوتا ہے مگر اخلاص نیت کی وجہ سے اسکا اجر و ثواب کثیر ہوجاتا ہے کی مسلمؒ نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہی۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہر سُبْحَانَ اللّٰہِ صدقہ کے حکم میں ہی اور ہر اَللّٰہُ اَکْبَرُ صدقہ کے حکم میں ہی اور ہر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ صدقہ کے حکم میں ہی اور ہر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ صدقہ کے حکم میں ہی۔ اور نیک کام کی نصیحت صدقہ کے حکم میں ہی اور گناہ سے منع کرنا صدقہ کے حکم میں ہے اور عورت سی مباشرت صدقہ کے حکم میں ہی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک شخص پوری تو کرے اپنی شہوت اور اسکو ملے اسمیں اجر؟ آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر اس شہوت کو حرام جگہ پورا کرتا تو اسمیں گناہ ہوتا یا نہیں؟ اسیطرح جب اسکو حلال جگہ پورا کریگا تو اجر بھی ملیگا"۔ ایک فاحشہ عورت نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دیا تھا حق تعالی نے اسے بخشدیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ایک فاحشہ کسی کی مغفرت ہوگئی کہ اسکا گذر کسی کنوئیں پر ہوا جہاں اُسنے کسی کتے کو زبان لٹکائے پڑا پایا کہ پیاس اسکو مارے ڈالتی تھی پس اُسنے اپنے پاؤں کا موزہ نکالا اور اوڑھنی باندھکر اسکے لئے کنوئیں سے پانی نکالا۔ پس اسپر حق تعالی نے اسے بخشدیا"۔ کسینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جانوروں میں بھی ہمارے لیے اجر ہی؟ آپ نے فرمایا کہ ہر کلیجہ رکھنے والے (ذی حیات) میں اجر ہی"۔ ایک بزرگ کو کسینے خواب میں دیکھا

اور پوچھا کہ آپکے اعمال کی کیا حالت رہی؟ فرمایا کہ جو عمل بھی اللہ کیواسطے کیا تھا اسے موجود پایا حتیٰ کہ انار کا دانہ بھی جسے راستہ سے اٹھایا تھا اور اپنی بلی کو بھی جو کہ مرگئی تھی حسنات کے پلہ مین دیکھا۔ اور میری ٹوپی مین ایک ریشمی ڈورا تھا اسے بدیون کے پلہ مین دیکھا اور میرا ایک گدھا سو دینار قیمت کا جو کہ مرگیا تھا اسکا ثواب مجھے نظر آیا تو مین نے کہا کہ بلی کا مرنا تو نیکیون کے پلہ مین موجود ہے اور گدھے کے مرنے مین کچھ بھی نہین جواب ملا کہ وہ اُدھر بھیجد یا گیا جدہر تمنے اُسے بھیجا تھا۔ کیونکہ اسکے مرنیکی اطلاع پر تمنے کہا تھا کہ گیا اللہ کی لعنت مین۔ لہٰذا اسکا اجر ضائع ہوا اور اگر تم کہتے کہ گیا اللہ کے راستہ مین۔ تو اسے بھی اپنی نیکیون مین موجود پاتے" اور کبھی کوئی عمل بڑا اور باعظمت ہوتا ہے مگر عامل کی نیت چونکہ اسمین نمود کی ہوتی ہے لہٰذا وہ اسکے صلہ مین منافع دنیا حاصل کرتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا الآیہ جو شخص زندگی دنیا اور اسکی زینت کے طالب ہوتے ہین تو ہم انکے اعمال کا بدلہ انھین دنیا ہی مین دیدیتے ہین اور اسمین انکو نقصان نہین دیا جاتا" اور انجام کار اسکے لئے جہنم ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ الآیہ یہی ہین جنکے لئے آخرت مین بجز آگ کے کچھ نہیں ہے اور جو کچھ انھون نے دنیا مین کیا تھا وہ حبط ہوگیا اور جو اعمال کیا کرتے تھے وہ باطل ہوگئے۔ مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بروز قیامت سب سے پہلے جسکا مقدمہ فیصل کیا جائیگا وہ ہوگا جو شہید کیا گیا تھا کہ اسکو لایا جائیگا اور حق تعالیٰ اپنے احسانات جتا کر اس سے پوچھیگا کہ دنیا مین کیا عمل کئے تھے؟ عرض کریگا کہ تیرے راستہ مین جہاد کیا یہانتک کہ شہید ہوگیا۔ حق تعالیٰ فرمائیگا کہ تو جھوٹا ہے تو نے جنگ اسلئے کی تھی تاکہ بہادر پکارا جائے۔ سو پکارا گیا (اور جو نیت تھی وہ دنیا مین پوری ہو چکی)۔ پھر اسکو حکم ہوگا اور وہ منہ کے بل کھینچکر جہنم مین ڈالدیا جائیگا۔ دوسرا وہ ہوگا جسنے علم دین پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پڑھا یا تھا اسکو لایا جائیگا اور حق تعالیٰ اپنی نعمتین جتا کر اس سے دریافت کریگا کہ ان نعمتون کے بدلہ کیا عمل کئے؟ وہ کہیگا کہ مین نے علم دین پڑھا اور پڑھایا اور تیرے لئے قرآن پڑھا۔ فرمائیگا کہ تو جھوٹا ہے۔ ہان تو نے علم اسلئے پڑھا یا تھا کہ مجھے عالم کہا جائے۔ اور قرآن اسلئے پڑھا تھا کہ قاری کہا جائے سو عالم اور قاری کہا گیا۔ اسکے بعد حکم ہوگا اور وہ منہ کے بل کھینچکر آگ مین ڈالدیا جائیگا تیسرا وہ ہوگا جسے اللہ نے وسعت دی اور ہر قسم کے مال عطا کئے۔ اسے لایا جائیگا اور حق تعالیٰ اپنے احسانات جتلا کر پوچھیگا کہ انکے بدلہ کام کیا کئے؟ وہ کہیگا کہ کوئی راستہ بھی کہ جسمین خرچ کیا جانا تجھے محبوب ہو مین نے نہین چھوڑا کہ وہان خرچ نکیا ہو۔ فرمائیگا کہ تو جھوٹا ہے۔ تو نے اس غرض سے کیا تھا تاکہ کہا جائے کہ فلانا بڑا سخی ہے۔ سو کہا گیا۔ پھر حکم ہوگا اور وہ منہ کے بل کھینچکر آگ مین جھونک دیا جائیگا۔

یہی وجہ ہی کہ صلحاء اپنے اعمال مین ریا سے بہت احتیاط کیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی اسکا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہی قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ہ کہدو اے محمد مجھے حکم ہوا ہے کہ اللہ کی پرستش کرون عبادت کو اسکے لئے خالص بناکر۔" ایک صوفی کا بیان ہی کہ مین حضرت ابوعبیدؒ تستری کے ساتھ تھا۔ بروز عرفہ بعد عصر وہ اپنی زمین مین زراعت کر رہے تھے کہ ابدال مین سے انکے ایک دوست کا گذر ہوا اور دونوں کی چپکے چپکے باتین ہوئین جو ابوعبیدؒ نے فرمایا کہ نہین۔ پھر وہ بزرگ ابر کیطرح زمین کو چھوتے ہوئے چلدیئے کہ میری نظر سے غائب ہوگئے۔ مین نے حضرت ابوعبیدؒ سے پوچھا کہ یہ بزرگ کیا فرماتے تھے؟ فرمایا مجھسے درخواست کرتے تھے کہ مین انکے ساتھ حج کو چلون۔ مگر مین نے کہدیا کہ نہین۔ یہ سنکر مین نے عرض کیا کہ حج کیون نکر لیا؟ آپنے فرمایا کہ حج کے متعلق میری نیت تو تھی نہین نیت تو یہ کرچکا تھا کہ آج شام تک اس زمین کی (تخم ریزی)۔ پوری کردونگا اسلئے مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر انکی خاطر حج کو گیا تو غضب الٰہی کا نشانہ بنجاؤنگا کہ اللہ کے عمل مین اللہ کے سوا دوسری شے (یعنی دوست کی خاطرداری کو) داخل کیا۔ لہٰذا جس کام مین اب ہون وہ (اخلاص نیت کیوجہ سے) میرے نزدیک ستر حج سے بہتر ہے۔" اور چونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے لہٰذا جب انسان کسی عمل کیلئے مستعد ہوتا ہی تو شیطان اسکے پاس آتا ہی کہ اسکے عمل کو بگاڑے۔ پس اسکو ریا تلقین کرکے اسکے عمل کو باطل کردیتا ہی۔ پس شیطان کے اغوا سے وہی محفوظ رہسکتا ہی جسکا دل بے عیب ہو اور حق تعالیٰ شیطانی چالون سے اسکا محافظ ہو۔ اور اسیلئے حدیث مین آیا ہی کہ عالم مین اس صدقہ سے زیادہ سخت کوئی چیز نہین جسمین اخلاص ہوا اور چھپا کر دیا گیا ہو۔ ترمذیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حق تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ حرکت کرنے لگی۔ اسلئے پہاڑ پیدا کئے اور انکو زمین پر گاڑ دیا تو زمین ٹھیر گئی۔ فرشتون کو پہاڑون کی صلابت وسختی پر تعجب ہوا اور عرض کیا کہ ای رب کیا پہاڑون سے زیادہ سخت بھی آپکی مخلوق مین کوئی چیز ہے؟ حقتعالےٰ نے فرمایا کہ ہان لوہا ہی۔ فرشتون نے عرض کیا کہ ای رب کیا لوہے سے بھی زیادہ سخت آپکی مخلوق مین کوئی شے ہی؟ فرمایا کہ ہان آگ ہی۔ عرض کیا کہ ای رب کیا آگ سے بھی زیادہ سخت آپکی مخلوق مین کوئی چیز ہے؟ فرمایا کہ ہان پانی ہی۔ عرض کیا کہ ای رب کیا پانی سے بھی زیادہ سخت آپکی مخلوق مین کوئی شے ہی؟ فرمایا کہ ہان ہوا ہے۔ عرض کیا کہ ای رب کیا ہوا سے بھی زیادہ سخت آپکی مخلوق مین کوئی چیز ہے؟ فرمایا کہ ہان وہ صدقہ ہے جو ابن آدم اپنے داہنے ہاتھ سے دے کہ بائین کو بھی اسکی خبر نہو۔" حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے فرمایا ہی کہ ریا و نمود کی حقیقت یہ ہی کہ اللہ کی طاعت بندون کو دکھانے کیلئے کرے۔ اور اسکے چار درجے ہین۔ پہلا درجہ جو سب مین بڑا ہے وہ یہ ہی کہ عبادت مین ثواب کی نیت مطلق نہو یعنی لوگونکے سامنے تو نماز پڑھتا ہے لیکن اگر تنہا ہو تو نماز ہی نہین پڑھتا بلکہ اکثر اوقات لوگونکے ساتھ بھی نماز بلا وضو پڑھتا ہی۔ پس یہ شخص اللہ کے نزدیک مبغوض

تر ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ثواب کی بھی نیت ہو۔ مگر بہت ضعیف کہ اگر خلوت مین ہوتا تو شاید یہ عمل نکرتا۔ اور نیتِ ضعیف اسے عمل کی حرکت نہ دلاتی۔ اور اگر نیت ثواب نہ بھی ہوتی تو ریا و نمود کا خیال اُسے عمل پر آمادہ کر دیتا۔ پس یہ درجہ بھی پہلے ہی کے قریب ہے (کہ اتنی ضعیف نیتِ ثواب کا ہونا اور نہونا برابر ہے) تیسرا درجہ یہ ہے کہ ثواب اور نمود دونوں مساوی درجہ مین مقصود ہوں کہ اگر ایک ہوا اور دوسرا نہو تو عمل پر آمادگی نہین ہوتی۔ اور جب دونوں جمع ہوجاتے ہین تو عمل کی رغبت اُبھرتی ہے۔ یا یہ کہ دونوں مین سے ہر ایک اس درجہ پر ہے کہ مستقل طور پر عمل کا محرک بنجاتا ہے۔ تو ایسے شخص نے جتنا سنوارا اُسیقدر بگاڑا لہذا اُمید ہے کہ برابر سرابر رہے اور نہ ثواب ملے نہ عذاب۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ لوگوں کا مطلع ہونا عمل کے لئے مرجح اور نشاط کا مقوی بنتا ہے کہ اگر یہ نہو تو عبادت ترک نہین ہوتی۔ پس حقیقت کا علم تو اللہ کو ہے مگر ہمارا جہان تک گمان ہے ایسی عبادت کا اصل ثواب حبط نہو گا مگر کم ضرور ہو جائیگا۔ پھر ریا و نمود کے تین اسباب ہین لذتِ مدح سے محبت اور تکلیفِ مذمت سے گریز۔ اور لوگونکے مال کی طمع اور اسکا علاج یہ ہی کہ سوچے اور سمجھے کہ انسان جو کسی شخص کو مقصود بنا تا یا اسکی رغبت کیا کرتا ہے تو اس گمان پر کرتا ہے کہ وہ شے اسکے لئے مفید اور بہتر اور لذیذ ہے۔ خواہ اب یا آیندہ۔ پس اگر معلوم ہو جائے کہ یہ شے اسوقت اگرچہ لذیذ ہے مگر انجامِ کار مُضر ہے تو اسکی رغبت کا قطع کر لینا سہل ہو جائیگا۔ مثلاً جانتا ہی کہ شہد لذیذ چیز ہے مگر جب متحقق ہو جاوے کہ اسمین زہر ملا ہوا ہے تو اس سے رُخ پھیر لیگا۔ پس یہی حال ریا و نمود کی رغبت کا ہے کہ جب بندہ کو اسکی مضرت اور یہ انجام معلوم ہو جائے کہ صلاحیتِ قلب اس سے برباد ہوتی ہے۔ فی الحال توفیق الٰہی سے محروم ہوتا ہے اور آخرت مین عذاب و غصہ اور رسوائی کا نشانہ بنیگا۔ کہ مخلوق کے بھرے مجمع مین اسے پکارا جائیگا۔ اے فاجر اے غادر اے ریاکار تجھے شرم نہ آئی کہ اللہ کی طاعت کے بدلہ دنیا کا مال خریدا اور بندون کے قلوب کا خیال کیا اور اللہ کی طاعت کا مذاق اُڑایا۔ نیز اعمال کا ثواب حبط ہو جائیگا۔ تو اس علم کے بعد اسکے اعمال مین ریا و نمود پاس بھی نہ پھٹکے۔" چنانچہ حضرت ابراہیمؒ بن ادہم فرماتے ہین کہ مین نے معرفت ایک راہب سے سیکھی جسکا نام سمعان تھا۔ مین نے گرجا مین جا کر اس سے کہا کہ اے سمعان تم اپنے خلوتخانہ مین کتنی مدت سے ہو؟ جواب دیا کہ ستر برس سے۔ مین نے کہا کہ تمھاری غذا کیا ہے؟ اسنے کہا کہ اے مسلمان یہ کیون پوچھتا ہی؟ مین نے کہا کہ معلوم کرنیکو میرا دل چاہتا ہے۔ سمعان نے کہا کہ ہر شب مین ایک چنا۔ مین نے کہا کہ وہ کیا چیز ہی جو تمھارے دل کو ابھارے رکھتی ہے کہ ایک دانہ چنے کا تمہین کافی ہو جاتا ہے؟ سمعان نے کہا یہ سامنے والا گرجا بھی تمہین نظر آرہا ہے؟ مین نے کہا کہ ہان ہان۔ سمعان نے کہا کہ مخلوق ہر سال مین ایکدن آتی ہی کہ میرے خلوتخانہ کو سجاتی اور اسکے گرد طواف کرتی اور میری بیحد تعظیم کرتی ہی۔ پس عبادت سے میرا نفس گرانبار ہوتا ہی تو مین

نفس کو اُس ساعت کی عزت یاد دلاتا ہون ۔ اور ایک ساعت کی عزت کے لئے سال بھر مشقت اُٹھاتا ہون ۔ پس اے مسلمان تو دائمی عزت کیلئے ایک ساعت کی مشقت برداشت کر" یہ سُنکر میرے نفس پر معرفت کی عظمت پیدا ہوئی اسکے بعد سمعان نے کہا کہ کافی ہوگیا یا اور کچھ نصیحت کرون ؟ مین نے کہا کہ ہان اور کہو سمعان نے کہا کہ عبادتخانہ سے نیچے اُترو ۔ چنانچہ مین اوترا اور سمعان نے اوپر سے ایک کوزہ لٹکا دیا جسمین بیس دانے چنے کے تھے پھر سمعان نے کہا کہ اب گرجا مین جاؤ کہ مین نے لٹکا کر جو چیز تمھین دی ہے وہ لوگون نے دیکھ لی ہے پس مین گرجا مین آیا تو نصاریٰ میرے پاس جمع ہوگئے اور پوچھا کہ اے مسلمان کیا چیز ہے جو اس شخص نے تیری طرف لٹکائی ؟ مین نے کہا کہ اپنی خوراک مین سے چند چنے دیئے ہین ۔ نصاریٰ نے کہا تو انکو کیا کریگا ؟ اسکے زیادہ حقدار تو ہم لوگ ہین ۔ اسکے بعد کہنے لگے کہ قیمت لیکر یہ ہمکو دیدو ۔ مین نے کہا کہ بہتر ہے ۔ بیس٢٠ دینار لونگا ۔ چنانچہ انھون نے بیس دینار مجھے دیدئے ۔ اور مین سمعان کے پاس واپس ہوا تو سمعان نے پوچھا کہ کیا کیا ؟ مین نے کہا کہ انکو بیچدیا ۔ پوچھا کہ کتنے مین ؟ مین نے کہا کہ بیس٢٠ دینار مین ۔ سمعان نے کہا کہ تمنے غلطی کی ۔ اگر تم اسکی قیمت بیس ہزار دینار کہتے تب بھی وہ تمکو دیتے ۔ یہ عزت اُس انسان کی ہے جسکی تم پرستش نہین کرتے ۔ پس سوچو کہ اس کی عزت کیا کچھ ہوگی جسکی تم پرستش کرتے ہو ۔ پس اے مسلمان اپنے رب کیطرف متوجہ ہو اور ادھر اُدھر کا جانا ترک کر" مقصود یہ ہے کہ دنیا مین ایسا بنے جیسے وہ بادشاہ کہ خواہشات ولذات کے پورا کرنے پر اسکو قدرت حاصل ہی مگر اسے کوئی مرض جسمانی ایسا لاحق ہے کہ اگر خواہشات مین منہمک ہوتا ہے تو ہر لحظ اسے اپنی جان کے جانیکا خطرہ ہی اور یہ بھی اسے یقین ہوگیا ہے کہ اگر پرہیز کریگا اور اپنی خواہشات سے جنگ رکھیگا تو زندہ اور اپنی سلطنت پر قائم رہیگا ۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین وہ طبیبون کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھیگا اور تلخ دواؤن کے پینے کا عادی بنیگا اور انکی بکبکاہٹ کو ضبط اور تمام لذتون کو چھوڑ کر انکی مفارقت پر صبر کریگا ۔ پس کم کھانے کی وجہ سے اگرچہ اسکا بدن دن بدن لاغر ہوگا مگر اسکے ساتھ ہی غایت پرہیز کی وجہ سے اسکا مرض بھی دن بدن کم ہوتا جائیگا تو جسطرح یہ بادشاہ اندیشہ ہلاکت کی بنا پر لذات وخواہشات سے پرہیز کرتا ہے اسیطرح اعمال مین اخلاص والا شخص ہر مہلک در آخرت مین تباہ کرنے والی لذت سے پرہیز کرتا ہے" حضرت وہبؒ بن منبہ سے مروی ہے کہ ایک سیّاح فقیر نے اپنی دوستون سے کہا کہ مال و اولاد کو تو ہم نے اس لئے ترک کیا تھا کہ نفس سرکش نہو جائے ۔ مگر جتنا اہلِ مال کو اپنی مال مین نفس کے سرکش ہو جانیکا اندیشہ ہے اس سے زیادہ ہمین اندیشہ ہے کہ اس گداگری مین شرارت نفس کا دخل نہو گیا ہو ۔ کیونکہ ہماری یہ حالت ہے کہ جب ایکدوسرے سے ملتا ہی تو اپنے دیندار ہونیکی وجہ سے چاہتا ہی کہ وہ میری تعظیم کرے ۔ اور اگر کوئی حاجت ظاہر کرکے سوال کرتا ہے تو چاہتا ہے کہ میری دینداری کی بنا پر وہ پورا کیا جائے ۔ اور اگر کوئی چیز خرید کرتا ہے تو چاہتا ہے کہ دینداری کے سبب ارزان دیجائے ۔ پادشاہِ وقت کو

فقیر کے اس قول کی اطلاع ہوئی تو بڑے جلوس کے ساتھ روانہ ہوا کہ پہاڑ اور میدان لوگوں سے بھر گئے۔ سیاح فقیر کہنے لگا کہ یہ کیا قصہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت تمہاری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ پس فقیر نے اپنے مالک سے کہا کہ بالکا کھانا لاؤ۔ چنانچہ وہ روغن زیتون اور ترکاریاں لیکر حاضر ہوا۔ فقیر نے اپنی باچھیں پھاڑ پھاڑ کر بری طرح اسکا کھانا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے (فقیروں سے پوچھا کہ) تمہارا مرشد کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ بیٹھے تو ہیں۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کس رنگ میں ہیں؟ فقیر نے کہا جیسے اور آدمی ایسا ہی میں۔ بادشاہ یہ کہکر کہ اسکے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے واپس چلا گیا۔ تب سیاح فقیر نے کہا کہ شکر ہے اللہ کا جسنے مجھے میری مذمت کرتا ہوا میرے پاس سے دور کیا۔" الحاصل اخلاص والے اور ریا سے خفی سے ڈرنے والے ہمیشہ کوشش میں رہتے ہیں کہ اپنے اعمال صالحہ سے لوگوں کو دور رکھیں اور انکو اخفاء اعمال کی حرص اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے جتنی لوگوں کو اپنے عیوب چھپانے کی حرص ہوتی ہے اور یہ محض اس توقع پر کہ انکے اعمال صالحہ میں اخلاص قائم رہیگا تو حق تعالیٰ انکو مخلوق کے بھرے مجمع میں اخلاص کا صلہ و انعام اس دن عطا فرمائیگا جبکہ مال اور اولاد کچھ بھی کام نہ آئیگا۔ پس ان کا حال ایسا ہے جیسے بیت اللہ کی زیارت کو جانیوالے کہ جب مکہ کو روانہ ہوتے ہیں تو خالص سونا اپنے ساتھ لیتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ بدوؤں میں کھوٹا سکہ نہیں چلتا اور خرچ کی زیادہ ضرورت بدوؤں کے راستہ ہی میں پڑتی ہے اور وہاں نہ وطن ہے کہ پریشانی کا دوسرا انتظام کر لیں اور نہ کوئی دوست ہے جسکا ہاتھ پکڑ لیں پس اگر نجات مل سکتی ہے تو صرف کھری نقدی سے ملسکتی ہے اور بعض آدمی ریا و نمود کے اندیشہ سے عمل ہی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلطی اور شیطان کی موافقت ہے بلکہ حق اس بارہ میں یہ ہے کہ جو عبادتیں بندہ پر لازم و فرض ہیں کہ جنکا نہ دوسرے شخص سے کوئی تعلق اور نہ انکی ذات میں کوئی لذت مثلاً نماز روزہ اور حج وغیرہ تو ایسی عبادتوں میں ریا و نمود کے خطرہ کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عمل سے قبل نمود کا خیال ہو کہ ابتداء ہی سے لوگوں کے دکھاوے پر آمادہ کر رہا ہے اور عمل پر آمادہ کرنیوالا کوئی دینی خیال مطلق نہیں۔ پس ایسے عمل کا ترک ہی مناسب ہے کہ ایسا عمل معصیت ہے جسمیں طاعت نام کو بھی نہیں پس اگر قدرت ہو کہ باعث ریاء کو دفع کر دے تو اس وقت عمل میں مشغول ہو۔ دوم یہ کہ عمل پر آمادگی تو اللہ دا سطہ ہوتی ہے۔ مگر عبادت میں شروع کرتے وقت نمود کا خیال آ جاتا ہے تو ایسے عمل کا ترک مناسب نہیں کہ عمل پر آمادہ کرنیوالا ایک دینی امر پایا گیا۔ لہذا عمل کو شروع کرے اور ریا کو دفع کر کے اور اخلاص کو لیے لوٹ بنانے میں بمعالجات مذکورہ نفس کو مجاہدہ میں ڈالے۔ سوم یہ کہ عبادت کا انعقاد اور افتتاح بھی خلاص پر ہوتا ہے مگر بعد میں نمود اور اسکے دواعی طاری ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں عمل کو ہرگز نہ چھوڑے اور نمود کے دفع کرنے کی کوشش کرے کہ اخلاص کیطرف لوٹ جائے اور اپنے نفس کو جبراً

پھر اگر اخلاص کی طرف کھینچتا رہے حتےٰ کہ عمل پورا ہو جائے۔ کیونکہ شیطان اوّل ترک عمل کیطرف بلا رہا تھا مگر جب تونے اسکا کہنا نہ مانا اور عمل شروع کردیا تو ریا کی طرف بلانے لگا۔ اور جب اسمین بھی اسکا کہنا نہ مانا تو اب اسکا اتنا ہی کام رہگیا کہ یون سمجھائے اور کہے کہ یہ عمل خالص نہین ہوا اور تو ریا کار ہے اور تیری محنت بیکار ہوگئی پھر ایسے عمل سے کیا فائدہ جسمین اخلاص نہو۔ اور اس سے اسکا مطلب یہی ہے کہ ترک عمل پر تجھے آمادہ کرے لہذا اگر تو عمل چھوڑ بیٹھیگا تو اسکا مقصود حاصل ہو جائیگا۔ اور جو شخص ریا کے احتمال سے عمل چھوڑے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کو اسکا آقا ایسے گیہون سپرد کرے جسمین اُڑد ملے ہوئے ہون اور کہے کہ اُڑد نکال اور خالص گیہون بنا کر لا۔ پس وہ اصل کام کو چھوڑ بیٹھے (کہ گیہون کو ہاتھ بھی نہ لگائے) اور کہے کہ مجھے تو اسکا اندیشہ ہے کہ صفائی شروع کرون گا تو (آقا کی مرضی کے موافق) انکو پوری طرح خالص نہ کر سکون گا۔ پس ریا کی وجہ سے اصل عمل کو چھوڑنا تو اخلاص اور اصل عمل دونون کا چھوڑنا ہوا جو محض بے معنی ہے۔ اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ کوئی شخص اس خوف سے عمل چھوڑ بیٹھے کہ لوگ کہینگے ریا کار ہے اور اس بنا پر وہ معصیت کے مرتکب ہونگے۔ یہ سب شیطان کے فریب ہین۔ حق تعالیٰ اسکے شر سے سبکو بچائے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اٹھائیسوین بصیرت تقویٰ اور پرہیزگاری کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا ۵ اے ایمان والو بچاؤ اپنے نفسون کو اور اپنے متعلقین کو آگ سے۔ خوب سمجھلو کہ جہنم ایک بڑی بلا ہے جس سے بچنا اسکے بغیر ناممکن ہے کہ جن کامون سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے بچے اور جن کامون کا حکم کیا ہے انکو بجا لائے۔ پس مومن پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو اور بی بی بچون کو کہ حاکم قرار دیا گیا ہے نار جہنم سے بچائے ورنہ اسکی اس سے بازپرس ہوگی کہ صحیحین مین حضرت عبداللہ رضؓ بن عمر سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنلو کہ تم مین ہر شخص افسر ہے اور ہر شخص سے اسکی رعیت کے متعلق بازپرس ہوگی پس بادشاہ وقت عامہ مخلوق کا افسر ہے اور اس سے بازپرس ہوگی اسکی رعایا کے متعلق اور مرد افسر ہے اپنے اہلخانہ کا کہ اس سے بازپرس ہوگی اسکی رعایا کے متعلق اور عورت افسر ہے اپنے شوہر کے گھر والون اور اسکی اولاد پر کہ اس سے بازپرس ہوگی انکی بابت اور غلام افسر ہے اپنے آقا کے مال پر کہ اس سے بازپرس ہوگی اسکی بابت۔ سنلو کہ تم مین ہر شخص افسر ہے اور اس سے سوال ہوگا اسکی رعیت کی بابت۔ اور اس بچاؤ کا نام عرف مین تقوےٰ ہے۔ اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ تقوے کے تین درجے ہین۔ اوّل عذاب دائمی سے بچا کریا شرک سے بیزار رہکر کہ قول باری تعالیٰ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اسکی بابت ہے۔ دوم جس کام کا کرنا یا چھوڑنا گناہ ہے اس سے بچنا۔ حتےٰ کہ صغیرہ گناہون سے

بھی عرف شریعت کے محاورہ مین تقویٰ اسیکا نام ہے اور یہی مُراد ہے حق تعالیٰ کے اس قول مین وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا الآیہ[۱]۔ سوم جو چیز قلب کو حق تعالیٰ سے غافل بنائے۔ اس سے بچنا اور بالکلیہ خدا کیطرف متوجہ ہوکر حقیقی تقوے یہی ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول مین مطلوب ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ[۲] حضرت عمر بن الخطاب نے کعب احبار سے کہا کہ مجھے تقویٰ کی حقیقت بتاؤ۔ انھون نے کہا کہ آپ کبھی کانٹے دار راستہ مین بھی چلے ہین؟ آپ نے فرمایا کہ ہان چلا ہون۔ کعب نے کہا کہ پھر وہان کسطرح کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ بہت احتیاط کے ساتھ چلا اور دامن سمیٹے تھے۔ کعب نے فرمایا کہ بس یہی ہے تقویٰ۔ اسکی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جیسے ترمذی نے حضرت عطیہ سعدی سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بندہ درجۂ تقویٰ پر نہین پہونچ سکتا جبتک کہ ہرج والی باتون کے اندیشہ سے بے حرج باتون کو نہ چھوڑ دے۔ تو جو شخص تقوے کریگا۔ پس اسکے لئے اسکا تقویٰ جہنم سے بچاؤ بنجائیگا جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوا جو تلاوت کی گئی۔ اور اس شخص کو قرب ہوگا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہ احمد نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو یمن کیجانب بھیجا تو وصیت فرماتے ہوئے انکے ساتھ ساتھ آئے کہ معاذ سوار تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پا پیادہ۔ جب وصیت سے فارغ ہوچکے تو فرمایا کہ اے معاذ ممکن ہے سال آئندہ تم مجھسے نہ مل سکو اور میری اس مسجد اور میری قبر پر تمھارا گذر ہو۔ یہ سُنکر حضرت معاذ فراق رسول کے تصور سے رونےلگے۔ اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب مُنہ کر کے فرمایا کہ میرے مقرب وہی ہین جو متقی ہون۔ خواہ کوئی ہو۔ اور خواہ کہین ہون" اور متقی کے لئے پریشانیون سے رہائی کی صورت پیدا ہوتی اور حق تعالیٰ اُسے رزق دیتا ہے جہان اسکا گمان بھی نہین جاتا۔ چنانچہ فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ[۳] اور کیون نہو جبکہ یہ متحقق ہوچکا کہ جو اللہ کا ہوگیا اللہ اسکا ہوگیا۔ حکایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بکریان چرانے نکلے اور ایسے جنگل مین پہونچے جہان بھیڑیئے بکثرت تھے۔ انکو تکان اور نیند کا غلبہ ہوا تو پریشان ہوئے کہ نیند کا غلبہ بکریون کی نگرانی نہین کرنے دیتا۔ اور اگر سو جائین تو بھیڑیون کا بکریون پر حملہ ہوگا پس آسمان کیطرف نظر اٹھا کر عرض کیا کہ تیرا علم محیط ہے اور تیرا ارادہ نافذ اور تیری لکھت سبقت لیجا چکی ہے اسکے بعد سر رکھکر سوگئے جب آنکھ کھلی تو دیکھتے کیا ہین کہ ایک بھیڑیا کندھے پر لاٹھی رکھے چرواہے کا کام دے رہا ہے حضرت موسیٰ کو تعجب ہوا تو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ تم بنجاؤ جیسا مین چاہتا ہون کہ مین تمہارے لئے بنجاؤنگا جیسا تم چاہتے ہو۔" کتاب الفرج بعد الشدۃ مین لکھا ہے کہ ایک مصری جو مکاشفہ مین مشہور تھا۔ اس

[۱] اور بستی والے اگر ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو ہم ہر قسم کی آسائش انکو پہونچاتے ۱۲ [۲] اے ایمان والو اللہ سے تقویٰ کرو جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے ۱۲ [۳] اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اسکے لیے اللہ راہ نجات تجویز کرتا اور ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہان اسکا گمان بھی نہین جاتا

سے جب مسلمانوں کی لڑائی کا اندیشہ ہوا تو ایک عالمِ مسلم نے اسکے قتل کا ارادہ کیا اور چھری کو زہر میں بجھا کر اسکیطرف چلے جب اسکا دروازہ کھٹکھٹایا تو اسنے (اندر سے) جواب دیا کہ اے مسلمان مولوی چھری پھینکدو اور اندر چلے آؤ۔ عالم چھری پھینک کر اندر گئے اور پوچھا کہ یہ نورِ مکاشفہ تمھیں کسطرح حاصل ہوا؟ راہب نے کہا کہ مخالفت نفس کی بدولت۔ عالم نے کہا کہ اچھا مسلمان ہو جاؤ۔ راہب نے کہا بہت اچھا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ عالم نے پوچھا کہ (اسقدر جلدی) اسلام لانے پر تمھیں کس شے نے آمادہ کیا؟ راہب نے کہا کہ جب تمنے مجھپر اسلام پیش کیا تو میرے نفس نے انکار کیا لہذا میں نے اسکی مخالفت کی (اور اسلام لے آیا کہ نورِ مکاشفہ نہ جاتا رہے)۔

(لطیفہ) مُصنّف نزہہ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سُنا تھا ایک سمندر میں کچھ لوگ کشتی پر سوار تھے کہ ایک شخص انکو سطح پانی پر نظر آیا اور اسنے کہا کہ ایک کلمہ ہزار دینار کے بدلے بیچتا ہوں۔ ایک شخص نے جواب دیا کہ لو ہزار دینار یہ لو۔ اسنے کہا کہ بہتر ہے انکو سمندر میں پھینکدو جب اسنے سمندر میں پھینکدیئے تو اسنے کہا کہ پڑھو وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ چنانچہ اسنے پڑھا اور پھر اس شخص نے کہا کہ اسے خوب یاد رکھیو جب وہ یاد کر چکا تو کشتی ٹوٹ گئی اور وہ شخص ایک تختہ پر بہنے لگا اور یہ آیت پڑھتا جاتا تھا۔ آخر موج نے اسکو ایک جزیرہ میں جا ڈالا اور وہاں اُسے ایک نہایت حسین عورت نظر آئی اُسنے اُسکا حال پوچھا تو اُسنے بتایا کہ میں فلاں شہر کی رہنے والی ہوں۔ اور روزانہ ایک جن فلاں وقت سمندر سے باہر نکلتا اور مجھسے بدکاری کا خواہاں ہوتا ہے مگر حق تعالیٰ اُس سے میری حفاظت فرماتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے ایسی جگہ چھپا دے جہاں سے میں اُسے دیکھوں مگر وہ مجھے نہ دیکھے۔ چنانچہ اُسنے اُسکو ایسی جگہ چھپا دیا جب وہ جن باہر نکلا اور اس شخص نے اسکو دیکھا تو وہی آیت پڑھی دفعتہً آگ مشتعل ہوئی اور وہ جن اسمیں جلگیا۔ عورت یہ دیکھکر بہت خوش ہوئی اور اس شخص کا ہاتھ پکڑکر ایک غار کیطرف لیگئی کہ اسمیں اتنے موتی اور جواہرات تھے جنکی تعداد خدا ہی کو معلوم تھی۔ اسکے بعد ایک کشتی کا ادھر گذر ہوا تو انھوں نے اشارہ سے اسکو بلایا۔ جب کشتی آئی تو جتنے ہوسکے جواہرات بھر کر دونوں اس کشتی پر سوار ہو گئے۔

زہادِ حفظ درجہ یعنی جہنم میں لیجانیوالی باتوں سے نفس کا بچانا تو وہ ان صورتوں سے حاصل ہوسکتا ہے جنھیں امام غزالیؒ نے ترتیب وار بیان کیا ہے کہ اوّل مشارطہ ہے یعنی نمازِ فجر سے فارغ ہوکر نفس سے عہد و پیمان لینے کے لئے ایک مجلس مقرر کرے۔ پس (بعد فجر تنہا بیٹھکر) اپنے نفس سے کہے کہ میرے پاس بجز عمر کے اور کچھ پونجی نہیں جب یہ ختم ہوگئی تو راس المال فنا ہوگیا۔ تجارت اور طلب منافع سے نا امیدی ہو جائیگی۔ اور آج کا جدید دن اللہ نے مجھے مہلت کا دیا اور میری عمر میں سے مجھے بخشا اور مجھپر اسکا انعام فرمایا ہے۔ کہ اگر دُنیا سے اُٹھا لیتا تو میں

تمنا کرتا کہ کاش ایکدن کے لئے مجھے دنیا مین پھر بھیجدے تو مین عمل نیک کر آؤن۔ پس اے نفس یون سمجھ کہ تو مرچکا تھا اور پھر دوبارہ دنیا مین بھیجا گیا ہے لہذا آجکا دن بیکار کھو نیسے آپکو بچا کہ ہر سانس ایک انمول جواہر نفیس ہے۔ یہ تو نفس کو وصیت ہوئی اوقات کے متعلق (کہ کوئی سانس بیکار نہ جانے پائے) اسکے بعد ساتون اعضا یعنی آنکھ۔ کان زبان۔ پیٹ۔ شرمگاہ اور ہاتھ۔ پاؤن کی بابت نفس کو زبر مستقل وصیت کر کہ یہ خدمتگار رعایا بنا کر تیرے حوالے ہوئے اور انھین پر تیری تجارتِ آخرت کے کاروبار انجام پاتے ہین پس اے نفس انکو حرام جگہ استعمال نکر اور جہان تک ممکن ہو نیکیان کرنے مین انکو خرچ کر۔ اسکے بعد ان عبادات (نماز وغیرہ) کے متعلق نفس کو وصیت کر جو رات دن مین مکرر لازم کی گئی ہین۔ پھر جن نوافل پر قدرت رکھتا یا ان مین اضافہ کرسکتا ہے انکی وصیت کرؔ اور نفس پران شرائط کے روزانہ پیش کرنے کی حاجت ہے تاکہ نفس اسکو قبول کرے کہ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ "پس نصیحت نفع دیتی ہے مومنین کو" حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمایئے۔ آپنے فرمایا کہ جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اسکے انجام پر غور کرلو۔ اگر انجام نیک پاؤ تو ارادہ کو پورا کرو اور انجام برا پاؤ تو اس سے رک جایا کرو" ایک دانشمند کا قول ہے کہ اگر عقل کو خواہش نفسانی پر غالب بنانا چاہو تو مقتضاءِ شہوت پر جب تک کہ انجام نہ سوچ لو ہرگز عمل نہ کرو کہ قلب مین ندامت کا بقا شہوت کے ہیجان کے بقا سے زیادہ دیر پا ہے" دوؔم جب انسان اپنے نفس کو وصیت کرچکے اور شرائط مذکورہ کا پابند بنا چکے تو اب مراقبہ کا درجہ ہے کہ اعمال مین غور کرے اور انکو بچشم نگران دیکھتا رہے اسلئے کہ اگر اعمال کی نگرانی نکریگا تو نفس شرارت کرکے بگڑ جائیگا مراقبہ کے معنے رقیب اور نگران کا خیال رکھنے کے ہین تو جس نے سمجھ لیا کہ حق تعالےٰ ما فی الضمیر پر مطلع اور اسرار سے واقف اور جو کچھ نفس نے کیا ہے اسپر نگران ہے تو یہ علم اسکے قلب کو نگران کے اداءِ حق اور اسکی جانب توجہ کا باعث ہوگا۔ اور مراقبہ کے دو درجے ہین۔ پہلا درجہ مقربین و صدیقین کے مراقبہ کا ہے یعنی تعظیم و احترام کا مراقبہ۔ اور وہ یہ ہے کہ قلب جمالِ الٰہی کے ملاحظہ اور دھیان مین ڈوبا ہوا اور ہیبت کے نیچے ٹوٹا ہوا ہو کہ دوسری طرف توجہ کی گنجایش ہی نہو۔ اور یہ مراقبہ قلب ہی پر محدود رہتا ہے۔ باقی رہے اعضا سو وہ تو مباح کامون کیطرف بھی توجہ کرنیسے معطل و بیکار ہوجاتے ہین۔ چہ جائیکہ ممنوع و حرام کام۔ کیونکہ قلب جب معبود مین مستغرق ہوجاتا ہے تو اعضاء (مشین کے پہیہ کی طرح) راہ راست و استقامت پر بے تکلف چلنے لگتے ہین۔ یہی وہ حالت ہے کہ اسکے افکار فکرِ واحد بنگئے اور اسلیئے حق تعالیٰ اسکے تمامی افکار کا کفیل ہوگیا۔ اور اس درجہ پر پہونچنے والا شخص مخلوق سے اتنا بیخبر ہوجاتا ہے کہ کوئی اسکے سامنے بھی ہو تو اسے نظر نہین آتا حالانکہ اسکی آنکھین کھلی ہوتی ہین۔ اور کوئی بات کرے تو اسکو سنائی نہین دیتا حالانکہ وہ بہرا نہین ہے اور ایسا ہونا کچھ مستبعد نہین کہ اسکی نظیر انھین قلوب مین ملیگی جنھین شاہانِ دنیا کی عظمت ہو کہ شاہی دربار مین جو کچھ

ہو بعض دفعہ شاہی خدام کو شدتِ استغراق کی وجہ سے اُسکا شعور بھی نہین ہوتا۔ حضرت عبدالواحدؒ بن زیدؒ سے کسینے پوچھا کہ فی زمانہ آپکے علم مین کوئی ایسا شخص ہے جو اپنے حال مین بیخود ہو کر مخلوق سے بے خبر ہو؟ آپ نے فرمایا کہ بجز ایک شخص کے جو عنقریب آیا چاہتا ہے میرے علم مین کوئی ایسا نہین۔ ذرا دیر گذری تھی کہ حضرت عتبہؓ آئے اور حضرت عبدالواحدؒ نے پوچھا کہ کہان سے آرہے ہو اے عتبہؒ؟ آپ نے جواب دیا فلان جگہ سے، اور اس جگہ کا راستہ بازار مین کو ہو کر گذرتا تھا پس عبدالواحدؒ نے پوچھا کہ راستہ مین کون ملا تھا؟ عتبہؒ نے فرمایا کہ مجھے تو کوئی نظر نہین آیا[1] حضرت شبلیؒ ایک دفعہ حضرت ابوالحسنؒ نوری کے پاس گئے جو کہ اعتکاف مین اتنے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے کہ بدن کا کوئی حصہ بھی حرکت نہ کرتا تھا۔ اسیکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ کی عبادت کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر یہ نہو کہ تو اسکو دیکھ رہا ہے۔ تو وہ تجھکو دیکھ رہا ہے۔" حکایت ہے کہ ایک صوفی شیخ اپنے ایک جوان شاگرد کی عزت کرتے اور دوسرون سے آگے بٹھایا کرتے تھے۔ بعض رفقا نے کہا کہ یہ حق اسے کس طرح حاصل ہوسکتا ہے۔ دران حالیکہ یہ نوجوان اور ہم بوڑھے؟ شیخ نے چند پرند منگا کر ہر شخص کو ایک پرند اور ایک چھری دیدی اور کہا کہ اپنے اپنے پرند کو ایسی جگہ ذبح کر لاؤ جہان کوئی نہ دیکھے۔ چنانچہ ہر شخص اپنے پرند کو ذبح کر کے لے آیا مگر وہ جوان ہاتھ مین زندہ پرند لئے واپس آیا۔ شیخ نے کہا کہ اپنے ساتھیون کی طرح تم ذبح کر کے کیون نہ لائے؟ جوابدیا کہ مجھے کوئی جگہ ایسی نہ ملی جہان اسے کوئی نہ دیکھتا۔ کیونکہ اللہ ہر جگہ دیکھتا ہے۔ اسوقت سبنے اعتراف کیا کہ اسکو مراقبہ حضور خوب حاصل ہے اور کہا کہ واقعی تم مستحق احترام ہو۔ کسینے کیا خوب کہا ہے إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ + خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيْبُ + وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ سَاعَةً + وَّلَا أَنَّ مَا تُخْفِيْهِ عَنْهُ يَغِيْبُ + أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْيَوْمَ أَسْرَعُ ذَاهِبٍ + وَّأَنَّ غَدًا لِلنَّاظِرِيْنَ قَرِيْبُ" دوسرا درجہ اُن پرہیزگارون کا ہے جنکے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ مین ہونگے۔ یعنی وہ لوگ کہ اللہ کے مطلع و باخبر ہونے کا یقین انکے ظاہر و باطن اور قلوب پر غالب آگیا ہے۔ مگر جلال خداوندی کے دھیان نے انکو مدہوش نہین بنایا بلکہ حد اعتدال پر ہین کہ احوال و اعمال کیطرف التفات کرنیکی گنجائش موجود ہے۔ ان دونون درجون کا فرق مشاہدہ سے معلوم ہوگا۔ مثلاً تم خلوت مین کوئی کام کر رہے ہو کہ کوئی بچہ یا عورت آجائے اور معلوم ہوجائے کہ یہ تمھین دیکھ رہا ہے تو اسوقت تم سکون کیساتھ بیٹھ جاؤ گے اور یہ سکون انکے احترام و تعظیم کے لئے نہوگا بلکہ شرم و حیا کیوجہ سے ہوگا۔

---

[1] اگر زمانہ کا کوئی دن تنہائی مین گذرے تو یون مت کہہ کہ مین تنہا رہا۔ بلکہ یون کہہ کہ مجھپر ایک ذات نگران تھی۔ اور یہ بھی نہ کہہ کہ اللہ ایک ساعت بھی غافل ہوتا ہے اور نہ یہ کہ جو چیز تو چھپاتا ہے وہ اللہ سے غائب ہے کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے کیا تجھے خبر نہین کہ آجکا دن بہت جلد چلا جانیوالا ہے! اور کل کا دن دیکھنے والونکے لئے قریب ہے۔ پس (دار قیامت کی فکر کر) ۱۲

اور اگر مثلاً پادشاہ آجائے تو اسوقت اسکی عظمت تمہیں اتنا مستغرق کردیگی کہ جس کام میں تم مشغول تھے وہ چھوٹ جائیگا۔ اور یہ بیجا کیوجہ سے نہوگا بلکہ شاہی احترام و تعظیم کیوجہ سے۔ اور دوسرے دھیان والے کو اپنے تمام حرکات اور سکنات میں تین طرح کا دھیان رکھنا چاہیئے۔ ایک عمل سے پہلے اور ایک بحالت عمل۔ عمل سے پہلے اس پر دھیان رکھے کہ جو خیال دل میں گذرا وہ اللہ واسطے ہے یا مخلوق کیواسطے؟ پس اگر اللہ واسطے ہو تو عمل کو پورا کرے اور اگر غیر اللہ کیواسطے ہو تو اللہ سے شرمائے اور عمل سے باز رہے۔ اور بحالت عمل دھیان کی مختلف صورتیں ہونگی کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ عمل یا طاعت ہوگا یا معصیت۔ یا مباح۔ اگر طاعت ہو تو ضرورت ہے اخلاص اور ادب کے ملحوظ اور اپنی طاعت کو مضرتوں سے محفوظ رکھنے کے دھیان کی۔ اور اگر معصیت ہو تو حاجت ہے توبہ کے دھیان اور انہدام معصیت کے لحاظ کی۔ اور اگر مباح ہے تو اول ادب کا لحاظ اور پھر اس نعمت کے منعم و معطی کا تصور اور اسپر شکر گذاری ہونی چاہیئے۔ پھر آئین سے ہر ایک کی ایک حد ہے۔ کہ ہر وقت دھیان و توجہ رکھکر اسکی رعایت لازم ہے۔ کیونکہ جو حدود الٰہی سے آگے بڑھا اسنے اپنی جان پر ظلم کیا۔" سوم محاسبہ کہ جسطرح شروع دن میں ایکوقت مشارطہ کا ہے تاکہ بصورت وصیت اپنی نفس سے شرط و پیمان کرے۔ اسیطرح آخر دن میں ایکوقت محاسبہ کا بھی ہونا چاہیئے کہ اپنی نفس سے تمامی حرکات و سکنات کا ایسا مطالبہ اور جانچ کرے جیسے سوداگر اپنے شریکوں سے آخر سال یا آخر مہینہ یا روزانہ آخری وقت میں حرص دنیا کیوجہ سے جانچ کیا کرتا ہے کہ شریک کچھ کھا نہ گیا ہو۔ پس فرائض تو بندہ کا دینی راس المال ہیں اور نوافل اسکا منافعہ۔ اور معاصی اسکا خسارہ اور موسم تجارت سارا دن۔ اور شریک تجارت اسکا نفس امارہ۔ پس اول فرائض کا حساب لے کہ اگر انکو ٹھیکطرح ادا کرچکا ہے تو اللہ کا شکر کرے۔ اور ایسا ہی ادائے فرائض کی نفس کو ترغیب دے۔ اور اگر نفس نے فرائض کو بالکل حذف و ترک کردیا ہے تو قضا کا مطالبہ کرے اور اگر ادا تو کیے مگر ناقص کیا ہے تو نفس کو مجبور کرے کہ نوافل سے ان کا تدارک کرے۔ اور اگر نفس کسی معصیت کا مرتکب ہوا ہے تو اسکی سزا و تعزیر میں مشغول ہو غرض ساری عمر کے ایک ایک دن اور ایک ایک ساعت کا تمامی اعضائے ظاہری و باطنی کے متعلق اسیطرح نفس سے حساب لے اور جانچ کرے جیسا کہ حضرت توبہ بن صمہ اپنی نفس سے محاسبہ کیا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ ایکدن انھوں نے حساب کیا تو اپنی عمر ساٹھ برس کی پائی۔ پھر اسکے دن شمار کئے تو ساڑھے اکیس ہزار ہوئے۔ پس دفعۃً چیخ ماری اور کہا کہ ہائے افسوس! اگر روزانہ ایک ہی گناہ سمجھوں تو ساڑھے اکیس ہزار گناہ لیکر حاکم حقیقی سے ملونگا۔ پھر کیا پوچھنا جبکہ ہر دن کے گناہ دس دس ہزار ہوں یہ کہکر گرے اور بیہوش ہوگئے۔ دیکھا تو انتقال ہوچکا تھا۔ غیب سے آواز آئی کہ مبارک ہو سفر فردوس اعلیٰ کا۔"

دیکھو اگر کوئی شخص ہر معصیت کے ارتکاب پر اپنے گھر میں ایک پتھر پھینکتا رہے تو زندگی کے چند ہی دنوں میں اسکا گھر پتھروں سے بھر جائیگا۔ مگر انسان گناہونکی شمار اور یاد داشت میں تساہل کرتا ہے حالانکہ کراماً کاتبین

کے پاس وہ محفوظ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ انسان کے گناہ اللہ کے پاس محفوظ ہیں۔ اور انسان انکو بھول گئے ہیں۔" چہارم معاقبہ یعنی نفس کو اسکی کوتاہی پر سزا دے کہ جب محاسبہ کیا اور وہ ارتکاب معصیت اور حقوق اللہ میں کوتاہی سے محفوظ و سالم نہ رہا تو سزا دیئے بغیر اسکو چھوڑ دینا مناسب نہیں کہ چھوڑ دینے سے اسکو معصیتوں کا ارتکاب سہل ہو جائیگا اور یہ اسکی ہلاکت کا سبب ہوگا لیکن مناسب حال سزا دینی چاہیئے۔ مثلاً خواہش نفس سے کوئی مشتبہ لقمہ کھایا تھا تو پیٹ کو بھوک اور فاقہ کی سزا دے۔ اور اگر کسی محرم پر نگاہ ڈالی تھی تو آنکھ کو دیکھنے سے باز رکھنے کی سزا دے۔ اسیطرح ہر عضو کو اسکی خواہش سے باز رکھنے کی سزا دیا کرے کہ سالکین طریقت کی یہی عادت تھی۔ چنانچہ حضرت منصور رح بن ابراہیم سے روایت ہے کہ ایک عابد نے کسی عورت سے بات کی اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ اپنا ہاتھ اسکی ران پر رکھدیا۔ اسکے بعد ندامت ہوئی تو سزا دینے کے لئے اپنا ہاتھ آگ پر رکھا حتّٰی کہ وہ بالکل سوکھ گیا۔" منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے کہ مدت سے عبادت میں مشغول تھا ایکدن خلوت خانہ سے باہر جھانکا تو ایک عورت پر نظر پڑی اور فریفتہ ہوگیا۔ اسکے خیال میں باہر نکلا کہ اس تک پہونچے مگر رحمت حق دستگیر ہوئی اور اسکو تنبّہ ہوا کہ کیا کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے غرض نفس ٹھکانے آ لگا اور حق تعالیٰ نے گناہ سے اسکی حفاظت فرمائی۔ پس وہ نادم ہوا اور جب ارادہ کیا کہ اپنا پاؤں پھر عبادتخانہ میں رکھے تو کہنے لگا کہ ہائے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو پاؤں اللہ کی معصیت کے ارادہ میں باہر نکل چکا وہ میرے ساتھ پھر خلوتخانہ میں آئے۔ واللہ یہ کبھی نہ ہوسکے گا۔ پس پاؤں کو لٹکا ہوا چھوڑ دیا۔ کہ بارش اور ہوا اور پالا اور دھوپ اسپر پڑتی تھی۔ یہانتک کہ وہ کٹکر گر گیا اور اسوقت انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔"

حضرت عبداللہ رح بن قیس فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں گئے اور دشمن نظر آنے پر مسلمانوں نے صف بندی کر لی۔ ہوا اس دن نہایت تیز تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے آگے ہے اور اپنے نفس سے اسطرح گفتگو کر رہا ہے کہ "اے نفس کیا تجھے یاد نہیں کہ میں فلاں فلاں غزوہ میں شریک ہوا تو تو نے میرے اہل وعیال مجھے یاد دلائے۔ اور میں پھر اُلٹا مان کر لوٹ آیا۔ مگر قسم ہے خدائے پاک کی کہ آج میں ضرور تجھے حق تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا کہ چاہے تجھے لیلے اور چاہے چھوڑ دے۔ حضرت عبداللہ رح فرماتے ہیں کہ میں نے دلمیں کہا آج میں بھی اس شخص کو دیکھتا رہوں گا (کہ کیا کرتا ہے) اور میں نے اسپر نگاہ جمائے رکھی۔ جب لشکر اسلام نے دشمن پر حملہ کیا تو یہ شخص اگلی صف میں تھا۔ اسکے بعد پھر دشمن نے ہمارے لشکر پر حملہ کیا تو صفیں ٹوٹ گئیں مگر یہ شخص بدستور اپنی جگہ کھڑا رہا۔ کئی مرتبہ یہی قصہ ہوا کہ صفیں ٹوٹیں مگر وہ جما ہوا لڑتا رہا۔ بخدا میں نے اسکا یہی حال دیکھا حتّٰی کہ وہ زمین پر پڑا ہوا نظر آیا۔ اسوقت شمار کیا تو اسپر اور اسکی سواری پر ساٹھ یا اس سے بھی زیادہ نیزے کے زخم گنے۔" حضرت عورۃ کا قصہ منقول ہے کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو اپنے قدموں پر

دُرّے مارتے اور نفس سے پوچھا کرتے کہ بتا آج تو نے کیا کام کیا؟ پنجم یہ کہ جب نفس کو بوجہ کاہلی کے کسی مستحب فعل یا ورد و وظیفہ میں سستی کرتا ہوا دیکھے تو اسکی اصلاح و تہذیب میں مشغول ہو اور متعدد وظائف و اوراد اسپر لازم کرنا کہ گذشتہ کوتاہی کی تلافی ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کارگذار بندے نفس کے ساتھ یہی برتاؤ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے جب نماز عصر کی جماعت فوت ہوئی تو نفس کی گوشمالی اسطرح فرمائی کہ دو لاکھ درہم قیمت کی زمین خیرات کی۔ حکایت ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کی بیماری میں کچھ لوگ مزاج پرسی کو آئے تو انمیں ایک لاغر جوان بھی تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ ای نوجوان اتنے لاغر کیوں ہو گئے؟ اسنے کہا کہ ای امیر المومنین یہی امراض و افکار چلے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمھیں قسم ہے خدائے ذو الجلال کی سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے؟ نوجوان نے کہا کہ اے امیر المومنین حلاوتِ دنیا کو میں نے چکھا تو تلخ پایا۔ لہذا اسکی رونق و حلاوت میرے نزدیک حقیر ہو گئی اور اسکا سونا اور پتھر میرے نزدیک برابر ہو گیا اور اب مجھے اسکا تصور رہتا ہے گویا عرش الہی نظر کے سامنے ہے اور مخلوق کو جنت و دوزخ کی طرف چلایا جا رہا ہے اس لئے دن بھر پیاسا رہتا اور رات بھر بیداری میں گذار دیتا ہوں اور مجھے ثواب و عذاب الٰہی کے سامنے سب کچھ حقیر معلوم ہوتا ہے۔ ایک عابد زاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیمؒ بن ادہم کے پاس حاضر ہوا تو عشا کی نماز پڑھتے دیکھا پس انکی حالت معلوم کرنیکے لئے میں بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ نماز کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو ایک کملی میں لپیٹ کر زمین پر ڈالدیا اور ساری رات گذر گئی کہ دوسری کروٹ نہ بدلی صبح ہونے پر جب مؤذن نے اذان دی تو جلدی سے نماز کی طرف لپکے اور وضو نہ کیا۔ یہ بات میرے دل میں کھٹکی اور میں نے ان سے کہا کہ تم پر خدا کی رحمت ہو۔ ساری رات سوتے رہے اور وضو نکیا؟ فرمایا کہ میں تو ساری رات (میدان خیال میں) دوڑتا رہا کہ کبھی باغہائے جنت میں جاتا تھا اور کبھی میدان ہائے دوزخ میں۔ بھلا اس حالت میں نیند کہاں۔ یہ طریقہ تو اپنے آپکو جہنم سے بچانیکا ہے۔ اب اولاد اور متعلقین کو جہنم سے بچانیکا طریقہ سواے علماء نے لکھا ہے کہ اوّل بچہ کے لئے دودھ پلائی دینداری تجویز کرے کہ وہ حرام کھانیسے بچے کیونکہ غذاء حرام سے پیدا ہونے والا دودھ لامحالہ بچہ کا ستون کیطرف مائل کریگا۔ پھر جب بچہ بڑا ہو جائے اور کھانے لگے تو اسکو غذاء حرام سے بچائے اور زیادہ کھانے سے منع کرے اور جو حدیثیں کثرت خوری کی مذمت میں وارد ہیں وہ اسکے کان میں ڈالتا اور کم کھانیکے منافع سناتا رہے کہ شرح السنہ میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکارین لیتے ہوئے سُنا تو فرمایا کہ ڈکارین کم کرو کیونکہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہی ہوگا جو دنیا میں زیادہ شکم سیر ہوتا رہا۔ ترمذیؒ نے حضرت مقدادؓ بن معدی کرب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا کہ آدمی نے پیٹ سے زیادہ کوئی برا برتن نہیں بھرا۔ انسان کو صرف چند لقمے کافی ہیں جنسے کمر سیدھی رکھ سکے۔ اور اگر پیٹ بھرے

بغیر چارہ ہی نہو تو خیر تہائی پیٹ غذا کے لئے اور تہائی پانی کے لئے اور تہائی سانس کیلئے۔" حکایت ہے کہ ہارون رشید نے ہندی و رومی او عراقی و سوادی چار طبیبوں کو جمع کر کے کہا کہ ایسی دوا بتاؤ جسمین مضرت ہی نہو ہندی نے کہا میرے نزدیک ہیڑ سیاہ ہے۔ عراقی نے کہا کہ بے ضرر دا حب الرشاد ابیض ہے۔ اور رومی نے کہا کہ گرم پانی ہے اور سوادی نے جو کہ سب مین بڑا حکیم تھا کہا کہ ہیڑ مروڑ پیدا کرتی ہے جو کہ مستقل مرض ہے۔ اور حب الرشاد معدہ مین ازلاق پیدا کرتا ہے کہ خود مضرت ہے اور گرم پانی معدہ مین ارخا پیدا کرتا ہے کہ خود مستقل مرض ہے۔ لہذا میرے نزدیک وہ دوا جس سے کوئی مرض اور مضرت نہو یہ ہے کہ پوری خواہش کے بغیر کھائے نہین اور خواہش باقی رہتے ہوئے کھانے سے ہاتھ کھینچ لے۔ چنانچہ اسکو سب نے مان لیا اور تصدیق کی۔" اور بچے کو ریشمی کپڑا نہ پہنائے اور مشروع کپڑے مین بھی ٹخنہ سے نیچے لٹکانے اور کفار کی مشابہت طرز وضع اور شہرت و نمود کے خیال سے منع کرتا رہے کہ یہ سب باتین حرام ہین شیخین نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا مین ریشم وہی پہنتا ہے جسکا آخرت مین کوئی حصہ نہین۔" مگر ریشم کی حرمت مردون ہی کیساتھ مخصوص ہے اور انکو بھی چار انگشت تک کی مقدار اور وہ جسکا بانا سوت کا ہو یا سارے مین متفرق پھول ہون پہننا جائز ہے کہ ابو داؤدؒ نے حضرت سالم سے روایت کی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کا (ٹخنہ سے نیچے) لٹکانا خواہ تہبند مین ہو یا کرتہ مین یا عمامہ مین جو کوئی بھی تکبر کی وجہ سے کریگا بروز قیامت حق تعالے اسپر (شفقت کی) نظر نہ فرمائیگا۔" اور احمدؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسنے کسی قوم کیساتھ تشبہ کیا وہ انھین مین ہوگا۔" اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسنے دنیا مین شہرت کا لباس پہنا حق تعالی اُسے بروز قیامت ذلت کا لباس پہنائیگا۔" ہان اگر کوئی قیمتی لباس اسلئے پہنے کہ انعامات الٰہیہ کا اظہار ہو تو اسمین کچھ حرج نہین کہ نسائی نے حضرت ابو الاحوصؓ سے روایت کی ہے۔ انکے باپ کہتے ہین کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم صاحب مال نہین ہو؟ مین نے عرض کیا کہ بیشک ہون آپ نے فرمایا کہ کس قسم کا مال ہے؟ مین نے عرض کیا کہ مال تو مجھے حق تعالی نے ہر قسم کا عطا فرمایا ہے۔ اونٹ بھی گائے بھی بکریان بھی گھوڑے بھی غلام بھی۔ آپ نے فرمایا کہ جب حق تعالی نے تمھین مال دیا ہے تو اسکی نعمت کا اثر تمپر نظر بھی آنا چاہئے؟ اسکے بعد (جب پڑھنے کے قابل ہو جائے) تو بچے کو قرآن اور علم دین پڑھانے مین سعی کرے کہ وہ حق و باطل مین امتیاز کر سکے اور حقوق سے واقف ہو خصوصًا ماں باپ کے حقوق سے کہ ایسی اولاد بکثرت ملیگی جو ماں باپ کے حقوق سے ناواقف اور انکی نافرمان ہے۔ بیہقیؒ نے حضرت ابو سعیدؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسکے بچہ پیدا ہو تو چاہئے کہ اچھا سا اسکا نام رکھے اور اُسے مہذب بنائے اور جب وہ

بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے کہ اگر بالغ ہونیکے بعد اسکا نکاح نکیا اور وہ گناہ کا مرتکب ہوا تو اسکا وبال اسکے باپ پر ہوگا" حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کو لیکر آپکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا بیٹا میری نافرمانی کرتا ہے۔ آپ نے بیٹے سے فرمایا کہ باپ کی نافرمانی کرتے ہوئے کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ باپ کا یہ حق ہے اور باپ کا یہ حق ہے۔ بیٹے نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اور بیٹے کا باپ پر کیا کوئی بھی حق نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ اسکی ماں انتخاب کر کے لائے یعنی بکسی رذیل عورت سے نکاح نکرے کہ اسکی وجہ سے اولاد کو عار اور ننگ نہ آئے اور اچھا سا اسکا نام رکھے اور اسکو قرآن پڑھائے۔ بیٹے نے کہا کہ پس خدا کی قسم نہ تو اسنے میری ماں کو منتخب کیا کیونکہ میری ماں ایک سندیہ عورت ہے جسکو اسنے چار سو درم میں خریدا تھا اور نہ اسنے میرا نام اچھا رکھا کہ میرا نام جعل[5] رکھا ہے اور نہ اسنے مجھے کتاب اللہ کی کوئی آیت پڑھائی پس حضرت عمرؓ نے باپ کیطرف منہ کر کے فرمایا کہ تو کہتا ہے میرا بیٹا میرے حقوق نہیں سمجھتا حالانکہ اس سے پہلے کہ یہ تیرے حق کو نہ سمجھے تو نے ہی اسکے حقوق کو نہ سمجھا۔ اٹھ میرے پاس سے اور دور ہو" فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے ابو جعفر اسکندری کی حکایت سنی جو سمرقند کے ایک بڑے عالم تھے کہ انکے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ میرے بیٹے نے مجھے مارا اور بہت دکھ دیا۔ آپنے فرمایا کہ تم نے اسکو تہذیب بھی سکھائی اور علم بھی پڑھایا تھا؟ اسنے کہا کہ نہیں۔ آپنے پوچھا کہ قرآن بھی پڑھایا؟ اسنے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کیا کام کرتا ہے؟ اسنے کہا کہ کھیتی۔ آپنے پوچھا کیا تمھیں معلوم ہوا کہ کس بات پر تمھیں مارا؟ اسنے کہا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے جب صبح ہوئی اور وہ گدھے پر سوار ہو کر کھیت پر جانے لگا تو بیل اسکے آگے ہونگے اور کتا اسکے پیچھے۔ اور چونکہ وہ قرآن پڑھا ہوا نہ تھا اسلئے اسنے گانا شروع کر دیا ہوگا۔ اسی حالت میں تو اسکے سامنے آگیا ہوگا پس اسنے تجھکو بیل سمجھکر مارا۔ خدا کا شکر کر کہ اسنے تیرا سر نہیں توڑ دیا" حضرتؓ ثابت بنانیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص کہیں اپنے باپ کو مارا کرتا تھا۔ لوگوں نے اسے سمجھایا کہ یہ کیا بری حرکت ہے باپ نے کہا کہ اس سے کچھ نکہو۔ اسی جگہ میں اپنے باپ کو مارا کرتا تھا۔ لہذا مجھے سزا ملی کہ اسی جگہ میرا بیٹا مجھے مارے۔ پس یہ اسکا بدلہ ہے اسلئے اسپر کوئی الزام نہیں" اور اولاد کو بد خصلت دوستوں کی صحبت سے بچائے کہ انکی ہمنشینی سم قاتل ہے۔ خصوصاً بچپن میں کہ بچہ کا قلب ہری شاخ کی طرح ہے کہ صحبت کا اثر بہت جلد قبول کرتا ہے شیخینؒ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکوکار اور بدکار ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والا عطار اور بھٹی دھونکنے والا۔ کہ عطار یا تجھے خوشبو دیگا یا تو اسے خریدیگا اور کچھ بھی نہو گا تو خوشبو تو سونگھ ہی لیگا۔ اور بھٹی کا دھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلا دیگا ورنہ بدبو تو سونگھنی ہی پڑیگی" اور جب بچہ کی عمر سات برس کی ہوجائے تو اسے طہارت اور نماز کی تاکید کرے اور روزہ کی عادت

۵ جعل گبریلا کو کہتے ہیں ۱۲ مترجم

ڈلوائے اور جب دس سال کا ہو جائے اور نماز میں کاہلی برتے تو اسے مارے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا اور تاکید کر اپنے ہاں بچوں کو نماز کی اور اسپر جما رہ" ابوداؤد نے حضرت عمرؓ بن شعیب سے روایت کی ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تمھاری اولاد جب سات برس کی ہوجائے تو انکو نماز کا حکم کرو۔ اور جب دس برس کے ہو جائیں تو نماز پر انکو مارو اور انکے بستر علیحدہ کردو"۔ جب بچہ اسطرح پرورش پائیگا تو فطرۃ الٰہی میں رنگا ہوا ہوگا۔ اور اسلام کی محبت اسکے قلب میں پیوست ہوجائیگی اور اسکے سوا ہر مذہب سے بیزار و متنفر ہوگا۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا ہے کہ میری عمر تین سال کی تھی اور میں رات کو اٹھکر اپنے ماموں محمد بن سوار کی نماز دیکھا کرتا تھا۔ ایکدن مجھسے فرمانے لگے کہ صاحبزادہ تم اللہ کو یاد نہیں کرتے۔ جسنے تمھیں پیدا کیا؟ میں نے کہا کسطرح یاد کروں؟ فرمایا جب (سوتے وقت) کپڑوں میں کروٹیں بدلاکرو تو زبان کو حرکت دیئے بغیر اپنے قلب سے تین دفعہ یوں کہاکرو اَللّٰهُ مَعِيْ اَللّٰهُ نَاظِرٌ اِلَيَّ اَللّٰهُ شَاهِدِيْ بس چندرات میں نے ایسا کرکے انکو اطلاع دی۔ فرمایا کہ اب ہر شب میں سات دفعہ یہی کیا اور کہا کرو۔ چنانچہ میں نے تعمیل کی اور پھر انکو اطلاع دی۔ فرمایا کہ اب ہر شب گیارہ دفعہ کہا کرو۔ پس میں نے گیارہ دفعہ کہا اور میرے قلب میں اسکی حلاوت پیدا ہوگئی۔ ایک سال گذرنے پر ماموں صاحب نے فرمایا کہ میں نے جو تمکو سکھایا تھا اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک اسکے پابند رہو کہ وہ تمکو دنیا اور آخرت دونوں میں نفع دیگا۔ چنانچہ برسوں میں اس کا پابند رہا اور اپنے باطن میں مجکو حلاوت محسوس ہوئی۔ اسکے بعد ایک دن ماموں صاحب نے فرمایا کہ اے سہل وہ شخص کہ اللہ اسکے ساتھ ہو اور اللہ اسے دیکھ رہا ہو اور اسپر مطلع ہو گیا وہ اللہ کی معصیت کرسکتا ہے؟ دیکھو معصیت سے بہت بچیو۔ پس میں خلوت گزین رہا کرتا تھا۔ پھر میرے بزرگوں نے مجھے مکتب بھیجا تو میں نے ان سے کہا کہ میرا دھیان منتشر ہوجائیگا۔ لہذا انھوں نے معلم سے یہ شرط کرلی کہ ایک گھڑی کے لئے میں استاد کے پاس جاؤں اور پڑھکر واپس چلا جاؤں۔ چنانچہ میں مکتب جاتا رہا اور سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا۔ نیز میں ہمیشہ روزہ رکھا کرتا تھا اور بارہ برس تک میری غذا جو اور کی روٹی رہی۔ اتفاق سے مجھے ایک مسئلہ کی ضرورت پیش آئی تو میں نے اپنے عزیزوں سے التجا کی کہ مجھے اہل بصرہ کے پاس بھیجدیں کہ ان سے مسئلہ دریافت کروں۔ چنانچہ میں علماء بصرہ کے پاس آیا مگر کسی سے تسکین نہوئی۔ آخر میں شہر عبادان کی طرف چلا گیا اور ایک بزرگ سے جنکا نام ابوحبیب حمزہ بن ابی عبداللہ عبادانی تھا مسئلہ دریافت کیا۔ انھوں نے مجکو (شافی) جواب دیا۔ پس میں ایک مدت تک انکی خدمت میں ٹھہرا کہ انکے کلام سے نفع اوٹھاتا اور انکے طرز کو اختیار کرتا تھا۔ پھر میں تستر چلا آیا اور اپنی غذا کو متوسط بنا دیا کہ ایک درہم کے جو میرے لئے

خرید کر ہمیں لئے جاتے اور میں سحر کیوقت بلا نمک و بلا ترکاری تقریبًا چھٹانک بھر کی روٹی کھاتا اور شام کو افطار کیا کرتا اور وہ ایک درہم مجھے سال بھر کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ اسکے بعد میں نے عزم کیا کہ تین دن متواتر روزہ رکھکر چوتھے دن افطار کروں۔ پھر پانچ دن کا عزم کیا اور پھر سات دن کا حتی کہ کامل پچیس دن تک کچھ کھائے بغیر متواتر روزہ رکھتا رہا اور بیس سال تک اسپر قائم رہا۔ اسکے بعد برسوں سیاحت کرتا رہا۔ اور پھر تستر واپس چلا آیا اور مدتوں تمام تمام رات نماز میں کھڑے ہو گذار دی"۔ احمد کہتے ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ انھوں نے نمک کھایا ہو۔ حتی کہ وصال ہو گیا"۔ پھر جب بچہ بالغ ہو جائے تو اسکا نکاح کر دے ورنہ فتنہ وفساد ظہور پکڑیگا اور اسکا وبال باپ پر ہو گا۔ ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جب تمھاری طرف تجہ کا پیام آئے کہ اسکے دین اور عادت کو پسند کرو تو ضرور نکاح کر دو اگر نکاح نہ کرو گے تو بڑا فتنہ وفساد ظاہر ہو گا" بیہقیؒ نے حضرت عمرؓ بن خطاب ور انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ توریت میں لکھا ہے جسکی لڑکی بارہ برس کی ہو گئی اور باپ نے اسکا نکاح نکیا اور وہ گناہ کی مرتکب ہوئی تو اسکا گناہ باپ پر ہو گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمّ۔

اُنتیسویں بصیرت زنا اور اغلام کا بیان

حق تعالی فرماتا ہے وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ (چہ جائیکہ مرتکب ہونا کہ وہ بیحد برا فعل اور برا طریق ہے کہ دوسرے کی بی بی یا بہن یا بیٹی کو بلا وجہ غصب کرے حالانکہ سبب مشروع یعنی نکاح کرنا ممکن ہے) زنا میں کئی قسم کے مفاسد ہیں۔ اول جب زنا کا دروازہ کھلا تو کسی مرد کے لئے کسی عورت کی خصوصیت نرہیگی اور ہر مرد جس عورت سے بھی چاہیگا مجامعت کریگا۔ تو اس صورت میں انسان اور چوپاؤں میں کچھ بھی فرق نرہا۔ دوم عورت سے صرف قضائے شہوت ہی مقصود نہیں بلکہ انتظام خانہ داری میں مرد کا شریک حال بننا اور اولاد کی نگہداشت وسرانجامی معاملات مقصود ہے۔ اور یہ تہیم بالشان امور اسکے بغیر انجام نہیں پا سکتے کہ عورت اپنے خیال وتوجہ کو ایک ہی مرد پر قاصر رکھے اور دوسرے مردوں سے طمع کو قطع کرے اور اسکی صورت یہی ہے کہ زنا کو حرام اور اسکا دروازہ بالکلیہ مسدود کر دیا جائے۔ سوم زنا سے نسب خلط ملط ہو جائیگا اور کوئی انسان نہ سمجھ سکیگا کہ یہ بچہ جو زانیہ سے پیدا ہوا ہے اسکا بیٹا ہے یا دوسرے کا پس نہ اسکی تربیت کا کفیل ہو گا اور نہ اسکی نگہداشت کریگا۔ آخر وہ اولاد برباد جائیگی اور نسل کا انقطاع اور دنیا کی ویرانی اسکا نتیجہ ہو گا۔ چہارم جب کوئی سبب شرعی ایسا نہوا جسکی وجہ سے اس مرد کو اس عورت کا دوسرونکی بلنسبت زیادہ مستحق کہا جائے تو اب اسکی ملاقات کا ذریعہ جنگ وجدال ہی رہگیا کہ جسکی لاٹھی اسکی بھینس) اور اسکا انجام یہ ہو گا کہ قتل وقتال کا دروازہ مفتوح ہو گا چنانچہ ایک عورت کیلئے کسی بنجانے

پر بہتیرے واقعات قتل کے سننے مین آتے ہین"۔ پنجم عورت جب کسب کرتی اور اسکی عادی ہوجاتی ہی تو طبیعت سلیمہ اس سے گھنیاتی ہے اور ایسی صورت مین مرد و عورت کے درمیان الفت و مودت پیدا نہین ہوسکتی چنانچہ جب کوئی عورت زنا مین مشہور ہو جاتی ہے تو اکثر مخلوق کی طبائع اسکے پاس جانے سے نفرت کرنے لگتی ہین۔ ششم جماع ایک بہت ہی ذلیل اور موجب ننگ و عار شے ہے۔ چنانچہ سب سے بڑی گالی میں یہی الفاظ لائے جاتے ہین پس اگر جماع سبب ذلت و عار نہوتا تو یہ الفاظ گالی کیون بنتے؟ اور جب مجامعت عار و ذلت ہوئی تو اسکے تقلیل و کم کرنیکی سعی عقل کے موافق ہوئی۔ اور ایک عورت کو ایک مرد پر اکتفا کرنے مین اس فعل کی کمی ہی لہٰذا ثابت ہوا کہ عقول سلیمہ بھی زنا کو قبیح سمجھتی ہین۔ اور انھیں مفاسد کیوجہ سے حق تعالی نے اس آیت مین زنا کے دو عیب بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ وہ بیحیائی ہی۔ دوم یہ کہ برا طریق ہے۔ اور تیسرا عیب دوسری آیت مین بیان کیا ہے کہ وہ ناپسند فعل ہے۔ پس بیحیائی ہونا تو اس طرف اشارہ ہے کہ اس سے نسب برباد ہوتے ہین جو بربادی عالم کا موجب ہے اور فروج پر جنگ و قتال کا سبب ہے اور ناپسند ہونیمین اشارہ ہی کہ زانیہ مبغوض اور قابل نفرت بنجاتی ہی اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ محبت و الفت پیدا نہو اور انسان اپنی ضروریات و مصالح مین عورت پر اعتماد نہ کرے۔ اور برا طریق ہونے مین اسطرف اشارہ ہی کہ زنا مین خاص مرد کا خاص عورت سے تعلق نرہنے کیوجہ سے انسان اور حیوان مین کوئی فرق نرہیگا۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہی کہ قبیح ہونیکے تین درجے ہین۔ ایک عقلی دوم شرعی سوم عادی پس زنا کو بیحیائی فرمانا عقلی قباحت کیطرف اشارہ ہے اور مکروہ و ناپسند ہونا شرعی قباحت کیطرف اشارہ ہی اور برا طریق ہونا عادی قباحت کیطرف اشارہ ہی اور جسمین تینون جمع ہون اسکی قباحت و برائی تو حد درجہ پر پہنچیگی اور یہی وجہ ہے کہ زنا کو شرک اور قتل کے بعد اکبر الکبائر سمجھا گیا اور حق تعالی نے اسکو قتل کیساتھ ذکر کیا اور دونون کی سزا برابر بیان فرمائی وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ الآیۃ اور اللہ کے بندے وہ ہین جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہین پکارتے۔ اور جس نفس کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق قتل نہین کرتے اور زنا نہین کرتے۔ اور جو ایسا کریگا وہ ایسے گناہ کا مرتکب ہوگا کہ قیامت کیدن اسے دوچند عذاب دیا جائیگا اور وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہیگا"۔ ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا اور سائبان کیطرح اسکے سر پر آجاتا ہے پھر جب اس فعل سے باہر نکل آتا ہے تب یہان لوٹ آتا ہے"۔ اور زانی اور زانیہ کی سزا بھی سخت بیان فرمائی ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ الآیۃ عورت زنا کار ہو یا مرد بس انکو سو سو درے مارو اور حکم الٰہی کی تعمیل مین انپر تمھیں ترس نہ آنا چاہیے"۔ اور اگر بیاہی والا شخص زنا کرے تو اسے سنگسار کردینے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے چنانچہ ابو داود نے حضرت یزید بن نزال سے روایت کی ہی۔ وہ اپنے

والد سے روایت کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک یتیم میرے والد کی تربیت (جوان ہونے پر) قبیلہ کی ایک کنیز سے زنا کر بیٹھے۔ میرے والد نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور جو کچھ کیا ہے اسکی اطلاع دو تاکہ آپ تمہارے لئے استغفار کریں اور والد صاحب کا اس سے مقصود صرف یہ تھا کہ معصیت زنا سے انکو خلاصی مل جائیگی۔ چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ پس مجھ پر حکم الٰہی قائم کیجئے۔ آپ نے انکی طرف سے منہ پھیر لیا۔ انھوں نے دوبارہ کہا کہ یارسول اللہ میں زنا کر بیٹھا ہوں پس مجھ پر حکم الٰہی قائم کیجئے۔ یہاں تک کہ چار مرتبہ یہی کہا۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمنے چار مرتبہ یہ کلمہ کہا۔ اچھا بتاؤ کس سے زنا کیا؟ ماعز نے کہا کہ فلاں عورت سے۔ آپ نے فرمایا کیا اس سے ہمبستری کی؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے کہا اس سے صحبت کی؟ ماعز نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا اس سے جماع کیا؟ ماعز نے کہا جی ہاں۔ تب آپ نے حکم دیا کہ انکو سنگسار کر دیا جائے۔ چنانچہ حرہ کے میدان میں لائے گئے اور اُنپر جب پتھر برسنے شروع ہوئے تو چوٹ محسوس کر کے گھبرائے اور بھاگ کر باہر نکلنے لگے حضرت عبداللہ بن انیس پاس آئے اور دیکھا کہ لوگ تھک چکے ہیں تو اونٹ کی ایک لمبی اور پتلی ہڈی لیکر ماعز پر ماری (کہ وہ کاری لگی) اور ماعز کو اسنے قتل کر ڈالا۔ پھر حضرت عبداللہؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ (جب وہ بھاگے تھے تو) تمنے انکو چھوڑ کیوں نہ دیا۔ کیا عجب تھا کہ توبہ کر لیتے اور حق تعالے قبول فرما لیتا۔" ابن ماجہ نے حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یگانہ ہو یا بیگانہ سب پر اللہ کا قانون سزا جاری کرو اور اطاعت میں کسی منکر کی ملامت کی پروانہ ہونی چاہئے۔" نیز حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سزاہائے قانون الٰہی میں ایک سزا کا قائم کرنا ملک خدا میں چالیس دن بارش ہونے سے بہتر ہے۔" علماء نے بیان کیا ہے کہ جو مجرم سزا شرعی اور توبہ کے بغیر مر جائیگا وہ جہنم میں آگ کے دُرّوں سے سزا پائیگا۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ زبور میں لکھا ہے زنا کرنے والوں کو انکی شرمگاہوں کے بل جہنم میں لٹکایا جائیگا اور شرمگاہوں پر لوہے کے چابک مارے جاوینگے اور جب انمیں کوئی دہائی مچاویگا تو زبانیہ فرشتے کہینگے کہ یہ آواز اسوقت کہاں جاتی رہی تھی جب ہنستا اور خوش ہوتا اور مذاق کرتا تھا کہ نہ اللہ کا دھیان کرتا تھا نہ اس سے شرماتا تھا۔" ابن حبان اور خزیمہ نے اپنی کتاب حدیث میں حضرت ابوامامہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا۔ میں سو رہا تھا کہ دو شخص میرے پاس (خواب میں) آئے اور میرے بازو پکڑ کر مجھے ایک سخت پہاڑ پر لائے اور کہا کہ چڑھیے میں نے کہا کہ مجھ میں اسکی طاقت نہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم اسکو تمہارے لئے آسان بنا دینگے۔ چنانچہ میں چڑھا اور جب پہاڑ کی ہموار سطح پر پہونچا تو سخت آوازیں

بہت سنائی دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ فرشتہ نے کہا کہ یہ عام دوزخی ہیں۔ پھر مجھے آگے چلایا گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ آدمی اپنی پنڈلیوں کے بل لٹکے ہوئے ہیں اور انکی باچھیں پھٹی ہوئی ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے قبل روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کہ بڑے خسارہ میں رہے یہود و نصاریٰ (کہ انھوں نے قبل از وقت افطار کیا) سلیم راوی کہتے ہیں کہ اس لفظ کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ ابوامامہ نے اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا (اور نقل کیا) یا اپنی طرف سے کہا۔ پھر مجھے آگے چلایا گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ آدمی نہایت درجہ پھولے ہوئے اور بہت بدبودار تھے کہ پاخانہ کی سی بو آتی تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے نے کہا کہ یہ زناکار مرد اور زناکار عورتیں ہیں۔ پھر مجھے چلایا گیا تو کچھ عورتیں نظر پڑیں جنکی پستانوں کو سانپ نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ ان کا کیا قصہ ہے؟ جواب ملا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں پھر مجھے چلایا گیا تو کچھ بچوں کو دیکھا کہ دو نہروں کے درمیان کھیل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ مسلمانوں کی صغیر سن اولاد ہے۔ پھر مجھے اوپر چڑھایا گیا تو تین آدمی نظر آئے کہ شراب طہور پی رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے نے کہا کہ یہ حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ اور حضرت ابن رواحہؓ ہیں (جو غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے ہیں) پھر مجھے دوسری طرف اوپر چڑھایا گیا تو تین شخص نظر آئے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ فرشتہ نے کہا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام ہیں اور آپ کے منتظر بیٹھے ہیں۔" نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ انسان زنا سے بچو کہ اسمیں چھ بُرائیاں ہیں۔ تین دُنیا میں اور تین آخرت میں۔ دُنیا کی خرابیاں تو یہ ہیں کہ چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے۔ افلاس چھا جانا اور عمر کم ہوجاتی ہے۔ اور آخرت کی بُرائیاں۔ اللہ کا غصہ اور حساب کی سختی اور جہنم کا عذاب۔"

پھر زنا کے ثمرات دُنیا میں بھی بہت بُرے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ زانی کی اولاد سے بھی اسی قسم کا برتاؤ پیش آتا ہے۔ ایک بادشاہ کو یہ بات سنائی گئی تو اُس نے اپنی بیٹی پر اسکا تجربہ کرنا چاہا جو نہایت حسین تھی۔ اسکو ایک فقیر عورت کے ساتھ کر دیا اور اس سے کہدیا کہ اگر اسکے ساتھ کوئی شخص حرکت کرے تو منع نکرے اسکے بعد حکم دیا کہ مُنہ کھول کر بازاروں میں اسکو لیکر گشت کرے چنانچہ اُس نے تعمیل کی پس جس شخص پر بھی وہ شاہزادی کو لیکر گذری وہ شرم اور خجالت کے سبب اپنی گردن جُھکا لیتا۔ آخر جب سارے شہر میں اسکو لیکر گھوم پھری اور کسی نے بھی اسکی طرف نگاہ نہ اُٹھائی۔ یہاں تک کہ شاہی محل کے قریب پہونچ گئی کہ اُسکو لے کر اندر داخل ہو تو وہاں اُسے ایک شخص نے روکا اور اوس کا بوسہ لیکر چلا گیا۔ وہ عورت شاہزادی کو لے کر بادشاہ کے پاس آئی تو بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ کیا پیش آیا؟ اُسنے سارا قصہ بیان کیا تو بادشاہ نے

شکر ادا کر کے کہا کہ الحمدللہ مجھسے بھی ساری عمر میں صرف اتنا ہی ہوا کہ میں نے ایک عورت کا بوسہ لیا۔ اور آج مجھسے اُس کا انتقام لے لیا گیا" حکایت ہے کہ مدینہ میں ایک سقہ کا جو کہ دینداری میں مشہور تھا ایک عورت پر گذر ہوا کہ وہ بھی دینداری میں مشہور تھی۔ عورت نے اس سے پانی مانگا اور اس کا دامن جھکا ہوا تھا سقہ نے کہا کہ دامن اوپر اوٹھا۔ چنانچہ وہ دامن اٹھانیکے لئے جھکی تو سقہ نے اوسکے سُرین پر ہاتھ رکھا۔ عورت کو بڑا تعجب ہوا کہ ایسے دیندار شخص سے ایسا وقوع میں آیا جسکی دس برس سے کوئی خیانت سُنی ہی نہیں گئی۔ الغرض وہ خاموش ہو گئی یہان تک کہ اُس کا شوہر آیا اور اُسنے شوہر سے کہا کہ آج تم سے جو کچھ وقوع میں آیا ہو وہ بیان کرو۔ شوہر نے کہا کہ کچھ بھی وقوع میں نہیں آیا۔ بجز اسکے کہ میں لکڑیاں چُن رہا تھا کہ ایک عربی عورت میرے سامنے آئی اور میں نے اُسکے سُرین پر ہاتھ رکھدیا۔ تب عورت نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دستک کے بدلے دستک۔ اور اگر تم اُس سے زیادہ کرتے تو سقا بھی اس سے زیادہ کرتا" ایک[۲] ثمرہ اسکا یہ ہے کہ جب زنا کسی قوم میں پھیلتا ہے تو حق تعالیٰ اُسپر عذاب نازل فرماتا ہے۔ احمدؒ نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا میری اُمت آرام میں رہیگی جب تک کہ انمین زنا نہ پھیلے۔ اور جب زنا پھیلا تو عجب نہیں کہ حق تعالیٰ اُنپر عذاب عام لائے" اور تمکو معلوم ہے کہ لشکر بنی اسرائیل میں زمران بن شلوم نے جب کستی بنت صور کنعانی عورت سے زنا کیا تو فوراً حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون نازل کیا۔ اور طاعونی اموات کی شمار کی گئی تو ایک گھڑی دن میں ستر ہزار ہوئے تھے۔ اور یہ تو مشاہدہ بھی ہوا ہے دیکھو ہمارے ملک میں زنا اتنا پھیلا ہوا ہے کہ جسے خدا نے توفیق دی اور بچا رکھا تو بس وہی بچا ہوا ہے اور وہ بہت ہی کم ہیں ورنہ عموماً اس کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ لہذا حق تعالیٰ نے انپر چند سال سے طاعون بھیج رکھا ہے جسنے ہزاروں کو ہلاک کر دیا اور بہتیرے گھر خالی کر کے دروازوں میں تالے ڈلوا دیئے۔ اور اطباء وقت و دانایان زمانہ نے اسکے علاج میں اپنی ساری کوشش صرف کر ڈالی اور لوگوں پر مصیبت عظمیٰ قائم کر دی کہ انکو گھروں سے نکالا۔ اِن کا اسباب خانہ داری پھینکا۔ انکے مال و متاع کو غارت کیا اور قرنطینہ کی مصیبت انپر ڈالی۔ مگر کسی بات نے بھی لوگوں کو انکی حرکات سے باز نہ رکھا بلکہ دن بدن انمین زیادتی ہی ہو رہی ہے کہ اب معالج و مریض دونوں عاجز اور طبیب و بیمار دونوں حیران ہو گئے۔ مگر انکو سمجھنے کا حِس و شعور نہوا کہ یہ اللہ کی طرف سے عذاب اور سزا ہے اور اسکا حقیقی سبب کثرت زنا ہے پس جبتک زنا سے باز نہ آئینگے اُس وقت تک یہ مرض رخصت نہ ہوگا۔ کیونکہ ہر مرض کا مفید علاج یہی ہے کہ اسکے اصلی اسباب اور مادہ کا قلع و قمع کیا جائے۔ ایک[۳] مضرت دنیوی یہ ہے کہ جب کسی گروہ میں زنا پھیلتا ہے تو اونپر قحط ڈالا جاتا ہے چنانچہ احمدؒ نے حضرت عمروؓ بن عاص سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جس قوم میں وہاں زنا پھیلا اُنپر قحط ڈالا گیا اور جس قوم میں بھی رشوت پھیلی اُنپر مرعوبیت ڈالی گئی" اور ہم

اپنے ملک مین اسکا مشاہدہ بھی کر رہے ہین کہ زنا کی اتنی کثرت ہوگئی ہے کہ بہتیرے تو اسکو بُرا بھی نہین سمجھتے اور فعل حلال کا سا برتاؤ کر رہے ہین لہذا حق تعالیٰ نے گرانی و قحط سالی مین مبتلا کیا اور لاتعداد مویشی اور انسان ہلاک ہوگئے کہ بہتیری بستیان خالی و ویران نظر آتی ہین اور انکے باشندے بھوکے مر گئے مگر باوجود اسکے لوگونکو عبرت نہین ہوتی اور کبائر و فواحش سے باز نہین آتے۔ پس لاعلاج مُصیبت تو یہ ہے کہ عذاب آنکھون سے دیکھ رہے ہین اور اپنی حرکت سے باز نہین آتے کہ یہی سنگین شرارت کہلاتی ہے۔" ایک نتیجہ بد اسکا یہ ہو کہ بندہ جب زنا مین مُبتلا ہوتا ہے تو مُفلس و نادار بنجاتا ہے۔ چنانچہ بزار نے روایت کیا ہے کہ جب زنا ظاہر ہوتا ہے تو افلاس و تنگدستی ظاہر ہوتی ہے۔" اور ہم آنکھون سے دیکھ بھی رہے ہین کہ بہت سے اہل ثروت نفس کے دھوکہ مین آکر زنا مین منہمک ہوئے اور روپیہ خرچ کیا مگر زیادہ زمانہ نگذرنے پایا کہ اُن کا مال ختم اور جائدادین فروخت ہوگئین یہان تک کہ لوگون کے دست نگر بھیک منگے فقیر بنگئے۔ بلکہ بہتیرے سلاطین کو جب زنا مین غلو ہوا تو انکے ہاتھون سے سلطنت جاتی رہی چنانچہ تاریخی کتابین دیکھو تو اسمین بالکل شک نہ رہے۔ خوب سمجھ لو کہ جہنم کو ان خواہشات و شہوات سے گھیر گیا ہے۔ تو جو شخص شہوات کے ہاتھ مین قید ہو جاتا ہے انجام کار شہوات اسکو جہنم تک پہونچا دیتی ہین کہ اسمین ذلت کے ساتھ داخل ہوتا اور جنت سے دور پڑ جاتا ہے اور جو اپنے خدا سے ڈرتا اور نفس کے خلاف کرتا اور شہوت کو لوٹتا اور زنا کی گندگیون سے پاک صاف رہتا ہو بروز قیامت حق تعالیٰ اُسکو سایہ مین جگہ دیگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے لئے جنت کے ضامن ہین شیخین نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آدمی ہین جنکو حق تعالیٰ اپنے سایہ مین جگہ دیگا اُس دن جبکہ اُسکے سایہ کے سوا کسی سایہ کا نام نہوگا۔ ایک حاکم عادل۔ دوم وہ جوان جسنے عبادت الٰہی مین نشو و نما پایا۔ سوم وہ شخص کہ مسجد سے نکلکر جب تک دوبارہ مسجد مین نہ جائے اُسکا دل مسجد ہی مین پڑا رہتا ہو۔ چہارم و پنجم وہ دو شخص جن مین اللہ واسطے کی محبت ہو کہ اُسی پر بیٹھتے اور اُسی پر جدا ہوتے ہین۔ ششم وہ شخص جنے تنہائی مین اللہ کو یاد کیا اور اُسکی آنکھین بہہ پڑین۔ ہفتم وہ شخص جس کو کسی صاحب حسب و صاحب جمال عورت نے بُلایا اور اُسنے جواب دیا کہ "مین تو اللہ سے ڈرتا ہون"۔ بخاری مین ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے جباڑون کے مابین (یعنی مُنہ) کا اور پاؤن کے مابین (یعنی شرمگاہ) کا میرے لئے ضامن ہو جائے (کہ نہ حرام کھائیگا اور نہ حرام جماع کریگا) تو مین اسکے لئے جنت کا ضامن ہون۔" اور بہتیرے نیک بندے ہین کہ نفس نے اُنکو زنا کی طرف چلایا اور قریب تھا کہ مُبتلا ہو جائین مگر حق تعالیٰ کا خوف اُنکو عارض ہوا اور وہ رُک گئے۔ حاکم وغیرہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے ایک حدیث ایک دو مرتبہ نہین بلکہ سات مرتبہ سے بھی زیادہ سُنی کہ آپ فرماتے تھے۔ بنی اسرائیل مین کفل نامی ایک

شخص تھا کہ کسی گناہ سے احتیاط نہ کرتا تھا۔ پس ایک عورت اسکے پاس آئی اور کفل نے اسکو ساٹھ دینار دیئے کہ زنا کرالے۔ جب جماع کرنے کو بیٹھا تو عورت کانپنے اور رونے لگی۔ کفل نے کہا کہ روتی کیوں ہے؟ کیا میں نے تجھپر جبر کیا ہے؟ عورت نے کہا کہ جبر تو نہیں کیا مگر یہ فعل میں نے کبھی نہیں کیا اور اب ضرورت و احتیاج نے اسپر آمادہ کرایا۔ کفل نے کہا کہ تو (عورت ہوکر) حق تعالےٰ کے خوف سے ایسا کانپتی ہے حالانکہ میں (مرد ہونے کی وجہ سے) اس خوف کا زیادہ مستحق تھا۔ جا جو کچھ میں تجھے دے چکا وہ بھی تیرا۔ اور قسم ہے حق تعالےٰ کی اب میں معصیت کبھی نہ کرونگا۔ پھر اسی رات کفل کا انتقال ہوگیا تو صبح کو اسکے دروازے پر یہہ لکھا ہوا ملا۔ "اللہ نے کفل کو بخش دیا" اور لوگوں کو اس سے بڑا تعجب ہوا" اور آیت شریفہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے (جب انکو زلیخا کیطرف میلان ہوا) تو ایک شخص کو دیکھا کہ دیوار سے برآمد ہوا اور اسنے لکھا لَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا[1]۔ پس یوسف علیہ السلام نے دوسری دیوار کی طرف رخ کرلیا تو قلم کو یہ لکھتے ہوئے دیکھا[2] وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ۔ پس یوسف علیہ السلام نے تیسری دیوار کی طرف منہ پھیر لیا تو قلم نے لکھا۔[3] يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ۔ پس یوسف علیہ السلام نے چوتھی دیوار کی طرف منہ پھیر لیا تو قلم نے لکھا۔ كُلُّ نَفْسٍ[4] بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ۔ پس آپ نے زمین کی طرف نگاہ کرلی تو قلم نے لکھا۔[5] إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ۔ یوسف علیہ السلام نے مکان کی چھت کو دیکھنا شروع کیا تو حضرت جبرئیلؑ کو یعقوب علیہ السلام کی صورت میں دیکھا کہ انگلیاں منہ میں دبائے (فعل شنیع سے منع کر رہے) ہیں۔ پس یوسف علیہ السلام شرم سے بیہوش ہوکر گر پڑے۔

دیکھو یوسف علیہ السلام نے جو کچھ بھی انکو بھائیوں کی طرف سے پیش آیا اس پر صبر کیا اور زنا پر قید خانہ کو ترجیح دی لہذا انکی خزانوں پر افسر مقرر ہوئے اور حق تعالیٰ نے انکو مصر کی بادشاہت عطا فرمائی۔ مروی ہے کہ سلیمانؒ بن یسار جو کہ نہایت حسین تھے ایک رفیق کو لیکر حج کو گئے اور ابوا مقام پر قیام ہوا۔ رفیق دسترخوان لیکر بازار گئے کہ کچھ خرید کر لائیں اور سلیمان خیمے میں جا بیٹھے۔ پہاڑ کی چوٹی سے ایک عربی عورت نے انکو دیکھ پایا اور اتر کر آئی کہ منہ پر برقع تھا اور ہاتھوں میں دستانے۔ سامنے آکر اسنے اپنا منہ کھول دیا جیسے چاند کا ٹکڑا اور کہا کہ مجھے سیر کرو۔ سلیمانؒ سمجھے کہ کھانا چاہتی ہے لہذا اٹھے تاکہ دسترخوان کا بچا ہوا اسکو دیں اسنے کہا کہ میں اسکی طالب نہیں بلکہ اس برتاؤ کی طالب ہوں جو مرد کا اپنی بی بی سے ہوا کرتا ہے۔ تب سلیمانؒ نے کہا کہ تجھے میرے پاس شیطان نے بھیجا ہے (تاکہ مجھے برباد کرے) اور اپنا سر گھٹنوں میں ڈالکر دھاڑیں

---

[1] زنا کے قریب بھی مت جاؤ وہ بڑی بےحیائی کا فعل اور برا طریق ہے ۱۲ [2] اور تمپر لکھنے والے بزرگ فرشتے نگران بنائے گئے ہیں ۱۲

[3] اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو ۱۲ [4] ہر نفس اپنے کئے ہوئے میں گرو ہے ۱۲ [5] میں تمہارے ساتھ ہوں کہ سنتا دیکھتا ہوں ۱۲

مارتے تھے جب عورت نے دیکھا کہ رونے سے تھمتے ہی نہیں تو منہ پر برقع ڈال وہاں سے اپنے گھر واپس ہوگئی رفیق نے جو بازار سے آکر دیکھا کہ روتے روتے انکی آنکھیں سوج آئیں اور گلا پڑ گیا تو پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ سلیمانؒ نے کہا کہ کچھ نہیں خیریت ہے۔ بچے یاد آگئے تھے۔ رفیق نے کہا کہ نہیں واللہ کوئی بات ضرور ہوئی ہے ورنہ بچوں کو چھوڑے ہوئے تو تین ہی دن ہوئے۔ آخر جب رفیق کا زیادہ اصرار ہوا تو انھوں نے قصہ سنایا۔ رفیق نے دسترخوان تو رکھدیا اور لگے رونے۔ سلیمانؒ نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو؟ رفیق نے کہا کہ تمسے زیادہ رونے کا مستحق میں ہوں کہ تمھاری جگہ اگر میں ہوتا تو صبر نہ کرسکتا۔ غرض دونوں روتے رہے۔ اور جب مکہ پہونچکر طواف وسعی کرکے حجر اسود پر آئے اور پردۂ کعبہ میں لپٹے تو سلیمانؒ پر نیند کا غلبہ ہوا اور سو گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک دراز قامت حسین، زلف والے نہایت خوبصورت بزرگ ہیں کہ بدن سے خوشبو مہکتی ہے اور کھڑے ہوئے ہیں سلیمانؒ نے ان سے کہا کہ اللہ کی آپ پر رحمت آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں یوسفؑ ہوں سلیمان نے کہا کہ یوسف صدیق؟ فرمایا ہاں سلیمان نے کہا کہ آپ کا اور عزیز کی بی بی کا قصہ تو عجب پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارا اور ابواوالی عورت کا قصہ تو اس سے بھی زیادہ عجیب تھا!! ابوبکر بن عبداللہ مزنی سے مروی ہے کہ ایک قصاب اپنی پڑوسی کی ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا۔ لڑکی کو اُسکے گھر والوں نے کسی کام کیلئے کسی گاؤں بھیجا تو قصاب اُس کے پیچھے لگ لیا اور اُسکے نفس کو پھسلایا۔ لڑکی نے اُس سے کہا کہ ایسا نکر کیونکہ مجھے تیرے ساتھ اس سے زیادہ محبت ہے جیسی تجھے میرے ساتھ ہے مگر میں اللہ سے ڈرتی ہوں۔ قصاب نے کہا کہ وائے تو اللہ سے ڈرے اور میں نہ ڈروں؟ یہ کہکر توبہ کی اور واپس ہوا۔ راستہ میں اسکو پیاس لگی کہ قریب تھا دم نکلجائے دیکھتا کیا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے کوئی پیغمبر اسکا حال دریافت کر رہے ہیں۔ اسنے کہا کہ پیاس بشدت لگ رہی ہے پیغمبر نے کہا آؤ ہم دونوں اللہ سے دعا کریں کہ ابر ہم پر سایہ کرلے۔ یہاں تک کہ بستی میں پہونچ جاویں قصاب نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی بھی نیک عمل نہیں کہ (جسکے بھروسہ) دعا کروں۔ لہذا آپ دعا کیجیے پیغمبر نے کہا کہ بہتر ہے میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہنا چنانچہ پیغمبر نے دعا کی اور قصاب نے آمین کہی۔ بس ایک بدلی نے اُن پر سایہ کیا یہاں تک کہ دونوں بستی تک پہونچ گئے۔ جب قصاب نے اپنے گھر کا راستہ لیا تو بدلی اب اُس کے ساتھ ہولی۔ پیغمبرؑ نے قصاب سے کہا تم تو کہتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نیک نہیں اور اسلیئے دعا میں نے کی اور تمنے آمین کہی چنانچہ بدلی نے ہمپر سایہ کیا مگر دیکھو اب وہ تمھارے ساتھ ہولی ضرور ہے کہ اپنا قصہ بیان کرو تب قصاب نے قصہ سنایا تو پیغمبرؑ نے فرمایا بیشک توبہ کرنیوالا اللہ کے نزدیک اُس مرتبہ پر ہے کہ کوئی بھی اُس مرتبہ پر نہیں"۔ ایک دیندار کا قصہ ہے کہ اُنکے نفس میں زنا کا خیال پیدا ہوا۔ اُنکے پاس چراغ روشن تھا۔ بس وہ اپنے نفس سے کہنے لگے کہ اے نفس پہلے میں چراغ میں اپنی اُنگلی جلا کر امتحان کرلوں اگر اسکی حرارت پر صبر

کر سکا تو جو تیری خواہش ہو اسکا تجھے اختیار دیدونگا۔ یہ کہکر اپنی اُنگلی جلتے چراغ کی لو مین دیدی اور نفس کو محسوس ہوا کہ شدت حرارت سے قریب ہے جان نکلجائے۔ مگر یہ دل کو سخت بنائے نفس سے کہتے رہے کہ صبر کرتا ہے یا نہین؟ اور اِسی نور اسی آگ پر جو کہ ستر مرتبہ پانی سے بجھائی گئی تب اہل دنیا کو اسکے استعمال کی طاقت ہوئی ہو تجھسے صبر نہو سکا تو اُس نارِ دوزخ پر کیسے صبر کریگا جسکی حرارت اس سے ستر گونہ زیادہ ہے؟ آخر نفس اس خیال سے باز آیا اور پھر کبھی زنا کا وسوسہ بھی نہ ہوا۔" یاد رکھو کہ زنا بڑا گناہ ہے۔ اور ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا اور بھی زیادہ گناہ ہے اور اجنبی عورت سے جس کا شوہر نہو کبیرہ گناہ ہے۔ اور اس سے زیادہ شوہر والی عورت سے زنا کرنا ہے۔ اور اس سے بھی بڑا گناہ محرم کے ساتھ زنا کرنا ہے۔ اور بی بی والے کا زنا کنوارے کے زنا سے بڑھا ہوا ہے جسکی دلیل یہ ہے کہ دونوں کی سزا جدا ہے۔ اور بڈھے کا زنا اس وجہ سے کہ اسکی عقل کامل ہوتی ہے۔ جوانکے زنا سے زیادہ قبیح ہے۔ اسیطرح شریف اور مولوی کا زنا اُنکے کامل ہونیکی وجہ سے غلام اور جاہل کے زنا سے زیادہ بُرا ہے ترمذی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ مین نے سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک قرار دے حالانکہ اُسنے تجھے پیدا کیا۔ مین نے عرض کیا کہ اسکے بعد کون سا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ اپنی اولاد کو قتل کرے اس اندیشہ سے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیگی۔ مین نے عرض کیا کہ پھر کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اپنی پڑوسی کی بی بی سے زنا کرے۔" اور مسلمؒ نے روایت کی ہے کہ تین شخص ہین جنسے حق تعالی قیامت کے دن نہ کلام فرمائیگا اور نہ انکو پاک کریگا اور انکو سخت عذاب ہوگا۔ ایک بڈھا زناکار۔ دوسرا پادشاہ دروغگو تیسرا فقیر متکبر۔"

(تتمہ) جاننا چاہئے کہ کبیرہ گناہون مین اغلام بھی ہے کیونکہ حق تعالے نے انسان کو پیدا فرماکر بقاء نسل اور آبادیٔ عالم کیغرض سے اسمین شہوت کا مادہ رکھا اور عورتون کو محل قضاء شہوت ونسل قرار دیا۔ تو جب انسان نے ان کو چھوڑکر مردون کی طرف میلان کیا تو حد سے بڑھا اور ظلم کیا کہ کسی شے کا بے محل رکھنا ہی ظلم کہلاتا ہے۔ اور محل وہی تھا جو اس کام کے لئے حق تعالی نے تجویز کیا ہے۔ کیونکہ مردون کا محلّ براز محل ولادت نہین اور انسان مین رکھی ہوئی شہوت سے مقصود ولادت ہی ہے۔ علاوہ ازین تمام حیوانات کی طبعتین بھی اس سے انکار کرتی ہین بجز خنزیر اور بندر کے۔ پس جس شخص کی طبیعت اغلام کی طرف مائل ہو وہ دناءت نجاست اور خباثت مین خنزیر اور بندر کی مثل ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ گندا کہ وہ تو بےعقل ہوکر اس کے مرتکب ہوتے ہین اور انسان صاحب عقل ہوکر۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکو اندیشہ ناک سمجھا ہے کہ ترمذیؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ اندیشہ جو مجھے اپنی اُمت پر ہے وہ قوم لوط کے فعل کا ہے۔" نیز رزین نے حضرت ابن عباس رضؓ

سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ملعون ہے وہ شخص جسنے قوم لوط کا فعل کیا" (ترمذی) اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کی طرف اللہ نہ دیکھیگا جسنے مرد یا عورت سے اغلام کیا" دیکھو قوم لوط نے جب یہ بدفعلی کی اور اسپر اڑے تو حق تعالیٰ نے انکو عذاب مین مبتلا فرمایا۔ اور حسب وحت اہل تواریخ اسکا قصہ یہہ ہے کہ قوم لوط کی بستیان نہایت شاداب تھین پہلون اور کھیتون سے بھرپور کہ ان کا مثل دنیا مین نہ تھا۔ اور یہ لوگ کافر تھے اور زنا کے مرتکب ہوتے تھے پس ملک مین گرانی ہوئی اور یہ لوگ غلّون کو جمع کرنے لگے کہ اس سے مقصود گرانی کا بڑھنا اور قائم رہنا تھا تاکہ نفع زیادہ ہو) لوگ چارطرف سے (غلہ خریدنے کو) جب انکے پاس آنے لگے تو شیطان بڈھے کی شکل مین انکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مین حالات زمانہ سے باخبر اور تجربہ کار ہون۔ اگر تمھارے پاس غلہ ہو تو اسکو روکو اور بیچنا کم کرو کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ جس مین ایک دانہ بھی پیدا نہوگا اور آسمان سے ایک قطرہ بھی نہ برسیگا جب آدمی تمھارے پاس خرید کو آوین تو جبتک ان سے اغلام نہ کرو انکے ہاتھ فروخت ہی نہ کرو چنانچہ یہ لوگ گذرنے والے مسافرون کے منتظر جا بیٹھتے اور ان سے اغلام کرتے۔ اس فعل کے بڑھ جانے پر حق تعالیٰ نے حضرت لوط پیغمبر کو بھیجا کہ انھون نے اس فعل بد سے انکو منع کیا اور اللہ کی عبادت کی طرف بلایا مگر انکی سرکشی و شرارت ہی بڑھی اور کہنے لگے کہ اگر سچے ہو تو ہمپر اللہ کا عذاب لے آؤ۔ اس وقت حضرت لوط نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مفسد قوم کے مقابلہ مین میری مدد کر۔ حق تعالیٰ نے انکی دعا قبول فرمائی اور خوبصورت بے ریش لڑکون کی شکل مین چار فرشتے انکے پاس بھیجے۔ حضرت قتادہ رح فرماتے ہین کہ حق تعالیٰ نے فرشتون سے فرما دیا تھا کہ جب تک چار گواہ قائم نہ کرلو اس وقت تک قوم لوط کو ہلاک نہ کرنا۔ یہ فرشتے جب حضرت لوط کے پاس پہونچے تو کہنے لگے کہ ہم آجکی رات آپکے مہمان بنین گے۔ لوط علیہ السلام انکو اپنے گھر لے گئے اور پوچھا کہ اس بستی والون کی حالت کیا تمکو معلوم نہین؟ فرشتون نے کہا کہ کیا حالت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بستی تو سطح زمین پر سب سے بدتر بستی ہے اور اسکے بعد اپنی قوم کی حالت اور جس بیحیائی کے وہ لوگ مرتکب تھے اسکو بیان کیا۔ لوط علیہ السلام کی بی بی اسطرح اپنے گھر آنے والے مہمانون کی اطلاع قوم کو کرتی کہ کسی ہمسایہ سے نمک مانگنے کیلئے آدمی بھیجتی اور قوم اس سے سمجھ جاتی کہ حضرت لوط کے گھر مہمان آئے ہین پس انپر جھپٹ دوڑتے تھے۔ چنانچہ اب بھی اسنے مخبری کی اور وہ لوگ آپہونچے۔ حضرت لوط نے دروازہ بند کرکے ان سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانون کے متعلق مجھے رسوا نہ کرو۔ ہان مہمانون کے بدلے نکاح کے ساتھ میری بیٹیان لے لو۔ ان ظالمون نے جواب دیا کہ تمکو تو معلوم ہے کہ ہمکو تمھاری بیٹیون کی حاجت نہین ہے اور تم جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہین؟ الغرض لوط علیہ السلام دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوئے انکی منت سماجت کرتے رہے مگر وہ دیوار پھاند کر گھر مین گھس آئے اُس وقت

حضرت لوطؑ کو اپنے مہمانوں کے متعلق خوف ہوا تو مہمانوں نے کہا کہ (آپ خوف نہ کیجیے) ہم آپ کے پروردگار کے فرشتے ہیں اور یہ ہرگز آپ تک نہ پہونچ سکینگے پھر حضرت جبرئیلؑ نے باجازتِ الٰہی قومِ لوطؑ کے منہوں پر بازو مارا کہ انکی آنکھیں اندھی چوپٹ ہوگئیں اور نہ انکو راستہ دکھائی دیا کہ اپنے گھروں تک پہونچتے۔ یہ کہتے ہوئے (کھڑے رہیے) کہ لوطؑ سطحِ زمین پر سب سے بڑا جادوگر ہے جب حضرت لوطؑ کو معلوم ہوا کہ مہمان ملائکۂ خدا ہیں تو فرمانے لگے کہ میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ انکو ابھی ہلاک کردو۔ فرشتوں نے کہا اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۝ انکی ہلاکت کا وقت مجوزہ صبح کا ہے اور کیا صبح قریب نہیں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زوجہ لوطؑ کو حق تعالیٰ نے مسخ کردیا اور وہ نمک بنگئی کہ مہمانوں کی مخبری نمک ہی منگوا کر کیا کرتی تھی۔ پھر حضرت لوطؑ کو حق تعالےٰ کا حکم ہوا کہ بال بچوں سمیت رات ہی میں قوم سے باہر نکلجائیں چنانچہ انھوں نے تعمیل کی اور پھر حضرت جبرئیلؑ نے اپنا پر بستیوں کے نیچے ڈالکر انکو جڑوں سے اوکھاڑا اور وہ سات شہر تھے کہ ہر شہر میں مرد عورتیں اور بچے ایک ایک لاکھ بستے تھے پس انکو آسمان و زمین کے مابین اتنا اونچا اوٹھایا کہ اہلِ آسمان نے انکے مرغ کی اذان اور کتوں کا بھونکنا سنا۔ اسکے بعد انکو اولٹا کردیا کہ حصہ زیریں اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے پھر پیچھے سے کھنگروں کے پتھر ان پر برسائے کہ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ حضرت مجاہدؒ سے کسی نے پوچھا کہ قومِ لوط میں کوئی باقی بھی بچا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک شخص بچا کہ مکہ چلا آیا تھا اور اسکے نام کا پتھر چالیس دن تک آسمان و زمین کے درمیان معلق رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ مکہ سے باہر نکلا تو راستہ ہی میں اسکا پتھر اسپر گرا اور وہ مرگیا۔" قومِ لوطؑ کو انکی سخت بیحیائی کے ارتکاب پر حق تعالےٰ نے وہ عذاب دیا کہ کسی امت کو بھی ایسا نہ دیا تھا۔ اغلام کی کیفیتِ سزا میں علماء کا اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک اس کی سزا سنگساری ہے اگرچہ فاعل و مفعول بے بیاہا ہو اور بعض کے نزدیک اسکی سزا قتل ہے جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں روایت ہے کہ قومِ لوطؑ کا سا عمل کرتے پاؤ تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کردو۔" اور ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے کہ جو شخص چوپایہ سے بدفعلی کرے اسے قتل کرو اور جانور کو بھی اسکے ساتھ قتل کردو۔" اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آگ میں جلانا یا اسپر دیوار گرادینے کی یا اسکے مثل کوئی اور سزا دی جائے جو حاکم تجویز کرے اور اسکی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسکو ابن ابی الدنیا نے باسنادِ جید محمد بن منکدرؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لکھا کہ بعض اطرافِ عرب میں ایسے لوگ پائے گئے جنکا عورتوں کی طرح نکاح ہوتا ہے۔ پس حضرت صدیقؓ نے صحابہ کو جمع کیا جنمیں حضرت علیؓ بھی شریک تھے اور فرمایا کہ اغلام ایسا گناہ ہے جسے بجز ایک امت (قومِ لوطؑ) کے اور کسی نے نہیں کیا اور اللہ نے انکو جو سزا دی وہ بھی تمکو معلوم ہے پس میری رائے میں ایسے شخص کو آگ میں جلانا چاہیے۔ مجلہ اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اسپر متفق ہوئی اور

حضرت ابوبکرؓ نے لکھ بھیجا کہ انکو آگ میں جلادو۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے اسکی تعمیل فرمائی۔ اور رزین نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فاعل ومفعول کو آگ میں جلایا۔ اور حضرت صدیقؓ نے فاعل ومفعول پر دیوار گروائی (کہ وہ دبکر مرگئے) جاننا چاہیئے کہ زنا کی مختلف اقسام ہیں جیسا کہ مسلم کی روایت حضرت ابوہریرہؓ سے اسپر دلالت کررہی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن آدم پر حق تعالیٰ نے اسکا حصۂ زنا مقدر فرمایا ہے کہ وہ اسکا مرتکب ہوکر رہتا ہے۔ آنکھیں ہیں کہ انکا زنا (اجنبی عورت پر) شہوت کی نظر ڈالنا ہے۔ اور کان ہیں کہ ان کا زنا (بشہوت اسکی باتوں کا) سننا ہے۔ اور زبان ہے کہ اسکا زنا (اس سے) باتیں کرنا ہے اور ہاتھ ہے کہ پکڑنا اسکا زنا ہے۔ اور پاؤں ہے کہ چلنا اسکا زنا ہے۔ اور قلب خواہش اور آرزو کیا کرتا ہے (جو کہ قلب کا زنا ہے) اور شرمگاہ اس سب کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب" نیز زواجر میں وارد ہے کہ جسنے شہوت کے ساتھ ایسی عورت پر ہاتھ رکھا جو اسکے لئے حلال نہیں ہے۔ بروز قیامت وہ آئیگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے جکڑا ہوا ہوگا۔ پھر اگر بوسہ بھی لیا تھا تو آگ میں اسکے ہونٹ کاٹے جائینگے اور اگر زنا بھی کیا تھا تو اسکی ران بولیگی اور بروز قیامت اس کے مقابلہ پر شہادت دیگی کہ مجھپر حرام کیلئے سواری ہوئی تھی۔ پس حق تعالیٰ اس شخص پر نگاہ غضب ڈالیگا کہ اس کے چہرہ کا گوشت گر پڑیگا اور وہ مکابرانہ انداز سے کہیگا کہ میں نے تو نہیں کیا۔ تب اسکی زبان اسپر گواہی دیگی۔ کہ میں ایسی بات بولی تھی جو مجھے حلال نہ تھی اور اسکا ہاتھ کہیگا کہ میں نے حرام کو پکڑا تھا۔ اور اسکی آنکھ کہیگی کہ میں نے حرام نگاہ کی تھی اور پاؤں کہیگا کہ میں حرام رفتار چلا تھا اور شرمگاہ کہیگی کہ میں نے فعل بد کیا تھا۔ اور نگران فرشتہ کہیگا کہ میں نے سنا تھا۔ اور دوسرا فرشتہ کہیگا کہ میں نے لکھا تھا۔ اور حق تعالیٰ شانہٗ فرمائیگا کہ میں مطلع تھا مگر چھپالیا تھا۔ پھر فرمائیگا کہ اے فرشتو اسکو پکڑو اور میرے عذاب کا مزہ چکھاؤ کہ مجھے اسپر غصہ آتا ہے جو مجھسے شرماتا کم ہے۔" اور اسکی تصدیق قرآنمجید میں موجود ہے۔ یوم تشھد علیھم الآیہ یاد کرو جسدن لوگوں پر گواہی دینگی انکی زبانیں اور انکے ہاتھ اور انکے پاؤں ان اعمال کی جو وہ کیا کرتے تھے۔" ابن الجوزیؒ نے اپنے تبصرہ میں لکھا ہے کہ بعض پہلے بزرگوں نے نظر کے فتنہ سے بچنے اور اسکی سزا کے اندیشہ سے نظر میں بہت ہی احتیاط کی ہے۔ اسکا فتنہ تو یہ ہے کہ محض نظر ہی کے سبب بہتیرے عابد اپنی عبادتخانوں سے باہر نکلے۔ اور سزا یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کہ شل شل خون بہہ رہا تھا آپ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا؟ اسنے کہا کہ ایک عورت کا مجھپر گذر ہوا۔ اور میں نے اس پر نظر ڈالی پس اسکے پیچھے نگاہ جمائے رہا کہ ایک شخص سامنے سے آیا اور مجھکو مارکر یہ حال کردیا۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو دنیا ہی میں اسکو سزا دیدیتا ہے۔"

ابو الادیان کہتے ہین کہ ایک مرتبہ مین اپنے استاد حضرت ابو بکر دقاق کیساتھ تھا کہ ایک بے ریش پر گذر ہوا اور مین نے اسے تکنا شروع کیا۔ اسکو تاک ہی رہا تھا کہ استاد نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ صاحبزادے اسکی سزا پاؤگے اگرچہ مدت کے بعد پاؤ۔ پس بیس برس تک مین سزا کا منتظر رہا اور آخر ایک شب اسی سوچ مین سو گیا کہ صبح ہوئی تو مین سارا قرآن بھولا ہوا تھا۔" حضرت سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ حمام مین گئے اور بعد مین ایک خوبصورت لڑکا بھی حمام مین گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے باہر نکالو کہ ہر عورت کے ساتھ مین ایک شیطان دیکھتا ہون اور ہر لڑکیکے ساتھ کچھ اوپر دس شیطان۔" حضرت محمد بن حسن چونکہ خوبصورت تھے اسلئے امام ابو حنیفہؒ (پڑھاتے وقت) انکو اپنے پیچھے یا ستونِ مسجد کی آڑ مین بٹھایا کرتے تھے کہ انپر نگاہ نہ پڑے۔ یہ تھا آنکھ کی خیانت کا خوف باوجود کمال تقویٰ کے۔ اور بعض لوگ جو کہدیتے ہین کہ شان الٰہی کا نظارہ کرنیکے لئے لڑکون کے تکنے مین کچھ مضائقہ نہین تو یہ شیطانی مکر و فریب ہے۔ بھلا کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ حق تعالیٰ نے نگاہ کو نیچا رکھنے کا حکم فرمایا ہے وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ۔ اور ابن جریرؒ نے حضرت بریدہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علیؓ ایک نظر کے بعد دوسری نظر (نامحرم پر) مت ڈالنا کہ پہلی تو (بلا ارادہ پڑجانے کی وجہ سے) تمکو جائز تھی اور دوسری جائز نہین" بلکہ جسکی نظر کسی عورت پر پڑی اور اسنے فوراً جھکالیا تو اسے حلاوتِ عبادت نصیب ہوگی۔ کما احمد نے حضرت ابو امامہ رضؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمان اول مرتبہ کسی عورت کا حسن دیکھتا اور پھر اپنی نگاہ جھکالیتا ہے تو حق تعالے اسکو ذی حلاوت عبادت نصیب فرماتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم +

تیسوین بصیرت شرابخوری و قماربازی اور انکے متعلقات کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ اے ایمان والو بس شراب اور جوا اور تھان اور پانسے گندے شیطانی کام ہین۔ لہذا ان سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔" خازن نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے شراب کے بارہ مین چار آیتین نازل فرمائین۔ اول مکہ مین یہ آیت نازل ہوئی وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۔ اور کھجور اور انگور کے پھلون سے تم شراب بناتے ہو اور عمدہ رزق۔" اس بنا پر شروع اسلام مین مسلمان اسکو پیتے تھے اور یہ انکے لئے حلال تھی۔ پھر مدینہ مین حضرات عمر و معاذ رضؓ کے سوال پر اس طرح جواب نازل ہوا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۔ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔ اور (اے محمد) تمسے شراب اور جوئے کے متعلق دریافت کرتے ہین۔ کہدو کہ دونون مین بڑا گناہ ہے اور لوگون کے لئے منافع بھی ہین"

ـــــــ

لے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہین ۱۲ ؎ کہدو مسلمانون سے کہ اپنی نگاہین نیچی رکھا کرین۔ اور کہدو مسلمان عورتون سے کہ وہ بھی اپنی نگاہین نیچی

پس وہ "بڑے گناہ" کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اسے ترک کر دیا اور "منافع بھی ہیں" کیوجہ سے بعض پیتے رہے۔ پھر حضرت عبدالرحمن رضؓ بن عوف نے صحابہؓ میں سے کچھ حضرات کی دعوت کی تو انکو کھانا کھلایا اور شراب پلائی۔ نماز مغرب کا وقت آگیا تو ان حضرات نے نماز پڑھانے کیلئے ایک کو آگے بڑھا دیا امام نے قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھی اور سب جگہ سے حرف لَا حذف کر دیا (کہ معنے برعکس ہو گئے) تب حق تعالیٰ نے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ نازل فرمایا کہ "اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس بھی مت جاؤ جبتک کہ جو کچھ کہو اُسکو سمجھنے نہ لگو"۔ چونکہ حق تعالیٰ نے اوقاتِ نماز میں نشہ کو حرام کیا، لہذا اب جو کوئی پیتا وہ نماز عشاء کے بعد پیتا تھا کہ صبح ہونے تک نشہ دور ہو جاتا اور نماز فجر ہوش میں پڑھ لیتا۔ یا نماز فجر کے بعد پیتا کہ ظہر کے وقت باہوش ہو جاتا۔ پھر یہ قصہ پیش آیا کہ حضرت عتبان بن مالکؓ نے ولیمہ کا کھانا کیا۔ اور مسلمانوں کی دعوت کی جنمیں سعدؓ بن ابی وقاص رضؓ بھی تھے۔ ان حضرات نے کھانا کھا کر شراب پی۔ اور نشہ ہوا تو فخرِ نسبی کے اشعار پڑھنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے (نشہ میں) ایک قصیدہ پڑھا جسمیں اپنی قوم کا فخر تھا اور انصار کی ہجو۔ اسپر ایک انصاری نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر حضرت سعدؓ کے سر پر پھینک ماری کہ زخم کھلگیا۔ حضرت سعدؓ بارگاہ رسالت میں روانہ ہوئے اور انصاری نے بھی جا کر حضرت سے شکایت کی تب حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ بارالٰہا شراب کے متعلق شفا بخش حکم صادر فرما۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی جو سورہ مائدہ میں ہے۔ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ "کیا پس اب بھی باز آؤ گے؟" تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ باز آگئے اے رب! اور یہ قصہ غزوۂ احزاب سے چند روز بعد کا ہے۔ اور بایں ترتیب حرمت ہونے میں یہ حکمت تھی کہ لوگ شراب پینے سے مانوس تھے اور بکثرت منتفع ہوتے تھے۔ اگر دفعۃً ممانعت ہوتی تو اسکا چھوٹنا بہت دشوار تھا اس لئے نرمی اور تدریج کا برتاؤ لازم ہوا۔ جاننا چاہئے کہ شراب میں مختلف قسم کے مفاسد ہیں۔ اوّل چونکہ عقل انسان کے لئے تمامی اشیاء میں اشرف ہے اور اسکا نام عقل (بند جس) ہی اسلئے رکھا گیا ہے کہ وہ اونٹنی کے پاؤں کے بندھن کا کام دیتی اور انسان کی طبیعت جب کسی فعل قبیح کی طرف بلاتی ہے تو عقل ہی انسان کو اس کی طرف قدم بڑھانے سے روکتی ہے۔ اور شراب عقل کی دشمن ہے کہ جب انسان نے شراب پی تو فعل قبیح کیطرف بلانے والی طبیعت روک تھام کرنے والی چیز سے خالی رہگئی۔ اور جو چیز اشرف شے کی دشمن ہو وہ نہایت درجہ رذیل ہے لہذا شراب کا پینا پرلے درجہ کا رذیل کام ہوا۔ ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ ایک نشہ باز پر ان کا گذر ہوا تو دیکھا کہ اپنے ہاتھ پر پیشاب کر تا اور وضو کرنے والے کی طرح اسکو اپنے منہ پر ملتا اور یوں کہتا جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے جسنے اسلام کو نور بنایا اور پانی کو طہور[۵]۔ اور عباس بن مرداسؓ سے مروی ہے کہ جاہلیت میں کسی نے ان سے کہا۔ آپ شراب کیوں نہیں پیتے کہ اس سے جرأت بڑھیگی؟ انھوں نے

[۵] الخ طہارت کہ جس سے پاکی حاصل ہوتا

جوابدیا کہ مین جہالت کو اپنے ہاتھ سے اپنے پیٹ مین داخل کرنیوالا نہین ہون۔ اور اسکو پسند نہین کرتا کہ صبح کو سردار قوم کہلاؤن اور شام کو احمق و بے عقل قوم۔ دوسرا مفسدہ وہ ہے جسے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ الایہ۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ شرابخور عموماً جمع کے ساتھ اس غرض سے شراب پیا کرتے تھے کہ رفقاء سے دل بہلے اور انکی بات چیت سے فرحت ہو پس اجتماع سے مقصود الفت و محبت کا استحکام ہی مگر اکثر اسکا خلاف ہی ظہور ہوتا ہے۔ کیونکہ شراب عقل کو زائل کردیتی ہے اور جب عقل جاتی رہی تو شہوت و غصہ غلبہ کرتا ہے۔ اور چونکہ عقل جو کہ اسکو دفع کیا کرتی تھی رہی نہین اسلیئے غلبۂ شہوت و غضب سے منازعت پیدا ہوتی اور بسا اوقات اس منازعت سے مارپیٹ اور قتل و قتال اور رو برو گالم گلوچ کی نوبت پہونچتی ہے جو کہ سخت عداوت و بغض کا باعث ہو جاتا ہے۔ پس شیطان صورت تو اچھی دکھاتا ہے کہ دور شراب پر مجتمع ہونا الفت و محبت کی مضبوطی کا سبب ہے مگر انجام کار نتیجہ اسکے برعکس اور پوری عداوت و بغض کا پیدا ہوتا ہے۔ شرابخوری کا ذکر الٰہی سے مانع ہونا بھی ظاہر ہے کہ شراب سے طرب اور جسمانی لذت پیدا ہوتی ہے اور جب نفس لذتون مین مستغرق ہوا تو ذکر الٰہی اور نماز سے غافل ہوا۔ سوم۔ اس معصیت کی خاصیت یہ ہے کہ انسان جتنا زیادہ اس مین لگتا اور اس کے پینے کا عادی بنتا ہے اسیقدر اسکی رغبت زیادہ اور نفس کی قوت اسپر قوی ہوتی جاتی ہے اور دوسری معصیتون مین اسکے خلاف ہے کہ مثلاً زانی جب ایک بار زنا کرلیتا ہے تو زنا مین اسکی رغبت سست پڑجاتی ہے اور جتنا اس فعل کو زیادہ کرے گا اسیقدر سستی زیادہ اور نفرت کامل ہوتی جائیگی بخلاف شراب کے کہ جتنا اسکی طرف بڑھے گا اسیقدر نشاط زیادہ اور رغبت شراب کامل ہوجاتی جائیگی۔ پس انسان جب شراب پینے کا پابند ہوا تو بدنی لذتون مین غرق اور آخرت و انجام کی یاد سے غافل بنکر اس گروہ مین شامل ہوگیا جو اللہ کو بھول گئے پس اللہ نے انکو انکے نفس بھلا دیئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شراب عقل کو زائل اور مستور کرتی ہی اور جب عقل جاتی رہی تو انسان سارے ہی گناہون کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ اور اسوقت اسمین اور چوپایون مین کوئی فرق نہ رہیگا چنانچہ ابن ماجہؒ کی روایت اسپر دلالت کررہی ہے کہ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہین مجھے میرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا کسی شے کو شریک مت سمجھ اگرچہ تجھکو ٹکڑے کردیا اور جلا دیا جائے۔ دوم۔ فرض نماز کو قصداً مت چھوڑ کہ جسنے نماز کو قصداً چھوڑا اس سے حق تعالیٰ بری الذمہ ہوگیا۔ سوم شراب مت پیجیو کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔" حاکم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہی کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ

لہ شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ تمھارے آپس مین عداوت و بغض واقع کرے شراب و قمار کے ذریعہ۔ اور تمکو باز رکھے اللہ کی یاد اور نماز سے۔ پس کیا اب بھی باز آوگے ؟ ۱۲ ۔ سے کہ اپنی بہبودی کی صورت اختیار کرنے یا سمجھنے کی بھی قدرت نہ رہی ہو

وغیرہ چند صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بیٹھکر تذکرہ کرنے لگے کہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ کونسا ہے
اور ان حضرات کو اس کا علم نہ تھا۔ آخر انھوں نے مجھے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس بھیجا تو انھوں نے مجھے بتایا
کہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ شراب نوشی ہے پس میں نے آکر ان حضرات سے کہدیا۔ مگر ان حضرات نے نہ مانا اور سب مل کر
حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ کے پاس انکے مکان پر آئے تو حضرت عبد اللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تھا کہ شاہان بنی اسرائیل میں کسی بادشاہ نے ایک شخص کو گرفتار کر کے اختیار دیا کہ یا شراب پئے یا
قتل کا مرتکب ہو یا خنزیر کا گوشت کھائے ورنہ اسکو قتل کر دیا جائیگا۔ پس اس نے شراب پینے کو اختیار کیا؟
اور جب شراب پی تو جو کام بادشاہ نے اس سے چاہے تھے اُنمیں سے کسی ایک سے بھی باز نہ رہا۔" ابن حبان نے
اپنی حدیث میں حضرت کعبؓ سے روایت کی ہے کہ بچو اس سے جو تمام خباثتوں کی جڑ ہے۔ کیونکہ ایک شخص پہلے
لوگوں میں عابد و عزلت نشین تھا۔ ایک عورت کو اس سے تعلق ہوگیا اور اُسنے خادمہ کو اسکے پاس بھیجا کہ
ایک شہادت کے لئے تمکو بلایا ہے۔ پس عابد آیا اور خادمہ نے یہ کارروائی کی کہ جس دروازہ میں وہ داخل ہوا
اسکا دروازہ بند کرتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ وہ عابد اندر پہونچا تو دیکھا کہ ایک نہایت حسین عورت بیٹھی ہوئی ہے اور
اسکے پاس ایک لڑکا بیٹھا اور ایک بادیہ رکھا ہے جسمیں شراب ہے۔ عورت نے کہا کہ ہمنے تمھیں شہادت کیلئے
نہیں بلایا بلکہ اسلئے بلایا ہے کہ یا تو اس بچہ کو قتل کرو یا مجھسے زنا کرو یا ایک پیالہ شراب پیو۔ اور ایسا نکرو گے
تو میں غل مچادونگی کہ تمھاری رسوائی ہوگی۔ عابد نے جب دیکھا کہ اسکے بغیر چارہ نہیں تو کہا کہ بہتر ہے ایک
پیالہ شراب مجھے پلادو چنانچہ اُسنے ایک پیالہ شراب پلائی تو عابد نے کہا کہ اور پلاؤ۔ غرض پیتا رہا یہاں
تک کہ (جب مست ہوگیا تو) اُس سے زنا بھی کیا اور بچہ کو قتل بھی کیا۔" پس شراب سے بچو کہ واللہ ایمان اور
عادتِ شراب ایک شخص کے سینہ میں جمع نہیں رہ سکتیں بہت قریب ہے کہ ایک دوسرے کو نکال باہر کرے:
اور چونکہ شراب اُم الخبائث ہے۔ لہذا شارع نے اسکی تحریم میں اتنا مبالغہ کیا کہ قلیل شراب کو بھی حرام
کیا اور دوا میں بھی اسکا استعمال حرام بتایا ہے کہ مادہ ہی اسکا قطع ہو جائے۔ چنانچہ ترمذیؒ نے حضرت جابرؓ
سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شے کی زیادہ مقدار نشہ لائے اُسکی تھوڑی سی
مقدار بھی حرام ہے۔" اور مسلمؒ نے حضرت وائل حضرمی سے روایت کی ہے کہ طارق بن سویدؓ نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم سے شراب کی بابت سوال کیا تو آپ نے شراب کی ممانعت فرمائی۔ طارق نے کہا کہ میں دوا میں
اس کا استعمال کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دوا نہیں۔ بلکہ یہ تو خود مرض ہے۔" حضرت فضیلؒ بن عیاضؒ
سے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک شاگرد کے پاس جو قریب مرگ تھا تشریف لائے اور کلمہ شہادت
کی اُسکو تلقین فرمائی مگر کلمہ اوسکی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ آخر جب اُنھوں نے بار بار کہا تو اُسنے

جواب دیا کہ مین اسکو نہ کہون گا اور مین اس سے بیزار ہون اسکے بعد اس کا انتقال ہوگیا اور حضرت فضیل اسکے پاس سے روتے ہوئے باہر نکل آئے۔ ایک مدت کے بعد خواب مین دیکھا کہ اسکو جہنم مین کھینچا جا رہا ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ اے مسکین معرفت الٰہی تجھسے کس قصور مین سلب کر لی گئی؟ اس نے کہا کہ اے اوستاد مجھے ایک مرض ہوا اور مین طبیب کے پاس آیا۔ اسنے مجھسے کہا کہ سال بھر مین ایک بار شراب کا ایک پیالہ پی لیا کرو۔ اگر نہ پیو گے تو یہ مرض کبھی نہ جائیگا۔ چنانچہ بغرض علاج مین ہر سال اسکو پیا کرتا تھا۔" اور تمکو معلوم ہے کہ آجکل اکثر انگریزی دواؤن مین شراب کی آمیزش ہوتی ہے اور یہ دوائین یورپ سے دور دور ملکون مین رواجہ ہوتی ہین۔ پس بہتیرے مسلمان بھی بے دریغ ان کا استعمال کرتے اور ایسی چیزون کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے اس کی پروا بھی نہین کرتے۔ حق تعالیٰ اس بلاء عام سے ہم کو محفوظ رکھے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کا استعمال کرنیوالے پر شدت کے ساتھ انکار فرمایا ہے حتی کہ ہمیشہ شراب پینے والیکو بت پرست کے مثل قرار دیا ہے۔ چنانچہ احمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ شراب پینے والا جب مریگا تو بت پرست کی طرح حق تعالیٰ سے ملے گا۔" نیز آپ نے اطلاع دی ہے کہ حق تعالیٰ اسکی چالیس دن کی نمازین قبول نہین فرماتا۔ چنانچہ ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے شراب پی اسکی چالیس دن تک حق تعالیٰ نماز قبول نہ فرمائیگا۔ پس اگر اسنے توبہ کر لی تو توبہ قبول فرمائیگا۔ اسکے بعد اگر دوبارہ شراب پی تو پھر چالیس دن تک نماز قبول نہوگی۔ پھر اگر توبہ کر لی تو حق تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیگا۔ پھر اگر تیسری مرتبہ شراب پی تو پھر اسکی چالیس دن تک نماز قبول نہ فرمائیگا۔ پھر اگر توبہ کر لی تو توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر اگر چوتھی بار شراب پی تو پھر اسکی چالیس دن تک نماز قبول نہوگی۔ اور اگر توبہ کی تو اب حق تعالیٰ اسکی توبہ بھی قبول نہ فرمائیگا اور نہر خبال سے اسکو پلائیگا۔" احمدؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ نے مجھے دنیا کے لئے رحمت بناکر بھیجا اور حکم فرمایا ہے کہ باجے گاجون اور مزامیر اور بتون اور صلیب اور امر جاہلیت کے مٹا دینیکا اور حق تعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ قسم ہے اپنی عزت کی جو کوئی بھی میرے بندون مین شراب پئیگا مین اسے اتنی ہی پیپ اور خون پلاؤن گا۔ اور جو اسکو میرے خوف سے چھوڑیگا مین اسکو حوض ہائے قدس سے پلاؤنگا۔" حکایت ہے کہ ایک نوجوان خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس روتا ہوا غمگین آیا اور کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین مین ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہون پس فرمائیے کہ میری توبہ بھی قبول ہوگی؟ عبدالملک نے کہا کہ وہ گناہ کیا ہے؟ جوان نے کہا کہ بہت بڑا گناہ ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ آخر بتا تو سہی کیا گناہ ہے؟ اللہ سے توبہ کرے کہ وہ توبہ قبول فرماتا اور خطائین

معاف فرماتا ہے۔ جوان نے کہا کہ اے امیر المومنین رات میں نے (کفن چرانے کے لئے) ایک قبر کو کھولا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ مُردہ کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا ہے۔ پس میں ڈرا اور باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو قبر میں ایک آواز آئی کہ کیوں نہیں پوچھتے کہ اس مردہ کا منہ قبلہ سے کیوں پھر گیا۔ یہ سُنکر میں نے کہا اچھا بتاؤ کہ کیوں پھر گیا؟ جواب ملا کہ یہ شخص نماز کو معمولی بات سمجھتا تھا۔ پس ایسے کی یہی سزا ہے۔ پھر میں نے دوسری قبر کھولی تو اس کے مُردہ کو خنزیر کی شکل میں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا اور گردن میں طوق پڑے ہوئے دیکھا۔ مجھے ڈر معلوم ہوا اور میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ اسکے عمل کو کیوں نہیں دریافت کرتے کہ کیوں عذاب دیا جارہا ہے؟ میں نے کہا کہ بتائے کیوں عذاب دیا جارہا ہے؟ جواب ملا کہ یہ شراب پیا کرتا تھا اور بلا توبہ مر گیا۔ پھر میں نے تیسری قبر کھولی تو اسکے مُردہ کو آگ کی میخوں سے زمین میں بندھا ہوا دیکھا کہ زبان گُدی سے نکلی ہوئی ہے۔ میں ڈرا اور نکلنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ اسکی حالت کیوں نہیں پوچھتے کہ اس عذاب میں کیوں مبتلا ہے؟ میں نے کہا کہ بتائیے کیوں مبتلا ہے؟ جواب ملا کہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اور لوگوں میں اِدھر کی بات اُدھر نقل کیا کرتا تھا۔ پس ایسے کی یہی سزا ہے۔ پھر میں نے چوتھی قبر کو کھولا تو اسکے مُردہ کو دیکھا کہ آگ اس پر مشتعل ہے۔ پس میں ڈرا اور نکلنا چاہا تو آواز آئی کہ اسکا حال کیوں نہیں پوچھتے؟ میں نے کہا کہ بتائیے۔ جواب ملا کہ یہ تارک نماز تھا۔ پس ایسے کی سزا یہی ہے۔ پھر میں نے پانچویں قبر کو کھولا تو جہاں تک نگاہ جاتی تھی ایک وسیع میدان نظر آیا جس میں نور چمک رہا، وہ مُردہ تخت پر سو رہا تھا کہ اس پر بھی نور جھلک رہا اور نہایت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ پس مجھ پر ہیبت طاری ہوئی اور میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی۔ کیا ان کا حال نہیں پوچھتے کہ اس عزت سے کیوں نوازے گئے؟ میں نے کہا کہ بتائیے۔ جواب ملا کہ یہ جوان صالح تھا کہ اللہ کی طاعت و عبادت میں نشو و نما پایا۔ یہ سُنکر عبد الملک نے کہا کہ اس قصّہ میں نافرمانوں کے لئے بڑی عبرت اور فرمانبرداروں کے لئے بڑی بشارت ہے۔" ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے ایک بچہ کا انتقال ہوا اور مدت کے بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا بوڑھا ہے اور سر سفید ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ بیٹا میں نے تو تجھکو بچّہ دفن کیا تھا پھر تو بوڑھا کیسے ہو گیا؟ بچہ نے کہا کہ ابا جب آپ مجھکو دفن کر چکے تو میرے پہلو میں ایک اور شخص دفن ہوا جو دُنیا میں شراب پیا کرتا تھا۔ پس اس کی آمد پر جہنم نے سانس لیا اور اسکی وجہ سے کوئی بچّہ ایسا نہیں بچا جو بوڑھا نہ ہو گیا ہو۔" اور شراب کے بارہ میں صرف پینے والے ہی پر گناہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ شراب کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس شخصوں پر لعنت فرمائی۔ اسکے نچوڑنے والے پر۔ نچڑوانے والے پر

پینے والے پر ۔ پلانیوالے پر ۔ اٹھانیوالے (مزدور) پر اور جسکے پاس اٹھاکر لیجائی جائے ۔ بیچنے والے پر اور اسکی قیمت کھانیوالے پر ۔ خریدنیوالے پر اور جسکے لئے خریدی جائے ۔

(فائدہ) یہ ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ جسکی زیادہ مقدار نشہ لاوے اسکی قلیل مقدار بھی اگرچہ نشہ نلائے حرام ہے ۔ یہ حکم صرف رقیق شرابوں کے بارہ میں ہے ۔ ورنہ خشک چیزیں نشہ لانیوالی مثلاً چرس بھنگ افیون ۔ جائے پھل ۔ زعفران ۔ کپاس کے پھول ۔ اور برش تو انکی صرف کثیر مقدار (جس سے نشہ پیدا ہو) حرام ہے اور قلیل مقدار (جس سے نشہ نہو) دوا کیلئے استعمال کیجائے تو حرام نہیں ۔ ہاں اگر لذت کیلئے استعمال کیجائے تو وہ بھی حرام ہے ۔ مگر پھر بھی انکی حرمت شراب کی حرمت سے کم ہے اور اسلئے اسکی سزا سنگساری یا اسی درے نہیں بلکہ تعزیر ہے ۔ اور ان اشیاء کی حرمت سے انکا نجس ہونا لازم نہیں آتا کہ مثلاً زہر بوجہ مہلک ہونیکے حرام ہے مگر ناپاک نہیں ہے ۔

تمباکو[1] پینے کے بارہ میں کہ جسکی ابتداء ۱۰۱۵ھ میں دمشق سے ہوئی ۔ علماء کی رائے مختلف ہے کہ بعض نے مباح کہا ہے اور بعض نے حرام اور بعض نے مکروہ تحریمہ ۔ یہ آخری قول صحیح معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ نباتات کی حرمت کا مدار دو باتوں پر ہے ۔ اول نشہ کرنا دوم سمیت ۔ اور یہ دونوں باتیں تمباکو میں موجود نہیں ہاں دھواں پینا اور اسکا پیٹ میں لیجانا ضرور ہے لہذا کراہت ثابت کرنیوالی تین باتیں اسمیں موجود ہیں اول اس سے منہ میں بدبو آتی ہے ۔ لہذا پیاز و لہسن پر قیاس کرکے اسکا استعمال مکروہ ہوا ۔ دوم اسمیں اہل جہنم کی مشابہت ہے (کہ انکے منہ اور پیٹ میں بھی دھواں ہوگا) اور اہل جہنم کا تشبہ بھی مکروہ ہے کیونکہ کوکھ پر ہاتھ دھرنا اور لوہے کی انگوٹھی سے مہر کرنا شریعت نے اسی لئے مکروہ بنایا ہے کہ اسمیں اہل جہنم کا تشبہ ہے ۔ سوم احمد نے حضرت حسن بن علی رضی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھے یاد ہے ۔ مشتبہ چیز کو چھوڑ کر بے شبہ چیز کو اختیار کرو کہ سچ وہی ہے جسمیں اطمینان ہو اور شک و شبہ ایک قسم کا دروغ ہے " اور اسمیں شک نہیں کہ دھوئیں کا قصہ مشتبہ میں داخل ہے کہ اسکے حلت و حرمت کے متعلق شک و اضطراب میں ڈالدیا ہے ۔ لہذا کم از کم کراہت اسمیں ضرور ہوئی ۔ ابن سینا کا قول ہے کہ اگر دھواں اور غبار نہوتا تو انسان ہزار برس زندہ رہتا ۔ اور جالینوس کا قول ہے کہ تین چیزوں سے پرہیز اور چار چیزوں کا استعمال کرو کہ طبیب کی حاجت نہوگی ۔ دھوئیں اور غبار اور بدبو سے بچو ۔ اور چکنائی و مٹھائی و خوشبو اور حمام (میں غسل) کا اہتمام رکھو ۔

اب رہا ارشاد باری وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ پس میسر سے مراد تو قمار ہے اور انصاب سے مراد وہ (بت اور مٹھ وغیرہ) ہیں جنکو قائم کرکے انکی پرستش کرتے تھے اور ازلام سے مراد تیر ہیں جنسے

[1] یعنی سگرٹ اور حقہ وغیرہ ۱۲

خیر اور شر لکھا ہوتا تھا کہ ان سے فال نکالتے تھے) پس قمار کی ممانعت بچند وجوہ ہی۔ اول یہ کہ شیطان اسکے ذریعے سے لوگونمین عداوت اور بغض ڈالتا ہی۔ کیونکہ جوئے کا نتیجہ جہان یہ نکلتا ہی کہ محتاج خوش حال اور مالدار بنجائے وہین یہ بھی نکلتا ہے کہ مالدار شخص مظلوم و مفلس ہوجائے۔ کیونکہ قمار بازی مین جب کوئی شخص ہارتا ہے تو اس توقع پر کہ شاید ابکے جیتون دوبارہ کھیلتا ہے اور یہی سلسلہ قائم رہتا ہے یہان تک کہ اسکے پاس پیسہ بھی نہین رہتا اور پھر بھی جیتنے کی توقع چونکہ قائم رہتی ہے اسلئے اپنی داڑھی اور بی بی اور بچہ پر بازی بدنیکی نوبت آتی ہے اور جب یہ بھی ہار جاتا ہی تو اس درجہ فقیر بنجاتا ہے کہ جیتنے والون کا بھی سب سے بڑا دشمن بھی بنتا ہی۔ اور اسمین شک نہین کہ عداوت و بغض سے قتل و خونریزی اور طرح طرح کے فتنونکی نوبت پہونچتی ہے جو کہ دنیا کی صلاح و رولق اور فلاح و عمارت کے خلاف ہے۔ دوم یہ کہ قمار ذکر الٰہی اور نماز سے مانع ہے کہ اگر جیتا تو اسکی لذت مین مستغرق ہونا بجز قمار کے کسی چیز کا خیال بھی نہ آنے دیگا۔ اور ہارا تو اسکا حزن اور آیندہ جیتنے کی ہوس و توقع دوسرے خیال کی طرف جھکنے بھی ندیگی۔ پھر ذکر الٰہی اور نماز سے کیا واسطہ؟ سوم قمار مین لوگون کا مال ناحق کھایا جاتا ہے جسکی ممانعت حق تعالیٰ نے اسطرح فرمائی ہے وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ اور آپس کے مال ناحق دست اندازی کرتے ہین انکے لئے جہنم ہے۔" اور بخاریؒ نے روایت کی ہی کہ جسنے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ جوا کھیلین تو چاہئے کہ صدقہ کرے۔" پس اسکا محض لفظ کہنا جبکہ کفارہ اور صدقہ کو مقتضی ہو کر اس سے اس فعل کی حرمت ثابت ہورہی ہے جسمین صدقہ واجب یا مسنون کہا گیا ہی تو کیا پوچھنا اسکے ارتکاب اور مشغولیت کا۔" اور مسلمؒ نے روایت کی ہی کہ جو شخص نردشیر سے کھیلا اسنے گویا خنزیر کے خون مین اپنا ہاتھ رنگا۔" اور احمدؒ نے حضرت ابو موسیٰ رضہ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نرد سے کھیلا اسنے اللہ و رسول کی نافرمانی کی۔" اور دیلمی نے روایت کی ہی کہ جب تمہارا اوپر گذر ہو جو کہ ان پانسون اور شطرنج اور نرد وغیرہ سے کھیلتے ہین تو انکو سلام نکرو۔ اور اگر وہ تمکو سلام کرین تو انکو جواب نمدو" نیز شطرنج کے بارہ مین ابو بکر آجری نے بسند اپنی کتاب حدیث مین حضرت واثلہ بن اسقع رضہ سے روایت کی ہی اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ روزانہ حقتعالیٰ کی مخلوق پر تین سو ساٹھ نگاہین ہوتی ہین مگر شاہ والے کا انمین ایکبار بھی حصہ نہین۔" اور شاہ والے سے مراد شطرنج کھیلنے والا ہی کہ وہی شاہ کہا کرتا ہی۔ مجاہد رحؒ کہتے ہین کہ جو کوئی مرتا ہے اسکو (بوقت نزع) پاس اُٹھنے بیٹھنے والے رفیق نظر آیا کرتے ہین چنانچہ ایک شطرنج کھیلنے والے کو مرتے وقت جب تلقین کیگئی کہ لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھ تو اسنے کہا کہ وہ ہوجی تجھکو شہ۔ اور اسکے بعد مرگیا۔ دیکھو اسکی زبان پر وہی آیا

جس کا وہ زندگی میں عادی تھا اور وہ کلمۂ اخلاص جسکے متعلق سچے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ مد جسکا آخری کلام دنیا میں کلمۂ طیبہ ہوا وہ جنت میں گیا"۔ اسکے بدلے شطرنج والے نے کلام لغو بولا۔ ایسا ہی ایک قصہ اور ہے کہ ایک شخص شرابیوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا۔ مرتے وقت جب اسکو کلمۂ شہادت کی تلقین کیگئی تو تلقین کرنیوالے سے کہنے لگا کہ تو بھی پی اور مجھے بھی پلا۔" اسکے بعد مرگیا فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ یہی مصداق ہے اس حدیث مشہور کا کہ ہر انسان اسی حالت پر مرتا ہی جسپر جیتا رہا اور اسی حال پر حشر کے دن اٹھیگا جس حال پر مرا تھا"۔ انعام و کرم والے بے نیاز خدا سے دعا ہی کہ ہمیں بہترین حالت پر موت دی اور اسی پر محشور فرماوے کہ اس سے اسکی خوشنودی کیساتھ ملاقات ہو۔ آمین۔

ابن حجر مکیؒ نے لکھا ہے کہ گنجفہ کھیلنا بھی تاش اور دک کیطرح حرام ہے جیسا کہ خادم میں تصریح ہی کیونکہ دونوں کی ہار جیت اتفاقیہ اور تخمینی ہی پھر اذرعی ہین بعض متقدمین فقہاء سے نقل کردہ روایت بھی دیکھنے میں آئی کہ یہ جو بعض اوباشوں نے اس زمانہ میں نقوش سے آراستہ اوراق ایجاد کئے ہیں کہ گنجفہ نام رکھکر کھیلتے ہیں پس اگر اسمیں کسی شے کا معاوضہ بھی (ہار جیت پر) قرار دیا جائے تو جوا ہے ورنہ نرد کیطرح (لہو لعب) ہے اور لکھا ہی کہ اصل اس باب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہی کُلُّ شَیْءٍ یَلْهُوْ بِهِ ابْنُ آدَمَ بَاطِلٌ إِلَّا ثَلَاثٌ رَمْيُهُ بِقَوْسِهٖ وَتَأْدِيبُهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتُهُ امْرَأَتَهُ "ہر چیز جس سے انسان کھیلے وہ باطل ہی بجز تیر کمان کھیلنے اور گھوڑا سدھانے اور اپنی بی بی سے ملاعبت کرنیکے"۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو سامان لہو و لعب فی الحال یا آئندہ کسی دینی نفع کا سبب نہو وہ باطل و قابل اعتراض ہی بجز تین امور مذکورہ کے کہ اگر انکو بصورت مذاق و لہو اور بغرض حصول انس و نشاط بھی کر گیا تو درست و اچھا ہی کہ ایک قسم کے نفع کو مشتمل ہے کیونکہ تیر اندازی اور گھوڑ دوڑ میں اعانت جہاد ہے۔ اور بی بی سے ملاعبت کرنا ممکن ہے کہ اولاد کا سبب ہوجائے جو اللہ کی توحید و عبادت کرے لہذا یہ تینوں چیزیں حق ہیں باقی لہو و لعب ہر قسم کا سب باطل و ناجایز ہے۔

(تتمہ) گانے بجانے کے سامان جیسے طبلہ سارنگی ستار اور نے وغیرہ کی حرمت حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ الآیہ اور بعضا آدمی لغو باتوں کو خریدتا ہی تاکہ بغیر علم کے راہ خدا سے گمراہ کرے اور اسکو دل بہلاؤ قرار دیتا ہی۔ یہی ہیں جنکے لئے ذلت بخش عذاب ہے۔ ترمذی نے حضرت ابو اسامہؓ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گانیوالی کنیزوں کو نہ بیچو اور نہ خریدو اور نہ انکی تجارت میں خیر و خوبی۔ اور انکی قیمت حرام ہے۔ اور اسکے بارہ میں آیت وَمِنَ النَّاسِ الآیہ نازل ہوئی"۔ اور ابو الصہباءؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس

آیت کی بابت دریافت کیا تو انھون نے فرمایا۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس سے مراد گانا ہی" اور حق تعالی نے (شیطان سے) فرمایا وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ "اور انمین سے جسکو بھی تو اُکھاڑ سکے اپنی آواز کے ذریعہ سے" علماء کہتے ہین کہ اس سے مُراد بھی گانا اور آلات سرود اور سامانِ لہو ولعب ہین۔ اور ابو داؤد طیالسیؒ نے حضرت ابو امامہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے حق تعالی نے ساری دنیا کیلئے ہدایت و رحمت بنا کر بھیجا اور حکم فرما دیا ہے کہ آلات سرود و چنگ و رباب و نے اور صلیب اور امر جاہلیت کو مٹاؤن اور میرے پروردگار نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ میرا جو بندہ بھی قصداً دنیا مین شراب کا ایک گھونٹ پئیگا اُسکی جگہ بروز قیامت مین اُسکو ضرور پیپ پلاؤنگا اور جو شراب کو میرے خوف سے چھوڑیگا مین اسکو ضرور حظیرۃ القدس سے پلاؤنگا۔ اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت مین ایسے لوگ بھی ہونگے جو ریشم اور شراب اور آلات سرود کو حلال سمجھینگے" اور ترمذیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب میری اُمت مین پندرہ افعال ہونے لگینگے تو اُن پر بلا نازل ہوگی کہ مال غنیمت ذاتی دولت اور مال امانت اپنے لئے مال غنیمت جیسی بنجائے اور زکوٰۃ بمنزلہ تاوان ہوجائے۔ اور مرد اپنی بی بی کا مطیع ہو اور ماں کا نافرمان اور دوست کے ساتھ مہربانی کرے اور باپ پر زیادتی۔ اور مسجدون مین شور و غل ہونیلگے اور شریر قوم کمینہ شخص بنجائے اور انسان کی عزت کیجائے اسکے شر کے اندیشہ سے اور شراب پیجائے اور ریشم پہنا جائے اور گانیوالی عورتین اور آلات سرود رکھے جانے لگین اور اس اُمت کے بعد والے لعنت کرنے لگین متقدمین پر پس اسوقت منتظر رہو سُرخ آندھی یا خسف یا مسخ کے" اور بیہقیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گانا قلب مین نفاق کو اُگاتا ہے جیسے پانی ترکاریان اُگاتا ہے" صاحب الدر نے سراج مین لکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آلات لہو ولعب سب حرام ہین اور ان خلاف شرع چیزون مین مالک کی اجازت لئے بغیر دست اندازی کیجا سکتی ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ لہو اور گانے کی آواز قلب مین نفاق پیدا کرتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے" اور بزازیہ مین ہے کہ آلات لہو کی آواز کا سننا معصیت ہے اور انمین بیٹھنا فسق اور ان سے لذت لینا کفرانِ نعمت کیونکہ اعضا کو ایسے کام مین متوجہ کرنا جسکے لئے وہ اعضا پیدا نہین ہوئے۔ ناشکری کہلاتی ہے۔ پس نہایت ضروری ہے کہ انکی آواز بھی کان مین نہ پڑے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اسکی آواز پر کان مین اپنی اُنگلی کرلی" اور اگر ولیمہ کی دعوت ہو اور وہان گانا بجانا یا خرافات ہو رہی ہو تو بیٹھکر

کھائے بشرطیکہ یہ دعوت مکان کے اندر ہو اور اگر دسترخوان ہی پر یہ ہو رہا ہو تو بیٹھنا بھی مناسب نہیں بلکہ نفرت کیساتھ واپس چلا آئے کہ حق تعالی فرماتا ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ "پس یاد آئے پیچھے ظالم قوم کے پاس مت بیٹھو" پھر اگر روکنے کی قدرت رکھتا ہو تو روکے اور منع کرے اور اگر اسکی قدرت نہو تو صبر کرے بشرطیکہ عامی ہو جسکا اتباع نہیں کیا جاتا اور اگر مقتدا ہو اور روکنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو چلا آئے اور بیٹھے بھی نہیں کہ اسمیں دین کی تحقیر ہے۔ اور اگر پہلے سے علم ہو جائے کہ وہاں خرافات ہیں تو حاضر ہی نہو خواہ عامی ہو یا مقتدا کہ حق دعوت بعد حاضری لازم ہوتا ہے نہ کہ پہلے" علامہ شامی نے تاتارخانیہ میں عیون سے نقل کیا ہے کہ اگر سماع قرآن یا نصائح ہو تو جائز ہے اور اگر گانا ہو تو اسکا سننا جملہ علماء کے نزدیک حرام ہے۔ اور جن بعض صوفیہ نے اسکو مباح کہا ہے وہ اس شخص کے لئے کہا ہے جو کہ لہو و غفلت سے خالی اور تقوے و خوف الٰہی سے آراستہ اور سماع کا ایسا محتاج ہو جیسا مریض دوا کا ہوتا ہے اور پھر اسکے لئے بھی چھ شرائط ہیں۔ اول یہ کہ قوال بے ریش نہو۔ دوم مجمع ہم جنسوں کا ہو۔ سوم قوال کی نیت اخلاص کی ہو۔ اجرت اور کھانا لینے کی نہو۔ چہارم کھانے یا نذرانے کی نیت سے مجمع نہوا ہو۔ پنجم بلا غلبۂ حال کے (وجد میں) کھڑے نہوں۔ ششم۔ وجد و حال سچا ظاہر کریں (ریا و مکر سے نکریں) خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں سماع کی کسیکو اجازت نہیں کیونکہ حضرت جنیدؒ نے اپنے زمانہ میں سماع سے توبہ کی ہے ہاں خوشی کے موقعوں پر دف کا بجانا جائز ہے کہ بہت احادیث اسپر دلالت کر رہی ہیں۔ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ سے مروی ہے کہ جب میری رخصت ہوئی تو آنحضرتؐ تشریف لائے اور میرے بستر پر جیسے تم بیٹھے ہو بیٹھ گئے۔ لونڈیوں نے دف بجایا اور میرے بزرگ شہداء بدر کی مدح میں اشعار گانے لگیں چنانچہ ایک لڑکی نے کہا وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ "اور ہم میں پیغمبر تشریف فرما ہیں جنکو فردا کی باتیں معلوم ہیں" حضرتؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور وہی گاؤ جو گا رہی تھیں" اسکو بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کی بی بی رخصت ہوئی تو حضرتؐ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کھیل تماشہ نہیں ہے کہ انصار کو پسند ہے؟ اسکو بھی بخاریؒ نے روایت کیا ہے" علامہ قاری نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اسمیں دلیل ہے کہ نکاح اور رخصت کے موقع پر اعلان کیلئے دف بجانا جائز ہے۔ اور بعض علماء نے تقریب ختنہ اور عیدین اور سفر سے آنے اور خوشی کیلئے احباب کے جمع ہونیکو اسکے ساتھ شامل کیا ہے۔ اور دف وہی مراد ہے جو پہلے زمانہ میں تھا۔ باقی یہ دف جنمیں جھانجھ ہوتے ہیں بالاتفاق مکروہ ہے۔ اور عمرو بن شعیبؓ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے منت مانی تھی کہ (میری مراد پوری ہو تو) آپکے سر پر دف بجاؤں آپ

فرمایا کہ اپنی منت پوری کرلے" اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے" خطابی کہتے ہین کہ دف بجانا اُن طاعات مین شمار نہین جنسے منت متعلق ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسکو مباح کہسکتے ہین مگر اسکے ساتھ جب کسی غزوہ سے آنحضرتؐ کی بعافیت واپسی کی خوشی شامل ہوئی اور اسمین کفار کا جلانا اور منافقون کی تحقیر تھی تو یہ بھی طاعت ہوگیا اور اسیلئے نکاح مین دف بجانا مستحب ہے کہ اسمین نکاح کا اظہار ہے اور زنا سے خروج کہ اُس کا اظہار نہین ہوا کرتا۔ اور اسیکے قریب حضرت کا یہ ارشاد ہے کہ کفار قریش کی ہجو کرو کہ یہ ان پر تیر برسنے سے زیادہ شاق ہے" اور حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ چونکہ موسم حج تھا اسلئے دو لونڈیان حضرت عائشہ رضؓ کے پاس بیٹھی دف بجارہی تھین اور ایک روایت مین ہے کہ جنگ بعاث کیدن انصار کی نظم مین جو گفتگو ہوئی تھی وہ گارہی تھین۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹے تھے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے لونڈیون کو جھڑکا تو آنحضرتؐ نے مُنہ کھول کر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ گانے بھی دو کہ عید کے دن ہین"

شرح السنہ مین ہے کہ جو شعر یہ گارہی تھین وہ تعریف جنگ اور شجاعت کے متعلق تھے۔ اور اسمین دینی امر کی اعانت تھی۔ ورنہ فحش اور بدکلامی کا گانا حرام ہے اور حاشا کہ بارگاہ نبوی مین ایسی کوئی بات ہوتی ہو" علامہ اشرف کہتے ہین کہ اسمین دلیل ہے جواز سماع کی اور اسکی کہ دف بجانا ممنوع نہین بشرطیکہ کبھی کبھی ہو۔ باقی اسکی پابندی و مداومت مکروہ امر ثقاہت کی ساقط کنندہ اور مروت کی زائل کرنیوالی ہے۔ ابن الملک رحؒ کہتے ہین کہ اسمین دف بجانیکے جواز کی دلیل ہے بشرطیکہ اسمین جھانجھ نہون اور کبھی کبھی ہو اور ایسے اشعار کا پڑھنا بھی جائز ہے جنمین نہ کسیکی ہجو ہو نہ بُرا بھلا اور فحش گوئی ہو

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ

فیوض یزدانی

خلفاء اسلامیہ کے دور حکومت مین ۳ شوال ۵۴۵ھ یوم یکشنبہ سے ۹ رجب ۵۴۶ھ تک وہ دس مہینے بھی کیسے بابرکت قابل رشک تھے جن مین حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی بغداد کے ہزارہا علماء و امراء کے ہالہ کا چاند بنے ہوئے خانقاہ کے ممبر پر ہر ہفتہ مین دو بار وعظ فرمایا کرتے اور آپ کے خلیفہ عفیف الدین انکو لفظ بلفظ قلمبند کرتے جاتے تھے۔ یہ مواعظ غوثیہ مطبع میمنیہ مصر مین بنام الفتح الربانی طبع ہوئے تھے۔ مگر طباعت کی غلطیان بہت زیادہ تھین۔ آٹھ صدیان بعد جیلانی مجلس کی شرکت کا لطف تازہ اور مسلمانان ہند کو دور قدیم کا مبارک نظارہ کرانیکے لئے بندہ نے اسکا سلیس ترجمہ کیا اور اصل متن کو تصحیح کے بعد شامل کتاب کر کے طبع کردیا تھا۔ جو بحمد اللہ اتنا مقبول ہوا کہ چند ہی روز بعد اس کا ایک نسخہ ۵۰ مین بھی نہ مل سکا۔ اسلئے صرف ملفوظات چھوڑ کر باسٹھ وعظ کا مجموعہ دوبارہ طبع ہوا اور نظر ثانی مین متن کی باقی تصحیح اور ترجمہ مین سلاست بڑھائی گئی ہے۔ جو حضرت اسکو مطالعہ کر چکے ہین وہ اسکی قدر جانتے ہین کہ تنہائی مین اسکے پڑھنے سے قلب پر فیضان قادریہ کی بارش برستی ہے اور مصیبت و پریشانی کے وقت اسکی تعلیم ہنستے ہوئے آنسو پونچھ اور رلاتے ہوئے دل کو تھام لیتی ہے۔ گویا مادر مشفقہ ہے کہ اپنے بچہ کی موجودہ اور آیندہ ہر تکلیف و رنج سے چونکہ اسکا دل دکھتا ہے اسلئے نرم و گرم ہر قسم کی تدبیر سے اسکو ناز پروردہ گہوارہ نشین اور مستحق راحت پہلا بنانے کی سعی کرتی ہے۔ قیمت ۲ مجلد ۱۲/۲

تبلیغ دین

امام غزالی کی مشہور کتاب اربعین کی بتیس فصلون کا ترجمہ جسمین عبادات اور اخلاق حمیدہ و رذیلہ کے دس دس اصول کا بیان ہے۔ یہ تہذیب اخلاق مین حکیمانہ شان کا وہ بے نظیر نسخہ ہے جسکو خسرو دکن نے اپنے مدارس عثمانیہ کے نصاب مین بھی داخل فرمایا اور عام مقبولیت کی وجہ سے تیسری مرتبہ طبع ہوا ہے۔ قیمت ۱۲ر

زین العلم

شیخ محمد بن عثمان بلخی مرحوم کے اس رسالہ عین العلم کا ترجمہ جو سلطان ابراہیم رکن الدین کی نذر کیا گیا تھا اور جسکے ۴۰ ابواب مین جملہ ضروریات انسانی کے متعلق اتباع سنت بتلاکر ہر مسلمان کو عادت کا عبادت بنانا سکھایا ہے۔ خورونوش۔ صحبت و معاشرت۔ سخاوت و قناعت۔ سفر و حج و جہاد۔ کسب معاش و تجارت۔ نکاح و تجرد۔ سکوت و تکلم۔ عزلت و خمول۔ حب ذم و کراہت مدح۔ تواضع و احسان۔ اخلاص و نیت۔ صدق و تفویض۔ ذکر موت و دفع خطرات مجاہدہ و ریاضت۔ توبہ و ربط قلب۔ تقویٰ و صبر۔ رضا و شکر۔ فقر و زہد۔ توحید و توکل۔ یقین و حب خدا۔ سلوک و طریقت وغیرہا تمامی امور کی مختصر اور کافی تحقیق اور تشفی بخش تعلیم دی ہے۔ قیمت ۱۲ر

اسلام } چاہ زمزم کے وجود سے لیکر وفات نبوی تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے حالات اور مشہور واقعات و غزوات اور خطوط بنام سلاطین وغیرہ دل آویز عبارت میں درج کئے گئے ہیں۔ ایک فرمان نبوی بنام منذر بن ساوی عامل بحرین کا چربہ بھی شامل ہے جسمیں مہر محمدی اور اس مقدس زمانہ کی تحریر کا طرز دکھایا گیا ہے۔ حصہ اول ۲۰۴ صفحہ دوم ۱۴۰ صفحہ۔ اور سوم ۲۰۴ صفحہ۔ مجموعہ کامل بلا جلد ۱۲؍ مجلد ۱؍

ذکر میمون } حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے رسالہ سرور المحزون کا ترجمہ جسمین شمائل مع حالات محمدیہ کے علاوہ آپ کے خدام و کنیزکان و کاتبین و ازواج و اسلحہ و ملبوسات و دواب وغیرہ کی فہرست اور ستر معجزات مع حالات وفات مذکور ہیں مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ہے۔ قیمت ۲؍ نمونہ یہ ہے

ایلچیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔ عمرو بن امیہ۔ بسوئے نجاشی جنکا نام اصحمہ تھا اور نجاشی ہر بادشاہ حبش کا لقب ہوتا تھا۔ پس نجاشی نے نامہ مبارک کو آنکھوں پر رکھا اور بروئے ادب اپنے تخت سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھے اور اسلام لائے اور وفات پائی بحیات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۹ھ میں۔ اور آنحضرت نے غائبانہ صلوٰۃ جنازہ پڑھی۔ دحیہ کلبی بسوئے ہرقل شاہ روم۔ ہرقل کو بدلائل آپ کی نبوت ثابت ہوئی اور اسلام کا قصد کیا مگر قوم نے موافقت نہ کی پس ہرقل ڈر گیا کہ اسلام لایا تو سلطنت چھن جائیگی۔ لہذا اسلام نہ لایا۔ عبد اللہ ابن حذافہ بسوئے کسرے شاہ فارس۔ کسرے نے مبارک کو پارہ پارہ کیا اور حضرت نے اطلاع پاکر فرمایا کہ خدا اُسکو پارہ پارہ کرے۔ چنانچہ چندہی روز بعد مقتول ہوا۔ حاطب بن ابی بلتعہ۔ بسوئے مقوقس کہ مصر و اسکندریہ کے حاکم کا لقب ہوتا تھا۔ یہ قریب الاسلام ہوا اور حضرت کی خدمت میں ماریہ قبطیہ و شیرین دو کنیزیں اور ایک استر سفید کہ دلدل نام تھا اور سفید مائل بسیاہی تھا کہ آخر میں حضرت علیؓ کی سواری میں آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا اور بروایتے ہزار دینار اور بیس جامہائے بھی ہدیہ میں تھے۔ عمرو بن العاص بسوئے جیفر و عبد اللہ پسران جلندی شاہ عمان۔ یہ دونوں بھائی اسلام لائے۔ اور مانع نہ آئے کہ الخ

دلائل الخیرات مع حزب الاعظم } اعلیحضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب کی سند کے موافق بروایت علی حریری اور حاشیہ پر اختلافات روایات مغربی۔ ہدایات قرأت بزبان اردو۔ جلی واضح کاغذ دبیز چکنا۔ بلا جلد ۱؍ مجلد ۱۲؍

الصلوٰۃ } بہت مختصر ۳۲ صفحہ کے رسالہ میں وضو۔ غسل۔ نماز پنجگانہ۔ استخارہ۔ نماز جنازہ اور کفن کی مقدار و تفصیل وغیرہ اکثر ضروری باتیں مذکور ہیں۔ آخر میں نماز کی ایک پیاری نظم ہے۔ قیمت ۲؍

دُنیائے تصوف کی شہرہ آفاق کتب کا مجموعہ

1 حیاتِ جاودانی یعنی مناقب و حالات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ از محمد یحییٰ تادفی۔ مترجم محمد عبدالستار

2 سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار۔ از شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

3 معارفِ غوثِ اعظم۔ ترجمہ و تشریح دیوانِ غوثِ اعظم۔ از سید امیر محمد شاہ قادری۔

4 ملفوظات غوثِ اعظم۔ تالیف محمد ریاض قادری

5 کتاب البصائر اردو ترجمہ الجواہر الزواہر۔ تالیف حافظ محمد عبدالحی۔ مترجم محمد عاشق الٰہی میرٹھی۔

6 مناقب رومی: مولانا رومؒ کی روحانی اور باطنی زندگی کی ایک جھلک۔ تالیف محمد ریاض قادری۔

7 انوار العارفین: از صوفی سید محمد عابد میاں

8 سلک سلوک یعنی حکایات صوفیہ۔ از شیخ ضیاء الدین نخشبی۔

9 محاسن السلوک ترجمہ ذخیرۃ الملوک از سید امیر علی ہمدانی (شاہ ہمدان) تالیف محمد ریاض قادری۔

10 مقاصد السالکین از حضرت خواجہ ضیاء اللہ صاحب نقشبندی۔

11 تذکرۃ العباد: حضرت اسامہؓ، بلالؓ، خبابؓ، زیدؓ، سالمؓ، سلمان فارسیؓ، صہیبؓ، عامرؓ اور عمار بن یاسرؓ، کے دلچسپ اور سبق آموز حالات۔ از حکیم محمد سردار خان نشاط امرتسری۔

12 اسرار شریعت۔ جلد اول، دوم، سوم۔ تالیف مولوی محمد فضل خان۔

13 اسرار تصوف۔ تالیف محمد ریاض قادری۔

14 مرصاد العباد۔ از حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ۔

یونیورسل اسلامک پبلیکیشنز
12- اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور